

مکمل ناول

**Part 3**

# **Qismat Sy Haari** **Main**

Palwasha Safi



رانا ہاوس جو کبھی اتفاق اور محبت کا مثال تھا آج دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا تھا۔ دوسرے حصے کے بہ نسبت پہلے حصے کی خاموشی ہولناک منظر پیش کیا کرتی تھی۔

سنگ مرمر کے بنے اس بڑے سے لاؤنج کے رائٹ سائیڈ میں رکھے ڈائننگ ٹیبل پر وہ پیار کی مورت بت بنی بیٹھی تھی۔ ویران آنکھیں سیڑھیوں کے اوپر بائیں جانب پہلے کمرے کے بند دروازے پر ٹکی ہوئی تھی۔

دو برس پہلے وہ کمرہ مقفل ہوا تھا اور نا جانے کتنے برس بند رہنا تھا پر وہ ماں تھی دل کے ایک بنجر کونے میں آج بھی یہ امید زندہ تھی کہ اس کا لخت جگر اپنی ماں کی سسکیاں ضرور محسوس کرے گا اور اس کے



پاس لوٹ آئے گا۔ ناجانے اب قسمت کس سمت لیں جانے والی تھی۔

رانا مبشر اپنی وجیہہ شخصیت لیے سفید قمیض شلوار پہنے اور کندھوں پر سیاہ شال ڈالے، سفید پڑتی شیو جو کہ پہلے سے بڑھی ہوئی رکھنے لگے تھے اور بالوں کو سائیڈ پر جمائے ہوئے ہمیشہ کی طرح چار منگ لگ رہے تھے۔ وہ بارعب انداز میں گردن اکڑا کر چلتے ٹیبل کی سربراہی کر سی پر آ بیٹھے۔

ملازم موودب طریقے سے ان کے کپ میں چائے بنانے لگا۔ رانا صاحب نے گھٹنوں پر نیپکن بچھاتے ہوئے سامنے بیٹھی خاتون پر ایک نظر ڈالی اور جعلی کنکارتے ہوئے اسے اپنے جانب متوجہ کرنا چاہا لیکن

وہ بے حس بیٹھی بنا پلکیں جھپکائے بھوری آنکھیں اس بند دروازے پر  
مرکوز کئے ہوئے تھی۔

جہاں رانا مبشر کی ایک پکار پر وہ جان واردینے کو بھی تیار ہوتی اب دو  
برس پہلے کیئے ان کے ایک فیصلے نے اس ماں کے سارے احساسات  
کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ وہ فیصلہ غلط تھا یا صحیح یہ تو وقت ہی بتانے والا تھا  
لیکن موجودہ وقت گزارنا دن بہ دن رانا مبشر کے لیے تکلیف کا  
باعث بنتا جا رہا تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

گڈ مارنگ ڈیڈ۔۔۔۔۔ "یہ وہ آواز تھی جو قسمت سے ہارے رانا"  
مبشر کی زندگی میں خوشیاں بھر دیتی۔ 21 سالہ عائرہ مبشر۔ ان کے  
دل کا ٹکرا۔

عائزہ نے رانا صاحب کے کندھے کے گرد بازو مائل کر کے انہیں صبح بخیر و شکیا اور ان کے دائیں ہاتھ کو اپنے رخسار سے لگا کر پھر اس پر بوسہ دیا۔ پچھلے پندرہ سالوں سے یہ ان باپ بیٹی کے صبح کا آغاز کرنے کا اپنا مخصوص انداز تھا۔

باپ سے لمبا قد وراثت میں لیئے اور ماں سے سفید رنگت۔ بڑی بڑی گہری سیاہ آنکھیں جو کسی سے ٹکرائے تو اس کی دنیا اجاڑ دے۔ لمبی ناک اور گلابی ہونٹ۔ اپنی پرکشش مسکراہٹ سے کسی کے بھی دل پر تیر چلا دے۔ کمر تک آتے لمبے سلکی سیاہ بال۔ اونچی گردن اور ملائم بدن۔ فیری ٹیل کی شہزادی سے بھی زیادہ حسین۔ عائزہ زندگی سے بھرپور دوشیزا تھی۔ وہ ماں اور باپ دونوں کی لاڈلی تھی لیکن باپ کی

آنکھوں کا ٹھنڈک تھی۔ رانا مبشر کا دن عائرہ کو دیکھ کر شروع ہوتا اور اسی پر ختم۔

عائرہ نے ڈیڈ کے رائٹ سائیڈ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ٹیبل کے دوسری سربراہی کرسی پر بیٹھی اپنی ماں کو دیکھا جو پچھلے دو برس سے باقی دنیا سے بیگانی ہو گئی تھی۔ ابھی بھی اس کی ویران اور خشک آنکھیں اس بند دروازے پر جمی ہوئی تھی۔ ایک درد کی لہر عائرہ کے دل میں اٹھی لیکن پھر سر جھٹکتے وہ ڈیڈ کے ساتھ ناشتہ کرنے لگی۔ وہ جانتی کم سے کم آج کے دن اس کی ماں ایسی ہی رہنے والی تھی۔

XX

یہ منظر ہے پیرس کا۔ فرانس کا دار الحکومت اور سب سے دلکش شہر۔  
محبتوں کا شہر۔ عشق کا شہر۔ تاریخی حیثیت سے سب سے بڑا پرانا اور

خوبصورت شہر۔ جو یہاں آتا ہے یہی کاہو کر رہ جاتا ہے اور اس شہر کی وسیع گلیوں میں وہ 19 سالانہ جوان اپنی تمام توجہ نہین نقش لیے تنہا پھر رہا تھا۔

اپنے باپ چچا اور باقی کزنز جیسے لمبا قد اسے وراثت میں ملا تھا۔ گہری آنکھیں اتنی دلنشین کہ جنس مخالف فریفتہ ہوئے بغیر نہ رہ سکتیں۔ تھکی ناک گلابی ہونٹ سفید رنگت اور مضبوط جسامت اسے سراپا حُسن قرار دے گیا تھا۔ مغرور اتنا کہ ناک پر مکھی بھی نہ بیٹھ سکے اور جنون ایسا کہ نظروں سے ہی مقابل کو ڈھیر کر دیں۔

ارحام مبشر وجہہ شخصیت، غرور، رعب اور جنون کا حامل رانا مبشر کے جوانی کی عکاسی کر رہا تھا۔



محبتوں کے شہر میں بھی قسمت کے ہاتھوں وہ محبت کا پیاسہ نوجوان اکیلے در در کی ٹھوکریں کھانے کو بھیج دیا گیا تھا۔ برف باری کی اس ، سرد رات ، تاریکی میں وہ جینز اور ہائی نیک پہنے منہ کے گرد مفلر لپیٹے اور کوٹ کے جیبوں میں ہاتھ ڈالے انجان گلی کو چوں سے گزر رہا تھا۔ رات کے اس پہر ایک آدھ میڈیکل سٹور اور مشروبات کے دکانوں ہی کے کھلے رہنے کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ وہ یک تنہا زندہ بشر آسمان سے گرتے برف کو چیرتا مین سڑک پر آیا تو اسے ایک سروس فرینچ بیکری کھلی ملی۔ وہ بھاری قدموں سے چلتا 24hour ہوا قریب آیا اور شیشے کے پار نظر آتے اشتہا انگیز بیکری آئٹم پر نظر دوڑائی۔ ماضی کی کئی تلخ یادوں نے اس کے گرد طواف کیا۔

ہیپی برتھ ڈے ٹومی ماما۔۔۔ "اس نے دل ہی دل اپنے آپ کو"  
اپنی سالگرہ وش کی۔ 21 جنوری اس کے پیدائش کا دن۔ آج وہ  
وجیہہ لڑکا 19 سال کا ہو چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کسی اور کو یاد ہونہ ہو لیکن  
اس کی ماما اس کے جنم دن پر اسے ضرور یاد کر رہی ہوگی۔

ایک چاکلیٹ کیک پر اس کی نظریں جم گئی۔ وہ کتنی ہی دیر اسے تکتا  
یادوں کے بوچھاڑ تلے دب گیا۔ اس کی 19 سالہ زندگی ایک فلم کی  
مانند اس کے آنکھوں کے پردوں پر چلنے لگی۔

(ماضی)

۔۔۔ اٹھو بیٹا اسکول کے لیے دیر ہو جائے (Irhaam) ارحام  
گی۔۔۔ "کرن اپنے دس سالہ بیٹے کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے  
اسے جگانے کی کوشش کر رہی تھی۔

رانا مبشر اور کرن کو اللہ نے عائرہ کے دو سال بعد بیٹے سے بھی نوازا جس کا نام انہوں نے ارحام مبشر رکھا۔ نور کو جہاں سفیان نے اپنی شرارتوں سے سب سے زیادہ تنگ کر رکھا تھا وہی کرن کو ارحام نے۔ جب کہ بارہ سالہ عائرہ باسلیقہ اور باتہذیب سگھڑیچی تھی۔ وہ روز از خود اٹھ جایا کرتی اور خود ہی اسکول کے لیے تیار ہو کر تہذیب سے ناشتہ کرنے بیٹھ جاتی۔

اس وقت بھی عائرہ اپنے ارحام کے مشترکہ کمرے میں اسکول کا یونیفارم پہنے آئینہ کے سامنے کھڑی کندھوں تک آتے بالوں کو برش کرنے میں مصروف تھی۔

ارحام ماما کے پچھلے دس سے پندرہ منٹ کے محنت کرنے کے بعد آنکھیں مسلتا ہوا اٹھا اور بے دلی سے منہ کھولے جمائی لینے لگا۔

کرن جوان دونوں کے کھلونے ترتیب سے رکھ کر اب کمفر ٹرے کر رہی تھی فوراً سے قریب آئی اور ارحام کے منہ کے آگے ہاتھ کیا۔

"جمائی لیتے ہوئے منہ کے آگے ہاتھ رکھتے ہے ارحام۔۔۔۔۔"

کرن نے پیار سے سمجھایا لیکن ارحام نے مانوا ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیا ہو۔ وہ بغیر نصیحت پر دھیان دیئے سست روی سے چلتا واشروم میں داخل ہوا۔

یہ لو۔۔۔۔۔ یہ باپ بیٹے ایک جیسے ہیں۔۔۔۔۔ بیٹے کو جگادیا تو یہاں

یہ اب تک سو رہے ہیں۔۔۔۔۔" اپنے بیڈروم میں داخل ہوتے اس کی نظر کمفر ٹرے میں منہ چھپائے رانا صاحب پر پڑی۔

رانا صاحب۔۔۔۔۔ "کرن نے مخاطب کرتے ان کے خاکی پڑتے"  
بالوں پر، جواب بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ پیشانی کے حصے سے  
جھڑنے لگے تھے؛ ہاتھ پھیرا۔

رانا مبشر کی یہ عادت کرن نے ہی بگاڑ رکھی تھی وہ چاہے جاگے بھی  
ہوتے لیکن جب تک صبح سویرے اپنی دل عزیز زوجہ کا محبت بھرا  
لمس محسوس نہ کرتے وہ اٹھتے نہیں تھے۔  
چلیں اٹھے بہت ہو گئی اور ایکٹنگ۔۔۔۔۔ "کرن کے ایک مرتبہ"

نرمی سے مخاطب کرنے پر جب وہ اپنی مسکراہٹ دبانے کی ناکام  
کوشش کر رہے تھے تب دوسری دفعہ کرن نے قدرے تنبیہی انداز  
میں ان کے کندھے پر تھپکی دی۔



انہوں نے دل کھول کر مسکراتے ہوئے کرن کا ہاتھ تھام کر اپنے گردن کے گرد مائل کیا اور اسے کمر سے تھام کر اپنے سینے سے لگایا۔  
کرن ان کی گہری آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں نسب کرتی ان کے سینے سے لگ گئی۔

زندگی نے ان کے محبت کو ایک اور صبح نذر کی تھی جس کے دونوں مشکور تھے۔ آنے والے کل سے بے خبر اس لمحے انہوں نے اپنے موجودہ نعمتوں کا شکر ادا کرتے دن کا آغاز کیا۔

رانا صاحب کرن کے پیشانی پر بوسہ دیتے اسے صبح بخیر و شکر کے اٹھے اور اپنا رائل بلیو کلر کا نائیٹ گاون پہتے واش روم کے جانب بڑھ گئے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

مما۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔ "ارحام نے دونوں لے کھا کر منہ"  
بھسورتے مزید کھانے سے منہ کیا۔

بلکل نہیں۔۔۔۔۔ پورا ختم کرنا ہو گا۔۔۔۔۔ ابھی تو آدھا پراٹھا بھی"  
نہیں ہوا۔۔۔ "کرن نے اس کے ننھے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں  
جکڑے اسے ایک اور نوالہ کھلایا۔

سالہ زینب اور ذیشان ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ کرنے کے ساتھ اپنی 17  
اپنی کتاب پکڑے آخری مرتبہ سبق دہرانے میں مصروف تھے۔  
زینب کے تاثرات نارمل جبکہ ذیشان کے پریشان کن لگ رہے تھے۔  
آج ان کے انٹر میڈیٹ بورڈ کا پہلا پیپر تھا۔

سالہ سفیان لا پرواہی سے بے باک انداز میں چلتا ہوا آیا اور اپنی 15  
سیٹ پر بیٹھتے اس نے ساتھ بیٹھی عائرہ کی پونی کھینچی۔

ذیش۔۔۔۔۔زینب۔۔۔۔۔آل سیٹ۔۔۔۔۔"روحان نے کارن"  
فلیکس نکالتے ہوئے پوچھا۔

یس پاپا۔۔۔۔ "دونوں نے ایک آواز میں جواب دیا۔"

آل دی بیسٹ بچوں۔۔۔۔ "رانا صاحب نے بھی ان کی حوصلہ"

افزائی کی

تھینکیو بڑے پاپا۔۔۔۔ "ایک مرتبہ پھر ہم آہنگ آواز گونجی۔"

ذیشان اور زینب، دونوں نے ایک دوسرے کو کاپی کیٹ کی نظروں  
سے دیکھا۔ ان کی اس کیفیت پر سفیان اور ارحام کا قہقہہ فضاء میں بلند  
ہوا۔

اس ہنستے بستے گھرانے کی خوشیوں پر قسمت بھی اسی تاب سے ہنسی  
تھی۔

(حال)

ارحام کے سوچوں کا تسلسل اس بیکری کے مالک کی چنگھاڑتی آواز پر ٹوٹا۔ ناجانے وہ کتنی دیر سے اسے فریج میں جھڑکتا دوکان کے سامنے سے ہٹنے کو کہہ رہا تھا۔ دو سال ہو گئے تھے ارحام کو پیرس میں لیکن وہ اب تک ا کے د کے الفاظ کے ماسیو فریج سیکھنے میں ناکام رہا تھا۔ ہاں وہ اپنی بہن اور کزنز جیسے پڑھائی میں کبھی تیز نہ تھا۔ اس کے قابلیت کے آگے ہمیشہ اس کی انا کی دیوار مائل ہو جایا کرتی تھی۔

رانا مبشر اپنے آفس کے کیبن میں راکنگ چیئر پر بیٹھے سر چیئر کی پشت سے ٹکائے ہوئے تھے۔ اس خوب روو جیہہ مرد کے چہرے پر تھکن اور بے بسی صاف ظاہر تھی۔ ماضی کا درد وہ بھلائے نہیں بھلا پارہے تھے۔ تین سال پہلے ہی انہوں نے کام سے ریٹائرمنٹ لے لی تھی۔



لیکن گھر میں تنہائی اور دکھ ان کا کلیجہ کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا اس لیے وہ پچھلے دو برس سے روز بے مقصد آفس آجایا کرتے اور شام تک اپنے کیبن میں دیوار گھیر کھڑکی کے سامنے راکنگ چیئر پر بیٹھے رہتے۔

روحان خاموشی سے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کیبن کے درپر کھڑے رانا بھائی کی پشت کو تک رہا تھا۔ وہ رانا بھائی جن کے لیے اس کی جان بھی حاضر ہوتی تھی آج وہ ان کے اس درد کو کم کرنے میں مدد کرنے سے قاصر تھا۔

پاپا۔۔۔۔۔ "ذیشان نے دھیمی آواز میں مخاطب کیا"

روحان نے ایک سرد کیٹیلی نظر اپنے لمبے چوڑے امر جنگ (ابھرتے) بزنس مین بیٹے پر ڈالی اور سپاٹ تاثرات بنائے لٹے قدم اپنے کیبن کے جانب روانہ ہو گیا۔

باپ کے سرد لہجے نے ذیشان کے قدم منجمد کر دیئے تھے وہ ایک نظر  
پاپا کی جھکی ہوئی پشت کو دیکھتا اور دوسری نظر بڑے پاپا کو۔ کون حق پر  
تھا کون ناحق یہ فیصلہ کرنا اسے مشکل سے دوچار کر رہا تھا۔

سالہ ذیشان قابلیت کی مثال۔ قد قامت میں لمبا چوڑا مضبوط 26  
fitness) جسامت کا حامل۔ تیز ترار دماغ۔ فٹنس کا نشیمن

۔ ماں سے وراثت میں ملی لائٹ براون نشیلی (conscious)  
آنکھیں جن پر مڑی ہوئی پلکوں کا راج تھا۔ ایک برابر ناک جس پر دنیا  
کو فتح کرنے جتنا غرور تھا۔ گلابی ہونٹ جن پر وہ ترچھی مسکان سجائے  
وہ مخالف جنس کا قتل عام کرنے میں ماہر تھا۔ اپنے نرم گوئی اور ہمدرد  
روئے سے وہ پیل میں سب کو اپنا دیوانہ بنا دینے والا نوجوان تھا۔

بڑے پاپا۔۔۔۔۔ "ذیش نے رانا مبشر کو کھانستے سنا تو فوراً ان کے"  
پاس لپکا۔

کچھ نہیں۔۔۔۔۔ ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ "رانا صاحب نے ذیش کی"  
آنکھوں میں فکر مندی کے ایتار دیکھے تو لا پر وا انداز میں ہاتھ لہراتے  
ہوئے وضاحت دی۔

یہ بات قطعی غلط نہ تھی کہ رانا مبشر اور ذیشان کے مابین بہت اچھی  
انڈر سٹینڈنگ تھی۔ ذیش اپنے بڑے پاپا سے جان نچھاور کرنے کے  
حد تک محبت کرتا تھا اور رانا مبشر کو بھی وہ اپنے دل و جان سے عزیز  
تھا۔

سوچ رہا ہوں۔۔۔۔۔ عائرہ کی شادی کروادوں۔۔۔۔۔ وقت"  
رہتے یہ فریضہ سرانجام دے دوں۔۔۔۔۔ پھر سکون سے اس فانی

دنیا سے رخصت ہو سکوں گا۔۔۔۔۔" رانا صاحب کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے گویا تھے۔ چند دنوں سے ناساز رہتی طبیعت کے باعث انہیں عائرہ کی شادی کی فکر ستانے لگی تھی۔

بڑے پایا۔۔۔۔۔ ایسا کیوں بولتے ہے۔۔۔۔۔ آپ کو کچھ نہیں " ہو گا۔۔۔۔۔ میں آج ہی آپ کو ایک دوسرے اچھے ڈاکٹر کے پاس لیں کے چلوں گا۔۔۔۔۔" رانا صاحب کے کہے الفاظ ذیشان کو اپنے سر پر گرتے تلوار جیسے لگے۔ وہ ان کی جدائی کا سوچ کر ہی خول اٹھا۔

اسے لگا شاید موجودہ ڈاکٹر کے علاج کا بڑے پایا پر اثر نہیں ہو رہا لیکن ، وہ اس بات سے انجان تھا کہ زندگی کے دیئے اس درد کے باعث غفلت کی وجہ سے انہوں نے کافی عرصہ سے ڈاکٹر کی تجویز کردہ ادویات کھائی ہی نہیں ہے تو صحت میں بہتری کیسے آتی۔

بیٹا جانا تو سب نے ہے۔۔۔۔۔ آنے والے کل کا کسے پتا۔۔۔۔۔"

بس میں چاہتا ہوں موت آنے سے پہلے اپنی بیٹی کا گھر بستادیکھ سکوں۔۔۔۔۔ میں آج ہی اس سے اس معاملے میں بات کرتا ہوں۔۔۔۔۔" وہ ذیشان کے تجویز پر پھیکا مسکرائے اور ایک نیتجے پر پہنچے۔

ذیشان یونہی ان کے رانگ چیئر کے قدموں میں دوزانو بیٹھا رانا صاحب کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔

ناچاہتے ہوئے بھی اسے ارحام پر شدید غصہ آنے لگا۔ جس عمر میں اسے اپنے ڈیڈ کا سہارا بننے کا فرضہ سرانجام دینا چاہیے تھا وہ انہیں مزید تکالیف میں مبتلا کر کے چلا گیا تھا۔

XX



کرن اس وسیع و عریض کمرے میں موجود کنگ سائز بیڈ پر اکیلی بیٹھی  
بیڈ کراون سے سرٹکائے ہوئی تھی۔ اس حادثے کے بعد اس نے رانا  
صاحب سے کمر اجدا کر دیا تھا۔ دو برس سے وہ دونوں سچے پیار کا مثالی  
نمونہ الگ الگ رہنے پر مجبور تھا۔

بیڈ کے کراون سے ٹیک لگائے وہ سامنے دیوار پر فریم شدہ تصاویروں  
کو یکسانیت سے دیکھے جا رہی تھی۔ ہر تصویر اپنی الگ کہانی بیان کر رہا  
تھا۔ سب سے بڑی تصویر میں وہ دونوں میاں بیوی خوش خوشحال  
نظر آ رہے تھے۔

دوسرے میں بلیک گاؤں پہنے وہ رانا صاحب کے بازو میں ہاتھ ڈالے  
کھڑی ہنس رہی تھی۔ رانا صاحب دو سالہ عائرہ کو گود میں اٹھائے

مسکرا رہے تھے۔ یہ غالباً ترکی میں اس کے کتاب کی نمائش کے دوران لی گئی یادگار تصویر تھی۔

تیسرے تصویر پر نظر پڑھتے کرن زخمی مسکرائی۔ وہ 21 جنوری کی تصویر تھی۔ اس کے بیٹے کی پیدائش کے وقت کی تصویر۔ رانا مبشر نو زائدہ ارحام کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے مارے خوشی کے مانواڑ رہے ہو۔

اگلی تصویر ان کے مری میں پینک کے دوران لی گئی فیملی پکچر تھی۔ کرن اور رانا مبشر ایک ساتھ کھڑے ہے اور ان کے آگے 14 سالہ عائرہ اور 12 سالہ ارحام کھڑے پوری بتی سی دکھا کر ہنس رہے ہیں۔ رانا صاحب کا ہاتھ ارحام کے سر پر رکھا ہوا ہے اور وہ بھی زندگی سے

مطمئن خوشی سے مسکرا رہے ہیں۔ اس لمحے ایسے ہی قسمت بھی اپنا کھیل کھیلتے اس فیملی کو دیکھتے ہنس رہی تھی۔

ناجانے اس خوشحال فیملی کو کس کی بری نظر لگ گئی۔ ناجانے ارحام کے سر سے باپ کا وہ ہاتھ کب سرک گیا۔ کرن کی آنکھیں بھر آ گئی منظر پانی میں ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

(ماضی)

رانا صاحب ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑے آفس کے لیے تیار

ہو رہے تھے۔ کرن ان کے عقب میں ان کا کوٹ لے کر کھڑی تھی۔ رانا صاحب نے اس کے ہاتھوں اپنا کوٹ پہنا اور رخ کرن کے جانب کیا۔ کرن ان کی ٹائی باندھ کر ان کے شرٹ کا کالر درست کر رہی تھی جب رانا مبشر کی نگاہوں نے دل فریبی سے کرن کے

چہرے کا طواف کیا۔ انہوں نے کرن کو کمر سے تھام کر اپنے قریب کیا تو وہ کسمپاسی گئی۔

رانا صاحب۔۔۔ چھوڑے بچے آجائے گے۔۔۔ "اس نے رانا" صاحب کی شیریں مسکراہٹ سے گڑبڑا کر ان کے حصار سے الگ ہونے کی کوشش کی۔

آنے دو۔۔۔ میرے بچے جانتے ہیں۔۔۔ ان کے "ڈیڈ۔۔۔ ان کی ماما سے کتنی محبت کرتے ہیں۔۔۔" انہوں نے کرن کے کمر کے گرد اپنی انگلیاں باہم پھنسا کر اس کے فرار کا راستہ بند کر دیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے اتنے قریب ہو گئے کہ رانا صاحب کرن کی تیز ہوتی دھڑکن سن پارہے تھے اور کرن ان کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر سکتی تھی۔

دیکھتے دیکھتے وہ دونوں ایک دوسرے کے آنکھوں میں کھو گئے۔ رانا  
مبشر نے اپنے لب کرن کے لبوں سے جوڑ لیتے۔ کرن اپنے سراپا  
محبت شوہر کے لمس سے مدہوش ہونے لگی اور ان کے گردن کے  
گرد بازو مائل کرتے ہوئے ان کا ساتھ دینے لگی۔

چند لمحے ایک دوسرے میں سمائے ہوئے محبت کے نذر کر کے جب  
رانا صاحب کی تشنگی میں کمی آئی تو انہوں نے کرن کے لب آزاد  
کیے۔ ان کے شدت عشق کو برداشت کرتے کرن کی سفید رنگت  
سرخ ہونے لگی تھی۔ وہ بلش کرتے نظریں جھکا گئی۔

رانا صاحب نے سر پر ہاتھ پھیرتے کرن کے شدت سے بکھرے  
اپنے بالوں کو پھر سے سیٹ کیا اور رخ موڑ کر مرمر میں اپنا جائزہ لیا۔

آئی لو یو۔۔۔۔۔ "تیار ی سے مطمئن ہو کر انہوں نے ساتھ کھڑی"  
کرن کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیئے اور باری باری ان کو چوم کر اپنے  
عقیدت کا اظہار کیا۔

آئی لو یو ٹو۔۔۔۔۔ "کرن ان کے رخسار پر بوسہ دیتے ان کے اس"  
جان نثار انداز پر مشکور ہوئی۔

ابھی وہ دونوں اپنے اظہار محبت میں مگن تھے جب دروازہ کھلا اور  
ارحام بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا عائرہ منہ بنائے اسے مارنے کے ارادے  
سے اس کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔

عائرہ۔۔۔۔۔ ارحام۔۔۔۔۔ آرام سے۔۔۔۔۔ "کرن کا دل ان دونوں"  
کے تیز رفتار سے ڈگمگانے لگا۔

مما اس نے میری باربی ڈول توڑ دی۔۔۔۔۔ "عائزہ کو جب اتنا"  
بھاگ کر بھی ارحام ہاتھ نالگا تو کرن سے لپٹ کر رونے لگی۔ بہن کے  
آنسو دیکھ کر ارحام جوش و خروش سے بھاگتا اسے مزید چڑھانے لگا۔  
بد معاش۔۔۔۔۔ میری بیٹی کو رولا یا تم نے۔۔۔۔۔ "رانا صاحب"  
نے ارحام کو بازو میں اٹھالیا اور اس کے پیٹ پر جھک کر گد گد آنے  
لگے۔

ہا ہا ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ ڈیڈ۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ "وہ کسمساتا ہوا سر"  
پورا آگے پیچھے ڈالتا جھک اٹھا۔

XX

رانا صاحب۔۔۔۔۔ "کرن انہیں مخاطب کرتی ان کے پیچھے پوریج"  
تک آئی۔



حکم میری جان۔۔۔۔۔ "وہ گاڑی کے جانب جاتے جاتے رکے اور"  
آنکھوں پر سے سیاہ گالز اتار کر اپنی سرچشمہ زندگی کو دیکھنے لگے۔

دوپہر کو مری کے لیے نکلنا ہے۔۔۔۔۔ یاد ہے نا۔۔۔۔۔ "اس"  
نے آنکھوں کی پتلیاں سکھیڑے رانا صاحب کو دیکھا۔

رانا صاحب کے تاثرات ایک پل کے لیے ساکت ہو گئے۔ وہ واقعی  
مری کی ٹرپ بھولے ہوئے تھے۔

"فکر ناٹ۔۔۔۔۔ مجھے یاد ہے۔۔۔۔۔ میں جلدی آ جاؤں گا۔۔۔۔۔"

لیکن اگلے ہی پل مسکراتے ہوئے انہوں نے کرن سے جلدی آنے کا  
وعدہ کیا اور اس کا بازو تھپتھپا کر یقین دہانی کروائی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

یہ منظر مری کا ہے۔ رانا مبشر نے کچھ سالوں پہلے نتھیا گلی سے آگے پہاڑ کی چوٹی پر ایک فارم ہاوس بنوایا تھا جو ندی سے قریب پڑتا تھا۔ وہ دونوں بھائی اپنے بیوی بچوں سمیت ہر سال وہاں چھٹیاں گزارنے آیا کرتے تھے۔

دوپہر کو نکلے تو شام کو مری پہنچے۔ رات فارم ہاوس پر خوب آرام کر کے وہ سب صبح کو سیر کے لیے نکلے۔ ان دنوں مری کا موسم بہت خوشگوار اور محسوس کن تھا۔ ہلکے بادلوں سے آسمان دھکا ہوا۔ فضاء میں بہار کی ٹھنڈی ہوائیں آنے والے سیاحوں کو اپنے سحر میں کھوجانے کا پورا حق ادا کر رہی تھی۔

پاپا کشتی میں بیٹھتے ہیں۔۔۔۔ "پہاڑی سے اتر کر جب وہ دونوں"  
فیملیز ندی کے سرے پر پہنچے تو سفیان کشتی میں بیٹھنے کی ضد کرنے  
لگا۔

ہاں کشتی میں جانا ہے۔۔۔۔۔ کشتی میں جانا ہے۔۔۔۔۔ "سفیان کی"  
ضد پر ارحام نے بھی ایڑیاں رگڑنی شروع کی۔

دس سے پندرہ منٹ بعد دو کشتیاں بک کی گئی۔ ایک میں روحان نور  
اور سفیان بیٹھے جبکہ دوسرے میں رانا صاحب ارحام اور زینب۔

عائزہ کو گھرے پانی سے ڈر لگتا تھا اس لیے اس نے ندی میں جانے سے  
معذرت کر لی۔ کرن عائزہ کے ہمراہ کنارے پر ہی رک گئی اور ان  
کے ساتھ مرو تاؤ نشان نے ٹھہرنا مناسب سمجھا۔

پورا پون گھنٹا لگا ان سب کو ندی کا چکر لگا کر واپس کنارے پر آنے میں۔ ابھی وہ کنارے سے کچھ فاصلے پر ہی تھے جب چائے والے کے ٹھیلے پر عائرہ نے ان کو آتے دیکھ کر اچھلتے ہوئے ہاتھ بلند کر کے ہوا میں لہرائے۔

ارحام۔۔۔۔۔ارحام۔۔۔۔۔ "وہ بلند آواز صدا لگاتی ان کو" اپنے جانب متوجہ کرنے لگی۔ اس کی آواز سنتے ارحام بھی خوشی سے چہکتا اپنی جگہ سے اٹھا اور اچھلتے ہوئے ہاتھ لہرانے لگا تھا کہ ایک جگہ کشتی ڈمگائی اور ارحام لڑکھڑا کر پانی میں گر گیا۔

ارحام۔۔۔۔۔ "رانا صاحب نے اسے پکارتے پھرتی سے پانی میں" چھلانگ لگائی اور لپک کر ارحام کو تیزی سے پانی سے نکال کر اپنے

سینے سے لگالیا۔ روحان بھی مدد کرنے اپنے کشتی سے اتر کر تیزی سے رانا صاحب کے جانب بھاگا۔

رانا صاحب ارحام کو خود سے لگائے چلتے ہوئے کنارے پر آئے۔ انہوں نے صد شکر ادا کیا کہ وہ کنارے کے قریب تھے اور پانی زیادہ گہرا نہیں تھا۔ کنارے پر پہنچ کر بھی ارحام ڈر اسہاروتا کھانستا ٹھنڈ سے تر تر کانپتا اپنے ڈیڈ کے سینے سے لگا ہوا تھا۔

اٹس اوکے۔۔۔۔۔ اٹس فائن میرا بچہ۔۔۔۔۔ ڈیڈ ہے نا آپ کے " ساتھ۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔۔ ڈیڈ آپ کو کچھ نہیں ہونے دینگے۔۔۔۔۔ " رانا صاحب اپنے لخت جگر کو سینے میں بھینچے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے دلا سے دے رہے تھے۔

کرن بھی رانا صاحب کے پہلو میں بیٹھ کر بھیگی آنکھوں سے ارحام کا ہاتھ چومتی اسے پیار کرنے لگی۔

(حال)

بھیگی پلکیں اٹھا کر کرن نے سامنے دیکھا تو منظر بدل چکا تھا۔ وہ ماضی کی یادوں سے حال میں لوٹ آئی تھی۔ اس نے سائید ٹیبل پر رکھے سالہ نوجوان ارحام کی تصویر کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔ ناجانے آج 17 اس کے جگر کا ٹکڑا کس کس طوفان میں پھنسا تھا لیکن اسے بچانے اس کے ڈیڈ کا ساتھ نہیں تھا۔ ناجانے وہ زندگی کے دلدل میں کس حد تک دھنس چکا تھا لیکن اس کا ہاتھ تھا منے اس کی ماں ساتھ نہیں تھی۔

XX

تاریک رات کے اس پہر وہ سفید شرٹ اور بلیو جینز (جن کو وہ پچھلے دو سالوں سے استعمال کر رہا تھا)، پر اس نائٹ کلب (جہاں وہ کام کرتا تھا) کے نیم ٹیگ والا ایپرن پہنے ہاتھوں میں سپرے کی بوتل اور کپڑا لیے میزوں کی صفائی کر رہا تھا۔

یہ شاید کسی نے خواب میں بھی نہ سوچا ہو گا کہ زندگی ایسا رخ بھی لیں گی جہاں ارحام مبشر، مشہور اور معروف رعب و دبدبہ کے مثال دنیا کے ٹاپ بزنس مین رانا مبشر اور اپنے وقت کی باعزت سب کی دل نشین مصنفہ اور سوشل ایکٹیوسٹ کرن مبشر کا چشم و چراغ، ان کا بیٹا ایک نائٹ کلب میں ویٹر کی حیثیت سے کام کرنے پر مجبور ہو گا۔

باراز کلوزد۔۔۔۔۔ "ارحام نے پاس سے گزرتے اس سرخ و سفید سنہرے داڑھی مونچھ والے فریج کو ٹوکا۔



وہ موٹا چوڑا مبارک فریج آدمی شاید انگلش سے نا آشنا تھا۔ وہ ارحام کی بات سنے بغیر اپنی دھن میں آگے چلتا گیا۔ ارحام کے آبرو تن گئے۔ اپنے غصے کو قابو کرتے وہ بار کے بند ہونے کو اشارے سے سمجھانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس سرخ و سفید چھوٹی آنکھوں اور سنہرے بالوں والے آدمی نے فریج میں بڑبڑاتے ہوئے ارحام کو پرے دکھایا۔

دکھینے تک تو ٹھیک تھا۔۔۔۔۔ پر میری ماما کو گالی نہیں دینی چاہیے۔  
تھی۔۔۔۔۔ "اس نے دانت پیستے ہوئے غضب سے فریج آدمی کو دیکھا اور بار کے شیلف پر سے ایک شراب کی بوتل اٹھا کر اپنے پورے تاب سے اس آدمی کے سر پر پھوڑ دی۔ وہ کراہ اٹھا اور سر پکڑ کر لڑکھڑاتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔ دو سال سے پیرس کی گلیوں میں

پہرتے کم سے کم وہ اتنی فریج ضرور سیکھ گیا تھا کہ گالی اور عام گفتگو میں فرق بتا سکے۔

کلب کے مالک نے توڑ پھوڑ اور رونے کراہنے کی آوازیں سنی تو حواس باختہ سائنیم برہنہ حالت میں اپنے کمرے سے باہر آیا اور سامنے کا منظر دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔

ستیاناس ہو تیرا۔۔۔۔۔ کم بخت لڑکے۔۔۔۔۔ وہ کونسی "منحوس گھڑی تھی جب میں نے تجھے یہاں کام پر رکھا۔۔۔۔۔ جب سے آیا ہے میرا نقصان ہی کروائے جا رہا ہے۔۔۔۔۔ اب کھڑے کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو میرا۔۔۔۔۔ جلدی ایمبولینس منگواؤ۔۔۔۔۔ میرا کلب بند کروائے گا کیا۔۔۔۔۔" وہ چھوٹا قد موٹے جسامت کا ڈھیر عمر آدمی فریج اور انگلش مکس کر کے ارحام کو

جھڑ کتابار کے پاس آیا اور خون سے لت پت ہوتے اس وجود کو دیکھ کر روہانسی ہو گیا۔

جب دیکھو۔۔۔۔۔ اپنی طاقت آزمائے ہوتا ہے۔۔۔۔۔ باپ کی " جاگیر سمجھ رکھا ہے میرے کلب کو۔۔۔۔۔ " وہ مسلسل خود کلامی کرتا اور حام پر جملے کس رہا تھا۔

سر باپ پر مت جاو۔۔۔۔۔ " اس نے سنجیدگی بھرے لہجے میں " کہتے مڑ کر کاؤنٹر پر پڑے فون کا کریڈٹل اٹھایا اور ایمبولینس کا نمبر ڈائل کیا۔

کیوں تیرا بات کسی ریاست کا وزیراعظم ہے کیا۔۔۔۔۔ اب اتنے " نقصان کا ہر جانہ کون بھرے گا۔۔۔۔۔ ایسے مردوں کو جب اولاد " سنبھالنی نہیں آتی تو پیدا کیوں کرتے ہے۔۔۔۔۔ ہو نہہ۔۔۔۔۔

مالک کے طنزیہ کلمات ارحام کا پارا آسمان کو چڑھانے میں خوب مدد دے گئے۔

وہ ایڑیوں کے بل گھوما اور مالک کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا اس پر جھڑپ پڑا۔

کلب کا مالک جو اس زخمی آدمی کو بیٹھانے میں مدد کر رہا تھا ارحام کے اچانک حملے کے لیے تیار نہ تھا۔  
بولانا۔۔۔۔۔ باپ۔۔۔۔۔ پر۔۔۔۔۔ مت۔۔۔۔۔ جانا۔۔۔۔۔ "وہ"

ایک ایک لفظ پر زور دیتے مالک کا گلا دبوچے اسے دیوار سے لگا گیا۔  
اس نوجوان لڑکے کے خونی انداز سے کلب اونر گھبرا گیا اور ہار ماننے کے جیسے ہاتھ ہوا میں اٹھا دیئے۔

ارحام گرم اور تیز تنفس لیتا اس سے دور ہٹا۔ اپنا اپرن اتار کر زور سے فرش پر پھسکیا۔ حقارت بھری نظروں سے وہ کلب اوڑھ کر پھر سر پھٹے آدمی کو دیکھتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا مین گیٹ کے جانب روانہ ہو گیا۔

XX

یوڈیم اٹ ارحام۔۔۔۔۔ کیا کر دیا تو نے۔۔۔۔۔ یہ تیسری "جواب ہے جو تیرے جنون کی وجہ سے تیرے ہاتھ سے نکل گئی۔۔۔۔۔" وہ گیٹ کے دائیں جانب اسٹریٹ لائٹ کے پلر پر زور زور سے مکہ مارتا اپنی بے بسی پر کچھتا رہا تھا۔

آخری ضرب پر اس کے ہاتھ میں درد کی لہر دوڑ گئی۔ وہ سسکس کرتا اپنا ہاتھ پیچھے کرتا لب مینچھے آگے بڑھ گیا۔ پارکنگ میں آکر اس کی نظر سامنے کھڑی بلیک کلو کی چمکتی گاڑی پر پڑی۔

چلو ابھی ایک آسرا باقی ہے۔۔۔ "اس نے جیب سے ایک ڈیجیٹل چابی نکالی اور بٹن دبا کر کار کا دروازہ کھولا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے بیک ویو مرر میں خود کو سنبھالتے تاثرات کمپوز کئے۔ جو بھی ہو پر تھا تو وہ رانا مبشر کا خون۔ ناوہ حالات سے مات کھانے والوں میں سے تھا نہ قسمت کار ولا ڈالنے والوں میں سے۔

سسٹم ایکٹیو کر کے UBER دس منٹ بعد وہ اپنے موبائل سے ہائی وے پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔

یہ بلیک کلر کی چمکتی کار اس کے دوست کی تھی جو وہ ارحام کو اوپر کے ذریعے چلا کر اپنے لیے روزی کمانے کو دے دیا کرتا تھا۔

ہائے وے پر تیز سپیڈ سے کار چلاتے وہ ایک موٹر گاڑی تھا کہ اسے اپنے عقب میں پولیس موبائل کا سائرن سنائی دیا۔ وہ موبائل اس کا تعاقب کرتے اسے رکنے کا اشارہ دیتے سائرن بجا رہے تھے۔

یہ ساری مصیبتیں ایک ساتھ آج ہی آئی تھیں۔۔۔۔۔ "ارحام کے" تاثرات بدل گئے۔ وہ بیک ویو مرر میں اس موبائل کو دیکھتے ہوئے بڑبڑایا۔ اس نے غصہ ضبط کرنے سٹیرنگ پر ہاتھ دے مارا اور کار ایک سائیڈ پر روک دی۔

دوسرخ و سفید چھوٹی آنکھوں اور بڑی بڑی مونچھوں والے پولیس آفسر اس کے پاس آئے اور فرینچ میں گویا ہوئے۔



ارحام مدافعتی انداز میں معصوم تاثرات بنائے انہیں وضاحت دینے لگا۔

"اووو۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔ میرا دھیان نہیں تھا۔۔۔"

میں واپس نکل جاؤں گا۔۔۔ تھینکیو آفسر۔۔۔ "ارحام نے

جان چھڑانے کی کوشش کی۔

Wait a second young boy

ان میں سے بڑے آفسر نے ہاتھ بڑھا کر سٹیرنگ پر ایک قسم کا آلا لگا دیا جس سے وہ ساکت ہو گئی اور ارحام کے فرار کا راستہ مسدود کر دیا۔

Show me your passport and driving  
license

اب وہ تند تاثرات بنائے اس سے ضروری دستاویزات مانگ رہا تھا۔  
اے سی کے ٹھنڈی کار میں بھی ارحام کے چہرے پر نمودار ہوتا پسینہ  
اسے مشکوک ثابت کرنے کا کافی تھا۔

وہ اپنی جیب ٹٹولتا۔ کار کے ڈش بورڈ کو کھول کر کاغذات ڈھونڈنے  
کی اداکاری کرنے لگا۔ چونکہ وہ دو سال پہلے غیر قانونی طریقے سے  
فرانس آیا تھا اور دوست کے رحم و کرم پر اس کی کار بطور او بر چلا کر اپنا  
پیٹ پال رہا تھا اس لیے نا اس کے پاس لائسنس تھا نا پاسپورٹ۔

ارحام کا گلا خشک ہونے لگا۔ وہ ان کے تفتیش سے بچنے کے ترغیبات سوچنے لگا لیکن اس کا دماغ دوڑانا بے سود تھا اس آفسر نے دروازہ بجا کر اسے کار سے اترنے کا کہا۔ وہ مجبوراً ہاتھ ملتا لب مینچھے کار سے باہر نکل آیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

" officer please let me explain.... just once listen to me..... please give me a chance...."

ارحام آدھ گھنٹے سے پولیس اسٹیشن میں اس آفسر کے آگے پیچھے گھومتا نہیں قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

Your penalty is 700 euro

اس آفسر نے کچھ لکھتے ہوئے اسے اس کے جرمانے کی رقم سے آگاہ کیا۔

وہ محل کا شہزادہ۔ رانا مبشر کے ہر عضو کا وارث۔ کرن کے ارمانوں کا مجسمہ۔ جس کی جیب میں اس وقت پھوٹی کوڑی تک نا تھی وہ سات سو یورو کہاں سے جرمانہ بھرتا۔

فرانس میں اس کے جنونی فطرت کے باعث اس کی اب تک کسی سے ایسی دوستی نہیں ہو سکی تھی جسے وہ مشکل وقت میں مدد کے لیے بلا سکے۔

وہ اس بات سے بھی خوب واقف تھا اگر جرمانہ نا بھرنے پر پولیس آفسر نے اسے پاکستان ایمبیسی کے حوالے کیا تو وہ رات ختم ہونے

سے پہلے اسے پاکستان دیپورٹ کر دینگے بلکہ غیر قانونی طریقے سے فرانس آنے پر اسے جیل بھی بھجوا سکتے ہیں۔

ایک امید کے تحت اس نے آفسر کے کال کرنے کی درخواست کی۔  
جو نہی اسے اجازت ملی اس نے کلب کے مالک کو کال ملائی۔

سر۔۔۔ میں ایک مشکل میں پھنس گیا ہوں۔۔۔۔۔ تھوڑی مدد"  
کر دینگے۔۔۔۔۔ میں ڈبل شفٹ کام کر دیا کروں گا۔۔۔۔۔ فری  
"میں آپ کی سروس کروں گا۔۔۔۔۔ بس ابھی مدد کر دے۔۔۔۔۔  
اس وقت قسمت کے ہاتھوں اپنے آپ کو وہ جس قدر لاچار تصور کر  
رہا تھا شاید ہی پہلے کبھی کیا ہو۔

ایک تو میرا اتنا نقصان کرا کر۔۔۔۔۔ مجھ پر حملہ بول کر۔۔۔۔۔"  
میری رحم میں دی ہوئی نوکری میرے منہ پہ مار کر گئے ہو۔۔۔۔۔

اوپر سے میں تمہاری مدد کروں۔۔۔۔۔ مجھے سمجھ کیا رکھا ہے تم  
نے۔۔۔۔۔ مجھے پاگل کتے نے نہیں کاٹا۔۔۔۔۔ "اسپیکر پر مالک نے  
بے درد لہجے میں اسے ڈیپٹ کر کال کاٹ دی۔

وہ خالی ذہن اپنے موبائل کو تکتے لگا۔

اگر اس وقت وہ پاکستان میں ہوتا تو کیا اس کے ڈیڈ اسے "

بچاتے۔۔۔۔۔ "دل ہی دل اس نے خود سے سوال کیا۔

یقیناً بچاتے۔۔۔۔۔ وہ اپنی پوری دولت اس پر نچھاور کر "

دیتے۔۔۔۔۔ "اس کے ضمیر نے اسے ملامت کیا۔

آہ۔۔۔۔۔ میرے اللہ۔۔۔۔۔ یہ کیسا گناہ سرزد ہو گیا "

ہے مجھ سے۔۔۔۔۔ باپ کے مان کو توڑنے کا گناہ۔۔۔۔۔ ماں کو

رلانے کا گناہ۔۔۔۔۔ بہن کی عزت داو پر لگانے کا گناہ۔۔۔۔۔ "اس نے اپنے آپ پر لعنت ملامت کرتے ہوئے سوچا۔  
سامنے بیٹھے آفسر نے ٹیبل پر زور سے ہاتھ مار کر ارحام کو اپنے جانب متوجہ کیا۔

"One more call please..... last one....."

اس کے حواس بیدار ہوئے اور شرم ساری سے ڈوب مرنے کے چوراہے پر اسے ایک اور شخص یاد آیا۔ ایک پل کو اس کا دل بیٹ مس کر گیا۔ وہ انسان پہلے بھی اس کا مسیحا بن کر آیا تھا اور آج بھی ارحام کو اسی سے امید تھی۔

"Hallo..."



دو بیل جانے پر کال موصول کی گئی اور کال کے دوسرے جانب فریج  
طرز میں اس نے ایک نسوانی آواز سنی۔

" i need you hadeel....."

میں ایک پر اہلم میں پھنس گیا ہوں۔۔۔۔۔ آئی نیڈ یو حدیل۔۔۔۔۔"  
مجھے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔۔۔" ارحام نے مبہم آواز میں کہا۔ نا  
انگلش نافرینج وہ کال پر موجود مخالف جنس سے اردو میں گویا ہوا۔  
ہممم۔۔۔۔۔ کہو کیا پر اہلم ہے۔۔۔۔۔" جواب بھی مغربی طرز موٹی"  
موٹی اردو میں ملا۔

ارحام کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس نے من و عن، جو  
کے تو کلب میں ہوئے حادثے سے لیکر اب تک ساری روداد سنائی۔

او کے۔۔۔۔ میری آفسر سے بات کرواؤ۔۔۔۔ "پورا معاملہ جان"  
کر حدیل نے سپاٹ انداز میں کہا۔  
اس کے لہجے کی پروا کئے بغیر ارحام نے اپنا موبائل سامنے بیٹھتے آفسر  
کی طرف بڑھایا۔

آفسر اور حدیل نے فریج زبانی میں تبادلہ خیال کیا۔  
ارحام کو ان کی گفتگو تو سمجھ نہیں آئی لیکن آخر میں آفسر کو سراسر اثبات  
میں جنبش دیتے ہوئے دیکھ کر وہ مطمئن ہو گیا۔ حدیل اپنا کام کر چکی  
تھی وہ آفسر کو قائل کر چکی تھی۔

Sit here.... your friend is coming....

اس آفسر کو اپنی نشست سے اٹھتے دیکھ کر ارحام بھی اٹھنے لگا تھا لیکن  
آفسر نے واپس بیٹھنے کو کہا اور حدیل کی آمد کی اطلاع دی۔

XX

کرن اپنے کمرے میں بیڈ پر نیم دراز ہو کر بیٹھی اپنا دھیان بٹانے کوئی کتاب پڑھ رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے کتاب پر سے نظریں اٹھا کر دروازے پر کھڑے اس شخص کو دیکھا۔ بے روخی کا یہ عالم تھا کہ رانا مبشر کو کرن کے کمرے میں آنے کے لیے دستک دینی پڑتی تھی۔

کرن سیدھی ہو کر بیٹھی تو جیسے رانا مبشر کو اندر آنے کی اجازت ملی۔

انہوں نے بیڈ پر اس کے پہلو میں بیٹھ کر اس کے جھکے چہرے پر نظریں جمادی۔ ان کی خوبصورت بیوی کتنا بدل گئی تھی۔ چہرہ زرد پڑنے لگا تھا جسم بوجھل ہو گیا تھا۔ رات بھر جاگتے اور روتے رہنے سے آنکھوں کے گرد گہرے حلقوں کا بسیرا بن گیا تھا۔

رانا صاحب سے کرن کی ایسی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ انہوں نے محبت سے کرن کے ہاتھ کو تھاما جو کرن نے مضطرب ہو کر واپس کھینچ لیا اور ان کے پاس سے کھسکتی سمٹ کر بیٹھ گئی۔

رانا مبشر جتنی ہمت جمع کر کے اس کے پاس آئے تھے کرن کے اس رویے پر رو دینے کو ہو گئے لیکن بروقت اپنے آپ کو کمپوز کر کے لمبی سانس لی۔

میں جتنی جلدی ہو سکے۔۔۔۔۔ عائرہ کی شادی کر دینا چاہتا

ہوں۔۔۔۔۔ "بات کا آغا عائرہ کی شادی سے ہوا۔ وہ اپنی خراب طبیعت کا بتا کر کرن کو مزید اذیت نہیں دینا چاہتے تھے اس لیے وہ بات دل میں راز کر لی۔

تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔۔۔۔۔ "بے حد نرمی سے کہتے"  
انہوں نے ایک امید بھری نظر سے کرن کو دیکھا۔ وہ کم سے کم کرن  
کے ساتھ درشتی سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے اور یہ بات کرن بھی  
جانتی تھی۔

جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔۔۔۔۔ میں کچھ بھی کہوں۔۔۔۔۔ کرنا تو  
آپ نے اپنے من کی ہے۔۔۔۔۔ تو میرا نظریہ پوچھنے کا کیا  
فائدہ۔۔۔۔۔ میں تو بس ایک بے مول مادہ بن کر رہ گئی  
ہوں۔۔۔۔۔ "اس کے الفاظ میں طنز نہیں تھا صرف درد تھا جس پر رانا  
صاحب نے لب مینچھ لیئے۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ تم عائرہ سے بات کر لینا۔۔۔۔۔ "اپنا فقرہ مکمل"  
کر کے وہ ر کے نہیں تھے۔

ان کے اٹھ کر جاتے کرن نے بے بسی سے ان کی جھکی پیٹھ کو دیکھا۔  
اولاد کی غلطیاں باپ کی شان سے اکڑی کمر کو توڑ کر رکھ دیتی ہے۔ یہ  
مثال کرن کو اس وقت سمجھ آئی تھی۔

XX

بیس منٹ تک انتظار کرتے یہاں وہاں دیکھتے بھوک اور نیند سے بے  
حال ارحام نے آخر کار اسے پولیس اسٹیشن کے اندر داخل ہوتے  
دیکھا۔ حدیل فرانسسکو۔

حدیل نے ایک سرد نگاہ ارحام پر ڈالی۔ وہ ایک پل کو مبہوت سا  
ہو گیا۔ اسے نظر انداز کرتے حدیل آگے بڑھ کر اس پولیس آفسر سے  
بات کرنے لگی اور پھر اپنے پاؤچ سے کریڈٹ کارڈ نکال کر اس نے  
آفسر کو پیش کیا۔

You can go... and next time be  
carefull

حدیل کے کریڈٹ کارڈ سے ارحام کا جرمانہ وصول کر کے اور حدیل سے کچھ کاغذات پر دستخط لیں کر اس آفسر نے کرہٹ بھرے لہجے میں اسے وارن کر کے جانے کی اجازت دے دی۔

تھینکیو سو میچ آفسر۔۔۔۔۔ "ارحام نے خوش ہوتے انگلش اور " فرینچ دونوں زبانوں میں شکریہ ادا کیا۔

شکریہ ایکسیوز می سوری ہیلو بائے آج کل صبح شام وغیرہ جیسے الفاظ پر اسے اچھے سے فوقیت حاصل تھی۔ اور وہ اسی کو غنیمت جان کر مزید فرینچ سیکھنے کا قطعی شوقین نہیں تھا۔

کے لیے معذرت خواہ (behavior) میں اپنے کل کے بہویر " ہوں۔۔۔۔۔" اس نے معصومیت سے اپنی سیاہ گہری آنکھیں حدیل کے سبز آنکھوں میں پیوست کر دی اور اس کے سرخ و سفید گول چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔



حدیل کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ بے تاثر اس کے آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

تم جانتی ہونا۔۔۔۔۔ میں غصے میں بے قابو ہو جاتا ہوں۔۔۔۔۔"

پر اب میں تم پر نہیں چلاؤں گا۔۔۔۔۔" ارحام نے انجان سا وعدہ کیا۔ اپنی ماما کے بعد حدیل ہی وہ تھی جس کے سامنے وہ پہاڑ کی طاقت رکھنے والا موم ہو کر پگھل جاتا تھا۔

پرامس۔۔۔۔۔" حدیل کی پیاری آواز اس کے سماعتوں میں پڑی"

گویا وہ اس کے وعدے کی تصدیق چاہتی ہو۔

آئی پرامس۔۔۔۔۔" ارحام نے تسکین سے مسکراتے ہوئے"

تصدیق دی۔

حدیل کا دل لپچانے لگا۔ اس کا نفس اسے ارحام کو بانہوں میں بھرنے کو جھنجھوڑنے لگا لیکن بہ دقت اپنے جذبات قابو کرتے وہ مسکرائی اور ارحام کے ہاتھ ہٹاتے اس سے الگ ہو گئی۔

کھانا کھایا۔۔۔ "ساتھ ساتھ چلتے جب وہ دونوں پارکنگ میں" حدیل کی کار تک پہنچے تب ایک خیال آتے حدیل نے ارحام کے جانب دیکھتے سوال کیا۔

ارحام کو واقعی بہت بھوک لگ رہی تھی اس نے فوراً مظلوم بنتے آبرو اٹھا کر نفی میں سر ہلایا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

رات کے قریب ڈھائی بجے ایک گھنٹے سڑکوں پر گردش کرتے حدیل کو ایک 24 ہاور سروس میکڈونلڈ کھلا ملا وہ دونوں اس وقت میکڈونلڈ

کے شاپ کے آگے راہ داری پر لگے میز اور کرسیوں پر آمنے سامنے  
تشریف فرما تھے اور حدیل اس ویٹر لڑکے کو فرینچ میں ارحام کا آرڈر  
نوٹ کروا رہی تھی۔

بیس منٹ بعد ان کا آرڈر بن کر آیا۔ حدیل نے اپنے لیے صرف ملک  
شیک آرڈر دیا تھا جبکہ ارحام کے آگے ملک شیک سمیت دو سے تین  
اقسام کے برگرز کی قطار لگادی گئی تھی۔ وہ جو دو دن سے بھوکا تھا فوراً  
سے برگر اٹھا کر کھانے لگا۔

ایک وہ دن تھا جب کرن دو منٹ کے لیے اپنے نور چشم کو بھوکا رہنے  
نہیں دیتی تھی اور ایک آج کا دن تھا کسی نے مہربانی کر کے کچھ کھلا دیا  
تو ٹھیک ورنہ اس 19 سالانہ جوان کو بھوکا سونا پڑتا تھا۔

حدیل کمنیاں میز پر ٹکائے ایک ہاتھ رخسار کے نیچے رکھے دوسرے سے ملک شیک کی اسٹرامنہ میں لیئے گھونٹ گھونٹ شیک پتی ارحام کو تک رہی تھی۔

کیا تھا اس خڑوس ضدی مغرور جنونی لڑکے میں جو وہ اس کے ایک کال پر بھاگی بھاگی اس کے پاس آگئی تھی۔

XX

حدیل فرانسیسکو 18 سالہ اسمارٹ لمبی سی لڑکی۔ سبز چھوٹی آنکھیں جو دنیا بھر کی معصومیت اپنے اندر سموئے ہوئے تھیں۔ سرخ و سفید فرانسیسی رنگت جو باپ کے اٹائے سے لی گئی تھی اور لمبی ناک ماں کے اٹائے سے۔ سنہرے لمبے بال اس کی پرکشش نقوش کو مزید

نکھارتے تھے۔ گلابی ہونٹوں میں پوشیدہ سفید دانت جس پر سچی مسکراہٹ اپنے آپ میں کمال تھی۔ وہ پریوں جیسے حسین تھی۔

حدیل کے فادر فرینچ کیتھولک فرقے سے تھے اور ماں پاکستانی مسلمان۔ 8 سال پہلے ماں باپ کے مابین طلاق کے بعد وہ ماں کے تحویل میں دے دی گئی اور اس نے اپنی مام کا مذہب اسلام اپنالیا۔ 5 سال تک وہ پیرس میں موجود مسلم کمیونٹی کی پریکٹسنگ مسلم رہی تھی اور پچھلے تین سالوں سے وہ باقاعدگی سے اسلام کے ہر رکن کو دل سے نبھا رہی تھی۔ فرینچ اس کے ملک فرانس کی زبان تھی اور اردو اس نے اپنی مام سے سیکھی تھی۔ وہ مغربی طرز انداز میں لفظ دبا دبا کر اچھی خاصی اردو بول لیا کرتی تھی۔ یہی وہ اہم وجہ تھی جس سے ارحام اور حدیل کی دوستی کا آغاز ہوا تھا۔

ارحام سے اس کی ملاقات تقریباً دو سال پہلے ہوئی۔  
(ماضی)

(saint ouen) ارحام ابھی ابھی فرانس کے شہر سینٹ اوین  
میں لینڈ ہوا تھا۔ ایئرپورٹ پر چلتے اسے ایک سرخ پی کیپ پہنا آدمی  
دکھائی دیا جس کا ہولیہ اسے پاکستان میں سمجھایا گیا تھا۔  
وہ سر جھکائے اس آدمی کے پاس آیا اور جیپ سے ایک پرچی نکال کر  
دکھائی۔ اس آدمی نے سرتاپیر 17 سالہ تھکے نین نقش والے اس  
لڑکے کو مشاہدہ کیا اور آبرو اچکا کر اسے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

ارحام آس پاس دیکھتا اس کی ساتھ چل پڑا۔ وہ آدمی اسے کن گلی  
کو چوں سے گزار کر ایک تنگ گلی کے اندر خفیہ تہہ خانے میں لایا وہ

سمجھ نہیں سکا۔ اس سے پہلے وہ کبھی فیملی کے بغیر گھر سے نہیں نکلا تھا اور آج وہ اکیلا اتنا دور آگیا تھا۔

تہہ خانے میں اس کا سامنا ایک اور لمبے جوڑے ہٹے کٹے پھر تیلے جاسمت کے آدمی سے ہوا۔ اس کی کالی رنگت سرخ آنکھیں موٹے ہونٹ اور پیلے دانتوں سے ارحام کو خوف آنے لگا۔ اس کا دل لرز رہا تھا لیکن بہ ظاہر وہ اپنے تاثرات کمپوز رکھے رہا۔

بیکٹ۔۔۔۔۔ "اس آدمی نے اپنا موٹا ہاتھ ارحام کے آگے کیا۔"

منی۔۔۔۔۔ "ارحام نے اپنی ساری طاقت جمع کرتے اسی انداز میں"

اپنا ہاتھ بڑھایا۔

وہ آدمی اپنے 6 سے 7 ساتھیوں کو معنی خیز نظروں سے دیکھتا استخرزیہ ہنسا اور اپنے جیب سے کچھ انٹرنیشنل پیسوں کی گڈی نکال کر ارحام کے ہاتھ پر رکھی۔

ارحام نے وہ مٹھی سختی سے مینچھ لی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے کوٹ کے اندرونی جیب میں چھپایا پیکٹ نکال کر اس آدمی کو تھمایا۔

وہ آدمی پیکٹ کو اپنے ناک کے قریب کر کے سونگھنے لگا۔ جب اسے یہ تصدیق ہو گئی کہ پیکٹ میں موجود ڈرگس اصلی ہے تو ترچھا مسکرا ہوا ارحام کو کندھے سے تھام کر دوسرے کمرے کے جانب لے گیا۔

اس کمرے کے دہلیز پر قدم رکھتے ہی ارحام ٹھٹک گیا۔ وہاں چاروں طرف بچے جو ان بوڑھے ہر عمر کے کئی سارے مزدور اسی کے لائے



جیسے پیکٹس بنانے میں مشغول تھے۔ کوئی پیسوں کی گڈی گن رہا تھا  
کوئی فون پر گالی بک رہا تھا۔

اس اثناء ارحام کو احساس ہو وہ گمراہی کے راہ پر گامزن ہوا ہے۔ لیکن  
وہ یہ نہ جان سکا کہ اس کے تباہی کا آغاز تو اسی پل ہو گیا تھا جب اس  
نے باپ کا سایہ رد کیا تھا۔ جب اس نے ماں کا انچل چھوڑا تھا۔

وہ تھوک نگل کر گلاتر کرتا اندر داخل ہوا۔ اس پھر تیلے آدمی نے اسے  
کونے میں موجود ایک کرسی پر بیٹھا دیا۔ وہ اپنے اضطراب کو قابو رکھنے  
کی کوشش کرتا پیر جھلانے لگے۔

پاس ہی بیٹھے ایک جھریوں سے بھرے چہرے والے کمزور جان  
برزگ نے کاغذ پر چٹکی بھر پاؤڈر نماسفید کو کین اس کے آگے کیا۔

ارحام کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ اسی سب کے لیے تو یہاں آیا تھا اور اب جب وہ سب اس کے دسترس میں تھے تو کیوں اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا تھا۔ کیوں وہ گھبرا رہا تھا۔ کیوں وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ اس نے بے دلی سے ہاتھ اٹھا کر برزگ کو منع کیا۔ ابھی وہ اپنے دل اور دماغ کے اسی کشمکش میں تھا جب اس نے اپنے کندھے پر بھاری پن محسوس کیا۔ وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا اور پلٹ کر دیکھا۔ وہی پھر تیلّا خوں فناک مرد اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔

ارحام کے متوجہ ہوتے اس نے ایک نیلی ڈبی اس کے جانب بڑھائی۔ وہ ارحام کی من پسند فلیورڈ سیگریٹ تھی۔ اس نے سر کے خم سے مشکور ہوتے وہ ڈبہ اور لائٹر تھاما۔

دو دن کے کھٹن سفر کے بعد ارحام کو واقعی اس کی ضرورت تھی اس نے تیزی سے ڈبی سے ایک عدد سیگریٹ نکال ہر ہونٹوں میں دبائی پھر اس کے آگے ہاتھوں کا پیالہ بنائے لاسٹر جلا کر لمبا سانس اندر کھینچا۔

کچھ لمحے دھویں کو اندر رو کے اس نے سر بلند کر کے ہوا میں دھواں خارج کیا۔ ایک پل کو وہ ساری تھکان سارے پچھتاوے بھول کر اس دھویں میں کھو گیا۔

اس نے دو انگلیوں کے بیچ دبائے سیگریٹ کا ایک اور کش بھرا اور دوسرے کش کے ساتھ اس کا دماغ سُن ہونا شروع ہو گیا۔

XX

تین ہفتے اس نے اُس اسمگلنگ گروہ کے بیچ بڑے آرام سے گزارے۔ وہ لوگ اسے پہنے کو کپڑے اور کھانے پینے کو دیتے رات انہیں لوگوں کے بیچ فرش پر سوتے گزار دیتا اور دن ان سب مزدوروں کے ہمراہ ڈرگھس کے پیکٹ بنانے میں اور بدلے میں اس کی سیگریٹ نوشی کی خواہش بھی پوری ہو جایا کرتی۔

ایک دن ارحام نے ان گروہ کے مابین کسی موضوع پر مباحثہ سنا۔ وہ لوگ اسے وکٹم بنا کر اس کے ذریعے اسمگلنگ کر کے کوکین کے پیکٹس یورپ کے دوسرے ملک جرمنی بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن ارحام مزید ان کے ہاتھوں استعمال نہیں ہونا چاہتا تھا۔

"میں یہی ٹھیک ہوں۔۔۔ مجھے دوسرے ملک نہیں جانا۔۔۔"

اس نے پھر تیلے آدمی کو ٹوکا

تو ہمارا نو کر ہے۔۔۔۔۔ تجھے کیا کام دینا ہے۔۔۔۔۔ یہ ہم طے کرے " گے۔۔۔۔۔ جہاں ہم تجھے بھیجے۔۔۔۔۔ تجھے وہی جانا ہو گا۔۔۔۔۔  
ارحام کی تھیوڑی اپنے موٹے ہاتھ میں دبوچے اس نے اپنا حکم سنایا۔  
ارحام کے آبرو تن گئے۔ وہ اس پھر تیلے آدمی کو دھکا دے کر وہاں سے بھاگنے لگا۔

اے اے اے۔۔۔۔۔ کہاں جا رہا ہے۔۔۔۔۔ " رک۔۔۔۔۔ تو ہم سے نہیں بچ سکتا۔۔۔۔۔ پکڑو  
اسے۔۔۔۔۔ " اس آدمی نے اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی۔

ارحام پورے تیز رفتار سے بھاگتا ہوا تہہ خانے سے باہر آیا اور گلی سے نکل کر سڑک پار دوسرے تہہ خانے میں لوگوں کے ہجوم میں

چھپ گیا۔ اس اسمگلنگ گروہ کے ورکرز اسے ڈھونڈتے سڑک پر ادھر ادھر ملا تشی نظروں سے دیکھتے ارحام کو تلاش کر رہے تھے۔ ارحام ان کی نظروں سے بچتا اپنے فرار کا طریقہ سوچنے لگا۔ سامنے اسے دو پولیس اہلکار بھی کھڑے ملے لیکن وہ ان کے پاس جا کر مدد مانگنے سے قاصر تھا۔ وہ غیر قانونی طریقے سے فرانس میں داخل ہوا تھا اور اگر وہ پکڑا جاتا تو یقیناً واپس پاکستان بھیج دیا جاتا مگر وہ کسی قیمت واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔

وہ لوگوں کے جھمکے کے ساتھ ساتھ چلتا نیچے آیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک میٹروٹرین اسٹیشن ہے۔ اسے نانا نسمنٹ سمجھ آرہی تھی نابورڈ پر لکھے الفاظ۔

وہ رہا۔۔۔ پکڑوا سے۔۔۔ "اسے اس گروہ کے ایک آدمی کی"  
آواز سنائی دی۔

بغیر مڑے وہ سامنے کو بھاگا اور رش کو چھیرتا پہلے ٹرین میں سوار  
ہو گیا۔ اس کے سوار ہوتے ہی ٹرین کا شیشے کا دروازہ بند ہو گیا۔  
وہ تیز تیز سانس لیتا خود کو نارمل کرنے لگا۔ ناجانے یہ ٹرین کہاں لیں  
جار ہی تھی بس اسے خوشی اس اسمگلنگ گروہ سے چھٹکارا پانے کی  
تھی۔

XX

دو سے تین گھنٹے مسافت کر کے وہ میسٹرو ٹرین اپنے منزل مقصود پر  
پہنچ کر رک گئی۔ پیرس کے اس پرونق اور سحر انگیز شہر نے کھلے دل  
سے اسے خوش آمدید کہا۔

سب مسافروں کے اتر جانے کے بعد وہ بھاری قدموں سے چلتا ہوا نکلنے لگا تھا کہ ٹرین ڈرائیور نے اسے ٹوکا اور فریج میں گویا ہوا۔ لیکن جلد ہی وہ سمجھ گیا کہ خستہ حال میں موجود وہ شہزادہ اس کی زبان سے انجان ہے۔

کچھ ہاتھوں کے اشارے سے اور کچھ ٹوٹی پھوٹی انگلش میں بلا آخر وہ ارحام کو اپنا مدعا سمجھانے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ اس سے ٹکٹ دکھانے کو کہہ رہا تھا اور ارحام نے لاچاری دکھاتے خالی ہاتھ ہوا میں لہرا دیئے۔ اس سرخ و سفید آدمی کے تاثرات سپاٹ ہو گئے۔ اس نے ارحام کو قریب بلا کر پولیس کے حوالے کر دینے کی دھمکی دی۔



ارحام مزید مصیبت میں مبتلا نہیں ہونا چاہتا تھا اس نے رائے حل نکالتے 30 یورو کی ٹکٹ کے بدلے 100 یورو ڈرائیور کو تھمائے اور ٹرین سے اتر گیا۔

میسٹر واسٹیشن لوگوں کے ہجوم سے بھرا پڑا تھا لیکن اس کا کوئی پرسان حال نہیں تھا۔ اس نے اپنے پاس بچے 50 یورو میں سے 30 کھانے پینے کی اشیاء اور سیگریٹ کا پیکٹ لینے میں خرچ کر دیئے اور وہی اسٹیشن کے ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔

تین دن اس نے اسی طرز نکالے۔ آخری دن اس کے پاس آخری 5 یورو بچے تھے۔ ایک طرف اس کی سیگریٹ نوشی کی لت تھی اور دوسری جانب زندہ رہنے کے لیے کھانے کی ضرورت۔

وہ پانچ دنوں سے انہی کپڑوں میں گندامیلا کچھلا ہاتھ میں 5 یورو پکڑے میٹر واسٹینش کے سامنے کھڑا کبھی سیگریٹ کی دکان کو دیکھتا کبھی کچھ فاصلے پر موجود تازہ میوے کے ٹھیلے کو۔

وہ خواہش اور ضرورت کے مابین پھنس کر رہ گیا تھا۔ اپنے گھر میں جب تک ضرورت پوری ہو رہی تھی ہر نوع قسم کے پکوان اس کے دسترس میں ہوتے اس پر خواہش کا جنون چڑھاتا تھا اور آج بے بسی سے وہ ایک لقمہ نان کو ترس رہا تھا۔

وہ بھیگی آنکھوں سے سر جھکائے سیگریٹ کی دکان سے گزر کے ٹھیلے والے کے پاس گیا۔ 5 یورو کے دو عدد سیب اور تین عدد کیلے لے کر وہی کھڑے کھڑے کھانے لگا۔

XX

ایک ہفتہ تو جیسے تیسے کر کے گزارا ہو گیا تھا۔ آج صبح کچھ پیسوں کا بندوبست کرنے وہ میٹر واسٹیشن سے نکلا اور محتاط انداز میں سڑک پر چلنے لگا۔ ابھی وہ کچھ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اسے چند پولیس اہلکار دکھائی دیئے۔ وہ ٹھٹک گیا اور واپس الٹے قدم زیر زمین میٹر واسٹیشن آگیا۔

دو دن وہاں بھوکا پڑے رہتے اس کی حالت خراب ہونے لگی۔ لیکن اس دن کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ وہ دن کی روشنی میں چھپا رہے گا اور رات کی تاریکی میں نکلا کریں گا۔

ارحام مبشر۔ دنیا کو اپنے اشاروں پر نچانے والا۔ باپ کی شان۔ ماں کی آن۔ بہن کا مان۔ آج پیرس کی گلیوں میں درد کی ٹھوکریں کھا رہا تھا۔

شام ڈھلتے وہ اپنا تیز دماغ چلاتے سڑک پر آیا اور کھانا ڈھونڈنے نکل پڑا۔ وہ اپنا ہر قدم گن گن کر اٹھا رہا تھا تاکہ وہ واپسی اسٹیشن کا راستہ نہ بھول سکے۔ ایک ہفتے سے سیکریٹ کی حاجت پوری نہ کرنے سے اس کا چہرہ مرجھا گیا تھا۔ اسی طرح سیدھے سیدھے چلتے ایک جگہ اسے ایک داڑھی والے صاحب کھجور بانٹتے ملے۔ وہ غیر ارادی طور پر ان کے پاس گیا تو انہوں نے مسکرا کر اس کے ہاتھ میں کھجور تھما دیا۔ اس آدمی کے پیچھے بڑی سی عمارت تھی جس میں کئی قطار کی صورت لوگ بیٹھے تھے۔

یہاں کیا چل رہا ہے۔۔۔۔۔" ارحام نے کھجور کھاتے ہوئے اس صاحب کو مخاطب کیا۔ ان کے نین نقش اور سانولی رنگت دیکھ کر وہ جان گیا تھا کہ وہ فریج نہیں ہے۔

"افطاری دے رہیں ہیں۔۔۔۔۔ تم بھی جا کر لیں سکتے ہو۔۔۔۔۔"

اس خوش اخلاق صاحب نے دوسرے راہ گزرنے والے کو کھجور  
تھماتے ہوئے کہا۔ اس کی انگلش نے ارحام کو اس کے ایشین ہونے  
کی پوری تصدیق کر دی تھی

ارحام نے سوچتے ہوئے اس عمارت کا دوبارہ جائزہ لیا۔ عمارت کی  
بناوٹ سے وہ سمجھ گیا کہ وہ بڑی سی عمارت مسجد ہے۔ اس وقت  
مسلم دنیا میں رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ وہ جوتے اتارتا اندر داخل  
ہوا اور قطار میں لگ کر بیٹھ گیا۔

(grand mosque of paris) گرینڈ ماسک اف پیرس  
پیرس کا پانچواں سب سے بڑا مسجد تھا۔ جو کہ 1926 سن ہجری میں  
ورلڈ وار ٹو کے دوران تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ مسجد بڑے بڑے کمیونٹی

ہال، نماز کے ہال، سینٹرل لائبریری، ریسٹورنٹ اور دیگر سہولیات کی  
کمروں پر مشتمل تھا۔

کبھی اگر میں آپ کے ساتھ نا بھی ہوں نا۔۔۔۔۔ تو خود کو تنہا مت "

سمجھنا۔۔۔۔۔ ایک سایہ ہمیشہ آپ کے سر پر موجود رہتا

ہے۔۔۔۔۔ جو سب کا مالک ہے۔۔۔۔۔ اللہ۔۔۔۔۔ "اس کے سماعتوں

میں ڈیڈ کی نصیحت گردش کرنے لگی۔

ایک مرتبہ پھر اس کا ضمیر اسے ملامت کرنے لگا۔ کیوں اس نے کبھی

اپنے باپ کی نصیحت پر دھیان نہیں دیا۔ کیوں اس نے ماں کی ڈانٹ

پر عمل نہیں کیا۔ غفلت کا یہ عالم تھا کہ کبھی رانا صاحب اسے اپنے

ساتھ جمعہ کے نماز کے لیے مسجد لیں جاتے تو وہ نماز کی قطار میں بے

زاری سے کھڑے کھڑے سو جاتا اور آج اسی در پر بیٹھا کھانے کا منتظر ہے۔

ایک نیک بندے نے لوازمات سے بھری پلیٹ اور شربت سے بھری بوتل اس کے سامنے رکھی۔ وہ جو دو دن کا بھوکا تھا۔ جھٹ سے پلیٹ پر جھکا اور دونوں ہاتھ چلاتے کھانے لگا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

آج 17 سالہ ارحام جو اپنے قد کاٹ سے اپنی عمر سے بڑا لگتا۔ ہلکی ہلکی اُگی مونچھے اور نئی نئی آتی شیو چہرے کی زینت بنی ہوئی تھی، کوپیرس آئے دو ماہ ہو گئے تھے۔ ناجیب میں کھانے کو پیسے تھے ناسونے کے لیے چھت۔

وہ حسب معمول منہ اندھیر پیرس کی تاریک گلیوں میں سر جھکائے  
جیبوں میں ہاتھ ڈالے مٹر گشتی کرتے رات کے ختم ہونے کا انتظار  
کر رہا تھا جب ایک تنگ گلی سے گزرتے اس کا سامنے چار لمبے  
چوڑے سرخ و سفید فرانسسیسی لٹیروں سے ہوا۔ ان میں سے ایک  
تیزی سے ارحام کے پیچھے آیا اور اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے جکڑ  
لیا۔ وہ جھلملاتا خود کو اس کی گرفت سے آزاد کرنے کے جتن کرنے  
لگا۔ سامنے سے آنے والے مرد کو ارحام نے لات ماری تو تیسرے  
ساتھی نے اس کے جبرے پر زوردار ضرب رسید کیا۔ ضرب اتنا  
زوردار تھا کہ ارحام کے کان میں سی سی ہونے لگا اور آنکھوں کے  
آگے اندھیرا چھانے لگا۔ کچھ ہی پل میں ارحام کو محسوس ہوا اس کا  
نچھلا ہونٹ پھٹ چکا تھا اور خون کی دار اس کی تھیوڑی کو بھگوتی اس  
کی ٹی شرٹ کو تر کر رہی تھی۔



وہ چار و آپس میں فریج میں مکالمہ کرنے لگے جوار حام کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ لیکن ان کے حرکات و سکنات مشاہدہ کرتے ارحام سمجھ گیا وہ اسے لوٹنے آئے ہیں۔ اس کے سامنے کھڑے ایک سرخ و سفید فرانسیسی مرد نے اس کی پینٹ کی جیبوں کو ٹٹولنا شروع کیا تو دوسرے نے اس کے ہاتھ میں گھڑی، گلے میں چین یا انگلیوں میں انگھوٹی تلاش کرنا چاہی۔ لیکن جب اس قسمت کے مارے کے پاس سانسوں کے علاوہ کچھ ناملا تو ان لٹیروں کے چہرے پر مایوسی در آئی جو اگلے ہی لمحے شیطانی مسکان میں تبدیل ہو گئی۔

ارحام نے فضا میں خطرے کی بو محسوس کی وہ پھٹی نظروں سے ان درندوں کو دیکھنے لگا۔ ان کے چہروں سے انکے گندے ارادے جانچتے اسے ایک سیکنڈ بھی ناگاہ تھا۔

وہ اپنے پورے قوت سے ہلتے جلتے چیختے خود کو آزاد کرنے لگا۔ وہ اکیلا اور وہ چار۔ کسی بھی طرح وہ خود کو ان کی گرفت سے چھڑا نہیں پارہا تھا۔ جب ایک آدمی سے اسے سنبھالنا مشکل ہوا تو دوسرے نے بھی (trash bin) اسے بازوؤں میں جکڑ لیا اور اسے گھما پیچے ٹریش بن پر اسے جھکا دیا۔ ایک آدمی نے اس کے ہاتھ جکڑ رکھے تھے (bin) اور دوسرے نے اپنی ساری طاقت سے اس کا سر ٹریش بن سے ٹکایا ہوا تھا۔ تیسرے نے قریب آکر اس کے پینٹ سے بیلٹ کھولنی شروع کی۔

ارحام کا سر چکرا گیا۔ اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ وہ زور زور سے دھاڑے مارنے لگا۔

[illegible]

بچاووووو۔۔۔۔۔ "وہ اپنے وجود کے مالکان کو آواز دینے لگا پر

وہاں کوئی نہ تھا۔ اس کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

"آ آ آ ہ ہ ہ ہ ہ میرے اللہ۔۔۔۔۔ جہاں کوئی بھی"

---

نہیں ہوتا وہاں پھر بھی ایک سایہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ وہ احد وہ صمد وہ حی و

قیوم۔ پورے کائنات کا خالق۔ اس کی ہمت جواب دے گئی تو اس

نے اللہ کو پکارا۔

انسان بھی کتنا عجیب ہیں۔ جب اس کے پاس سب کچھ پوتا ہے وہ اللہ کو بھول جاتا ہے اور جب مشکل ان پڑے تو اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ لیکن اللہ بھی عظیم اور رحیم ہے کبھی بھی اپنے بندوں سے منہ نہیں پھیرتا۔

روتے بلکتے چیختے ارحام کے دماغ میں اچانک ایک دھماکہ سا ہوا۔ اس کے سماعتوں میں ایک نسوانی آواز گونجی۔  
پلیزارحام۔۔۔۔۔ ایسا مت کرو۔۔۔۔۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں"

تمہارے۔۔۔۔۔ خدا کا واسطہ مجھے جانے دو۔۔۔۔۔  
پلیزززززز۔۔۔۔۔ میں مرجاؤں گی۔۔۔۔۔ میری عزت پامال  
مت کرو۔۔۔۔۔ میرے بوڑھے ماں باپ زندہ درگور ہو جائے  
گے۔۔۔۔۔ پلیزززارحام۔۔۔۔۔ نہیں پلیزززززز۔۔۔۔۔ میں

کسی کو منہ دکھانے قابل نہیں رہوں گی۔۔۔۔۔ مجھے چھوڑ دو  
جانے دو۔۔۔۔۔ میں مرجاؤں گی۔۔۔۔۔ آ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ میرے  
"اللہ۔۔۔۔۔"

تین ماہ پہلے یوں ہی روتے بلکتے وہ اپنے عزت بچانے کی کوشش کرتی  
رہی اسے خدا کا واسطہ دیتی رہی اس سے ہاتھ جوڑے فریاد کرتی رہی  
لیکن ارحام پر جنون سوار تھا اس نے اس معصوم کی کوئی آہ و بکا نہیں  
سنی۔

اس وقت ان درندوں کے مابین ارحام کو لگا کوئی اس کی روح کو کھینچ  
کر کانٹوں پر گھسیٹ رہا ہے۔ اس کا مردانہ وقار چھین جانے کو تھا۔  
اس کا مان ٹوٹنے کے چوراہے پر تھا۔ آن بان شان سے رہنے والے

رانا مبشر اور کرن کی دنیا جڑ جانے کو تھی۔ ان کے بیٹے کی زندگی ختم ہونے کو تھی۔

کیا اسے کہتے ہیں مکافات عمل۔ عزت کا بدلہ عزت۔ قسمت نے اس کی کرنی اس پر پلٹ دی تھی۔ قدرت نے اس کے انا پر رکھ کر طمانچہ دے مارا تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

جہاں یہ حادثہ واقع ہو رہا تھا وہ حدیل کی مام کے ہوٹل کا بیک یارڈ تھا۔ سالہ حدیل ہوٹل کی آخری حصے میں بنے کچن سے کچھ لینے آئی 16 تھی جب اس نے رونے بیٹنے کی آوازیں سنی۔ اس نے کچن کے ایمر جنسی ایگزٹ کے چھوٹے دروازے سے باہر گلی میں جھانکا تو اس نے چار لٹیروں کو ایک ٹین اتج لڑکے کے ساتھ زور زبردستی کرتے

دیکھا۔ وہ ہڑ بڑا کرکچن میں آئی اور ہولڈر سے بڑا چاقو اور بیلن اٹھا کر  
گلی کے جانب لپکی۔

Leave him you morons.....

چھوڑ دو اسے کمینو۔۔۔۔۔ "اس نے ان لٹیروں کے جانب بھاگتے"  
ہوئے ان میں ایک لٹیروں کے سر پر بیلن دے مارا ارحام کی پینٹ  
کھولتے اس آدمی کی کراہ نکلی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا اس سے دور ہو گیا۔  
ہاتھ میں پکڑا تیز دھار چاقو دکھاتے حدیل نے ارحام کو ان کے شکنجے  
سے آزاد کیا اور اس کے آگے کھڑی ہو کر پھری شیرنی مانند لٹیروں کو  
فرینچ میں ڈپٹنے لگی۔

ایک لٹیروں نے حقارت سے دیکھتے حدیل کو جھکڑنا چاہا پر حدیل نے  
اس آدمی کے اپنے جانب بڑھتے ہاتھ پر چاقو سے وار کر دیا۔ ایک

جھٹکے سے وہ آدمی چیتا اپنے زخم سے بہتی خون کی ندی دیکھ کر وحشت زدہ ہو گیا اور اُلٹے قدم پیچھے ہو گیا۔ حدیل بہادری کا مظاہرہ کرتے ہو ا میں چاقو چلاتے لٹیروں کو بھاگنے پر مجبور کرنے لگی۔ اسی اثناء رات کے وقت شہر میں پہرہ دیتے ایک پولیس موبائل کا سائرن سنائی دیا۔

حدیل اپنی خوش قسمتی پر مسکرائی اور بلند آواز فریج میں ہیلپ ہیلپ کے نعرے بلند کئے۔ کچھ حدیل کے چاقو سے خوف زدہ ہو کر اور کچھ پولیس کے ڈر سے وہ لٹیروں سے تیزی سے بھاگ نکلے۔

ارحام پر اس قدر وحشت طاری ہو گئی تھی کہ وہ وہی زمین پر سمٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کا پورا وجود لرز اٹھا تھا۔ جون کے گرمی میں بھی اسے ٹھنڈ لگ رہی تھی۔ اسے ناہونٹ پر لگے زخم کا ہوش تھا نا کلائی کے



گرداس آدمی کے مضبوطی سے جکڑے رکھنے کی وجہ سے آئے  
نشانات کی پروا۔ تکلیف دل پر لگے ٹھیس کا تھا۔

Are you okay.....

جب وہ لٹیرے آنکھوں سے پوری طرح او جھل ہو گئے تو حدیل  
سمٹ کر بیٹھے کانپتے لرزتے روتے ارحام کے جانب مڑی۔ اس نے  
ترحم آمیز نگاہوں سے ارحام کو دیکھا۔  
ارحام نے بھیگی آنکھوں سے حدیل کے شفاف چہرے کو دیکھا۔ اس  
سے کوئی حرکت نہیں کی گئی۔ وہ اسی انداز میں ساکت بیٹھا رہا۔

Come with me..... come.....

حدیل نے اسے بازو سے تھام کر اٹھانے کی کوشش کی۔

ارحام کو اس وقت اپنے آپ تک سے خوف لگ رہا تھا لیکن اتنی رات گئے وہ 16 سالہ کندھوں تک آتے سنہرے بالوں اور سرخ و سفید رنگت والی پیاری سی لڑکی اسے رحمت کافرشتہ لگ رہی تھی جس نے وقت رہتے اس کے ناموس کو پامال ہونے بچا لیا تھا۔

وہ سسکتا ہوا اس کے ساتھ اٹھا اور ڈمگاتے قدموں سے چلتا اس کے کچن میں آگیا۔ حدیل اسے سٹول پر بیٹھا کر پانی لینے فلٹر کے جانب چلی گئی۔

یہ میں نے کیا کر دیا۔۔۔۔۔ کتنی تکلیف پہنچائی ہے اسے۔۔۔۔۔"

کتنا رسوا کیا ہے اسے اور اس کی فیملی کو۔۔۔۔۔ کتنا ہرٹ کیا ہے اپنے مام ڈیڈ کو۔۔۔۔۔ میں خود کو کبھی معاف نہیں کرونگا۔۔۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔۔۔" وہ بلند آواز میں خود کلامی

کرتا پچھتاوے میں ڈوب گیا تھا۔ جنگل کا وہ شیر آج بری کا طرح ٹوٹ گیا تھا۔

دوسروں کو دی ہوئی افیت جب خود پر آتی ہے۔ تب اس انسان کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ ارحام بھی آج اسی موڑ پر کھڑا تھا۔ چند ماہ پہلے جو تکلیف اس نے اس لڑکی کو دی تھی آج خود اسی کیفیت سے دوچار تھا۔

خدا کا شکر ادا کرو۔۔۔۔۔ تم سیف ہو۔۔۔۔۔ تمہیں کسی اپنے کی "دعاؤں نے بچا لیا۔۔۔۔۔" حدیل پانی کا گلاس لیئے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ارحام کی خود کلامی سن لی تھی اور جواب اردو میں دیا۔

حدیل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسا دینے کی  
کوشش کی۔ جب روتے روتے اسے اپنے کندھے پر ایک نرم لمس کا  
احساس ہوا تو وہ سسکتا ہوا اپنے آنسو صاف کرنے لگا۔

کوئی گھر نہیں ہے تمہارا۔۔۔۔ کہاں رہتے ہو۔۔۔۔؟ "اس کے"  
چپ ہوتے حدیل نے اس کے کئی ہفتوں پرانے کپڑوں اور بکھرے  
حال کو مشاہدہ کرتے استفسار کیا۔

ارحام نے بھیگی آنکھوں سے اس کی چمکتی سبز آنکھوں میں دیکھا۔ چند  
ثانیے سبز آنکھوں اور سیاہ آنکھوں کا ملاپ ہوا۔ حدیل آنکھیں پڑھنے  
میں ماہر نہیں تھی لیکن ارحام کی گہری آنکھوں نے مانو چند ماہ سے اس  
پر گزرے سارے تکلیف دہ حالات بیان کر دیئے تھے جس سے  
حدیل کے دل نے ایک بیٹ مس کی۔ وہ نظریں چراتی اٹھ گئی۔

کہاں سے آئے ہو۔۔۔۔ "فریج سے سینڈویچ نکال کر اوون میں"  
رکھتے ہوئے پوچھا۔

پاکستان سے۔۔۔۔۔ تمہیں اردو آتی ہے۔۔۔۔۔ "پہلی دفعہ"  
ارحام نے حدیل کی گفتگو نوٹ کی۔

آہستہ آہستہ اس کی لرزش کم ہو گئی تھی۔ اس کے سینس واپس  
بحال ہو رہے تھے۔

یس۔۔۔۔۔ کیونکہ میری مام بھی پاکستانی ہے۔۔۔۔۔ واٹ اے کو"  
۔۔۔ "حدیل نے دو (what a coincidence) انسیدینس  
عد سینڈ وچ پلیٹ میں نکال کر اس کے سامنے پیش کیئے

اتنے عرصے میں پہلی دفعہ اسے حلال حرام کی فکر محسوس ہوئی وہ غور  
سے سینڈ وچ کو دیکھنے لگا۔

اُس اوکے۔۔۔۔۔ تم یہ کھا سکتے ہو۔۔۔۔۔ میں نے بنایا ہے۔۔۔۔۔"

"میں بھی مسلم ہوں۔۔۔۔۔ یہ بالکل حلال میٹھ سے بنا ہے۔۔۔۔۔"

حدیل نے اس کی کیفیت سمجھ کر وضاحت دی۔

تم یہاں جاب کرتی ہو۔۔۔۔۔" ارحام نے سینڈوچ کھاتے ہوئے"

سوال کیا۔ وہ چاہتا تھا اسے بھی اس ہوٹل میں کوئی جاب مل جائے۔

یہ ہوٹل میری مام کا ہے۔۔۔۔۔ کبھی کبھی جب وہ بڑی ہوتی ہے تو"

میں آکر سنبھالتی ہوں۔۔۔۔۔" حدیل نے سیب کاٹتے ہوئے مختصر

جواب دیا۔

ارحام اپنے احمقانہ سوال پر شرمسار ہو گیا۔ اسے حدیل کی صاف

ستھری اور مہنگی پوشاک سے ہی اس کا اس ہوٹل کی مالکن ہونے کو

سمجھ لینا چاہیے تھا۔

کیا مجھے یہاں کوئی جاب مل سکتی ہے۔۔۔۔۔ "اس کی آواز میں دنیا"  
جہاں کی مجبوریاں در آئی تھی۔

ہمممم کیا کیا کر سکتے ہو۔۔۔۔۔ "حدیل دوسری سٹول قریب کھسکا"  
کر اس کے سامنے بیٹھی اور سیب کھاتے انٹرویو کرنے کے انداز میں  
آبر و اچکا کر سوال کیا۔

مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا۔۔۔۔۔ پر سیکھ لوں گا۔۔۔۔۔ پلیزز ز کوئی"  
بھی جاب دے دو۔۔۔۔۔ "ارحام رائے حل نکالتے معصومانہ انداز  
مسکرایا۔

ٹھیک ہے آجاو۔۔۔۔۔ "وہ دونوں خالی پلیٹیں کاؤنٹر پر رکھتی"  
اٹھی اور ہاتھ جھاڑتے اندر کے جانب بڑھ گئی۔

XX



میمونہ بیگم بہت ہی نرم دل خوش اخلاق محبت سے سرشار خاتون تھی۔ ارحام کے پاکستانی ہونے کا سن کر انہوں نے اسے سینے سے

ہو۔۔۔۔۔" انہوں نے اپنائیت سے ارحام کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں  
تھام لیئے۔

جی دو ماہ پہلے۔۔۔۔۔" اس نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔"

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □

مام سے اجازت ملنے کے بعد حدیل اسے ہوٹل کے بائیں کوریڈور میں ملازمین کے لیے بنائے کمروں میں سے ایک خالی کمرے میں لے آئی۔ وہ چھوٹا سا کمرارانا ہاوس میں اس کے اپنے کمرے کے ڈریسنگ روم جتنا بھی ناتھا۔ ایک سنگل بیڈ ایک سائیڈ ٹیبل اور سامان رکھنے کے لیے چھوٹی الماری۔ ارحام کو کھلے آسمان تلے ہونے سے تو وہ کمرہ بہت غنیمت لگا۔

فرینڈ۔۔۔۔۔ ہمیں ملے ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا۔۔۔۔۔ "کمرہ" دیکھتے ہوئے ارحام نے حدیل کو جتاتے ہوئے ٹوکا۔

میری مام کہتی ہے اگر میں کسی کو رسوا (you know) یونو" ہونے سے بچالوں۔۔۔۔۔ میں کسی کاراز اپنے پاس سیف کر لوں۔۔۔۔۔ تو اللہ مجھے رسوا ہونے سے بچائے گا۔۔۔۔۔ میرا راز

سیف کرے گا۔۔۔۔۔" اس نے ارحام کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ایک مرتبہ پھر سیاہ آنکھیں ان سبز آنکھوں میں جم گئی۔

چچے اسٹریٹ میں جو بھی ہوا۔۔۔۔۔ وہ تمہارا راز ہے۔۔۔۔۔ جو" میں نے اپنے پاس سیف کر لیا ہے۔۔۔۔۔ تمہارے میرے اور اللہ کے سوا اس راز کو کوئی نہیں جانتا۔۔۔۔۔ اور میں اس راز کو کبھی رسوا نہیں کروں گی۔۔۔۔۔" حدیل کے مغربی طرز اردو کے وہ الفاظ ارحام کے دل پر مرہم جیسے لگ رہے تھے۔ اس نے مشکور ہونے کے انداز سے پلکیں جھپکائی تو

حدیل نے بھی اسی طرح پلکیں جھپکا کر پذیرائی وصول کی۔ یہاں سے ان کی دوستی کا آغاز ہوا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

حدیل اور اس کی مام کا گھر ہوٹل سے دو گلی چھوڑ کر تھا۔ میمونہ آنٹی صبح ہوٹل آ جایا کرتی اور حدیل اسکول چلی جاتی۔ ارحام کو اس حادثے نے کافی ڈسٹرب کر دیا تھا کئی راتوں تک وہ اس حادثے کو سوچتا سونا سکا۔ مگر اسی کے چلتے اسے جاب اور رہنے کو چھت مل گئی تھی۔ یہ بات اسے مطمئن کر دیا کرتی۔

حدیل نے اسے باقی ویٹرز کا انچارج بنا دیا تھا۔ جس سے اسے زیادہ محنت بھی نہیں کرنی پڑی۔ اس کا کام صرف ویٹرز اور کچن کے سٹاف پر نظر رکھنا تھا اور کسی درپیش مشکل سے میمونہ آنٹی کو بروقت آگاہ کرنا تھا۔

اسکول سے آجانے کے بعد حدیل شام کے وقت ہوٹل آجایا کرتی اور رات تک ارحام کے ساتھ ہوتی۔ اپنے چھٹی کے دن حدیل، ارحام کی بھی ہال فڈے کروادیتی اور اسے ساتھ لیے گھومنے نکل پڑتی۔

اچھا کھانے اور اچھا پہننے سے ارحام کی رنگت بحال ہونے لگی اس کی جوانی پھر سے سرچڑھنے لگی۔ اس کی اور اپنی نکھرتی جوانی کے ساتھ حدیل کی ارحام میں دلچسپی بڑھنے لگی۔ وہ خود کو اس کے جانب راغب ہونے سے روک نہیں پاتی تھی۔

جیب میں پیسے آجانے کے بعد ارحام کی سگریٹ نوشی کی عادت پھر سے اجاگر ہونے لگی اور جنونی فطرت بھی ٹھاٹ مارنے لگی۔

XX

دن رات ہفتے مہینے اور سال یوں ہی گزرنے لگے اور ارحام کے لیے حدیل کی محبت بھی۔ اب ارحام کا بسیرا صرف اس کے ہوٹل تک ہی نہیں رہا تھا بلکہ وہ اس کے گھر بھی رہ لیا کرتا تھا۔

دوبیڈروم پر مشتمل وہ چھوٹا نفیس سا گھر تھا۔ سامنے اوپن کچن کے ساتھ ڈاننگ ٹیبل اور چار کرسیاں لگی تھی۔ دائیں جانب صوفے رکھے گئے تھے اور بائیں جانب ساتھ ساتھ بنے دو کمرے۔

سا لگرہ حدیل نے دھوم دھام سے منانے کی پلاننگ 18th اس کی 18 کی۔ اس نے اپنے گھر پر ارحام کے لیے ایک چھوٹی پارٹی رکھی جس میں اس کے اسکول فرینڈز بھی مدعو تھے۔

رات 12 بجنے سے 5 منٹ پہلے حدیل نے ارحام کو موبائل پر کال کیا، جو اسے حدیل نے ہی رابطے میں رہنے کے لیے لے کر دیا تھا۔

ارحام۔۔۔۔۔ پلینز بچاؤ۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔"

آہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "حدیل نے لرزتی آواز میں اسے مخاطب

حدیث کیا ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ کہاں ہو تم۔۔۔۔۔ "ارحام حواس"

باختہ سا اٹھ بیٹھا۔ دل برق رفتاری سے دھڑکنے لگا۔

گنگلنگ۔۔۔۔۔ گھر پر۔۔۔۔۔ اااااا۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ "اس نے"

ہکلاتے ہوئے فقرہ مکمل کیا اور چیختے ہوئے کال کاٹ دی۔

وہی دوسرے جانب ارحام پر مانو آسمان پھٹ پڑا۔ وہ حدیل کو چاہتا نہیں تھا نا ہی کسی قسم کی دلچسپی رکھتا تھا لیکن فرانس میں وہ اس کی واحد خیر خواہ تھی وہ اسے کسی مصیبت میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔

فور اسے پہلے وہ شب خوابی کے پاجامے اور دھیلی سی ٹی شرٹ میں ہی باہر کو بھاگا اور 21 جنوری کے پتھر یلے سردی میں بھی بغیر کسی کوٹ جرسی یا شوز کے سلپرز میں ہی حدیل کے گھر کا رخ کیا۔  
ٹھیک 12 بجے اس نے گھر کا دروازہ دھکیلا تو پیٹاخوں کا شور فضا میں بلند ہوا۔

سے 12 لڑکے لڑکیوں کے گروپ نے سر پر انز کا نعرہ بلند 10 کرتے ارحام کا استقبال کیا۔ اس کا پورا گھر رنگ برنگی ربن اور بیلون سے سجایا گیا تھا۔ ڈسکوبال کی شعاعیں سماء کو مزید رنگین بنا رہی تھی



Happy birthday to you

Happy birthday to you

Happy birthday dear irhaam

Happy birthday to you

حدیل سا لگرہ کا گیت گاتی دوستوں کے بشمول تالیاں بجاتی اس کے  
سامنے آئی۔ بلیک لیڈر بنیٹ اور وائن کمر ریڈ سلیف لیس ٹاپ پہنے  
سنہرے لمبے بال کھلے چھوڑے ریڈ کمر کی لیپسٹک لگائے وہ بلا کی  
خوبصورت لگ رہی تھی۔

سالہ حدیل سا لگرہ وش کرتے اپنے محبت تک رسائی پانے کی 17  
خواہش رکھتی ارحام کو بانہوں میں لینے لگی تھی جب ایک جھٹکے سے  
ارحام نے اسے سفید کندھوں سے تھام کر جھنجھوڑ دیا۔

یہ سب کیا مزاق ہے حدیل۔۔۔۔۔ "وہ اپنے پورے تاب سے"  
حدیل پر برس پڑا۔

ماحول میں سناٹا چھا گیا۔

سر پر انز دینا تھا۔۔۔۔۔ تمہاری برتھ ڈے منار ہی"  
ہوں۔۔۔۔۔ "حدیل کا دل دھڑکنے لگا اس نے آج سے پہلے کبھی  
ارحام کا یہ روپ نہیں دیکھا تھا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں دہشت در  
آئی تھی۔ حدیل کو ارحام کے تنے تاثرات سے خوف محسوس ہوا۔

کس سے پوچھ کر میری برتھ ڈے منار ہی ہوں۔۔۔۔۔ نفرت"  
ہے مجھے اپنے آپ سے اپنی برتھ ڈے سے۔۔۔۔۔ "اس نے  
چلاتے ہوئے حدیل کو پرے دھکیل دیا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے  
ہٹ گئی۔ سبز آنکھوں میں پانی تیرنے لگا۔

آئندہ مجھ سے کسی بھی قسم کا مزاق کرنے کی جرات مت  
کرنا۔۔۔۔۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ "دانت پر  
دانت جمائے ہوئے ایک ایک لفظ پر زور دے کر وہ لمبے ڈگ بھرتا  
واپس روانہ ہو گیا اور جاتے ہوئے اپنے پیچھے دروازہ زور سے پٹخا۔  
آواز اتنی تیز تھی کہ حدیل کانپ اٹھی۔

اس کے سب دوستوں کا موڈ غارت ہو چکا تھا۔ سب منہ میں کچھ ناکچھ  
بڑبڑاتے ایک ایک کر کے باہر نکل گئے۔

حدیل نے روتے ہوئے مایوسی سے اپنے دن بھر کے محنت سے  
سجائے گھر کو دیکھا۔ آنسو رخسار سے لھڑک کر تھیوڑی سے ٹپکتے اس  
کے ٹاپ کو بھیگور ہے تھے۔ وہ چلتے چلتے ڈائننگ ٹیبل پر رکھتے ریڈ کلر

H.B.D my love

**NOVELS MAFIA** بھاگ گئی۔  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □

(حال)

وٹس دس بیہویر بڑے پایا۔۔۔۔۔ مڈ لسن کیوں نہیں لیں رہے "

آپ۔۔۔۔۔ "روحان اور نور کے سب سے شرارتی اور زندگی سے

بھر بیٹے سفیان نے آبرو سکھیڑے رانا صاحب کو دیکھتے ہوئے گلہ کیا۔

سالہ سفیان۔ بیضوی صورت کا حامل۔ باپ بھائی کے جیسا لمبا 24  
اسمارٹ۔ بھوری آنکھیں جو ہر وقت چمک اور شرارت سے بھری  
رہتی۔ سفید رنگ گلابی ہونٹ اور اسٹائل سے بنائی شیو۔ خرافاتی  
دماغ کا مالک۔ ذیشان کو اگر روحان سے ریاضی کی تیزی ملی تھی تو  
سفیان کو اس کا جاسوسی دماغ۔ آنکھوں پر لگے بلیک گلاس سے لے  
کر پیروں کے چمکتے بوٹ تک ہر چیز اعلیٰ کوالٹی مہنگی اور برانڈڈ ہوا  
کرتی۔ فیشن کنگ کا لقب بھی اس کے آگے ماند پڑ جاتا۔ حساس اتنا کہ  
محبت کے لیے جان دے دے اور دشمنی میں جان لے لے۔ اپنے دل  
کش اور روڈ مزاج سے ناجانے کتنے دل توڑ چکا تھا۔

صبح اچانک رانا مبشر کو اپنے بائیں کندھے میں شدید درد کا احساس ہوا۔ خوش قسمتی سے عائرہ آج کالج نہیں گئی تھی۔ اس نے ڈیڈ کی طبیعت بگڑتی دیکھتی تو فوراً سے سفیان کو کال کیا۔ وہ کام سے بھاگا بھاگا آیا اور رانا صاحب کو ہسپتال لے آیا۔

"بی پی شوٹ کر گیا تھا۔۔۔۔۔ اچھا ہوا وقت پر لیس آئے۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر نے معائنہ کرنے کے بعد عائرہ اور سفیان کو طبیعت ناسازی کی وجہ بتائی۔ ساتھ میں ان پر یہ انکشاف بھی ہوا کہ انہوں کافی عرصہ

سے اپنی میڈیسن بھی نہیں لی ہے جس پر اس وقت سفیان ان کے

سامنے کھڑا خفا ہو رہا تھا۔

عائرہ نم آنکھوں سے نیم دراز بیٹھے رانا صاحب کا ہاتھ تھامے ان کے

پہلو میں بیٹھی تھی۔ کرن بھی ان کے ہمراہ ہسپتال میں موجود تھی

لیکن وہ وارڈ کے باہر کھڑی رہی اندر جانے کی ہمت ناکر سکی تھی۔  
بیٹے سے تو وہ دور تھی اب شوہر سے محروم نہیں ہونا چاہتی تھی۔ بے  
شک وہ ان سے خفا تھی دوری اختیار کر لی تھی لیکن یہ بھی حقیقت  
تھی کہ وہ ان سے بے تحاشہ محبت کرتی تھی اور ان کی بگڑی طبیعت  
دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔

انسان اپنے ذات کا دکھ تو برداشت کر لیتا ہے بیٹا۔۔۔۔۔ لیکن اولاد"  
کا غم انسان کو ختم کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ میں بہت تھک چکا ہوں ان سب  
سے۔۔۔۔۔ دن بہ دن برداشت جتم ہو رہی ہے۔۔۔۔۔" رانا  
صاحب نے سرد آہ بھری۔

ڈیڈ آپ تو کہتے ہیں۔۔۔۔۔ میں آپ کی زندگی ہوں۔۔۔۔۔ پھر"  
مجھ پر ایسا ظلم کیوں کر رہے ہے آپ۔۔۔۔۔" عائرہ کی آواز بھر آگئی

تھی۔ اور ان کی گفتگو سنتی دروازے کے پار کھڑی کرن کے رخسار  
بھیک چکے تھے۔

بڑے پاپا آپ تو بہت باہمت ہے۔۔۔۔ ہمیشہ ہمیں راہ راست "  
دکھایا ہے۔۔۔۔ دین اور اللہ کی باتیں سیکھائی ہے۔۔۔۔ اور آج  
آپ ایسی ناامیدی کی باتیں کر رہے ہیں۔۔۔۔ اللہ پر بھروسہ  
رکھے۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔" سفیان افسردہ ہو گیا۔  
اور اب آپ بالکل لاپرواہی نہیں کریں گے۔۔۔۔ آج سے میں "  
خود آپ کو میڈسن دیا کروں گی۔۔۔۔ آج سے آپ کے میڈسن کا  
خیال رکھنے کی ذمہ داری میری۔۔۔۔" عائرہ نے انگلی اٹھا کر سختی  
سے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔



اور ہر ماہ ڈاکٹر سے چیک اپ کروانے کی ذمہ داری"  
میری۔۔۔۔۔"سفیان نے اپنے حصے کا اضافہ کیا۔

اور تم دونوں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں یاد کروانے کی ذمہ داری"  
میری۔۔۔۔۔"کرن نے دل میں عہد لیا۔

تھینکیو میرے بچوں۔۔۔۔۔"رانا صاحب نے خوش ہوتے عائرہ"

اور سفیان دونوں کو ایک ساتھ سینے سے لگا لیا۔

XX

اگلے شام عائرہ ڈینم جینز کے ساتھ گھٹنوں تک آتی وائٹ کرتی پہنے  
لمبے بالوں کی ہائی پونی ٹیل بنائے بڑی بڑی آنکھوں میں کاجل لگائے  
ہونٹوں پر گلابی لپ گلوں پھیلائے نفیس سی تیار ہو کر موبائل اپنے

ہینڈ بیگ میں ڈالتے کمرے سے باہر آئی۔ لاؤنج میں ہر سوں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

رانا مبشر اپنے کمرے میں تھے اور کرن اپنے کمرے میں۔ کبھی ان کا اکٹھا ہونا اس رانا ہاوس کی رونق ہوا کرتا تھا۔ اور اب ان کی دوری نے اس گھر سے رونق بھی چھین لی تھی۔

عائزہ بے بسی سے سر جھٹکتے سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی اور سیدھے لاؤنج سے باہر نکل گئی۔ پورچ میں اس کی کار اور ڈرائیور اسے کوچنگ کلاس کے لیے ڈراپ کرنے آمادہ تھے۔

ڈرائیور انکل۔۔۔۔۔ آج کلاس نہیں جانا۔۔۔۔۔ شاپنگ مال " لیں چلے۔۔۔۔۔ " اس نے کار میں بیٹھتے اڈھیر عمر ڈرائیور کو ہدایت دی۔

ڈرائیور نے ہدایت کی تکمیل دیتے کارمین سڑک پر دوڑادی۔

XX

"آپ گھر چلیں جائے۔۔۔۔۔ واپسی میں خود آجاؤں گی۔۔۔۔۔"

شاپنگ مال پہنچ کر عائرہ نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے ڈرائیور کو

ایک اور ہدایت دی۔

لیکن بے بی جی۔۔۔۔۔ آپ کو اکیلے چھوڑ کر جاؤں گا"

تو۔۔۔۔۔ صاحب بہت ناراض ہونگے۔۔۔۔۔" ڈرائیور نے

جھجکتے ہوئے رانا صاحب کے ممکنہ غصے کا اندیشہ ظاہر کیا۔

"میں ڈیڈ کو بتا کر ہی آئی ہوں۔۔۔۔۔ وہ کچھ نہیں کہے گے۔۔۔۔۔"

عائرہ نے از خود جھوٹی تسلی دی اور ڈرائیور کی مزید بحث سننے بغیر کار

سے اتر گئی۔

چار و ناچار ڈرائیور کو بے بی جی کی ہدایت مانتے وہاں سے جانا پڑا۔  
ہاں۔۔۔۔۔ میں پہنچ گئی ہوں۔۔۔۔۔ "جب ڈرائیور شاپنگ مال"  
کے سڑک سے او جھل ہوا تو عائرہ نے کال پر کسی کو اپنی آمد سے آگاہ  
کیا۔

اوکے۔۔۔۔۔ "کال والے کی بات سن کر سر کو جنبش دیتے اس"  
نے کال کاٹی اور ہاتھ سینے پر باندھے وہی مین روڈ پر انتظار کرنے لگی۔  
وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے اس کی منتظر تھی۔ بار بار ہاتھ میں پہنے  
سمارٹ واچ پر ٹائم دیکھتی اس کا موڈ غارت ہونے لگا۔ اب تو آفتاب  
بھی غروب ہونے لگا تھا۔ اس نے لمبی سانس خارج کی اور پیر پٹختی  
وہاں سے روانہ ہونے لگی تھی جب ایک وائٹ کلر کی چمکتی مرسیڈیز  
کار تیزی سے آئی اور اس کے سامنے رکی۔

عائزہ کے تنے تاثرات دیکھ کر کار میں بیٹھے نوجوان نے تھوک نکل کر  
گلاتر کرتے اللہ کی پناہ مانگی۔

سوری سو سوری مائی لو۔۔۔۔۔ "وہ لمبا چوڑا نوجوان فوراً سے کار"  
سے اتر اور عائزہ کے سامنے آگیا۔

عائزہ کی نتھوں میں پڑتی اس کے برانڈڈ مہنگی پرفیوم کی خوشبو، عائزہ کو  
اس کے جانب راغب کرنے کا پورا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔  
"منٹ ویٹ بولا تھا۔۔۔۔۔ آدھے گٹھنے سے کھڑی ہوں۔۔۔۔۔ 5"  
عائزہ کا ضبط ختم ہو گیا۔

جانتا ہوں میری جان۔۔۔۔۔ پر پاپا نے عین ٹائم پر بلا لیا تھا۔۔۔۔۔  
نکلتے نکلتے دیر ہو گئی۔۔۔۔۔ آئی لو یو پلیز زرز۔۔۔۔۔ "وہ

معصومیت سے پلکیں جھپکا کر اپنی محبت کا اظہار کرتے عائرہ کو منانے لگا۔

عائرہ ایک کٹیلی نظر اس پر ڈالتی اس کے اظہار کا جواب دیئے بغیر اس کے سائیڈ کے گزر کی کار کے فرنٹ سیٹ پر آن بیٹھی۔

اس نوجوان کے تاثرات بدل گئے وہاں معصومیت کی جگہ شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ عائرہ مبشر اس کے جال میں پھنس چکی تھی اور اب وہ شکار کے لمحے کو سوچ کر محظوظ ہونے لگا۔

XX

برتھ ڈے کے واقعے سے گزرے تین دن بعد بھی حدیل ہوٹل نہیں آئی۔ کہی نا کہی ارحام اسے مس کرنے لگا۔ کال کرتا تو وہ کال

بھی نہیں اٹھاتی۔ ارحام ہر وقت انتظار میں بیٹھا ہوتا اور رات مایوسی سے آکر سو جاتا۔

تیسرے دن اس نے ہمت کر کے ملنے کا ارادہ بنایا۔ وہ شام کے ٹائم ایک گلاب کا پھول اور حدیل کی فیورٹ چھوٹی بڑی ہر قسم کی چاکلیٹس کا چھوٹا سا گفٹ باکس ڈیکوریٹ کروا کر اس کے گھر پہنچا اووہالوارحام۔۔۔۔۔ کیسے ہو۔۔۔۔۔ آواندر آو۔۔۔۔۔ "حسب" توقع گیٹ میمونہ آنٹی نے کھولا۔

آنٹی۔۔۔۔۔ حدیل گھر پر ہے۔۔۔۔۔ "وہ ارحام مبشر تھا مخالف جنس" پر اپنا قابو رکھنے والا۔ اس سے پہلے کبھی ایسے پھول اور چاکلیٹس لیں کر کسی لڑکی کو منانے نہیں گیا تھا۔ یہ واقعہ کہو یا حادثہ، اس کے ساتھ پہلی مرتبہ پیش آرہا تھا اس لیے وہ قدرے مضطرب ہو گیا تھا۔

ہاں گھر پر ہے۔۔۔۔ بیٹھو میں بلاتی ہوں۔۔۔۔ "آنٹی نے اسے"  
بڑے صوفے پر بیٹھایا۔

حدیل۔۔۔۔ دیکھو کون ملنے آیا ہے۔۔۔۔ "آنٹی نے فریج سے"  
جوس کی بوتل نکالتے اسے آواز لگائی۔

وہ اپنے بیڈروم کے دروازے پر نمودار ہوئی تو ارحام مسکراتا ہوا کھڑا  
ہو گیا۔ اس کا پھول کے مانند کھلا چہرہ امر جھاسا گیا تھا۔ آنکھوں کی  
چمک کھوسی گئی تھی۔ اسے اس حالت میں دیکھ کر ارحام کا دل  
دھڑک گیا۔

مام۔۔۔۔ میں نے آپ سے کہا ہے نا۔۔۔۔ میرے اے۔۔۔۔  
لیول کے ایگزیمینز ہونے والے ہیں۔۔۔۔ مجھے کوئی بھی ڈسٹرب نا



کریں۔۔۔۔۔ سپاٹ تاثرات بنائے اس نے ارحام کی سیاہ آنکھوں میں  
دیکھتے ہوئے صدا بلند کی۔

بیٹا ارحام سے تو مل لو۔۔۔۔۔ "میمونہ آنٹی جو س کا گلاس سینٹرل"  
ٹیبیل پر رکھتے ہوئے کنکاری

کوئی بھی سے مطلب ہے کوئی بھی۔۔۔۔۔ "اسی تندی سے مام کو"  
گھورتی اس نے واپس دروازہ بند کر دیا۔

تم برا مت ماننا۔۔۔۔۔ وہ جن سے پیار کرتی ہے۔۔۔۔۔ ان سے زیادہ"

دن ناراض نہیں رہ سکتی۔۔۔۔۔ وہ جلدی ٹھیک ہو جائے

گی۔۔۔۔۔ "میمونہ آنٹی نے اپنی بیٹی کی حمایت کی اور ارحام کو جو س  
پینے کا اشارہ کیا۔

حدیل کے رویے سے ارحام کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا لیکن آنٹی کا لحاظ رکھتے خاموشی سے بیٹھ کر جو س پینے لگا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ارحام کے جانے کے بعد حدیل کمرے سے باہر آئی اور سینٹرل ٹیبل پر رکھے اس کے تحائف دیکھنے لگی۔

گلاب کو اٹھا کر اس کی خوشبو سے وہ چہک گئی۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے ارحام پر مزید پیار آنے لگا۔ وہ ابھی گلاب کے پتوں کو انگلیوں

کے پھوروں سے چھو کر محسوس کر رہی تھی جب اس کی نظر چاکلیٹس کے بیچ رکھے ایک چھوٹے سے کارڈ پر پڑی۔ اس کارڈ پر لکھا گیا تھا۔ SORRY رونے والی شکل بنا کر بڑا بڑا

حدیل کی آنکھیں پھر سے چمک گئی چہرا کھل گیا ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

تب کیوں نہیں ملی جب وہ منانے آیا تھا۔۔۔۔ اور اب اس کے " لائے چاکلیٹس کھا رہی ہو۔۔۔۔ " وہ ایک پیکٹ چاکلیٹ کھاتی مسلسل گلاب سے کھیل رہی تھی جب مام نے اسے ٹوکا۔

اسے بھی تو معلوم پڑے۔۔۔۔۔ کسی سے روڈی بات کر کے کتنا " ہرٹ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ " اس نے ہونہہ کرتے سر جھٹکا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ہوٹل کی جاب کے ساتھ ساتھ اس نے فٹنس جم بھی جوائن کر لیا تھا اور حدیل کے ایک امیر فرینچ کلاس میٹ کی گاڑی بھی پارٹ ٹائم اوپر پر چلایا کرتا۔ حدیل کی ناراضگی ختم ہو گئی تھی وہ پہلے کے جیسے اس

سے ملنے جلنے لگی تھی۔ ارحام کو سب نارمل ہوتا محسوس ہوا لیکن ابھی زندگی کے مشکل امتحانات باقی تھے۔

ایک سال سے جم کرتے اس کی باڈی ابھرنے لگی جس سے اس کی پرسنلیٹی میں مزید نکھار آگیا تھا۔ اس چار منگ نوجوان پر حدیل کی چند کلاس میٹس بھی دل ہار بیٹھی تھی پر حدیل نے اپنے ہوتے انہیں کبھی ارحام کے قریب نہیں جانے دیا۔  
مت کرو اتنی سموکنگ ارحام۔۔۔۔۔ "اس رات وہ دونوں"

کے قریب بیچ پر بیٹھے تھے جب حدیل نے اس Seine river کے متواتر سیگریٹ نوشی سے تپ کر اسے ٹوکا۔ اس نے ترحم آمیز نگاہوں سے ارحام کو دیکھتے ہوئے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا

اس کے بغیر مجھے سکون نہیں ملتا۔۔۔۔۔ "ارحام نے سپاٹ انداز میں"  
سامنے دیکھتے سیکریٹ کا دھواں ہوا میں پھونکتے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔  
تمہیں اپنا گھر بہت یاد آتا ہے نا۔۔۔۔۔ "حدیل اس کے زخم کرید"  
رہی تھی۔

نہیں۔۔۔۔۔ "جواب درد بھرا ملا۔"

تم اپنی فیملی سے بات کر لو۔۔۔۔۔ کم سے کم اپنی مام سے بات کر"  
لو۔۔۔۔۔ "حدیل کو اس پر ترس آنے لگا۔

کہانا۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ "آواز میں درشتی در آئی تھی۔"

ارحام۔۔۔۔۔ تم نے اپنے پاسٹ میں ایسا کیا کیا ہے جسے بھلانے تم"  
سموکنگ کا سہارا لیتے ہو۔۔۔۔۔ ایسا کونسا جرم کیا ہے تم نے۔۔۔۔۔  
جس کی وجہ سے اپنی فیملی سے دور ہو گئے ہو۔۔۔۔۔ "آبرو سکھڑے

مشکوٰۃ انداز میں اسے دیکھتے حدیل نے سنجیدہ انداز میں سوال کیا۔  
دوستی کے ایک سال 8 ماہ بعد پہلی دفعہ حدیل کو اس کے ماضی کے  
بارے میں جاننے کا تجسس ہوا۔

تمہیں میرے پاسٹ کے بارے میں جاننے کی کوئی ضرورت نہیں "  
ہے۔۔۔" وہ غصے سے اٹھ کھڑا ہو گیا۔ حدیل نے پھر سے اس کے  
اندر کے جنون کو لکاردیا تھا۔ وہ خوف و ہراس میں مبتلا ہو گئی تھی۔  
اسے ارحام سے دڑ لگنے لگا۔

ایسا کچھ تو ضرور ہے۔۔۔۔۔ اور تم بھی جانتے ہو تم نے غلط کیا "  
ہے۔۔۔۔۔ ورنہ تم اس طرح اپنی فیملی سے منہ نہ موڑتے۔۔۔۔۔ اور  
ناوہ یوں اب تک تم سے بے خبر بیٹھے ہوتے۔۔۔۔۔" حدیل کی آواز  
لرزنے لگی لیکن وہ ارحام کو آئینہ دکھانا نہ بھولی۔

بس۔۔۔۔۔ اب۔۔۔۔۔ ایک۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ لفظ " نہیں۔۔۔۔۔ " اس نے حدیل کے بال مٹھی میں جکڑ لیے اور غصیلی سیاہ آنکھیں اس کی سبز آنکھوں میں ڈالے ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔

ارحام۔۔۔۔۔ لیومی۔۔۔۔۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ " آہ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ " اس نے ارحام کے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا۔ بالوں میں کھینچاؤ کی شدت سے بلیک ٹی شرٹ کے گلے سے جھلکتی اس کی سفید گردن پیچھے کو جھک گئی۔ اس کی سبز آنکھوں میں پانی تیرنے لگا وہ درد سے کراہ اٹھی تھی۔ لیکن اس بے حس بادشاہ کے دل میں آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ حیوانیت پر اتر آیا تھا۔ لمبا چوڑا اور مضبوط تو وہ

پہلے بھی تھا اب جم کرنے سے اس کی طاقت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

ارحام پلیزززززز۔۔۔۔۔ لیٹ می گو۔۔۔۔۔ "وہ منت کرنے" لگی۔

ارحام نے آنکھیں سختی سے میچھے ایک لمبی گرم سانس خارج کی اور ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑ دیئے۔ اچانک اس کے چہرے کی سختی مایوسی میں بدل گئی غصے کی جگہ تکلیف چھلکنے لگی۔ وہ رات کے اس پہر حدیل کو دریا کنارے اکیلے چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور حدیل بے بسی سے اشک بار آنکھوں سے اسے جاتے دیکھتی رہی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

(حال)



عائزہ اس فائف سٹار ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں پر سوچ انداز میں بیٹھی  
جوس میں اسٹرا ہلار ہی تھی۔ آج وہ جامنی کلر کے شلوار قمیض پہنے  
ہوئے تھی۔ بالوں کو ہالف کیچر میں باندھ رکھا تھا اور میک اپ کے  
نام پر صرف گلابی لب گلوں لگایا ہوا تھا۔

وہ لڑکا گرے پینٹ کوٹ میں ملبوس ٹانگ پر ٹانگ جمائے مزے سے  
ٹیک لگائے بیٹھا آس پاس دیکھ رہا تھا۔

ڈیڈ میری شادی کروانا چاہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ "عائزہ نے صبح کرن"  
کے بقول رانا صاحب کی خواہش سے اسے آگاہ کیا تھا۔ اسی سے باخبر  
کرنے وہ اس وقت اس سے ملنے آئی تھی۔

اور تم کیا چاہتی ہو میری جان۔۔۔۔۔ "وہ آگے کو ہو کر بیٹھا اور عائزہ"  
کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

میں۔۔۔۔ میں ارحام کے ملنے کے بعد شادی کرنا چاہتی " ہوں۔۔۔۔ "اس نے ایک امید کی آہ بھری۔

ارحام کا نام سن کر سامنے بیٹھے لڑکے کے آنکھوں میں سختی در آئی۔ اپنا آپا ضبط کرنے وہ لب مینچھے دانت پر دانت جمائے ہوئے بنا پلکیں جھپکائے عائرہ کو دیکھنے لگا۔

عائرہ اس کے تاثرات سے بے خبر اپنی سوچوں میں مگن تھی۔  
کچھ دن پہلے ڈیڈ کی حالت دیکھ کر میں بہت سہم گئی ہوں۔۔۔۔۔"  
میں انہیں اکیلے نہیں چھوڑ سکتی۔۔۔۔۔ "عائرہ نے اس دن ہسپتال کا  
واقعہ یاد کرتے ہوئے کہا۔

اور اگر ارحام کبھی نہیں ملا تو۔۔۔۔۔ "اس نے نفرت بھرے لہجے " میں پوچھا۔

تو میں کبھی شادی نہیں کروں گی۔۔۔۔ "وہ تپے مزاج میں میز پر"  
ہاتھ مارتی اٹھ گئی۔

اس کے لبوں کو شیطانی مسکراہٹ چھو کر گزر گئی۔ وہ جو اس کا آخری  
گھونٹ پیتا اس کے پیچھے ہو لیا۔

XX

جان۔۔۔۔ "عائزہ نے سنجیدہ مزاج ڈرائیورنگ کرتے اس کے"  
جانب رخ کر کے اسے پکارا۔

جی جان کی جان۔۔۔۔ "وہ اپنے آپ کو کمپوز کرتا عائزہ کے جانب"  
متوجہ ہوا۔

تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے۔۔۔۔ "نا جانے کس خوف نے عائزہ کو"  
گھیر لیا تھا۔

ایسا کبھی ہو سکتا ہے بھلا۔۔۔ زندگی سے سانسیں الگ ہو سکتی ہے " کیا۔۔۔ "اس نے اپنی محسور کن باتوں سے عائرہ کو اپنے چاہت کی یقین دہانی کروائی۔

وہ کھلکھلا کر مسکرا دی اور اس کے شانے پر سر ٹکا دیا۔

تم فکر مت کرو میری جان۔۔۔۔۔ تم میری دنیا ہو۔۔۔۔۔ میں " تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔ " کچھ پل خاموشی سے ڈرائیو کرتے اس نے ایک سنسان سڑک پر کار روک دی۔

آئی لو یو۔۔۔۔۔ "وہ پورا عائرہ کے جانب مڑا اور آگے ہو کر اسے " بانہوں میں لے لیا۔

اس کے سینے سے لگتے ہی عائرہ کا دل دھڑکنے لگا۔ اسے بانہوں میں لیئے ہوئے ہی اس نے مخمور نظروں سے عائرہ کو دیکھا اور اس کے

سر اپے میں کھو گیا۔ عائرہ کے جسم میں کرنٹ سادوڑ گیا۔ اس نے اسے خود سے دور کرنا چاہا لیکن اس تو انامرد کے آگے نازک عائرہ کا کہاں زور چلتا۔ اس نے باری باری عائرہ کے گردن پر اور رخسار پر اپنے ہونٹوں سے لمس چھوڑتے اس کے لبوں تک کا سفر طے کیا وہ ان کو چومنے لگا تھا کہ عائرہ کا موبائل بجنے لگا کال ذیشان کی آرہی تھی۔ اس کی آنکھیں پھیل گئی۔ دل میں وسوسے امرڑ رہے تھے کہ کہی ذیشان نے اسے دیکھ نالیا ہو۔

وہی دوسری جانب اپنے مقصد تک رسائی کے عین بیچ میں خلل پڑنے پر اسے غصہ آنے لگا اس نے لب مینچھے زور سے اپنا ہاتھ اسٹیرنگ پر دے مارا۔

عائزہ مضطرب سی کبھی موبائل کو دیکھتی کبھی غصہ کرتے اس سراپا  
عشق کو۔

السلام علیکم ذیش بھائی۔۔۔۔۔ "عائزہ نے اپنے آپ کو کمپوز کرتے"  
ہوئے کال اٹھائی۔

وعلیکم السلام۔۔۔۔۔ عائزہ کہاں ہو۔۔۔۔۔ بڑے پاپا نے بھی کال"  
کی تھی تمہارہ نمبر نہیں لگ رہا تھا۔۔۔۔۔" اسپیکر پر موجود ذیشان کی  
سرد آواز سماعتوں میں پڑی۔

جی۔۔۔۔۔ ایک فرینڈ کے ساتھ ہوں۔۔۔۔۔ "اس نے نظریں"  
گھما اس کے جانب دیکھا۔ وہ اپنا آپ کمپوز کیے سامنے خالی سڑک پر  
نظریں جمائے ہوئے تھا۔

جلدی گھر پہنچو۔۔۔۔۔ بڑے پاپا کو شادی کے متعلق تم سے بات " کرنی ہے۔۔۔۔۔ " ذیشان نے ہدایت دی تو وہ سر ہلاتی اس کی تکمیل کرنے بڑھی۔

جان گھر ڈراپ کر دو۔۔۔۔۔ ڈیڈ نے بلایا ہے۔۔۔۔۔ " کال کاٹ کر " عائرہ نے عجلت میں اس کے بازو پر نرمی سے دباؤ دے کر التجائی انداز میں کہا۔

وہ بے تاثر سا بیٹھا دل ہی دل کچھ اور پلاننگ کر رہا تھا۔ عائرہ کی بات سنتے اس نے کار اسٹارٹ کی اور زن کر کے خالی سڑک پر دوڑادی۔

XX

یہ منظر ایک تاریک کمرے کا ہے۔ وہ تو انامرد تند تاثرات بنائے کسی کو کال ملاتا دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔

ہاں۔۔۔۔۔ کیا خبر ہے۔۔۔۔۔ ملا ارحام مبشر۔۔۔۔۔ "اس نے"  
ڈٹی ہوئی آواز میں پوچھا۔

کیا اااا۔۔۔۔۔ بکو اس بند کرو اپنی۔۔۔۔۔ میں تمہیں کس بات "  
کے پیسے دے رہا ہوں۔۔۔۔۔ کیا جھنک مار رہے ہے تمہارے  
آدمی۔۔۔۔۔ اب تک ملا کیوں نہیں وہ سالہ۔۔۔۔۔ "کال پر  
موجود شخص کا جواب سن کر اس کے عصاب تن گئے اور پھرے شیر  
کے مانند غرایا۔

جو کرنا ہے کرو۔۔۔۔۔ زمین چاک کرو یا آسمان چھیر دو۔۔۔۔۔ "  
لیکن مجھے ارحام مبشر ہر حال میں چاہیئے۔۔۔۔۔ "درشتی سے تردید  
کرتا اس نے کال کاٹی۔



تم مجھ سے نہیں بچ سکتے ارحام۔۔۔۔۔ میرے گھر کی خوشیوں کو"  
بر باد کر کے۔۔۔۔۔ میرے گھر کی عزت خراب کر کے۔۔۔۔۔  
میں تمہیں سکون سے نہیں جینے دوں گا۔۔۔۔۔ تم کہی بھی چھپ  
جاو۔۔۔۔۔ میں تمہیں ڈھونڈ کر ہی دم لوں گا۔۔۔۔۔ آئی  
پراس۔۔۔۔۔ "دانت پیستے خود کلامی کرتے اس نے اپنے آپ  
سے عزم کیا اور پھر سے آگے کالائے عمل سوچنے لگا۔

XX

(ماضی)

اس رات کے بعد وہ ناہوٹل گیا ناکام پر۔ ناس نے دوبارہ حدیل کو  
منانے کی کوشش کی ناس نے از خود رابطہ کیا۔ بے مقصد وہ سڑکوں  
پر گھومتا رہا۔ اسے اب ناچوروں کا خوف تھا ناٹھیروں اور بد معاشوں

کا۔ ذہنی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی اتنا توانا وہ ہو چکا تھا کہ ایک ساتھ کئی مردوں کا مقابلہ کر سکے۔

اس نے ہوٹل کے ایک ویٹر دوست کی مدد سے اس کے ماما کے کلب میں کلینر کی جاب شروع کر دی تھی۔

حدیل کے دکھائے آئینے نے اسے پھر سے اندھیرے میں دھکیل دیا تھا۔ ہاں اسے اپنی فیملی کی بہت یاد آتی تھی۔ ڈیڈ کی بھی اور خاص کر ماما کی۔ اکثر تنہائی میں اسے عائرہ کے ساتھ موج مستی کرتے اپنے بچپن یاد دلادیا کرتی تھی۔

اس کا ضمیر پھر اسے ملامت کرنے لگا۔ وہ ایسا تو نہ تھا۔ وہ تو بہت اچھا بچہ تھا۔ ڈیڈ کے سر کا تاج تھا۔ ماما کے دل کا شہزادہ تھا۔ یہ قسمت کیسا کھیل گئی تھی اس کے ساتھ۔

انہی سوچوں میں گم ایک رات وہ اسی میٹر اسٹیشن کے بیچ پر بیٹھا تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا۔ اسکرین پر نمودار ہوتے حدیل کا نام پر اس کے آبرو مزید تن گئے۔ اس نے غصے سے کال کاٹ دی۔ وہ پھر سے موبائل جیب میں رکھنے لگا کہ ٹیون دوبارہ بلند ہوئی۔ اسی طرح کرتے 3 دفعہ کال کی گئی اور وہ بے دردی سے کاٹتا رہا۔

آدھ گھنٹے بعد وہ مین روڈ پر پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چہل قدمی کر رہا تھا۔ رات تاریک ہونے چلی تھی۔ ایک مرتبہ پھر اس کا موبائل حرکت میں آیا۔ اس نے حدیل کو ڈپٹنے کے ارادے سے موبائل نکالا لیکن اب کی بار کال میمونہ آنٹی کی تھی۔  
ہالو آنٹی۔۔۔۔۔ "اس نے متذبذب ہوتے کال اٹھائی۔"

ارحام۔۔۔۔۔ ہوٹل میں آگ لگ گئی ہے۔۔۔۔۔ "آنٹی نے"  
رندھی ہوئی آواز میں صورت حال سے واقف کیا۔

XX

جس وقت وہ ہوٹل پہنچا تو ماحول گھمبیر تھا۔ ہر سوں کا لادھواں چھایا  
ہوا تھا۔ کچھ فائر بریگیڈ گاڑیاں آگ پر قابو پانے کی کوشش کر رہی  
تھی۔ ایمر جنسی کے بابت چند ایمبولینس بھی جائے وقوع پر موجود  
تھے۔ جیسے جیسے وہ قریب ہوتا گیا اسے سانس لینے میں بھی دشواری  
ہونے لگی۔ وہ منہ کے آگے بازو رکھتے تیز تیز چلتا روتی سرپسٹی آنٹی  
کے پاس لپکا۔

آنٹی۔۔۔۔۔ یہ سب کیسے ہوا۔۔۔۔۔ "وہ ان کی برسوں کی محنت کو"  
راکھ ہوتا دیکھ افسردہ ہو گیا تھا۔

وہ قسمت کا ہارا یہ کیوں ناسوچ سکا کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنے ماں باپ کی برسوں سے کمائی محنت کی عزت کو راکھ کرتے یہ افسوس کہاں مر گیا تھا۔

بیٹا میں تھوڑی دیر کے لیے باہر چلی گئی تھی۔۔۔۔۔ واپس آئی تو "دیکھا آگ لگی ہے اور۔۔۔۔۔" وہ تڑپ اٹھی۔

اور۔۔۔۔۔ "ارحام نے دھڑکن رکنے لگی تھی۔" اور حدیل۔۔۔۔۔ "اس کے آگے وہ ماں کچھ ناکہہ سکی۔ اور ناہی" اس سے آگے ارحام کچھ سننے کی ہمت کر سک رہا تھا۔

اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی مانو سر پر آسمان ٹوٹ پڑا ہو۔ اسے اپنا آپ مفلوج ہوتا محسوس ہوا۔ اسے یاد آیا گھنٹہ پہلے وہ ارحام کو کال کر رہی تھی اور وہ بے دردی سے اس کے کال کاٹ رہا تھا۔ یقیناً وہ

اسے مدد کے لیے بلارہی تھی۔ وہ اسے اپنے تحفظ کے لیے بلارہی تھی۔  
پر وہ محافظ تھوڑی تھا وہ تو خود لٹیرا بن گیا تھا۔ عزت کا لٹیرا۔  
وہ حواس باختہ سا آگ میں بھڑکتے ہوٹل کے عمارت کے جانب بھاگا  
لیکن اسے پولیس اہلکاروں اور فائر بریگیڈ عملانے روک لیا۔

"My friend is in there..... please let  
me go....."

وہ خود کو ان کی گرفت سے چھڑانے کے جتن کرتا پاگلوں کی طرح  
حدیل کو پکار رہا تھا۔ وہ حدیل کی کال نا اٹھانے پر خود کو کوسنے لگا لیکن  
اب پچھتا نا بے سود تھا سرکاری اہلکار کسی صورت ارحام کو آگ میں  
جانے نہیں دے رہے تھے۔

اپنے ساتھ ہوئے واقعے کے اتنے عرصے بعد آج پھر اس جوان  
نکھرتے مرد کے آنکھوں سے آنسو کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ وہ منت  
سماعت کرنے لگا پر کسی کو اس پر رحم نہ آیا۔  
تھک ہار کر وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔

اللہ۔۔۔۔۔ حدیل کو کچھ ناہو۔۔۔۔۔ اس کی حفاظت فرما۔۔۔۔۔ وہ "بہت اچھی ہے۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ایسا مت کرو۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔ اسے بچالو۔۔۔۔۔" خود کے سارے جتن بے کار جانے کے بعد اس نے آسمان کے جانب دیکھتے بھیگی آنکھوں سے دعا کی۔  
ایک وہی ذات تو ہیں ہر چیز پر قادر۔

ابھی اس کے ہاتھ دعا میں اٹھے ہوئے تھے جب اس نے میمونہ آنٹی کو  
حدیل کا نام پکارتے اٹھ بھاگتے دیکھا۔

اس نے اپنی آنکھیں رگڑتے اس سمت دیکھا تو چند فائر بریگیڈ اہلکار  
حدیل کو بازوؤں سے پکڑے زخمی حالت میں ہوٹل کے بیک یارڈ  
راستے سے باہر لا رہے تھے۔ وہ ان کے جانب بھاگا اور حدیل کو اپنی  
بازوؤں میں اٹھا کر ایمبولینس کے جانب تیزی سے گامزن ہوا۔ اس  
کے سفید بازوؤں میں جگہ جگہ خراش لگی تھی۔ ٹاپ ایک آدھ جگہ  
سے پھٹی ہوئی تھی آگ کی تپش سے رنگ جھلسا ہوا لگ رہا تھا۔  
ارحام کا دل کیا وہ کہی جا کر ڈوب مرے۔ اس کی غفلت سے آج وہ  
معصوم گریز زخمی حالت میں اس کے ہاتھوں میں نیم بہوش پڑی  
تھی۔

XX



ڈھائی گھنٹے تک زیر علاج رہنے کے بعد اس کا ہوش میں آنا شروع ہوا۔ اس کے سر ہانے بیٹھی میمونہ آنٹی نے جھٹ سے اپنی بیٹی کو سینے سے لگالیا۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے میری بچی۔۔۔۔۔ میری توجہ نکل گئی " تھی۔۔۔۔۔ " انہوں نے روتے ہوئے اس کے سر پر بوسہ دیا۔ ان کے گلے لگے حدیل نے بہ مشکل پلکیں اٹھا کر تھوڑے فاصلے پر کھڑے ارحام کو دیکھا۔

اس کی سوجی آنکھیں اور سرخ ناک نے سارے راز عیاں کر دیئے تھے۔

مینونہ آنٹی ڈاکٹر کو اطلاع دینے اٹھی تو ان کی جگہ ارحام آکر بیٹھا اور حدیل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے دھڑکتے دل کی جگہ سینے سے لگایا۔

کیا مجھے اس غلطی کے لیے معاف کر دو گی۔۔۔۔۔ "اس کی سیاہ" آنکھوں میں پانی امرٹنے لگا۔

کوئی بات نہیں ارحام۔۔۔۔۔ تم نہیں آئے۔۔۔۔۔ پر میری بات "یاد رکھنا۔۔۔۔۔ تمہیں جب بھی میری ضرورت ہو گی۔۔۔۔۔ صرف

ایک کال کر کے کہنا۔۔۔۔۔ آئی نیڈیو حدیل۔۔۔۔۔ اور میں آدھی رات کو بھی بھاگی بھاگی آ جاؤں گی۔۔۔۔۔ "اس نے زخمی مسکرا کر کہا۔

اور آنے والے کل سے انجان ارحام گردن اکھڑا کر ہنس دیا۔ اسے کیا معلوم تھا اسے واقعی بہت جلد یہ جملہ کہنا پڑے گا۔

XX

تین دن بعد حدیل ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آگئی تھی۔ اس کے زخم محلول ہونے لگے اور رنگت بھی بحال ہونے لگی تھی۔

اس دن وہ میمونہ آنٹی کے ساتھ گروسری لیں کر گیٹ سے داخل ہوا تو اس نے دیکھا سامنے حدیل اپنے ایک اسکول میٹ جو غالباً اس کی عیادت کے لیے آیا تھا، اس کے ساتھ بیٹھی ہنس رہی تھی۔

ارحام کو حدیل کا کسی اور مرد کے ساتھ ہنسنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ وہ تنے تاثرات کے ساتھ وہی اوپن کچن کے اسٹول پر بیٹھ کر ان دونوں کو گھورنے لگا۔

آدھ گھنٹے بعد اس کلاس میٹ کو رخصت کر کے حدیل مڑی تھی کہ  
ٹھٹک گئی۔ ارحام پھرے شیر کے مانند اس کے سر پر آنپہنچا تھا۔  
کون تھا۔۔۔۔ "سپاٹ انداز میں سبز آنکھوں کو گھورتے ہوئے"  
پوچھا

کلاس میٹ تھا۔۔۔۔ "جواب لا پرواہی سے دیا گیا"  
کیا باتیں ہو رہی تھی۔۔۔۔ "وہ اس کے سامنے اس کا راستہ"  
روکے کھڑا تھا۔ اور چونکہ وہ دونوں فرینچ میں مہو گفتگو تھے اس لیے  
ارحام ان کی باتیں سمجھنے سے قاصر تھا

کالج ایڈمیشن کی۔۔۔۔ "اسے ارحام کے اس قدر سخت لہجے پر"  
حیرانی ہوئی۔

اتنا ہنس ہنس کر۔۔۔۔ "آواز اونچی ہونے لگی۔"

ارحام کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ "اس کی حیرت سے آنکھیں بڑی"  
ہو گئی۔

مجھے وہ پسند نہیں آیا۔۔۔۔۔ "اس نے حق جتاتے ہوئے اپنی رائے"  
کا اظہار کیا۔

وہ تمہارا مسئلہ ہے۔۔۔۔۔ میرا نہیں۔۔۔۔۔ "حدیل نے جان"  
چھڑانے کی کوشش کی لیکن ارحام نے سختی سے اسے بازو سے دبویں  
لیا۔ وہ اسس کر رہ گئی۔

آئندہ وہ مجھے تمہارے قریب نا دکھے۔۔۔۔۔ "اس نے دانت پیستے"  
ہوئے ہدایت دی۔

کیوں مانو میں تمہاری بات۔۔۔۔۔ کون ہو تم میرے۔۔۔۔۔"  
بوائے فرینڈ ہو۔۔۔۔۔ ہسبینڈ ہو۔۔۔۔۔" حدیل کی آواز میں  
افسردگی بھر اغصہ در آیا تھا۔

بس وہ مجھے پسند نہیں آیا۔۔۔۔۔ اور تم اب اس سے ایسے ہنستے نہیں"  
ملوں گی۔۔۔۔۔ کہہ دیا سو کہہ دیا۔۔۔۔۔" وہ جنون کی حد پر تھا۔  
حدیل کے بازو پر گرفت مزید سخت ہو گئی تھی۔  
تم بہت ظالم ہو۔۔۔۔۔" حدیل نے درد سے کراہتے بھرائی آواز"  
میں کہا۔

ارحام کے تنے آبرو پھیل گئے۔ اسی سے ملتے جلتے کلمات کسی اور نے  
بھی اس کے گوش گزار کئے تھے۔

ہاں وہ ظالم تھا۔ اس نے دو سال پہلے بھی ظلم کیا تھا۔ اور اب بھی کر رہا تھا۔

ایک جھٹکے سے اس نے حدیل کا بازو چھوڑا اور لمبے ڈگ بھرتا روانہ ہو گیا۔

XX

نہیں ارحام۔۔۔۔۔ تم حدیل کے ساتھ ایسا نہیں کر " "جم میں ٹریڈ  
سکتے۔۔۔۔۔ تم اسے تکلیف نہیں دے سکتے۔۔۔۔۔ " "تم اس کے  
مل پر بھاگتے وہ پچھتاوے میں ڈوب گیا تھا۔

اس نے برے وقت میں تیرا ساتھ دیا ہے۔۔۔۔۔ تم اس کے  
ساتھ ایسا نہیں کرو گے۔۔۔۔۔ اگر تیرے جنون کے ہاتھوں اسے

نقصان پہنچا۔۔۔۔۔ میں تجھے جان سے مار دوں گا۔۔۔۔۔ آئی  
پراس۔۔۔۔۔ "وہ دل ہی دل خود کور دو بد کہتے ٹریڈ مل سے اتر گیا۔  
میں آج کے بعد اس سے کبھی نہیں ملوں گا۔۔۔۔۔ میں یہ شہر ہی"  
چھوڑ دوں گا۔۔۔۔۔ "اس نے پسینے سے شرابور ایک حتمی فیصلہ کیا۔  
لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

(حال)  
ارحام نے کافی دیر سے حدیل کو خیالوں میں گم پایا تو اس کے آگے  
چھٹکی بجائی۔

"میڈم۔۔۔ کیا ساری رات یہی رہنا ہے یا گھر بھی جانا ہے۔۔۔۔۔"  
حدیل کو اپنے جانب متوجہ ہوتے دیکھ وہ مذاحیہ انداز میں کنکارا۔



یادوں کی دنیا سے باہر آکر حدیل نے دیکھا وہ دونوں اس میکڈونلڈ  
شاپ کے سامنے بیٹھے تھے اور ارحام سارے برگرز نوش فرما چکا تھا۔  
ہزار خفگی سہی لیکن حقیقت یہ بھی تھی کہ حدیل فرانسیسکو کو ارحام  
مبشر سے اپنے دل و جان سے بڑھ کر محبت تھی۔ وہ سر جھٹک کر  
مسکراتی ہوئی اٹھی اور وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ تھاٹھ گھر کی جانب  
روانہ ہو گئے۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

آج وہ اپنے مقصد کو پانے کے ایک قدم اور قریب ہو گیا تھا۔ آج وہ  
عائزہ کو کسی ریستورنٹ نہیں بلکہ اپنے فارم ہاوس پر لیں آیا تھا۔

وہ شیشے کا بنا فارم ہاوس بہت ہی خوبصورت تھا۔ عائرہ دہلیز پر قدم رکھتے ہی خوشی سے جھوم اٹھی تھی۔ ہر طرف سب سے اعلیٰ اور مہنگی ترین انٹیکٹ سے سجایا وہ فارم ہاوس عائرہ کو اپنے سحر میں مبتلا کر رہا تھا۔ وہ ایک ایک چیز کا جائزہ لیتے آگے بڑھ رہی تھی۔ اور وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

ایک الماری کے پاس عائرہ رک گئی۔ وہاں بہت ہی قدیم آثار کے ہتھیاروں کی نمائش سجائی گئی تھی۔ عائرہ ساتھ ساتھ ہر ہتھیار کی ہسٹری پڑھ رہی تھی جب اس کے پیچھے کھڑے نوجوان کے موبائل میں واٹریشن ہوئی۔ وہ بے آواز لٹے قدم چلنے لگا۔

دروازے سے نکل کر اس نے باہر سے ہی کنڈی لگادی تاکہ عائرہ اس کے رابطے میں خلل نہ بن سکے۔

ہاں بولو۔۔۔۔ کیا خبر ہے ارحام کی۔۔۔۔ "ڈٹی آواز میں پوچھتے"  
اس نے ملا تشی نظروں سے آس پاس دیکھا۔

سر ارحام کی تو کوئی خبر نامی۔۔۔۔ پر۔۔۔۔ اس کا وہ بیسٹ فرینڈ "  
دانیال مل گیا ہے۔۔۔۔ راولپنڈی میں ہے۔۔۔۔ "اس نے ایک  
امید دلائی۔

ویری گڈ۔۔۔۔ اسے پکڑ کر رکھو۔۔۔۔ میں ابھی آتا "  
ہوں۔۔۔۔ دھیان رہے بھاگنے ناپائے۔۔۔۔ "تیزی سے کال پر  
ہدایت دے کرو وہ واپس اندر کو بھاگا۔

کیا جان۔۔۔۔ دروازہ لاک کیوں کر دیا تھا۔۔۔۔ "عائزہ نے منہ "  
بنائے گلہ کیا۔

سوری جان کی جان۔۔۔۔ ایک بہت امپور ٹینٹ کال پر بات کر رہا " تھا۔۔۔۔ اچھا تم نے سب چیزیں دیکھ لی۔۔۔ " اس نے فوراً سے بحث کا رخ بدل دیا۔

"ہاں بہت زبردست ہے۔۔۔ بہت اچھی کو لیکشن ہے۔۔۔۔" عائرہ نے پھر سے ایک نظر سب ڈیکوریشن پر دوڑائی۔

ہممم تمہیں جو بھی پسند ہو وہ لے لو۔۔۔۔ "آنکھوں میں آنکھیں " ڈالے اس نے پیشکش کی۔

کچھ بھی۔۔۔۔ "عائرہ کی آنکھیں چمک اٹھی۔"

کچھ بھی۔۔۔۔ تم پر تو سب قربان ہے۔۔۔۔ "وہ بے تاج بادشاہ" اپنی ساری دنیا عائرہ پر وار دینے کے جذبے سے بولا۔

او کے ادھر آو۔۔۔۔۔ "اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے اپنے ساتھ لیں"  
جانے لگی۔

مجھے یہ بہت پسند ہے۔۔۔۔۔ "عائزہ نے اسے ایک قد آدم ایرانی"  
نکاشی سے بنے خوبصورت مرر کے سامنے کھڑا کیا اور اسے آئینے میں  
اس کا اپنا عکس دیکھایا۔ اور خود اس کے آوٹ میں کھڑی پیچھے سے اس  
کے سینے پر ہاتھ رکھ دیئے۔  
یہ تو ہمیشہ سے تمہارا ہی ہے۔۔۔۔۔۔۔ "اس نے مسکراتے ہوئے"  
عائزہ کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے اور سر ہلکا پیچھے جھکا کر اس کے رخسار پر  
بوسہ دیا۔

وہ بلش کرنے لگی۔ اس نے عائرہ کو ہاتھ سے تھام کر اپنے آگے کیا اور اسے بانہوں میں بھینچ لیا۔ عائرہ کو اپنی محبت پر رشک آنے لگا۔ اس نے آنکھیں موندھے اس کے گرد گرفت مضبوط کر لی۔

وہ ہلکے ہاتھ انگلیوں کی پھوروں سے عائرہ کی کمر کو چھونے لگا۔ دل میں کئی جذبات امرٹنے لگے۔ دھڑکن کی رفتار بڑھنے لگی۔ لیکن دماغ بار بار اسے جھنجھوڑ رہا تھا۔ اسے کال پر اپنے آدمی کی کہی بات یاد آئی۔ اس سے پہلے وہ مزید بہکتا اور جذبات اختیار سے باہر ہو جاتے اس نے عائرہ کو اپنے حصار سے الگ کیا۔

اچھا جان۔۔۔۔۔ ہمیں چلنا ہو گا۔۔۔۔۔ مجھے ایک بہت "اپورٹنٹ کام آ گیا ہے۔۔۔۔۔" اس نے مدھم آواز میں معصوم تاثرات بنائے کہا۔

دس ازناٹ فیئر۔۔۔۔۔ تم نے کہا تھا آج پورا دن میرے ساتھ "  
گزارو گے۔۔۔۔۔" عائرہ بچوں جیسے منہ بنانے لگی۔

جانا بہت ضروری ہے۔۔۔۔۔ پلیز زرزرز۔۔۔۔۔ میری "  
جان۔۔۔۔۔ ہم بہت جلد یہاں دوبارہ آئیں گے۔۔۔۔۔  
اور۔۔۔۔۔ پھر شکار کے لیے بھی چلیں گے۔۔۔۔۔" اس نے اپنے  
ایک اور شوق سے آگاہ کیا۔ وہ عائرہ کو کندھوں سے تھامے منانے کی  
کوشش کرنے لگا۔

لیکن میں معصوم جانوروں کو شوٹ نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ "شکار پر"  
جانے کاسن کر عائرہ کی آنکھیں چمک اٹھی تھی مگر پھر جانوروں کے  
خیال سے ارادہ ترک کرنے لگی۔

اچھا تم مجھے شوٹ کرنا۔۔۔۔۔ "اس نے مزاحیہ انداز میں کہا۔ لیکن"  
عائزہ کی آنکھیں پھیل گئی۔

کسی بے ہودہ بات کر رہے ہو۔۔۔۔۔ "عائزہ کا دل دھڑک گیا اس"  
نے ڈپٹے ہوئے اس کے سینے پر تھپکی ماری۔

اچھا اچھا سوری۔۔۔۔۔ تم صرف ساتھ چلنا بس۔۔۔۔۔ "وہ ہنستا"  
ہوا قریب ہوا اور عائزہ کو سینے سے لگالیا۔ عائزہ کی تیز دھڑکن اسے  
بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔

اسی طرح خود سے لگائے وہ واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

نورا اپنے حصے کے لان میں بیٹھی کافی پیتے کوئی میگزین دیکھ رہی تھی۔  
اور اسی کے سامنے کرسی پر ذیشان بیٹھا کافی پیتے لیپ ٹاپ پر کچھ پڑھ



رہا تھا جب جالی دار گیٹ پر دستک ہوئی۔ دونوں ماں بیٹے نے بہ یک وقت سراٹھا کر دیکھا۔

بڑے پاپا ماما۔۔۔۔ وہاں کیوں کھڑے ہیں۔۔۔۔ اندر آئے "نا۔۔۔۔" ذیشان نے فوراً سے اٹھا اور رانا صاحب اور خاموش کھڑی کرن کو اندر آنے کا کہا۔

السلام علیکم رانا بھائی۔۔۔۔ آئیں بیٹھے۔۔۔۔ "نور نے سر پر ڈوپیٹہ" لیتے ہوئے سلام کیا اور کرن سے گلے ملی۔ ان دونوں بھائیوں کے مابین چاکی کے باعث نور اور کرن میں ایک مرتبہ پھر دوری آگئی تھی۔

وعلیکم السلام۔۔۔۔ روحان گھر پر ہے۔۔۔۔ "سلام کا جواب" دے کر رانا صاحب روحان کا پوچھتے اندر آئے۔

"پاپا تو باہر گئے ہیں۔۔۔۔۔ میں انہیں کال کر کے بلاتا ہوں۔۔۔۔۔"

ہمدردانہ تجویز دیتے ہالف سلیف گرین کمر کے ٹی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں ملبوس ذیشان نے جیب سے موبائل نکالا پر رانا صاحب نے اسے ٹوک دیا۔

میں دراصل نور سے ہی بات کرنے آیا ہوں۔۔۔۔۔" انہوں نے "لان کے کرسی پر بیٹھتے کہا۔ کرن نور اور ذیشان بھی ایک دوسرے کو دیکھتے اس چار نفری گول میز کے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

ہم یہاں عائزہ کی شادی کی تاریخ مانگنے آئے ہیں۔۔۔۔۔ میرے "خیال میں اب اس فرض کو پورا کرنے کا وقت آگیا ہے۔۔۔۔۔"

آپ کی بھی رضامندی ہو تو۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے سامنے افق

میں دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ گھر کے اس حصے کے جانب دیکھنے سے  
گریزاں تھے۔ دل کے کئی زخم تازہ ہونے لگے تھے۔

ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے رانا بھائی۔۔۔۔۔ عائرہ اس گھر کی ہی "

بچی ہے۔۔۔۔۔ جیسا آپ فیصلہ کریں۔۔۔۔۔ ہمیں منظور

ہیں۔۔۔۔۔" نور نے اپنائیت سے انہیں تسلی بخش جواب دیا۔

اور تم کیا کہتے ہو۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے ذیشان کے جانب رخ کر  
کے نرمی سے پوچھا۔

بڑے پاپا۔۔۔۔۔ آپ ہمارا سرچشمہ ہو۔۔۔۔۔ آپ جو نسی بھی "

تاریخ طے کریں۔۔۔۔۔ ہم بارات لیں کر آجائے گے۔۔۔۔۔" ذیشان

نے رانا صاحب کا ہاتھ تھامے ان کے ہاتھ کو عقیدت بھرا بوسہ دیا۔

رانا صاحب نے تسکین سے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

لیکن روحان اور سفیان۔۔۔۔۔ "کرن نے پہلی دفعہ گفتگو میں" مداخلت کی۔ اس کے سوال پر رانا صاحب کی مسکراہٹ واپس سمٹ گئی۔

"انہیں آپ مجھ پر چھوڑ دیں ماما۔۔۔ میں انہیں بتا دوں گا۔۔۔۔۔" ذیشان اٹھ کر کرن کے پاس آیا اور اس کے کندھے کے گرد بازو مائل کرتے ہوئے تسلی دی۔ کرن اس کے احترام اور محبت پر مسکرا دی اور اس کے رخسار پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔

شادی کے متعلق چند ضروری باتیں کر کے وہ دونوں میاں بیوی واپس اپنے پورشن میں آ گئے۔

XX

سفید تھری پیس سوٹ میں ملبوس آنکھوں پر بلیک گلاس لگائے وہ دنیا کو انگلی پر لیں کر چلنے والا حسین و جمیل لگ رہا تھا۔

ایک ریسٹورنٹ کے راہداری میں وہ تیز تیز چل رہا تھا اور اس کے دو ہٹے کٹے لمبے چوڑے گارڈز بھی اس کی حفاظت کرتے پیچھے آرہے تھے۔

سب سے کونے کے میز پر وہ ایک 19 سالہ نوجوان لڑکے کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ اس کے گارڈز موودب انداز میں ہاتھ باندھے اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

وہ پیر جھلاتے سرتاپیر بغور اس نوجوان کو مشاہدہ کر رہا تھا۔ اس کی کٹیلی نظروں سے دانیال عرف ڈینی کا حلق خشک ہونے لگا۔

ارحام کہاں ہے۔۔۔۔۔" سرد لہجاسپاٹ تاثرات اور بنا کوئی تہمید  
باندھے سیدھے سیدھے پوائنٹ کا سوال پوچھا گیا۔

مم۔۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا۔۔۔۔۔" ڈینی نے تھوک نکل کر گلاتر  
کرتے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔

اس کی لبوں پر اپنی مخصوص شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ سمجھنے  
کے انداز میں سر کو جنبش دیتے ہوئے اس نے جیب سے ایک پیکٹ  
نکالا اور ایک عدد سیگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبائی۔ شاہین کے  
پروں کے اشکار کا بنالاسٹراٹھا یا اور وہ سیگریٹ سلگائی۔ ایک کش بھر کر  
اس نے باقی کا سیگریٹ ڈینی کے جانب بڑھائی۔

پہلے تو وہ متذبذب ہوا لیکن اس کے اسرار پر جھپکتے ہوئے ڈینی نے  
سیگریٹ لے لی اور کش بھرنے لگا۔

"سیگریٹ سموکنگ کے علاوہ اور کونسا نشہ کرتا تھا ارحام۔۔۔۔۔"

اس نے اپنے لیے ایک اور سیگریٹ سلگاتے ہوئے دھویں کے غبار کے بیچ ہی ڈینی کو ایک سرد نگاہ سے دیکھا۔

صرف سیگریٹ نوشی کی ہی عادت تھی۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ "ڈینی"

کہتے کہتے رک گیا۔

لیکن کیا۔۔۔۔۔ "اس نے آگے ہو کر ڈینی کو آبرو اچکا کر ٹوکا۔"

لیکن وہ۔۔۔۔۔ یہ عام لوکل سیگریٹ نہیں ہوتی تھی۔۔۔۔۔ وہ"

ایک مخصوص فلیورڈ سیگریٹ ہوتی۔۔۔۔۔ جو یہاں بہت کم صرف اپنے اپنے ٹکانوں پر سمگل ہو کر آتی ہے۔۔۔۔۔ "اس نے سرگوشی کرتے ہوئے وضاحت دی۔

ارحام کہاں سے لیتا تھا۔۔۔۔۔" اسے ڈینی کے معلومات میں کوئی " دلچسپی نہ تھی۔ وہ صرف ارحام مبشر کو ٹریس کرنا چاہتا تھا۔

وہ مجھے نہیں پتا۔۔۔۔۔" ڈینی صاف مکر گیا۔

اس کے آبرو تن گئے اس نے نظریں اٹھا کر اپنے گارڈ کو دیکھا اور سر کو ہلکا خم دے کر اشارہ کیا۔ گارڈ اس کا اشارہ سمجھ کر سر کو خم دیتا ڈینی کے سر پر جا پہنچا اور اس کا گلا اپنے بازو میں دبوج لیا۔  
ڈینی ہاتھ پیر چلاتا آزاد ہونے کے جتن کرنے لگا۔

acid یہ کوئی عام مادہ نہیں ہے دانیال اکرام اللہ۔۔۔۔۔"

ہے۔۔۔۔۔" وہ اٹھ کر ڈینی کے سامنے آیا اور ایک چھوٹی بوتل اس کے آنکھوں کے سامنے لہرائی۔



اس کی ایک چھنٹ۔۔۔۔۔ تمہارے اس خوبصورت چہرے کا "زاویہ بدل سکتی ہے۔۔۔۔۔" ڈینی کو دھمکاتے ہوئے اس نے بوتل تھوڑی سی ترچی کر کے میز پر ایک بوندھ تیزاب گرایا تو اس جگہ جھاگ بننے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے مہنگی ترین لکڑی کے بنے میز کے اس حصے سے دھواں نکلنے لگا۔

ڈینی کی سانس رکنے لگا وہ وحشت زدہ سا اس کی طیش سے سرخ پڑتی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

سیدھی طرح اس جگہ کا ایڈریس بتا دو ورنہ۔۔۔۔۔ "اس نے" ڈینی کی تھیوڑی دبوچی اور اس کا سراو پر کو کر کے دوسرے ہاتھ میں پکڑی تیزاب کی بوتل ترچی کرنے لگا۔

رکو۔۔۔۔۔ بتاتا ہوں۔۔۔۔۔ پلیز زرز۔۔۔۔۔ بتاتا ہوں رک"  
جاؤ۔۔۔۔۔ "ایک ہی سانس میں انہیں روکتے ڈینی نے ہاتھ ہوا  
میں بلند کر دیئے۔

وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور اپنے گارڈ کو بھی دو انگلیاں اٹھا کر اس کا گلا  
چھوڑنے کا اشارہ کیا۔

ڈینی نے ایک نظر اس جوان کو دیکھا اور دوسری نظر اس کے دونوں  
گارڈز کو۔ پھر دھیمی آواز میں وہ اس جگہ کا پتہ درج کروانے لگا جہاں  
سے ارحام وہ مخصوص قسم کا سیگریٹ لیا کرتا تھا۔

XX

ہوٹل میں آگ لگنے کے بعد ارحام نے اپنے رہنے کے لیے 3 اور  
اسٹوڈنٹس کے ساتھ ایک مشترکہ فلیٹ رینٹ پر لیں لیا تھا۔ اور وہ جم

کوچ کے ہمراہ معاونت کے طور پر مقرر ہو گیا۔ دن میں جم اور شام کو ایک نائٹ کلب میں سروس۔ یہی اس کے زندگی کا ماحول بن گیا تھا۔ انشورنس کمپنی نے ہوٹل کو ہوئے تاوان کا آدھا معاوضہ تو میمونہ آنٹی کو دے دیا تھا لیکن وہ اتنا نہیں تھا کہ دوبارہ ہوٹل بحال ہو سکے اس لیے انہوں نے اپنی کار بھی بھیج دی۔ ان سب رقم کو ملا کر مینونہ آنٹی نے ہوٹل کی مرمت کروانے کے ساتھ ساتھ گامینٹس کا ایک چھوٹا سا کاروبار شروع کیا۔ حدیل کو اب اپنے کالج فیس کا بندوبست خود کرنا تھا اس لیے اس نے ایک فوڈ فیکٹری میں اسسٹینٹ کی جاب جوائن کر لی۔

وہ جو حدیل سے دور جانے کا ارادہ بنائے ہوئے تھا لیکن ایک دن بھی اس کے بغیر پیرس میں ٹک نہیں سکا۔ اسے حدیل سے محبت تھی یا

نہیں وہ سمجھ نہیں پارہا تھا لیکن اتنا ضرور جانتا تھا وہ لڑکی اسے دل سے عزیز ہے اور وہ اپنے پاگل پن کے ہاتھوں اسے ہرٹ نہیں کر سکتا۔  
اپنی اپنی مصروفیات کے چلتے ارحام اور حدیل میں ملنا کم ہو گیا تھا لیکن وہ ہر وقت رابطے میں ضرور رہتے۔ اس حادثے کے بعد ارحام اس کے ہر میسج اور کال کا فوراً سے جواب دیا کرتا تھا۔ وہ کسی صورت اپنی سابقہ غلطی دوہرانا نہیں چاہتا تھا۔

XX

آج حدیل کی 18 برتھ ڈے تھی اور اس نے اپنے سب ہی قریبی  
کے فادر کے کلب میں پارٹی دینے کا پلان (remo) فرینڈز کو ریمو  
بنایا۔

پارٹی سے ایک دن پہلے وہ ارحام کے ساتھ شاپنگ پر گئی۔ اپنے لیے اس نے وائٹ لانگ اسکرٹ اور سلیف لیس بلیک فلورل بلاوز لیا۔ اور ارحام نے عام سی وائٹ شرٹ اور جنیزز لیئے۔

پیرس کا موسم اس دن بہت خوشگوار تھا۔ صبح سے آسمان بادلوں سے دھکا ہوا تھا اور شام تک ہلکی بوندھا باندھی بھی شروع ہو چلی تھی۔ ٹھنڈی ہواؤں نے شہر کا رخ کیا ہوا تھا۔ محبتوں کے شہر میں ہر سوں پیار کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔

پارٹی کی رات حدیل نے اس سلیف لیس بلاوز اور لانگ اسکرٹ کے ساتھ سنہرے لمبے بال کھلے رکھے تھے اور نفیس سے میک اپ میں وہ سب سے دل نشین لگ رہی تھی۔ ارحام پہلی دفعہ کسی کلب

میں مہمان بن کر آیا تھا۔ ہلکی روشنی اور محسوس کن میوزک کے چلتے  
سماں مزید زنگین اور خمار آلود ہو گیا تھا۔

ہیپی برتھ ڈے پر نسیم۔۔۔۔۔ "ریمونے ہاتھ ہوا میں بلند کر"  
کے آگے آتے بلند آواز میں صدا لگائی۔

تھینکیو ریمو۔۔۔۔۔ "اس نے بروقت ریمو کے بازو کو پکڑ کر اسے"  
گلے لگنے سے روک لیا۔

ارحام کو وہ پہلے بھی ناپسند تھا اور اب اس حرکت کے بعد تو مزید زہر  
لگ رہا تھا۔ اس کے عصاب تن گئے لیکن وہ حدیل کی سالگرہ خراب  
نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اپنے غصے کو قابو رکھے رہا۔

ریمونے حدیل کے روکنے کی کوئی پرواہ نہیں کی اور وہ یوں ہی ہنستا  
جھومتا ارحام سے مصافحہ کرنے لگا۔

ارحام نے دائیں ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو جنبش دیتے جتاتے ہوئے اپنا بائیاں ہاتھ بڑھا کر حدیل کے کمر کے گرد مائل کر دیا۔

حدیل ارحام کے اس طرز پر کرنٹ کھا کر سیدھے ہوئی اور حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ ارحام اس کی نظروں کو نظر انداز کرتے ریمو سے پارٹی کے بابت مہو گفتگو تھا۔

اسی دوران ان کے باقی فرینڈز بھی گروہ کی شکل حدیل کے گرد جمع ہو کر ملنے لگے۔ ارحام سارا وقت یوں ہی اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا جس سے ریمو کے بشمول کئی دوسرے میل فرینڈز کو کھٹک ضرور محسوس ہوئی۔

سب سے سالگرہ کی مبارکباد وصول کرتے وہ اپنی فیملی فرینڈز کے  
جھمٹے کے ساتھ آگے بڑھ گئی اور ارحام ایک میز پر کمرٹکا کر سموکنگ  
کرنے لگا۔

Irhaam.... come dance with us.....

وہ حدیل کو دیکھتے اپنے خیالوں میں گم سیگریٹ کے کش بھر رہا تھا  
جب اس نے حدیل کی ایک دوست کو کہتے سنا۔ حدیل بھی ڈانس فلور  
پر ڈانس کرتی اسے اشارہ کرتے ہوئے پاس بلا رہی تھی۔

اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا اور اس فریج لڑکی کو بھی ہاتھ اٹھا کر  
معذرت کر دی۔ کلب میں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت  
لڑکیاں موجود تھی۔ کچھ تو اس ہینڈ سم نوجوان سے بات کرنے بھی  
آئی مگر اس کے توجہ کا مرکز صرف حدیل فرانسیسکو تھی۔ وہ مخمور



نظروں سے حدیل کو دیکھے جا رہا تھا۔ اسے اس پر بہت پیار آنے لگا  
لیکن پھر آنکھوں میں سختی در آئی تھی۔ ریمو نے ڈانس کرتے کرتے  
حدیل کے جانب رخ کیا اور اب قریب ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔  
ارحام نے ایش ٹرے پر سیگریٹ کا بقیہ حصہ زور سے دبایا اور تیزی  
سے ڈانس فلور کے جانب گامزن ہوا۔ حدیل اور ریمو کے بیچ آکر وہ  
حدیل کے جانب رخ کر کے مسکرایا۔  
حدیل کو لگا وہ اس کے ساتھ ڈانس کرنے آیا ہے اس کی خوشیوں کا  
ٹھکانہ نہیں تھا وہ اس کے گردن کے گرد بازو مائل کرتے مزید اچھلنے  
لگی۔ ارحام نے بھی ساتھ دینے اسے کمر سے تھام لیا۔

ارحام کی ریمو کی طرف پشت تھی۔ ریمو کے میوزک پر چلتے قدم  
رک گئے وہ غصے سے ارحام کی پیشت کو دیکھتا ڈرنک بار کے جانب  
بڑھ گیا۔

وہ ڈرنک کرتا ارحام اور حدیل کو حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہا  
تھا۔ کچھ دیر اور ڈانس کر کے وہ پورا گروپ بار کے جانب آگیا اور  
سب اپنے اپنے آرڈرز نوٹ کروانے لگے۔  
ارحام کی قربت پا کر حدیل تو مانو آسمانوں پر تھی اسے جیسے ریمو دکھائی  
ہی نہیں دے رہا تھا۔

حدیل سموکنگ اور ڈرنک نہیں کرتی تھی اور ارحام کو بھی صرف  
سموکنگ کی لت تھی۔ ڈرنک وہ بھی نہیں کرتا تھا اس لیے حدیل نے

اپنے اور ارحام کے لیے سافٹ ڈرنک آرڈر دیئے اور باقی سب نے اپنی پسند کی شراب۔

آرڈر نوٹ کروانے کے بعد وہ سب ایک میز کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے۔ ان کی ایک دوست نے ریمو کو ساتھ چلنے کی پیشکش کی لیکن اس نے فلحال یہی بیٹھ کر ڈرنک کرنا چاہتا ہوں کہہ کر ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔

چند منٹ بعد جب ایک ویٹر ٹرے میں ان کا آرڈر لیئے اس سمت جا رہا تھا تو ریمو نے اسے راستے میں ہی روک لیا اور جیب سے ایک کیپسول نکال کر اس کے اندر کا مواد سافٹ ڈرنک کے ایک گلاس میں ڈال دیا۔

دھیان رہے۔۔۔۔۔ یہ گلاس اس کالے بالوں والے کو"  
دینا۔۔۔۔۔" ریمو نے درشتی سے تنبیہ کیا۔

وہاں سب سنہرے گرے یا براون بالوں والے تھے ایک ارحام ہی  
سب میں الگ سیاہ بالوں کا مالک تھا اس لیے ریمو نے ویٹر کو سیاہ بالوں  
سے اس کی نشاندہی کروائی۔

چونکہ کلب ریمو کے فادر کا تھا اس لیے ویٹر خاموشی سے سر اثابت  
میں ہلاتا ان فرینڈز کے پاس گیا اور سب سے پہلے اس نے ارحام کو ہی  
وہ مواد ملایا ہوا سافٹ ڈرنک کا گلاس تھمایا۔ باقی سب کو ان کا آرڈر  
تسقیم کر کے وہ ویٹر دوسری سمت بڑھ گیا۔

ارحام کو وہ سافٹ ڈرنک پیتے دیکھ کر ریمو کے چہرے پر مسکراہٹ  
پھیل گئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو کمپوز کرتا ان سب کے پاس چلا آیا۔

XX

سفیان ہشاش بشاش تیار بالوں کورائٹ سائیڈ پر جمائے تازی شیو  
چیپس کھاتا رانا ہاوس میں داخل ہوا۔ لاؤنج میں 1ays تراشی ہوئی  
داخل ہوتے وہ ٹھٹک گیا۔ گھر میں ہر سوں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔  
فضا میں ملازمین کے کام کرتے ہاتھوں تک کی چھاپ نا تھی۔ اس کا  
دل بد مزہ ہونے لگا۔  
اس نے ایک نظر کرن کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا پھر رانا  
صاحب کے۔

ایک لمبی سانس لے کر اس نے لیز کاپیکٹ سینٹرل ٹیبل پر رکھا اور  
ہاتھ جھاڑتے رانا صاحب کے کمرے کے جانب بڑھ گیا۔

بغیر دستک دیئے اس نے ہلکے سے ناب گھما کر دیکھا رانا صاحب  
سامنے جائے نماز پر بیٹھے تھے۔ وہ دبے قدموں سے چلتے اندر آیا اور  
دو زانو ہو کر ان کے سامنے بیٹھا۔

رانا صاحب کے آگے قرآن پاک کا سورہ رحمن کھلا تھا۔ ان کی آنکھیں  
بند تھیں رخسار بھیگے ہوئے تھے اور لب مسلسل حرکت کر رہے  
تھے۔ وہ زبانی سورہ رحمن تلاوت کر رہے تھے۔  
ان کے بھیگی سفید داڑھی دیکھ کر سفیان کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا  
لگنے لگا۔ وہ جوان سے عائرہ کے متعلق کچھ کہنے آیا تھا فوراً سے اٹھا اور  
بنا نہیں ڈسٹرب کئے واپس کمرے سے باہر آ گیا۔

سر جھٹکتا لاؤنج کے سینٹرل ٹیبل تک آ کر وہ رک گیا۔ جہاں تک اسے  
یاد پڑتا تھا وہ یہاں لیز کا پیکٹ رکھ کر گیا تھا اور اب وہ جگہ خالی تھی۔ وہ

آس پاس دیکھتے تلاش کرنے لگا جب اس کے سماعتوں میں چپس چٹنے کی آواز پڑی۔ سامنے دیکھنے پر اس کی نظر عائرہ مبشر پر پڑی جو بلیک پینٹ اور فیروز کی کُرتی زیب تن کئے سلکی بالوں کی لمبی پونی بنائے پر مووی دیکھتے مزے سے LCD بڑے صوفے پر پیر دراز کئے وہی لیز چپس کھا رہی تھی۔

بغیر پوچھے کسی کی چیز نہیں اٹھاتے۔۔۔۔۔ "سفیان نے دبے دبے" خفگی سے کہا۔

اور کھانے کی چیز تو بالکل نہیں۔۔۔۔۔ "اپنی بات مکمل کرتے وہ ٹی وی" اسکرین کے سامنے آگیا اور ہاتھ باندھے کھڑا ہو گیا۔

یہ۔۔۔۔۔ "آپ" کہہ رہے ہیں رانا سفیان۔۔۔۔۔ "عائرہ نے" تعجبی انداز میں آپ لفظ پر زور دے کر مخاطب کیا۔

کلاس سے میرا 6th کلاس --- نہیں نہیں --- 6th جو خود 7" لنچ باکس چھین کر کھاتے آرہے ہیں --- "اس نے جتاتے ہوئے خفگی کا اظہار کیا۔

تم لڑکیاں اتنی پرانی باتیں کیسے یاد رکھ لیتی ہو --- "سفیان نے" چڑ کر کہا اور اس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔

کیونکہ ہم اپنا لنچ باکس چور کبھی نہیں بھولتیں --- "عائزہ نے" گردن اکھڑا کر آبرو اچکائے۔

کتنا پیارا بچپن تھا ہمارا --- سب مل جل کر رہتے "تھے --- پتا نہیں یہ دوریاں کب ختم ہوگی --- "سفیان کے آواز میں افسردگی درآئی تھی۔



اس نے کھوئے ہوئے انداز میں ہاتھ بڑھا کر چپس لینے کی کوشش کی۔

جب ارحام واپس آئے گاتب۔۔۔۔۔ "عائزہ نے دل گرفتگی سے" آہ بھری اور سفیان کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر تھپکی ماری۔

سفیان جھنجھلا کر اٹھا اور عادت سے مجبور عائزہ کی پونی کھینچتا باہر بھاگا اور وہ منہ بھسورتے رہ گئی۔

DISCOVER STORIES, FIND YOURS!  
XX

ٹھیک 12 بجے ایک بڑا سا کیک حدیل کے سامنے پیش ہوا اور وہ چمکتے ہوئے کیک کٹ کرنے لگی۔

ارحام نے اس کے پہلو میں کھڑے تالیاں بجاتے اسے وش کیا۔ حدیل نے مشکور ہوتے کیک کا ٹکڑا سب سے پہلے ارحام کو ہی دیا۔

ابھی کیک کھانے اور کھلانے کی ہی تقریب چل رہی تھی جب ارحام کو اپنا سر بھاری ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے تعجب سے آس پاس دیکھا۔ کلب کے لائٹس اور انسان سب گڈ مڈ ہونے لگا۔

وہ بار بار پلکیں جھپکاتے اور سر جھٹکتے خود کو سنبھالے رکھنے کی کوشش کرتا رہا لیکن زیادہ دیر تک نہیں پایا اور لڑکھڑانے لگا۔ حدیل اپنی فرینڈز کو کیک کھلانے میں مصروف تھی وہ ارحام کے جانب متوجہ نہیں تھی لیکن ریمو کی آنکھوں کی چمک اور شرارت بھری مسکراہٹ دیدنی تھی۔

ہر گزرتے پل کے ساتھ ارحام کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ لڑکھڑاتے ایک ویٹر سے ٹکرا گیا اور اس ویٹر کے ہاتھوں سے جب گلاس کاٹرے گرنے پر ماحول میں شور برپا ہوا تب حدیل نے پیچھے مڑ

ارحام۔۔۔۔۔ تم ٹھیک تو ہو۔۔۔۔۔ کیا ہوا تمہیں۔۔۔۔۔ "اس" نے ارحام کو گرنے سے بچانے کی کوشش کرتے صوفے پر بیٹھا دیا۔ نشے میں دھت ارحام کو حدیل کے ہونٹ حرکت کرتے تو نظر آئے لیکن وہ اس کے کسی بھی فقرے کو سمجھنے کی سکت نہیں کر پارہا تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

□ □

صبح ارحام کی نیند آنکھوں پر تیز روشنی پڑنے سے کھلی۔ وہ اپنے کمرے میں اپنے بیڈ پر بائیں کروٹ پر لیٹا ہوا تھا۔ اور سامنے کھڑکی سے آتی

آفتاب کی تیز شعاعوں نے اس کی نیند خراب کر دی تھی۔ کل رات بھر کے برسات کے بعد آج دن کا سورج کافی روشن تھا۔

اس نے بہ مشکل آنکھیں کھولنے کی کوشش کی۔ اس کے پورے جسم میں شدید ٹیس اٹھ رہی تھی۔ وہ اپنا سر پکڑے اسسکس کرتا کروٹ بدل کر سیدھا ہوا۔ ہلکی ہلکی پیشانی دباتے ہوئے اس کا اپنے بازو پر دھیان گیا۔ بازو پر سے نظریں سینے پر جا ٹھہری تو وہ شرٹ لیس تھا۔ اس نے درد کی وجہ سے واپس آنکھیں بند کر دی اور رات کے واقعات یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

وہ واپس کیسے آیا۔ بغیر کھڑکی کا پردہ برابر کیے اور بناناٹ ڈریس پہنے وہ نیم برہنہ حالت کیسے سو گیا؛ اس نے ذہن پر زور دیا لیکن کچھ یادنا آسکا۔ اسی کشمکش میں مبتلا وہ دائیں کروٹ پر ہوا ہی تھا کہ ٹھٹک گیا۔

ایک جھٹکے سے اس کی آنکھیں پوری کھل گئی۔ چند ثانیے وہ سانس لینا ہی بھول گیا۔ حدیل اس کے ساتھ بیڈ لیٹی پر گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔

ارحام کو دھچکا لگا وہ فوراً سے اٹھ بیٹھا اور آنکھیں رگڑیں کہ کہی وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا لیکن وہ خواب نہیں تھا شفاف حقیقت تھی۔ اسے سیچویشن سمجھنے میں کچھ وقت لگا۔ اس نے حیرانگی سے پھر سے سوئی ہوئی معصوم حدیل کے چہرے کو دیکھا۔ اس نے گردن تک بیڈ شیٹ لی ہوئی تھی۔

ارحام کے دل میں وسوسے امرڑے تھے۔ دماغ میں الگ الگ خیالات کی جنگ سی چڑھ چکی تھی۔

وہ کچھ پل کو اپنا درد بھلائے پھر سے پارٹی کے بعد کا واقعہ یاد کرنے لگا  
لیکن ساری کوششیں بے سود تھی اسے کچھ یاد نہ تھا۔ بے بسی سے اس  
پاس دیکھتے اس کی نظریں فرش پر بکھرے اپنی شرٹ سمیت حدیل  
کے کپڑوں پر پڑی۔ اس کے خدشات حقیقت میں تبدیل ہونے  
لگے۔ ارحام کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ وہ پلک تک نہ جھپکاسکا۔

نُونُونُو۔۔۔۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ ارحام۔۔۔۔۔ یو کانت ڈو"  
you can't do this دس ٹوہر۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ "وحشت کے حال میں وہ بیڈ پر سے اتر گیا اور سر پکڑ کر  
پھر سے سوچنے کی کوشش کی۔

آ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ کچھ یاد کیوں نہیں آرہا۔۔۔۔۔ "وہ کراہ"  
اٹھا۔ سیاہ آنکھیں ڈبڈبائی تھی۔

نہیں۔۔۔۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ تو ایسا نہیں کر سکتا"  
ارحام۔۔۔۔۔ ڈیم اٹ۔۔۔۔۔ یہ سب سچ نہیں ہے۔۔۔۔۔ ایسا  
نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ تم حدیل کے ساتھ۔۔۔۔۔ نو۔۔۔۔۔  
نو۔۔۔۔۔ "وہ 19 سالانہ جوان گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔  
ذہن کے پردوں پر ایک بوسیدہ یاد لہرائی۔  
ایک بات یاد رکھنا ارحام۔۔۔۔۔ میں نے اپنے ماضی میں جتنے بھی "  
برے کام کیئے ہو۔۔۔۔۔ لیکن میں نے کبھی کسی عورت کی عزت  
smoker drinker داغ دار نہیں کی۔۔۔۔۔ میں جیسا بھی تھا  
۔۔۔۔۔ مگر زانی نہیں cruel rude strict man  
تھا۔۔۔۔۔ اور اگر تم نے یہ حد پار کی۔۔۔۔۔ تو میرا جنازہ دیکھنا بھی  
، تم پر حرام ہے۔۔۔۔۔ یہ بات کبھی مت بھولنا۔۔۔۔۔ "رانا مبشر کی

اپنے دل عزیز ڈیڈ کی رعب دار آواز اس کے سماعتوں میں گونجنے لگی۔  
اس کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ اپنے ڈیڈ کی وارننگ یاد  
کرتے اور سامنے حدیل کے بکھرے کپڑے دیکھ کر وہ پھوٹ پھوٹ  
کر رونے لگا۔

XX

حدیل کی آنکھیں کسی کی بھاری سسکیوں سے کھلی۔ اس نے عنودگی  
کے حالت میں پلکیں جھپکاتے ہوئے سامنے دیکھا تو بیڈ کا وہ حصہ خالی  
تھا اور ارحام فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھے ہاتھ فرش پر ٹکائے بچوں کے  
جیسے رورہا تھا۔

"why are you crying" او گاڈ۔۔۔۔۔ ارحام۔۔۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔۔۔"  
حدیل کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ جھٹ سے چادر پرے "crying"



پھینکتی ارحام کے پاس گئی اور اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لیے  
پریشانی سے دیکھنے لگی۔

۔۔۔۔ مجھے i don't know مجھے کچھ یاد نہیں حدیل۔۔۔۔"

نہیں پتا میں نے کیا کر دیا ہے۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔

پلیزززز۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔" روتے ہوئے ارحام نے

نظریں اٹھا کر حدیل کو دیکھا تو وہ اس کے نائٹ ڈریس کے ٹی شرٹ  
اور بلیک ٹراؤزر میں تھی۔ اس کا دل مزید ڈوب گیا۔ اس کا من کیا وہ

خود کو شوٹ کر دے۔

میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔۔۔۔ مجھے نہیں یاد کیا ہوا"  
ہے۔۔۔۔ حدیل میں تمہیں ہرٹ نہیں کر سکتا۔۔۔۔ میں نے

جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔۔۔۔۔" وہ روہانسی ہو کر پھر سے وضاحت دینے لگا اس کی آواز کانپنے لگی تھی۔

ارحام پلیر زرزریکس۔۔۔۔۔ تم نے کچھ نہیں کیا۔۔۔۔۔ ٹرسٹ " می۔۔۔۔۔ میں صرف تمہارے بغل میں سو رہی تھی۔۔۔۔۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے بیچ کچھ ہوا ہے۔۔۔۔۔ " حدیل نے اسے چپ کرواتے اس کا سراپہ کندھے پر رکھ دیا۔ وہ پورا بچھتاوے میں ڈوب گئی تھی۔ اسے رات یہاں رکنے کی اپنی حماقت پر شدید غصہ آنے لگا۔ ناجانے اس نے ارحام کے کونسے زخم تازہ کر دیئے تھے۔

تم اچانک بے ہوش ہو گئے تھے۔۔۔۔۔ میں تمہیں سمینول کے " کی مدد سے یہاں لے کر آئی۔۔۔۔۔ تب تک بارش بہت تیز ہو گئی

بہت بھیگ گئی تھی۔۔۔۔۔ میرا گھر already تھی۔۔۔۔۔ میں  
جانا بہت مشکل ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ رات بھی بہت ہو رہی تھی اس لیے  
یہی سو گئی۔۔۔۔۔ بس اتنی سی بات ہے ارحام۔۔۔۔۔ اور کچھ  
نہیں ہوا۔۔۔۔۔ "حدیل نے آزر دگی سے اسے رات کی روداد سنائی۔

I am pure like a crystal..... you

haven't done anything.....

حدیل نے ترحم آمیز نگاہوں سے ارحام کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے  
ہوئے اسے یقین دہانی کروائی۔

تم بہت اچھے ہو۔۔۔۔۔ تم میری زندگی کے وہ واحد مرد ہو جو مجھے "  
اپنی جان سے بھی قیمتی اور معتبر ہے۔۔۔۔۔ میں تم پر آنکھ بند کر

کے بھروسہ کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔" اس کی سبز آنکھوں میں نمی  
امڑنے لگی۔ وہ بہت مدھم اور نرم لہجے میں گویا تھی۔

میں ایسا بالکل نہیں ہوں۔۔۔۔۔ مت کرو مجھ پر اتنا اعتبار۔۔۔۔۔"

برباد ہو جاو گی۔۔۔۔۔ میری ایجنج بہت خراب ہے۔۔۔۔۔ میرا  
پاسٹ۔۔۔۔۔" ارحام کے آنسو تھم چکے تھے وہ ان سبز آنکھوں  
میں دیکھتے ماضی کے بارے میں بتانے لگا تھا لیکن حدیل نے ٹوک  
دیا۔

مجھے نہیں جانتا۔۔۔۔۔ تمہارے پاسٹ میں جو بھی ہوا ہے مجھے اس  
سے کوئی مطلب نہیں ہے۔۔۔۔۔

The only thing i know is.... that I  
love you...

میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔۔۔ جب سے ہوش سنبھالا ہے " صرف تم ہی کو چاہا ہے۔۔۔۔۔ آئی ریلی لویو۔۔۔۔۔ " حدیل نے اس سے اپنے محبت کا اظہار کیا۔

اگر کوئی عورت آپ سے محبت کا اظہار کرتی ہے تو آپ خوش قسمت ہے کیونکہ عورت کے فطرت میں حیا ہے اس کا وقار اس کی نسوانیت اجازت نہیں دیتی کہ وہ کھل کر اظہار کر سکے مگر جب کوئی عورت خوبصورت لفظوں سے اظہار کرتی ہے تو یاد رکھیں آپ اس کو بے تحاشہ بے حد بے شمار عزیز ہیں۔

اس کا اظہار سن کر ارحام کے تاثرات بدل گئے وہ نظریں چرا گیا۔ پاسٹ کو بھول جاوارحام۔۔۔۔۔ ہم مل کر اپنا پریزنٹ اور فیوچر " سنوارے گے۔۔۔۔۔ ایک سوکھی روٹی ہی سہی آدھی آدھی کر

کے کھائیں گے۔۔۔۔ تمہاری بانہوں میں، میں فٹ پاتھ پر بھی سو جاؤ گی۔۔۔۔ کبھی تم سے شکایت نہیں کروں گی۔۔۔۔ "وہ محبت کا اظہار کرتے ارحام کو نئے خواب دکھانے لگی۔

یہ سب ممکن نہیں ہے۔۔۔۔ یہ سب صرف کہنے کی باتیں ہوتی " ہے۔۔۔۔ "ارحام ایسے خواب نہیں دیکھنا چاہتا تھا جہاں اس کے ساتھ حدیل بھی تکالیف کا شکار ہو جائے۔  
تمہارا ساتھ ہو تو ممکن ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ "حدیل کا دل دھڑکنے لگا وہ اپنا پیار کھونا نہیں چاہتی تھی۔

، مت کرو مجھ سے اتنا پیار۔۔۔۔۔ میری قسمت میں محبت " رشتے، گھر، فیملی جیسے الفاظ نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں کسی کے پیار کے قابل نہیں ہوں۔۔۔۔۔ میں کبھی اپنے ماں باپ کا نہیں

ہو سکا۔۔۔۔۔ تمہارا کیا خاک بنوں گا۔۔۔۔۔ "اس نے اپنے آپ پر  
استحز یہ ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔ اپنی بد قسمتی پر ایک مرتبہ پھر اس کی  
آنکھیں بھر آگئی تھی۔

جانتے ہو ارحام۔۔۔۔۔ تم آج میرے سامنے دوسری دفعہ "  
روئے ہو۔۔۔۔۔ پہلی مرتبہ اپنے وقار کے چھین جانے کے خوف  
سے۔۔۔۔۔ دوسری مرتبہ میری عزت خراب کر دینے کے ڈر  
سے۔۔۔۔۔ "اس نے ہمدردی سے ہاتھ بڑھا کر ارحام کے رخسار  
صاف کئے۔

میری مام کہتی ہے۔۔۔۔۔ ایک خود دار اور غیرت مند مرد صرف "  
اس عورت کے سامنے روتا ہے جو اس کے لیے بہت اہم ہو۔۔۔۔۔  
جو اس کے دل کے بہت قریب ہو۔۔۔۔۔ تم نے مجھے اتنی اہمیت دی

ہے۔۔۔۔۔ تو آخر کیوں ناہو مجھے ایسے انسان سے محبت۔۔۔۔۔ جو  
دنیا کے لیے سونامی کا طوفان ہے۔۔۔۔۔ اور صرف میری لیے  
سکون کا دریا۔۔۔۔۔ "حدیل اس کے قریب کھسکی اور اس کے  
کندھے پر سر رکھ دیا۔

ارحام نے اسے نہیں ہٹایا۔ اس کی باتیں ارحام کو سکون دے رہی  
تھی۔

تمہیں جتنا میں سمجھ سکی ہوں۔۔۔۔۔ اتنا شاید ہی کوئی اور جانتا  
ہوگا۔۔۔۔۔ تم روڈ ہو۔۔۔۔۔ بہت جنونی ہے۔۔۔۔۔ پاگل  
ہو۔۔۔۔۔ لیکن تم بہت رحم دل ہو۔۔۔۔۔ تمہارا دل شیشے کی  
and that's what  
matters for me۔۔۔۔۔



حدیل اس کے کسی بھی دلائل کے زیر اثر آئے بغیر اس پر اپنی دنیا  
قربان کر دینے کو تیار تھی۔

وہ اسے پسند کرتی ہے یہ تو ارحام جانتا تھا پر وہ اس سے اس قدر محبت  
کرتی ہے یہ آج اندازہ ہو رہا تھا۔ کیا تھی وہ لڑکی۔ اس کی ہمراز۔ اس  
کے درد کی ساتھی۔ اس کے خوشی کی وجہ یا ایک نئے طوفان کا

اندیشہ۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!  
XX

شاہ اند سٹریلین پاکستان کے مانوس اور پاور فل بزنس میں شمار ہونے والا  
ایک بڑا نام۔

لیکن کہتے ہیں کامیابی دائمی نہیں ہوتی۔ اس کا ایک وقت ہوتا ہے اور  
وہ وقت گزر جاتا ہے۔

تیمور شاہ اور رانا فیملی کے ہمیشہ سے اچھے تعلقات رہیں تھے۔ دوستی کے آڑ میں شاہ انڈسٹریل نے کئی مرتبہ رانا فیملی کے بڑھتے کاروبار کو دبانے کی، پس پشت ڈالنے کی بہت کوشش کی لیکن جس نے اللہ کی رسی تھام رکھی ہو وہ کبھی نہیں گرتے۔

ایمانداری سے بزنس چلاتے ملک کے فلاح و بہبود میں جھٹے رانا مبشر اور روحان کے ایمپائر کا تو تیمور شاہ کچھ نابگاڑسکا لیکن خود کو منہ کی کھانی پڑ گئی۔

ان کے ایک گھوٹالے کے باعث شاہ انڈسٹریل کو کافی بڑا نقصان پہنچا۔ رانا ایمپائر نے مشکل وقت میں دوست کی مدد بھی کی پر شاہ انڈسٹریل کی مثال اس بچے جیسی ثابت ہوئی جسے ہاتھ پکڑا تو وہ سر پر

بیٹھنے کی ضد کرنے لگے۔ تیمور شاہ آستین میں چھپے سانپ کا کردار  
ثابت ہوئے۔

(zavia) اپنا اقتدار بچانے تیمور شاہ نے اپنی اکلوتی بیٹی زاویہ شاہ  
کا پروپوزل ذیشان کے لیے بھیجا۔ زاویہ اور ذیشان (shah)  
کے دوران کلاس میٹ رہے تھے اس لیے ذیشان اس کے MBA  
کردار سے خوب واقف تھا۔ دولت اور شہرت کی نشے میں مست  
زاویہ شاہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا خود غرض باپ اس کا استعمال  
کر رہا ہے، یونیورسٹی کے سب سے قابل اور ہینڈ سم لڑکے سے شادی  
کی آفر پر مانواڑنے لگی۔ لیکن ذیشان کو وہ ایک آنکھ نابھاتی تھی۔ وہ  
اپنے اصولوں کا پکا تھا وہ قطعی طور پر اس رشتے کے لیے راضی نہ ہوا۔

XX

ذیشان بلیک کلر کے برانڈ ڈتھری پیس سوٹ میں ملبوس۔ ہاتھ میں  
کی ڈائمنڈ پلیٹڈ واچ پہنے رعب و دبدبہ بنائے شاہ اند سٹریل Rado  
کے بلڈنگ پہنچا۔ اس نے شرٹ کی آستین کمنیوں تک موڑ رکھی  
تھی اور کوٹ ایک بازو پر ڈالے شاہ اند سٹریل کے بلڈنگ میں تیز تیز  
چل رہا تھا۔

Rana zeeshan is here....  
ذیشان نے تیمور شاہ کے کیمین سامنے بیٹھی سیکرٹری کو اس نے اپنا

تعارف بتایا تو وہ سر کو خم دیتی انٹرکام پر کسی سے مخاطب ہوئی۔

You can go inside sir.....

کال پر موجود شخص کی ہدایت سن کر اس نے فوراً ذیشان کو اندر جانے  
کا کہا۔

وہ سر کو جنبش دیتے ہوئے بے تاثر انداز میں تہزیب سے کینبن کے دروازے پر دستک دے کر اندر داخل ہوا تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

مس زاویہ شاہ۔۔۔ کیسی ہے آپ۔۔۔۔۔ "آبرو اچکا کر کہتے" ذیشان قدم قدم آگے آیا۔

زاویہ شاہ 23 سالہ جوان اور خوبصورت لڑکی۔ گول چہرہ لمبی آنکھیں چھوٹی ناک گلابی ہونٹ حسن کی صورت تھی وہ۔ کندھوں تک آتے اسٹپ کٹ کئے براؤن بال کھلے چھوڑے۔ رائل بلیو کلر سلک کا ہالف سلیف ٹاپ پہنے جس کا گلاب بہت ڈیپ تھا۔ ٹائٹ جینز اور لمبی ہیل پہنے ذیشان کو اپنی اداؤں سے بہکانے کی پوری کوشش کرتی اس کے قریب آئی۔

ذیش۔۔۔۔۔ کتنے عرصہ بعد ملے ہو۔۔۔۔۔ کتنا بدل گئے " ہو۔۔۔۔۔ "مخمور آواز میں کہتے اس نے ذیشان کے بازو سے کوٹ لے کر دائیں جانب صوفے کے پشت پر ڈال دیا۔ اس کی نشیلی آنکھیں ذیشان کے چہرے کا طواف کر رہی تھی۔

مسٹر شاہ۔۔۔۔۔ "ذیشان سپاٹ تاثرات بنائے اس کے کسی بھی ادا" سے متاثر ہوئے بغیر تیمور شاہ کا پوچھنے لگا۔  
ڈیڈ تو آج آفس نہیں آئے۔۔۔۔۔"

but.... iam available for you....

جو بھی بات کرنی ہو۔۔۔۔۔ مجھ سے کرو۔۔۔۔۔ "زاویہ شاہ اپنی ہر حد پار کرتی ذیشان کے قریب گئی اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنی پر رکھ دیئے۔ (waist) ویسٹ

ذیشان نے جبرے سخت کر لیے۔ زاویہ کی گرم سانسیں اس کے چہرے پر گردش کرنے لگی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ ذیشان کے کندھے کے گرد مائل کر دیا تھا اور دوسرے کو حرکت دیتی پہلے اس نے ذیشان کی ٹائی کھولی اور پھر اس کے شرٹ کے بٹن کھولنے لگے۔

تم بات کرنے کے لیے نہیں۔۔۔۔۔ پیار کرنے کے لیے بنی"

ہو۔۔۔۔۔" ذیشان نے خمار آلود نگاہوں سے طنزیہ انداز میں اس کا سراپا دیکھتے اس کی ویسٹ پر گرفت مضبوط کر کے اسے خود سے لگا لیا۔

یہی تو میں چاہتی ہوں۔۔۔۔۔" زاویہ تڑپ اٹھی۔ اس نے ذیشان کے کان میں سرگوشی کرتے اس کے کان لوہ اپنے ہونٹوں میں دبا

لی۔ شرٹ کے پہلے چند بٹن کھول کر وہ اپنا ہاتھ اس کے مضبوط سینے پر پھیرتی اسے للچانے کے ساری حدیں پار کر رہی تھی۔

زاویہ۔۔۔۔۔سٹاپ اٹ۔۔۔۔۔"ذیشان نے درشتی سے"  
اسے روکنا چاہا لیکن وہ پوری مدہوش ہو چکی تھی۔

زاویہ کے لبوں نے اپنے منزل کے جانب رخ کر دیا۔ وہ ذیشان کے کان کے پیچھے پھر اس کی گردن پر ایک ایک کر اپنا لمس چھوڑتی گئی۔  
اس کی شرٹ مٹھی میں دبوچے جب وہ اس کے مضبوط سینے کے

جانب بڑھی تو ذیشان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے زاویہ کو کندھوں سے جکڑ کر خود سے دور کیا۔



وہ ایک جھٹکے سے ہوش کی دنیا میں لوٹ آئی اور بے یقینی سے اس کے  
ضبط سے سرخ پڑتی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اس کی نظروں میں دنیا  
جہاں کی حقارت اور نفرت در آئی تھی۔

مس زاویہ شاہ۔۔۔۔۔ میرا جسم۔۔۔۔۔ میرا پیار بہت انمول "  
ذخیرہ ہے۔۔۔۔۔ اور اس پر صرف میری بیوی کا حق ہے۔۔۔۔۔ تم  
جیسی چیپ لڑکیاں اپنے حوس کا نشانہ بنا کر اسے بے مول نہیں کر  
سکتی۔۔۔۔۔ میرے معیار پر آنے کے لیے تم جیسی لڑکی کو اپنا کردار  
تیزاب سے دھونا پڑے گا۔۔۔۔۔ "ایک ہی جھٹکے سے ذیشان نے  
اسے پرے دھکیلا۔ وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

اور کہہ دینا اپنے اس تھرڈ کلاس باپ سے۔۔۔۔۔ اپنی کیریئر "  
(tricks) لیس بیٹی کا استعمال کر کے مجھے بہکانے کے یہ ٹرکس

بند کریں۔۔۔۔۔"ذیشان کی آواز اونچی ہو گئی۔ طیش سے وہ دانت پر دانت جمائے زاویہ کو تردید کرنے لگا۔

اپنی ڈوبتی کشتی بچانے کے لیے اس ڈیل کی ضرورت اسے "ہیں۔۔۔۔۔ مجھے نہیں۔۔۔۔۔ اگر اسے یہ ڈیل کرنی ہے تو ٹیکسٹ ٹائم وہ میرے آفس آنے کی زحمت کریں۔۔۔۔۔ اور لیں (appointment) ہاں۔۔۔۔۔ وہ بھی اپنا انٹیمینٹ کر۔۔۔۔۔ میرے پاس ہر فضول انسان سے ملنے کا وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔" طیش سے انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتے ہوئے وہ واپس مڑتے اپنی شرٹ کے بٹن بند کرنے لگا۔

ذیش۔۔۔۔۔"زاویہ معصوم تاثرات بنائے پھر سے اس کے جانب "بڑھی۔

ذیش نہیں ذیشان۔۔۔۔۔ رانا ذیشان۔۔۔۔۔ رانا ایمپائر کا

۔۔۔۔۔ مسٹر رانا ذیشان۔۔۔۔۔ سر۔۔۔۔۔ MD

صاحب۔۔۔۔۔ "اس نے زاویہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس کی تصحیح کی۔

آئینہ میرا نام۔۔۔۔۔ بہت ہی ادب اور احترام سے لینا۔۔۔۔۔ اور یہ

جسمانی نمائش کا مجسمہ بن کر میرے سامنے پھر کبھی مت آنا مس زاویہ شاہ۔۔۔۔۔ "اپنی ٹائی اور کوٹ اٹھا کر وہ نفرت بھری نگاہوں

سے زاویہ کو دیکھتے کین سے نکل گیا۔ زاویہ اپنی تذلیل لیئے۔ اپنے

ناپاک ارادوں سمیت خالی ہاتھ رہ گئی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ارحام نے حدیل کے اظہارِ کاناہاں میں جواب دیا اور نانا انکار کیا۔ اسے اس وقت واقعی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ اس کے سر کا درد شدت اختیار کر گیا تھا۔ حدیل اسے مزید تکلیف دیئے بغیر اسے آرام کرنے کی تجویز دے کر اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گئی۔

ارحام اس کے جانے کے بعد واپس آکر لیٹ گیا۔ اس کی اتنی ہمت نا ہی لیں لے۔ بے مقصد بیڈ پر لیٹے pain killer ہو سکی کہ کوئی وہ چھت کو گھورنے لگا۔ اسے وہ وقت یاد آیا جہاں سے اس سب کی شروعات ہوئی تھی۔

(ماضی)

شہر کے عالی شان ہال کو لائٹس اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ ایک سے بڑھ کر ایک معزز شخصیت مدعو تھے اور سب نے اپنی آمد سے محفل

کو مزید چار چاند لگا دیئے تھے۔ وہ شام رانا مبشر اور کرن کی شادی کی سالگرہ کی تقریب کے نام کی گئی تھی۔

سالہ عائرہ بے بی پنک فیری گاؤں پہنے بالوں میں فلورل کروان 15 جمائے لمبے بال کندھوں پر پھیلائے بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔ اور سالہ ارحام نے ڈیڈ کی میچنگ کرتے بلیک تھری پیس سوٹ پہنا 13 ہوا تھا۔

کرن نے معتبر شخصیت برقرار رکھتے زری کے کام والی بلیک ساڑھی پہنی تھی۔ بالوں کا نفیس کاجوڑا بنائے دلکش میک اپ کے ساتھ۔ ڈائمنڈ جیولری اس کی زینت میں مزید اضافہ کر رہی تھی۔

"Looking gorgeous as always...."

رانا مبشر نے اپنی دل و جان سے عزیز بیوی کا ستائشی نظروں سے جائزہ  
لیتے تعریف کی۔

"Thank you your honour....."

کرن نے تعریف وصول کرتے سر کو خم دیا اور ان کے بازو میں ہاتھ  
ڈالے ان کے ساتھ ساتھ چلتی ہال میں انٹر ہوئی۔ ان کی پذیرائی میں  
کھڑے روحان نور اور سب بچے خوشی سے چہک گئے۔ پس منظر میں  
چلتے میوزک اور مہمانوں کی تالیوں سے اس جوڑی کا استقبال ہوا۔

وہ سب کا شکریہ ادا کرتے مہمانوں سے ملتے آگے چلتے رہے۔ سب ہی  
میوزک اور شام کو انجوائے کرتے کھانے پینے اور باتوں میں مشغول  
ہو گئے۔

ارحام اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ بھاگتا کھیل کود میں مصروف تھا۔ اپنے دوستوں سے چھپتے وہ میز پر بیٹھے ایک موٹے صاحب کے آوٹ میں کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ صاحب اپنے مقابل شخص سے باتوں میں مگن ایک سفید کاغذ منہ سے لگائے دھوئیں کا غبار ہوا میں پھیلا رہا تھا۔ ارحام کو حیرت ہوئی۔ اسے وہ کوئی جادو گر لگا۔ کیسے کوئی کاغذ منہ میں لے کر دھواں خارج کر سکتا ہے، یہ سب اسے محسوس کن لگا۔ ان کی کاپی کرتے ارحام نے میز پر سے ایک ٹشو پیپر اٹھا کر مڑوڑا اور ہونٹوں میں دبا کر ہوا میں پھونک ماری لیکن اس کے منہ سے کوئی دھواں نکل سکا۔ تب اس کی سمجھ میں آیا جو کاغذ اس موٹے انکل کے ہاتھ میں ہے وہ کوئی مخصوص قسم کا کاغذ ہے جس کے اندر کچھ

ہے جو جل کر دھواں بناتی ہے۔ ارحام کا بہت دل کیا اسے بھی وہ چیز مل سکے۔

اسی دوران وہ صاحب سامنے پڑے ایش ٹرے میں سیگریٹ دباتے اٹھ کر روانہ ہو گئے۔ ارحام کو مانو موقع مل گیا وہ فوراً اسے آگے بڑھا اور اس سیگریٹ کو اٹھا کر بھاگتا ایک کونے میں چھپ گیا۔

پارٹی بہت ہی خوبصورتی رواں دواں تھی۔ ایک رومینٹک گانے پر سب نے رانا مبشر اور کرن کو ڈانس کرنے کی فرمائش ظاہر کی۔ وہ دونوں جھجکتے شرماتے انکار کر رہے تھے لیکن روحان ذیشان اور باقی بچوں کے اسرار پر رانا صاحب ہار مانتے کرن کا ہاتھ تھامے فلور کے جانب بڑھ گئے۔



ایونٹ مینیجر نے ہال کی روشنی دھیمی کر دی اور ایک سپاٹ لائٹ رانا مبشر اور کرن پر جمائے ان کے قدموں کی پیروی کرتے ساتھ ساتھ حرکت دینے لگا۔ کچھ پل ایک دوسرے کو تھامے انہوں نے ڈانس کیا اور پھر واپس بچوں کے ساتھ آکر کھڑے ہو گئے۔

پارٹی میں مگن ان میں سے کسی کا دھیان نہیں تھا کہ ارحام کہاں ہے۔ کس طرف گامزن ہے۔ اور وہ ہال کے آخری کونے میں میز کے نیچے چھپ کر بیٹھا اس آدھے سے زیادہ ختم ہوئی سیگریٹ کو ہونٹوں میں دبائے کش بھرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پہلا کش لیتے اسے شدید قسم کی کھانسی ہونے لگی۔ اسے لگا کسی نے اس کے گلے میں خنجر چھبایا ہو۔

دوسرے کش پر اس نے زرا سنبھل کر سانس اندر کو کھینچی اور ذائقہ منہ میں محسوس کرتے دھیرے سے ہوا میں دھواں خارج کیا۔ اس کی آنکھیں چمک اٹھی اسی طرز اس نے تیسرا کش اندر کیا لیکن مزید دھواں نہیں ہو سکا۔ سیگریٹ ختم ہو چکی تھی۔ اس کا دل پڑمردہ ہو گیا مگر اس نے وہ خالی حصہ پھینکنے کے بجائے جیب میں چھپا دیا۔

کھانے کے بعد تین منزلہ خوبصورت سائیک ہال میں لایا گیا جسے رانا مبشر اور کرن نے عائرہ اور ارحام کا ہاتھ تھامے ایک فیملی ہو کر کٹ کیا۔

عائرہ کو اپنے ماما اور ڈیڈ کی جوڑی دیکھ کر فخر ہوا۔ دل ہی دل اس نے یہ خواہش ضرور کی کہ بڑی ہو کر اسے بھی ایسا ہی پیار کرنے والا

پارٹنر ملے۔ پروہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اتنے مشکلات کا سامنا کر کے ایک ہوئے اس جوڑی میں پھر سے دوریاں مائل ہونے والی تھی۔

XX

پارٹی کی صبح کرن کی نیند کھلی تو اس نے رانا صاحب کو نیم دراز لیٹے کہنی تکیے پر رکھے اور ہاتھ پر سر ٹکائے ٹکٹکی باندھے خود کو دیکھتے پایا۔  
ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ "کرن انگڑائی لیتے ان کے قریب" کھسکی۔

"دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ میری بیوی آج بھی کتنی حسین ہے۔۔۔۔۔"

رانا صاحب نے شرارتی انداز میں کہا۔

تھینکیو سوچ کر۔۔۔۔۔ میری زندگی کو اتنا خوبصورت بنانے  
کے لیے۔۔۔۔۔ ہر قدم پر میرا ساتھ دینے کے لیے۔۔۔۔۔ مجھے  
اتنے اچھے بچوں سے نوازنے کے لیے۔۔۔۔۔ "انہوں نے مشکور  
ہوتے عقیدت سے کرن کے پیشانی پر بوسہ دیا۔  
تھینکیو رانا صاحب۔۔۔۔۔ مجھ سے اتنی محبت کرنے کے"  
لیے۔۔۔۔۔ "اس نے ان کا شکریہ ادا کرتے ان کے گرد بازو مائل کر  
دیئے۔"

XX

دوپہر کو روحان آفس سے جلدی آگیا تھا اور اپنے 20 سالہ جڑوا بچوں  
کا GCSE کا منتظر دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔ آج ان کے

رزلٹ آنے والا تھا۔ کوئی شک نہیں ٹاپ تو دونوں نے کیا ہو گا لیکن پھر بھی وہ ان کی کامیابی ان کے زبانی سننا چاہتا تھا۔

پوریچ میں کاررکنے کی آواز آئی تو وہ لاؤنج کے دوازے پر آکر رک گیا۔ سب سے پہلے چہکتے ہوئے زینب انٹر ہوئی۔

سال کی زینب میں خوبصورتی کے ساتھ ساتھ ذہانت بھی میں 20

کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اس کی بھوری آنکھیں گلابی ہونٹ نور سے اغذ شدہ تھے اور گھنے سیاہ بال روحان سے۔ زینب بہت ہی با

تہذیب و سلیقہ مند لڑکی تھی۔ اس کا خاموش اور ہمدرد مزاج اسے

اپنی عمر کی لڑکیوں سے نمایاں بلندی پر رکھتی تھی۔

زینب آنکھوں میں چمک لیے ہمیشہ کی طرح بھاگتی اپنے پاپا کے گلے آ لگی۔

تو کیسا رہا۔۔۔۔۔"روحان نے آبرو اچکا کر سوال کیا۔"

پر سنٹ۔۔۔۔۔"زینب نے اپنی سند پاپا کو تھمائی۔99"

یہ ہوئی نابات۔۔۔۔۔"فخر یہ انداز میں اسے سینے سے لگا کر اس کا  
شانہ تھپتھپایا۔

اور تمہارا۔۔۔۔۔"اب باری ذیشان کی تھی جو زینب کے مقابلے  
قدرے کم خوش لگ رہا تھا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

۔۔۔۔۔"اس نے بے زاری سے بتایا۔98.5"

کوئی بات نہیں آدھا نمبر ہی کم ہے۔۔۔۔۔نیکسٹ ٹائم ڈبل محبت  
کرنا۔۔۔۔۔"روحان نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے بھی گلے  
لگا لیا تھا۔

زینب پڑھائی کامیدان ہوتا یا کھیل کا۔ ہمیشہ ذیشان سے ایک قدم آگے رہتی۔ اور ان دونوں کے مقابلے ایسے ہی چلتے رہتے۔ سفیان ان سب سے بے غم تھا اس کا 70 پر سنٹ بھی رزلٹ ہوتا تو وہ خوشی سے اچھلتے پورے گھر کو سر پر اٹھالیا کرتا تھا۔

XX

شام کے وقت ارحام پارٹی کی رات چھپائے اس سیگریٹ کے کچلے حصے کو ایک دکان کے پاس لے کر گیا۔ وہ دکان حیرت سے کبھی 13 سالانچے کو دیکھتا کبھی اس سیگریٹ کے کچلے حصے کو۔

یہ یہاں نہیں ملتی۔۔۔۔۔ یہ باہر ممالک سے آتی ہے۔۔۔۔۔ صرف "اپنے مخصوص ٹھکانے پر ملتی ہے۔۔۔۔۔" اس دکان دار نے کرہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

ارحام کا منہ بن گیا تھا۔ اسی شام جب وہ اپنے ایک دوست کے پاس کرکٹ کھیلنے گیا تو اسے وہی موٹے آدمی دوبارہ ملے۔ وہ اس کے دوست کے تایا بولتے تھے جو کچھ دنوں کے لیے ان کے پاس رہنے آئے ہوئے تھے۔

How are you irhaam

انہوں نے ارحام سے مصافحہ کرتے ہوئے حال احوال پوچھا۔  
یار ڈینی۔۔۔۔۔ تیرے تایا بولے۔۔۔۔۔ جو سیگریٹ سموک کرتے "ہے۔۔۔۔۔ وہ کہاں سے ملتی ہے۔۔۔۔۔" کھیل کھیل میں ارحام نے اپنے اکلوتے بیسٹ فرینڈ سے پوچھا۔

وہ ہائی وے کے قریب پیٹرول پمپ کے پاس ایک اسٹال "ہے۔۔۔۔۔ میں نے ایک دفعہ انہیں وہاں سے لیتے دیکھا تھا۔۔۔۔۔"



ڈینی نے بال کو ہوا میں اچھالتے ارحام کے ارادوں سے بے خبر عام  
انداز میں جواب دیا۔

XX

اس نے ڈینی کے بتائے ایڈرس سے سیگریٹ کی پیکٹ تو خرید لی تھی  
لیکن ڈیڈ اور روحان پاپا کے خوف سے کئی دنوں تک وہ اس کو ہاتھ  
نہیں لگا سکا۔

چونکہ ان کے گھر کوئی بھی کسی قسم کے نشے کا عادی نہیں تھا اس لیے  
پکڑے جانے کے خوف سے وہ سیگریٹ نوشی کا ارادہ ترک کر دیتا۔

پر نفس پر کہاں زور چلتا ہے۔ وہ ایک دن چھپ کر ٹیس پر گیا اور  
جیب میں چھپائی سیگریٹ نکال کر پینے لگا۔

چھ ماہ میں اسے اچھی خاصی سیگریٹ کی لت لگ چکی تھی۔ وہ کبھی بھی گھر کے اندر اور فیملی کے پیچ سموکنگ نہیں کرتا اس لیے اس کے اس مشغلے کا کسی کو پتا نہیں چل سکا۔ البتہ گھر کے باہر وہ کھلے عام سیگریٹ نوشی کرنے لگا تھا۔ اس عادت کے رہتے اس کے کئی اسکول فرینڈز اس سے دور ہو گئے اور وہ گلی کے آوارہ لڑکوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا۔

کبھی ناکی ارحام کے برائی کی طرف گامزن ہونے میں رانا مبشر اور کرن کے غفلت کی وجہ بھی تھی۔ ماں باپ کا فرض صرف اولاد کو اچھا کھلانے اچھا پہنانے اچھا پڑھانے تک ہی نہیں ہوتا۔ ان کے بچے بند دروازے کے پیچھے کیا کر رہے ہیں۔ وہ اسکول کالج میں کس کردار کے حامل دوستوں میں اٹھتے بیٹھتے ہیں، ان سب کی نگرانی کرنا اور ہر

وقت اچھے برے صحیح غلط کا درس دینا بھی والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

رانا مبشر ارحام اور عائرہ کو نیکی اور اللہ کے راستے کی تلقین کرتے رہتے۔ 10 سال کا ہوتے ہی وہ ارحام کو اپنے ساتھ مسجد لے جایا کرتے اور کرن عائرہ کو گھر میں نماز اور عبادات سکھایا کرتی۔ لیکن قسمت میں جو آزمائش لکھی ہوتی ہے وہ آکر ہی رہتی ہے۔ ایسے ہی رانا مبشر اور کرن پر ارحام کے گمراہی کے روپ میں ایک بڑی آزمائش آچکی تھی۔

XX

(حال)

کار کے ساتھ ٹیک Mercedes وہ نوجوان اپنی سفید چمکتی لگائے۔ پیٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ بالوں کو سائیڈ پر جمائے اور آنکھوں پر برانڈڈ مہنگی گلاس لگائے وہ ہمیشہ کی طرح حسین و جمیل لگ رہا تھا۔

Sir.... we are at the right place....

ان میں سے ایک گارڈ بھاگتا ہوا واپس اس کے پاس آیا اور ڈینی کے دیئے گئے ایڈریس کی تصدیق دی۔

وہ مغرور انداز میں چلتا اس چھوٹے سے اسٹال پر آگیا۔ یہ اسٹال ہائے وے کے پاس موجود تھا اور مشروبات کے آڑ میں چھپ چھپ کر غیر قانونی طریقے سے اسمگل شدہ منشیات بھیجا کرتا تھا۔

اس نے جیب سے اس نوع سیگریٹ کا نام درج ہوئی ایک پرچی نکال  
فرانسیسی زبان میں لکھا وہ نام پڑھ کر بتایا۔ چند ثانیے بعد دکاندار نے  
ایک نیلے رنگ کا پیکٹ اس کے سامنے پیش کیا۔ وہ پیکٹ اس قدر  
خوبصورت نکاشی سے سجایا گیا تھا کہ اینٹیک کے شوقین اس نوجوان کا  
اس پر دل آنے لگا۔

پیکٹ سے ایک عدد سیگریٹ نکال کر وہ ناک کے قریب کر کے  
سونگھنے لگا۔ اس سیگریٹ کی بو عام لوکل سیگریٹ سے بہت مختلف  
کی خوشبو آتی تھی اور ذائقہ بھی mint تھی۔ اس سیگریٹ سے  
تقریباً ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔

سیگریٹ کو ہاتھ میں گھماتے اس نے گلاس اتار کر اس 40 سے 45  
سال کے قریب کمزور جان دکان دار کو غور سے دیکھا۔

ارحام کہاں ہے۔۔۔۔۔" سپاٹ انداز میں پوچھتے اس نے وہ"

سیگریٹ واپس پیکٹ میں ڈالی اور پیکٹ پینٹ کہ جیب میں رکھ دیا۔

کون ارحام۔۔۔۔۔ صاحب جی یہاں تو دن کے ہزار کسٹمر آتے"

"ہیں۔۔۔۔۔ اب مجھے سب کے نام تھوڑی معلوم ہونگے۔۔۔۔۔"

اس آدمی کے آبرو پھیل گئے۔ اس نے پریشانی سے ماتھے پر نمودار

ہوتا پسینہ صاف کیا۔

نام نہیں معلوم۔۔۔۔۔ پر شکل تو یاد ہوگی۔۔۔۔۔" اس نے اپنے"

آئی فون میں ارحام مبشر کی دو سال پہلے کی ایک تصویر دکھائی۔

ارے ارے صاحب عجب بات کرتے ہو۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔۔۔"

میرے ہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ آتے جاتے ہیں۔۔۔۔۔

مجھے سب کی شکلیں تھوڑی یاد رہیں گی۔۔۔۔۔ "اسٹال والے نے اپنا وہی فقرہ دہرایا۔

اس نوجوان کے آنکھوں میں سختی در آئی تھی اور چہرے پر غصہ۔ اپنی گلاس واپس پہنتا اس نے چٹکی بجا کر اپنے گارڈز کو اشارہ کیا۔ وہ دونوں بھاگتے اسٹال کے اندر گئے اور سب اتھل پھتل کرتے دکان دار کو پیٹنے لگے۔

سوچ لو کمال خان۔۔۔۔۔ جب تک حقیقت نہیں بتاؤں " گے۔۔۔۔۔ میرے آدمی تمہیں مارتے رہیں گے۔۔۔۔۔ " وہ اپنی وجیہ انداز لیے کار سے آکر ٹک گیا۔

صاحب میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا اس لڑکے " کا۔۔۔۔ "کراہتے ہوئے ان دونوں بد معاشوں کو روکتے اس کے التجائی انداز میں صدا لگائی۔

کچھ تو پتا ہو گا کمال خان۔۔۔۔ تمہارا اتنا پرانا اور اتنا امیر کسٹمر رہا " ہے۔۔۔۔ کچھ تو جانتے ہو گے۔۔۔۔ یاد کرو۔۔۔۔ "اس نے بھی جوابی صدا لگائی اور جیب سے وہ منٹ فلیور سیگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبائے عقاب کے پروں والے لائٹر کی مدد سے سلگائی۔ صاحب میں غریب آدمی ہوں۔۔۔۔ میرے چھوٹے چھوٹے " بچے ہیں۔۔۔۔ کچھ رحم کرو۔۔۔۔ "کمال خان اس نوجوان کے آگے روپڑا تھا لیکن وہ بے حس کھڑا سیگریٹ نوشی کرتا ہوا میں دھواں بلند کر رہا تھا۔



سٹاپ۔۔۔۔۔"اس نے بقیہ سیکریٹ پھینکتے تند آواز میں اپنے"

گارڈز کو روکا۔

یہ البرٹ کون ہے۔۔۔۔۔ "وہ تیزی سے زمین بوس ہوئے کمال"

خان کے سر پر پہنچا اور جھک کر اس کی تھیوڑی دبو چے اس کا سر اوپر کو اٹھایا۔

جلدی بتاؤں ورنہ یہی تیری قبر کھود دوں گا۔۔۔۔۔" اس نے کمر  
میں پھنسانی گن نکال کر کمال خان کے پیشانی پر تھان لی۔ اس کے  
دہشت سے دمکتا چہرہ دیکھ کر کمال خان خوف سے لرز نے لگا۔

البرٹ۔۔۔۔۔ ڈلیوری بوائے ہیں۔۔۔۔۔ مجھے مال لا کر دیتا " ہے۔۔۔۔۔ "کمال خان نے ہاتھ جوڑے اکھڑے تنفس میں جواب دیا۔

کیسا مال۔۔۔۔۔ "سوال پہلے سے بھی درشتی سے کیا گیا۔" ڈرگزر کے پیکٹ۔۔۔۔۔ ہیر وٹن۔۔۔۔۔ کوکین۔۔۔۔۔ چرس۔۔۔۔۔ " وغیرہ۔۔۔۔۔ "اس پر وحشت طاری ہو گئی تھی۔" تو کیا ارحام۔۔۔۔۔ ڈرگزر بھی کرنے لگا تھا۔۔۔۔۔ "اس نوجوان کی آنکھیں پھیل گئی۔

وہ مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔ یہ تو البرٹ ہی بتائے گا۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ اچھی دوستی تھی اس کی۔۔۔۔۔ مجھے چھوڑ دو صاحب پلیز۔۔۔۔۔ "اس نے اپنی زندگی کی درخواست کی۔

البرٹ کہاں ملے گا۔۔۔۔۔ "اس نے کمال خان کو کالر سے پکڑے"  
اپنے ساتھ کھڑا کر دیا۔

اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ کبھی ایک جگہ پر نہیں"  
رہتا۔۔۔۔۔ اسے جب آگے سے مال ملتا ہے وہ ادھر آکر بھیج دیتا  
ہے۔۔۔۔۔ اب تو میں نے آپ کو ساری بات بتادی  
صاحب۔۔۔۔۔ مجھے جانے دو۔۔۔۔۔ "معصومیت سے التجا کرتے  
ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ لیکن تمہیں میرا ایک کام کرنا ہو گا۔۔۔۔۔ جب  
بھی البرٹ یہاں آیا۔۔۔۔۔ تم فوراً اسے پہلے مجھے خبر دو گے  
سمجھے۔۔۔۔۔ "اس نوجوان نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتے ہوئے  
دھمکایا۔

یہ میرا کارڈ ہے۔۔۔۔۔ اور ہاں کوئی ہوشیاری نہیں کرنا۔۔۔۔۔"

میرے آدمی تم پر نظر رکھے گے۔۔۔۔۔ تم مجھ سے بچ نہیں

سکتے۔۔۔۔۔" اپنے کوٹ کے سائیڈ جیب سے اس نے ایک کاروباری

کارڈ نکال کر پیش کیا اور اسے دھمکا کر اس کے ہوئے نقصان کی

بھرپائی کے خاطر وہ کمال خان کو ایک بڑی رقم تھما کر وہاں سے روانہ

ہو گیا۔

**NOVELS MAFIA**  
DISCOVER STORIES, FIND YOURSELF

(ماضی)

اسلام آباد گروپ آف اسکول اینڈ کالج کیمپس شہر کے سب سے

بہترین تعلیمی اداروں میں سے ایک تھا۔ اس بڑے سے کیمپس میں

ایک طرف اسکول کی بلڈنگ تھی اور دوسرے جانب کالج کی۔

کلاس کی طالبہ عائرہ بریک ٹائم میں اپنی فرینڈز کے ساتھ بیٹھی ہنس رہی تھی۔ آج دونوں کیمپس کی بریک طویل تھی۔ مین آفس میں دونوں حصوں کے اساتذہ کی میٹنگ چل رہی تھی۔ سیکنڈ ایئر کی فیرویل پارٹی کے مدعہ پر تبصرہ کیا جا رہا تھا۔

ابھی ابھی سن کر آرہی ہوں۔۔۔۔۔9 اور 10 کلاس کو بھی"

پارٹی میں مدعو کیا جائے گا۔۔۔ تاکہ ہم بھی دیکھ سکے فیروں پارٹی  
کیسے ہوتی ہے۔۔۔۔۔ ہمیں بھی تو 10 کلاس کو دینی ہے

نا۔۔۔۔"ان چار سہیلیوں کی ایک اور سہیلی ان کو میٹینگ ہال کی روداد سنانے لگی۔

پھر تو بہت مزا آئے گا۔۔۔۔۔ سب آئے گے۔۔۔۔۔ انجوائے " کریں گے۔۔۔۔۔ " دوسری دوست چہکتی تالی مارنے لگی۔ جب اس نے عائرہ کے جانب ہاتھ بڑھایا تو وہ گم سم سی بیٹھی تھی۔

" پارٹی شام کے ٹائم ہے۔۔۔۔۔ ڈیڈ اجازت نہیں دیں گے۔۔۔۔۔ "

عائرہ کو افسوس ہونے لگا۔

یار عائرہ تم نہیں ہو گی تو مزا نہیں آئے گا۔۔۔۔۔ تم اپنے ڈیڈ کو " منانے کی کوشش کرنا۔۔۔۔۔ " ان سہیلیوں میں خفگی کا سماء چھا گیا۔

ہاں اور پھر تیرا کزن بھی تو اسی کیمپس کا ہے۔۔۔۔۔ سینڈائر کا " ہے۔۔۔۔۔ وہ بھی تو ہو گا پارٹی میں۔۔۔۔۔ " تیسری سہیلی نے سفیان کا ذکر کرتے تجویز دی۔

اور فیصلہ یہ کیا گیا کہ عائرہ سفیان کی مدد لے کر اپنے ڈیڈ کو پارٹی کے لیے منانے کی کوشش کریں گی۔

XX

شام کے وقت 18 سالہ مست نوجوان سفیان اپنے فٹبال میچ کی ڈریسنگ کیئرے کمرے سے باہر نکل رہا تھا کہ اس کی ملاقات عائرہ سے ہو گئی۔

سفیان آپ سے ایک کام ہے۔۔۔۔۔ "عائرہ نے جھجکتے ہوئے بات" کا آغاز کیا۔

سفیان کے آبرو اٹھ گئے کیونکہ عائرہ کو پڑھائی کے متعلق جو بھی کام ہوتا وہ زینب یا ذیشان کے پاس جاتی تھی اور آج پہلی دفعہ سفیان سے کوئی کام کہنے آئی تھی۔

کیمپس میں ہوئی ساری گفتگو اس کے گوش گزار کر کے وہ پر امید  
نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ہمممممم۔۔۔۔۔ تم کس مضمون میں سب سے اچھی ہو۔۔۔۔۔"

سفیان نے آنکھوں کی پتلیاں سکھیڑے اس سے سوال کیا۔

انگلش میں۔۔۔۔۔ "عائزہ حیرت زدہ ہو گئی۔ یہ اس کے مسئلے کا حل"

نہیں تھا۔  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

اس کا جواب سن کر وہ واپس اپنے کمرے میں گیا اور اپنے کالج بیگ  
سے ایک فائل نکال کر عائزہ کے ہاتھ میں تھمائی۔

لکھ کر دو۔۔۔۔۔ (Essay) اس میں موجود ٹاپک پر ایک مضمون"

اور ہاں۔۔۔۔۔ دو پیجز سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔۔۔۔۔ اپنا

اسائنمنٹ اس نے عائزہ سے کروانے کا فیصلہ کیا۔



اگر تم نے میرے لوٹنے سے پہلے میرا کام کر دیا۔۔۔۔ تو میں بھی "رات کو بڑے پاپا سے بات کر کے تمہارا کام کر دوں گا۔۔۔" کام کے بدلے کام پر عائرہ نے مجبوری سے سر اثابت میں ہلایا اور سفیان وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جاتے جاتے بھی وہ عائرہ کے بال کھینچنا نہ بھولا تھا۔

XX  
NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!  
ویری گڈ۔۔۔ "سفیان رات ڈنر کے بعد عائرہ سے اپنی اسائنمنٹ لے کر ستائشی انداز میں تعریف کرنے لگا۔

عائرہ نے اس کا کام کر دیا تھا اب اس کی باری تھی۔ وہ اسے ساتھ لیے بڑے پاپا کے کمرے میں گیا۔ خوش قسمتی سے کرن بھی وہی تھی۔

سفیان تو پہلے ہی سے رانا صاحب کا چہیتا بھتیجا تھا۔ ایک گھنٹے تک انہیں منانے اور کچھ کرن کے رانا صاحب کو قائل کرنے کے بعد اسے اپنی ذمہ داری پر عائرہ کو پارٹی میں لیں جانے کی اجازت مل گئی۔

عائرہ کی خوشی دیدنی تھی وہ پہلی دفعہ اپنی فرینڈز کے ساتھ کسی نائٹ ٹائم پارٹی میں جارہی تھی یہ خیال ہی اسے محفوظ کر رہا تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

پارٹی کی رات اس نے جینز کے ساتھ پنک کلر جارجٹ کی گھٹنوں تک آتی کرتی پہنی۔ کمر تک آتے لمبے بال ہالف کیچر میں باندھے ہوئے تھے۔ میک اپ کے نام پر آنکھوں میں لاسر لگایا تھا اور ہونٹوں پر گلابی لپ گلوں لگایا ہوا تھا۔

سفیان جینز اور وائٹ شرٹ کے ساتھ ڈینم کی جیکٹ میں ملبوس تھا۔  
کار میں وہ دونوں پارٹی میں پہنچے۔ BMW ذیشان کی منت نئی  
دونوں کیمپس کے بیچ کے گیٹ کو کھول کر اس بڑے سے پلے ایریا  
میں پارٹی منعقد کی گئی تھی۔ سامنے ایک بڑا سا سٹیج بنایا گیا تھا جہاں  
پرفارمنس دکھائے جانے والے تھے۔ ایک سینٹرل پول جو کہ 4 سے  
فٹ تک پانی سے بھرا گیا تھا۔ کھانے پینے کے اسٹال اور بڑے 5  
بڑے اسپیکرز سے ماحول کو پرکشش بنایا گیا تھا۔  
پارٹی میں داخلہ ملتے ہی عائرہ خوشی سے چہکتی اپنی سہیلیوں کے پاس  
چلی گئی اور سفیان اپنے گروپ کے پاس۔

یہ ہمارا اس کالج میں لاسٹ ایئر ہے۔۔۔۔۔ خوب مستی کریں " گے۔۔۔۔۔ اتنی ساری اسکول گرلز بھی آئی ہے۔۔۔۔۔ انہیں تنگ "کریں گے۔۔۔۔۔ اس پارٹی کو یادگار بنائے گے اوکے۔۔۔۔۔ سفیان کے گرد جمع لڑکوں میں سے ایک نے شیطانی منصوبہ بنایا۔

باقی دوستوں کی رضامندی ملتے ہی وہ پارٹی میں پھیل گئے اور الگ الگ پرینک کر کے اسکول گرلز کو تنگ کرنے لگے۔

سفیان کچھ گرلز کو ہلکا پھلکا تنگ کر کے واپس میز پر آکر بیٹھ گیا اور اپنے  
باقی دوستوں کے پرینک پر ہنستا شام سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

عائزہ پول کے پاس اپنی سہیلیوں کے ساتھ تصویریں لینے میں مصروف تھی جب دو لڑکے اس سامنے آئے۔ ایک نے اس پر پلاسٹک کا سانپ پھینکا اور دوسرا جو اس کے پیچھے کھڑا تھا، اس نے اپنا پیر دراز کیا۔ سانپ کے ڈر سے عائزہ پیچھے ہوئی اور اس لڑکے کے پیر سے ٹکرا گئی۔ اس کا توازن بگڑ گیا اور وہ چیخ مارتی پول میں جا گری۔ چونکہ عائزہ کو سومنگ پول تالاب ندی سمندر جیسے گہرے پانی سے فوبیا تھا وہ پورا سہم گئی اور ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ ماحول میں سب کا قہقہہ بلند ہوا۔ اس کی سہیلیوں نے ان لڑکوں کے مزاق پر منہ بھسورتے ہوئے تیزی سے آگے آکر اسے پول سے نکلنے میں مدد کی۔

وہ سرتاپیر بھیگی ہوئی لرزتے کانپتے پول سے باہر آئی۔ سب اسی کو دیکھ رہے تھے حتہ کہ اسٹیج پر فارمنس دیتا گروپ بھی اسی جانب متوجہ تھا۔

عائزہ سب کے مابین تماشے کا مرکز بننے پر شرمندہ سی ہو گئی۔ وہ مایوسی سے آس پاس دیکھتی اپنی جارحٹ کی کرتی جو بھیگنے کے باعث اس کے جسم پر چپک رہی تھی، اسے سیدھی کرتی اپنے اس تذلیل پر شرم ساری سے رونے لگی۔

سفیان جو کہ ان سب سے کچھ فاصلے پر بیٹھا کولڈرنک پیتے پارٹی انجوائے کر رہا تھا۔ اچانک اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ وہ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ عائزہ کی آنسوؤں سے بھری سیاہ آنکھیں سفیان کی براؤن آنکھوں سے ٹکرائی تو وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ مانو

کچھ لمحوں کے لیے وہ سانس لینا ہی بھول گیا ہو۔ عائرہ کی اشک بار آنکھیں گلہ آمیز نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور سفیان کو لگا وہ اب کبھی جی نہیں سکے گا۔ اس کا دل کئی سارے بیٹ مس کر گیا۔ اپنی کیفیت پر قابو پاتے وہ تیزی سے ان کے پیچ آیا۔

۔۔۔۔۔ بہت ہو گیا مزاق۔۔۔۔۔ "وہ اونچی guys سٹاپ اٹ"

آواز میں اپنے دوستوں کو ہنسنے سے روکنے لگا لیکن کسی نے اس پر دھیان نہیں دیا۔

اس کے آبرو تن گئے۔ اپنی جیکٹ اتار کر اس نے عائرہ کے کندھوں پر ڈال دی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کیمپس سے باہر لے آیا۔

لیومی۔۔۔۔۔ "کیمپس گیٹ سے باہر نکل کر عائرہ نے اپنا ہاتھ"

جھٹکا۔

تم بہت برے ہو۔۔۔۔۔ تمہیں زرا بھی احساس نہیں " "عائزہ ہے۔۔۔۔۔ تم بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے تھے نا۔۔۔۔۔" اس پر چلاتی مزید بلند آواز رونے لگی۔

آئی سوئیر۔۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا تھا وہ تمہیں بھی تنگ کریں " گے۔۔۔۔۔ "سفیان نے ہمدردی سے کہا۔

جھوٹ۔۔۔۔۔ تم دھوکے باز ہو۔۔۔۔۔ ڈیڈ نے تمہارے " بھروسے مجھے آنے کی اجازت دی تھی۔۔۔۔۔ لیکن تم نے ہی میری ایسی انسلٹ (بے عزتی) کرائی۔۔۔۔۔ "وہ کسی قیمت سفیان کے دلائل سننے کو تیار نہ تھی۔

عائزہ پلیر بلیومی۔۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا تھا۔۔۔۔۔ پلیر ونا بند " "سفیان نے التجائی its hurting me کرو۔۔۔۔۔



انداز میں کہا اسے عائرہ کے آنسوؤں سے تکلیف ہو رہی تھی۔ اور اس  
تکلیف کی وجہ زرار تھا۔

وہ عائرہ کو وہی کھڑے چھوڑ کر بھاگتا ہوا واپس پارٹی کے اندر آیا اور  
زرار کا کالرڈ بوج لیا۔

عائرہ کے ساتھ ایسا مزاق کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔۔ اتنی "  
(invovle) ساری گرلز کم پڑ رہی تھی تجھے جو اسے بھی انوالو  
کیا۔۔۔۔۔" سفیان طیش سے اس پر دھاڑا۔

۔۔۔۔۔ صرف پرینک تھا۔۔۔۔۔ جانتا ہوں تیری c'mon یار "  
کزن ہے۔۔۔۔۔ پر یہ مزاق تھا۔۔۔۔۔ پر سنلی مت لو۔۔۔۔۔" زرار  
نے لا پرواہی سے اپنا کالر اس کے گرفت سے جھٹکا۔

پر سنلی لوں گا۔۔۔۔۔ آئینہ اس کے ساتھ مس بہیومت "  
کرنا۔۔۔۔۔ "غصے سے تنبیہ کرتے ہوئے وہ لمبے ڈگ بھرتا باہر کے  
جانب روانہ ہو گیا۔

گیٹ سے باہر آتے ہی سفیان کے اوسان خطا ہو گئے تھے عائرہ وہاں  
نہیں تھی۔ وہ دیوانہ وار اسے پکارتے تیز نظروں سے اس پاس دیکھنے  
لگا۔ اسے لگا اگر آج اس نے عائرہ کو کھودیا تو خود کو بھی کھودیگا۔ اس کی  
دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی تھی۔

کار میں ہو۔۔۔۔۔ ڈفر۔۔۔۔۔ "عائرہ نے سفیان کو ذہنی توازن "  
کھوتے دیکھا تو ونڈو سے سر نکال کر بلند آواز میں صدادی اور ساتھ  
میں زور سے کار کا ہارن بجایا۔

تم یہاں کیسے آئی۔۔۔۔۔ کار کی چابی کیسے ملی۔۔۔۔۔ "وہ ہانتے"  
ہوئے کار تک آیا اور مشکوک انداز میں پوچھنے لگا۔

عائزہ کو اس کی کم عقلی پر افسوس ہونے لگا اس نے سفیان کے پہنائے  
جیکٹ کی جیب سے چابی نکال کر اس کے سامنے ڈش بورڈ پر پٹخی اور  
ہاتھ سینے پر باندھ کر سامنے دیکھنے لگی۔

مجھے گھر جانا ہے۔۔۔۔۔ ابھی اسی وقت۔۔۔۔۔ "سفیان کے سنبھلنے"  
سے پہلے اس نے حکم صادر کرتے ٹھوس لہجے میں کہا۔

سفیان نے ایک نظر عائزہ کے غصے سے آگ بگولا ہوتے چہرے کو  
دیکھا پھر خاموشی سے کار اسٹارٹ کر دی۔

XX

عائزہ نہا کر اپنے بال تولیہ میں رگڑتی واشر و م سے باہر آئی تو اس کے بیڈ پر ٹوکری میں ایک چھوٹی سی سفید کلر کا بلی کا بچہ رکھا ہوا تھا۔

"Awwwww..... so cute

عائزہ اسے دیکھتے اس کے پاس آئی اور ہلکے ہاتھوں سے اس ننھی سی بلی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پیار کرنے لگی۔

کون لایا آپ کو۔۔۔۔۔ الالاااا کتنی پیاری kitten پیاری " ہو۔۔۔۔۔ ماشا اللہ۔۔۔۔۔ شوشو شویت۔۔۔۔۔ " وہ اس کے

چھوٹے چھوٹے ہاتھ پھیراٹھا کر ہلاتی خوشی سے چہک رہی تھی۔ اس کے کھلے گیلے بال کمر کو تر کر رہے تھے۔

آپ کا نام کیا ہے۔۔۔۔۔ ہمہممم میں آپ کا نام وائٹ فیری رکھوں " گی۔۔۔۔۔ " وہ بلی کے بچے سے گفتگو کرنے میں مگن تھی۔

سفیان اپنی مسکراہٹ دبائے ہوئے دبے پاؤں چلتا اس کے کمرے میں آیا اور اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ عائرہ ایک غصیلی نظر اس پر ڈال کر سنجیدہ ہو گئی۔ وہ سمجھ گئی تھی وہ بلی کا بچہ سفیان لایا ہے۔

ابھی بھی ناراض ہو۔۔۔۔۔ چلو سوری۔۔۔۔۔ کان پکڑ " لیئے۔۔۔۔۔ " اس نے معصوم شکل بناتے کان پکڑ لیئے۔

جب عائرہ کے جانب سے کوئی رد عمل نہ ملا تو وہ ٹوکری اٹھا کر واپس جانے لگا تھا پر عائرہ نے اسے روک لیا اور اس کے ہاتھ سے ٹوکری واپس لے لی۔ وائٹ فیری سر اوپر اٹھا کر عائرہ کے بازو پر چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی اور عائرہ کو اس کے نرم پیروں سے گدگدی ہونے لگی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

ایک بات کہوں۔۔۔۔۔ "سفیان اسے گہری نظروں سے دیکھتا"  
بہانے سے بلی پر انگلی پھیرتے سہلانے لگا۔

تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہے۔۔۔۔۔ ان میں آنسو اچھے "  
نہیں لگتے۔۔۔۔۔ تم ہمیشہ یوں ہی ہنستی رہنا۔۔۔۔۔ اچھی لگتی  
ہو۔۔۔۔۔ "نرم لہجے میں اس نے اپنی دل کی بات کہہ دی۔ اس کے  
زبان سے نکلنے والے ہر لفظ پر اس کے دل نے حقیقت کی مہر لگادی  
تھی۔

عائزہ نے اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھا۔ کچھ پل سیاہ آنکھوں اور  
بھوری آنکھوں کا ملن ہوا۔ ایک الگ ہی احساس اور جذبہ تھا سفیان کی  
براؤن آنکھوں میں جس نے عائزہ کو نظریں جھکانے پر مجبور کر دیا۔

"بہت کیوٹ ہے۔۔۔۔ اس گفٹ کے لیے تھینکس۔۔۔۔"

عائزہ نے سر جھکائے وائٹ فیری کو اپنے حصار میں جھلاتے ہوئے سفیان کا شکریہ ادا کیا۔ وہ سر جھٹکتا اس کی آنکھوں کے حصار سے نکل کر تشکر وصول کرتے بلی کی جانب متوجہ ہو گیا۔ یہاں سے ان کی دوستی کا آغاز ہوا۔

XX

فیرویل پارٹی کے ایک ہفتے بعد اسکول کے سالانہ امتحانات کا آغاز ہو چکا تھا۔ عائزہ امتحانی کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھی اپنا پرچہ حل کر رہی تھی جب زرار اور اس کے دوست نے پاس سے گزرتے ہوئے ایک طے شدہ کاغذ عائزہ کے پیروں میں پھینک دیا۔

دیکھتا ہوں کیسے بچتی ہے اب۔۔۔۔۔ اس کی وجہ سے سفیان نے "میری انسلٹ کی تھی نا۔۔۔۔۔ اب میں نے اسے اسکول سے نانکلوادیا تو دیکھنا۔۔۔۔۔" دے دے غصے سے کہتے وہ دونوں بھاگ گئے۔

عائزہ نے پریشانی سے جھک کر پیروں کے پاس سے کاغذ اٹھایا۔ ابھی اس نے کھول کر دیکھا بھی نہیں تھا کہ اڈھیر عمر لمبا چوڑا ایگزیمینر اس کے سر پر آنپنچا اور وہ کاغذ اس کے ہاتھ سے چھڑپ لی۔

مس عائزہ مبشر۔۔۔۔۔ آپ کا پی کر رہی ہے۔۔۔۔۔ چیٹنگ کر رہی ہیں۔۔۔۔۔ "ایگزیمینر نے سختی سے پوچھا۔

ننن۔۔۔۔۔ نو سر۔۔۔۔۔ میں کا پی نہیں کر رہی۔۔۔۔۔ "عائزہ کو" کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ روہانسی ہو گئی۔



تو پھر یہ کہاں سے آیا۔۔۔۔۔ کون دے رہا ہے آپ کو"  
چیٹنگ۔۔۔۔۔" انہوں نے کھڑکی کے پاس جھانکا پر وہاں کوئی نہ تھا۔  
سر پلیز میرا یقین کریں۔۔۔۔۔ میں چیٹنگ نہیں کر رہی"  
تھی۔۔۔۔۔ یہ کسی نے میرے پیروں میں پھینک دیا تھا۔۔۔۔۔" وہ  
مضطرب سی وضاحت دینے لگی۔

ایگزیمینر نے اس کی ایک ناسنی اور اس کا پیپر لے کر ساتھ وہ کاغذ  
سٹیپلر کرنے لگا۔

سر میرا پیپر۔۔۔۔۔" وہ سر سے درخواست کرنے لگی۔"  
آؤٹ فرام دی کلاس۔۔۔۔۔ تمہارا پیپر کینسل کر دیا گیا"  
ہے۔۔۔۔۔" سر نے درشتی سے کہتے اسے انگلی دکھا کر کلاس سے  
نکل جانے کو کہا۔

عائزہ آبدیدہ ہو کر کلاس سے نکل آئی۔ اس کا دماغ ماف ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کیا کریں۔ ڈیڈ کو کال کریں۔ روحان چاچو کو بلائے۔ ذلیش بھائی تو کرنے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اس کی بڑی MBA خود آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ وہ اسی کشمکش میں چل رہی تھی جب اس نے اپنے پیچھے زرار کا ہنسنا سنا۔

کیوں بے بی ڈول پیپر کینسل ہو گیا۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ سال ضائع ہو گیا۔۔۔۔۔ اب کیا کرو گی۔۔۔۔۔ سمندر میں ڈوبنے جاو گی۔۔۔۔۔ "وہ ہنستے ہنستے عائزہ کو چڑانے لگا۔

"لیکن زرار اسے تو پانی سے ڈر لگتا ہے۔۔۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔۔۔"

دوسرے دوست کے تبصرے نے عائزہ کا مزید دل دکھا دیا۔ وہ ان سے پیچھا چھڑانے تیز تیز چلنے لگی۔

وہ متواتر ان کا تمسخر نظر انداز کرتے اپنے پیپر کا سوچ رہی تھی۔ ایک خیال آتے ہی وہ بے اختیار اپنے کیمپس کا گیٹ عبور کرتی کالج سائیڈ پر آگئی اور راہ چلتی ایک فیمیل اسٹوڈنٹ سے سفیان کا پوچھا۔

لڑکی کے بتائے جگہ پہنچ کر اس نے سفیان کو اپنے کسی اسائنمنٹ پر پریزنٹیشن دیتے دیکھا۔ جو نہی اس کی نظر ادا اس عائرہ پر پڑی وہ پروفیسر کو ایکسیوز کرتے اس کے پاس آیا۔

عائرہ نے بھیگی آنکھوں سے اسے من و عن ساری روداد سنائی۔ زرار نے عائرہ کا پیپر کینسل کروا کر اس سے اپنا بدلہ لے لیا تھا۔ پر وہ نہیں جانتا تھا عائرہ کو رلا کر اس نے سفیان کے ہاتھوں اپنی شامت کو دعوت دی تھی۔

سفیان آگ بگولا ہوتا عائرہ کا ہاتھ تھا مے اسکول کیمپس میں آیا اور  
زرار پر جھڑپ پڑا۔ اس سے پہلے زرار سنبھلتا وہ اس پر لاتوں اور  
گھونسوں کی برسات کرتے اسے زمین بوس کر گیا تھا۔

عائرہ کا دل دہل گیا۔ اس نے اپنی وجہ سے سفیان کو بھی مصیبت میں  
ڈال دیا تھا۔ آس پاس کے سکیورٹی گارڈز اور کلرک نے جمع ہو کر  
سفیان اور زرار کو ایک دوسرے سے دور کیا۔

ایک گھنٹے بعد عائرہ اور سفیان دونوں پر نسیل کے آفس میں اپنی  
حاضری دینے موجود تھے۔ سامنے ہی ان دونوں کے والد صاحبان  
یعنی رانا مبشر اور روحان تشریف فرما تھے۔ آفس میں ان کے علاوہ  
زرار اور وہ ایگزیکٹو بھی موجود تھا۔

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □

تمہیں ہرٹ کرنے والے کے لیے میرے دل میں کوئی ہمدردی یا "پیار کی گنجائش نہیں ہے۔۔۔۔۔" سفیان نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔

جو تمہیں رلائے گا۔۔۔۔۔ میں اس کا اس سے بھی برا حشر کروں "

گا۔۔۔۔۔ "اس نے آگے ہو کر عائرہ کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں  
تھام لیا۔

میں تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا عائرہ۔۔۔۔۔ تم میرے "

لیے بہت خاص ہو۔۔۔۔۔ مجھ سے نہیں برداشت ہوتے تمہارے

آنسو۔۔۔۔۔ "اس نے پیار سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر  
وضاحت دی۔ انڈائر کیٹلی وہ عائرہ سے اپنے محبت کا اظہار کر گیا۔

اور عائرہ ساکن سی اس کے نرم لمس کو محسوس کرتی اس کی آنکھوں  
میں دیکھ رہی تھی۔

کیا یہ ہے وہ سچا سا تھی جس کی اس نے خواہش کی تھی۔ جو اس کے

ایک آنسو پر دنیا کو ہلا کر رکھ دے۔ جو سب کچھ بھلائے اسے رلانے

والے کو جان سے مارنے پر آجائے۔ ہنسی تو سب دیتے ہے لیکن آنسو  
پونچھنے والا صرف قسمت والی کو ملتا ہے۔

پر یہ قسمت کتنا ساتھ دینے والی تھی یہ ان دونوں کو جلد پتا لگنے والا  
تھا۔

XX

ایک سال سے ارحام اسموکنگ کرنے میں مگن تھا۔ رانا صاحب کے  
تعلیمات وہ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دیتا۔ وہ صبح کو  
اسکول جاتا۔ شام تک اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ رہتا اور رات گھر  
آکر سیدھے اپنے بیڈ روم میں۔ ماں باپ سے تو پھر بھی ملاقات ہو جایا  
کرتی تھی لیکن چاچو چچی اور کزنز کو تو اس کی شکل دیکھے ہفتے گزر  
جاتے۔

سال کا ہوتے اس رات اس نے پہلی دفعہ نائٹ کلب میں قدم 15 رکھا۔ رنگین لائٹس ہر سوں دھواں لڑکے لڑکیوں کا ہجوم۔ سب ڈانس میں مگن۔ وہ جگہ اسے کوئی اور ہی دنیا لگی۔

اس کلب میں اس کی دوستی البرٹ سے ہوئی۔ البرٹ 21 سالہ نوجوان دبلا پتلا سالما لڑکا تھا۔

اس کے ساتھ گھومتے پھرتے ڈانس کرتے سموکنگ کرتے ارحام اس رنگین دنیا کے مزے لیں رہا تھا جب اس نے کلب میں شور سنا۔ پولیس نے ریڈ کر دی تھی اور بہت سے منشیات کی خرید و فروخت کرنے والے اسمگلرز کو گرفتار کر لیا۔

تفتیش کے لیے وہاں موجود سب ہی لوگوں کو تھانے لے جایا گیا جن میں ارحام بھی شامل تھا۔



رانا ہاوس میں سب کے تاثرات تشویشناک تھے۔ رانا صاحب اور روحان دونوں ہی اپنی پہچان استعمال کر کے ارحام کے دوستوں سے اسکول سے۔ اور جہاں جہاں ان کو ارحام کی موجودگی متوقع تھی وہاں کالز کر کے اسے ڈھونڈ رہے تھے۔ کرن اپنے بیٹے کی خیریت کی دعائیں کرتی بے آواز آنسو بہا رہی تھی۔

ارحام نے پولیس اسٹیشن میں اس آفسر کو اپنی اسکول آئی ڈی دکھائی اور اپنے گھرانے کے تعلقات سمجھائے۔

تو اس رانا مبشر کے سپوت ہو تم۔۔۔۔۔ بہت آگے تک جاو گے " بیٹا۔۔۔۔۔ باپ کا نام خوب روشن کرو گے۔۔۔۔۔ " طنزیہ ہنستے ہوئے اس آفسر نے ارحام کی ایک بات نہ سنی۔

ارحام نے اپنے دوستوں کو کال کر کے مدد کے لیے بلایا لیکن کوئی نا  
آیا۔ البرٹ بھی منظر عام سے غائب تھا۔ اس نے بے دلی سے اپنے  
فیملی کو انفارم کرنے کا سوچا۔ لیکن ڈیڈ کے غضب کا سوچ کر ارادہ  
کمزور پڑ جاتا۔ بلا آخر اس نے گھر کے سمجھدار لڑکے کو کال ملائی۔ رانا  
ذیشان اس کا ذلیش بھائی۔

سالوں سے جن دوستوں کو اس نے اپنا سمجھا تھا جن کے ایک آواز پر  
وہ اپنی پوری جیب خرچ ان پر لٹا دیا کرتا تھا آج مشکل وقت میں سب  
منہ پھیر گئے تھے اور اسے صرف اپنا خونی رشتہ ہی کام آیا۔

XX

رانا صاحب مضطرب سے دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہے تھے۔ آخر  
انہوں نے پولیس میں گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے کا فیصلہ کیا اور

اپنے فیصلے کو تکمیل دینے گھر سے نکل رہے تھے کہ سامنے سے ارحام اور ذیشان گھر میں داخل ہوتے نظر آئے۔

ارحام شرمندگی کے باعث سر جھکائے ہوئے تھا اور ذیشان کے تاثرات سپاٹ تھے۔

کرن تو اسے دیکھتے اس کے جانب بھاگی اور اسے سلامت دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے اسے سینے میں بھینچ لیا تھا۔  
کہاں گئے تھے۔۔۔۔۔ "ارحام نے رانا صاحب کی سرد آواز سن کر" تھوک نگلا۔

کہاں سے لا رہے ہو اسے۔۔۔۔۔ "سوال ذیشان سے بھی اسی بے" لچک لہجے میں ہوا۔

ذیشان نے بے رخی سے ارحام کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبائی۔  
خوف سے اس کے چہرے پر پسینہ نمودار ہوا۔ رانا صاحب مشکوک  
نظروں سے کبھی ارحام کو دیکھتے کبھی ذیشان کو۔

ہاتھ پیچھے باندھتے وہ ان دونوں کے مابین دیوار کی صورت کھڑے  
ہو گئے تاکہ نظروں کے اشارے سے بہانہ بنا سکے۔

ذیشان ہمیشہ سے ہی سنجیدہ مزاج تھا اور اپنے بڑے پاپا تو اسے جان  
سے بھی زیادہ عزیز تھے وہ چاہ کر بھی ان سے جھوٹ نہیں کہہ سکا اور  
اس نے ارحام کے جانب دیکھے بغیر من و عن ساری داستان سنا دی۔

رانا ہاوس میں سناٹا چھا گیا۔ روحان کے دونوں بیٹے اس معاملے میں  
سلجھے ہوئے تھے وہ اس گھر کے قائدے قانون کو بخوبی جانتے تھے۔  
انہوں نے کبھی بڑے پاپا اور پاپا کے تعلیمات کی خلاف ورزی نہیں

کی تھی۔ ارحام وہ پہلا حضرت ثابت ہونے والا تھا جو رانا مبشر اور  
روحان کے ہر رول کی دھچیاڑا کر رکھنے والا تھا۔

کلب میں کیا کر رہے تھے تم۔۔۔۔۔" رانا صاحب طیش میں "آگئے۔ کرن نے ارحام کو ان سے بچانے مزید بازووں میں چھپا لیا۔  
رانا صاحب اس دفعہ جانے دیں۔۔۔۔۔ بچہ ہے۔۔۔۔۔ غلطی ہو گئی "اس سے۔۔۔۔۔ میں سمجھا دوں گی۔۔۔۔۔ دوبارہ ایسی غلطی نہیں  
کرے گا۔۔۔۔۔" کرن کی ممتا نے اسے رانا صاحب کے غضب سے بچا لیا۔ اور ارحام کے آنسو دیکھ کر رانا صاحب کا دل بھی کچھ موم ہو گیا  
تھا اس لیے وہ تھوڑا ڈانٹ ڈپٹ کر چلے گئے۔ ارحام نے جان بچی سو  
لاکھوں پائے سوچتے سکون کا سانس لیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ارحام۔۔۔۔۔ آپ کو وہاں نہیں جانا چاہیے۔۔۔۔۔ وہ اچھے " لڑکوں کی جگہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ سو فساد جڑے ہوتے ہیں ایسے مقامات سے۔۔۔۔۔ "کرن کمرے میں لا کر اسے سمجھانے لگی۔

یہ عمر بہت نازک ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اس میں اگر ہم اپنے آپ پر قابو پا لیں تو آگے کے زندگی آسانی سے گزرتی ہے۔۔۔۔۔ یہ عمر کردار سازی کا دور ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اس عمر میں کئی سارے بدلاواتے ہیں۔۔۔۔۔ پر بیٹا۔۔۔۔۔ اس عمر میں اگر ہم برائی میں پڑھ گئے تو ہمیں اس کی عادت ہو جاتی ہے اور عادت ختم کرنا آسان نہیں ہے۔۔۔۔۔ اپنے کردار کو بہت مضبوط بنانا ہے آپ نے۔۔۔۔۔

آپ کا کردار ناصرف آپ کا بلکہ میرے اور آپ کے ڈیڈ کے کردار سے بھی جڑا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میرے اور آپ

کے ڈیڈ کے کردار پر باتیں بنے۔۔۔" کرن نے ارحام کی تھیوڑی اوپر کر کے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ارحام نے معصومیت سے سر نفی میں ہلایا۔

جب بھی دوستوں کا انتخاب کرو۔۔۔۔۔ آپ نے یاد رکھنا ہے کہ " آپ کی حفاظت وہی راستہ کرے گا جو اللہ کے ساتھ جڑا ہو۔۔۔۔۔ جب بھی اللہ کی مرضی کے خلاف جانے کا دل چاہ رہا ہو۔۔۔۔۔ تو یاد رکھو اگر آپ اس غلط کام کو کر ڈالو گے تو آپ اللہ کی حفاظت سے نکل جاو گے۔۔۔۔۔ آپ اللہ کی پناہ سے نکل جاو گے۔۔۔۔۔ پھر ناڈیڈ آپ کو بچا سکے گے۔۔۔۔۔ نامیں۔۔۔۔۔ بس اب آپ نا ایسے دوستوں سے ملو گے نا ایسے جگہوں پر جاو گے۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ کوئی اور

بات تو نہیں ہے۔۔۔۔۔" کرن نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے آخری فقرہ قدرے درشتی سے کہا۔

ارحام نے سر جھکا کر نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ سموکنگ کی بات چھپا گیا تھا۔

XX

(حال) **NOVELS MAFIA**  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

وہ بلیک سوٹ بوٹ میں تیار بال نفاست سے بنائے آفس میں ٹہلتا کوئی فائل پڑھ رہا تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا۔ نا آشنا نمبر دیکھ کر اس نے ایئر پوڈ کو ہلکا دبا کر ڈٹی آواز میں ہیلو کہا۔

صاحب۔۔۔۔۔ میں کمال خان بول رہا ہوں۔۔۔۔۔ وہ اسٹال " والا۔۔۔۔۔" سرگوشی نما آواز اس کے سماعتوں میں پڑی۔



ہاں کمال خان بولو۔۔۔ کیا خبر ہے۔۔۔۔۔ "اسے پہچان کر وہ"  
ساری توجہ کال پر مرکوز کر کے سننے لگا۔

ابھی البرٹ آیا ہے میرے پاس۔۔۔۔۔ نیا مال لے کر۔۔۔۔۔ وہ"  
آپ نے کہا تھا نا۔۔۔ میں آپ کو اطلاع کروں۔۔۔۔۔ "اس نے  
مخبری کرتے فاصلے پر بیٹھے اس دراز قد پتلے لڑکے کو دیکھا۔

ویری گڈ۔۔۔۔۔ اسے وہی بیٹھا کر رکھو۔۔۔۔۔ میں آرہا"  
ہوں۔۔۔۔۔ دھیان رہے بھاگنے ناپائے۔۔۔۔۔ "ہدایت دیتے

اس نے میز پر پڑے اپنے گلاس والیٹ اور موبائل اٹھائے اور  
تیزی سے کبین سے باہر کو بھاگا۔ کوریڈور میں اسے بھاگتے دیکھ کر  
اس کے دونوں گارڈز بھی الرٹ ہو گئے اور اس کے پیچھے بھاگنے  
لگے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

جائے وقوع پر پہنچ کر وہ کار سے اتر کر کوٹ کے بٹن بند کرتا بلکہ  
گلاس لگائے تیزی سے کمال خان کے اسٹال پر آیا اور سامنے ہی بیچ  
پر 27 سالہ پتلا لڑکا بیٹھا ملا۔ ابھی اس نے البرٹ کو پکارا ہی تھا کہ وہ  
اسے پولیس والا سمجھ کر بھاگنے لگا۔

اب البرٹ آگے اور وہ اور اس کے گارڈز البرٹ کے پیچھے۔  
البرٹ سٹاپ۔۔۔۔۔ "اس نے صدا لگائی پر وہ نہیں رکا۔"

آئی ویل شوٹ یو۔۔۔۔۔ "وہ otherwise البرٹ سٹاپ"  
کھڑا ہو گیا اور اپنی گن نکال کر البرٹ کا نشانہ باندھنے لگا۔

البرٹ نے کانپتے اپنی سپیڈ مزید تیز کر دی لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ اس  
کی رفتار گن سے نکلنے والے گولی کی سپیڈ سے زیادہ تیز نہیں ہو سکتی۔

غور سے البرٹ کو دیکھتے اس نے گن کارخ قدرے نیچھے کیا اور ٹریگر  
دبا کر فائر کر دیا۔

گولی البرٹ کے پاؤں میں لگی وہ کراہتا ہوا نیچے گر پڑا۔  
میں ایک سوال پوچھوں گا۔۔۔۔۔ اور اس کا سچا سچ جواب "  
دینا۔۔۔۔۔" اس نے زمین بوس ہوئے البرٹ کو سیدھا کیا اور  
غضب سے اسے گھورتے ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔  
ارحام۔۔۔۔۔ کہاں۔۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔۔" اسی دو ٹوک انداز میں "  
سوال کیا۔

میں کسی ارحام کو نہیں جانتا۔۔۔۔۔" البرٹ نے اپنا پاؤں پکڑے "  
خون کو روکنے کی کوشش کرتے درد سے کراہتے اتنا ہی کہا۔

میں جانتا ہوں ارحام کو۔۔۔۔۔ وہ آیا تھا میرے پاس۔۔۔۔۔ دو"

سال پہلے۔۔۔۔۔ اس کے گھر والوں نے اسے نکال دیا تھا۔۔۔۔۔

اور وہ اپنے ڈیڈ سے بہت تنگ آ گیا تھا۔۔۔۔۔ اور وہ۔۔۔۔۔ وہ

البرٹ کو دوسرا گھونسنہ مارنے لگا تھا کہ اس کا منہ کھل گیا اور وہ طوطے کی طرح حقیقت بتانے لگا۔

اس کی ہسٹری نہیں چاہیے ایڈیٹ۔۔۔۔۔ وہ اس وقت کہاں ہے یہ "بتاؤ۔۔۔۔۔" اس نے بیچ میں البرٹ کو ٹوک کر اپنا اصل مدعہ دوہرایا۔

وہ۔۔۔۔۔ آ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ "گولی لگنے کی تکلیف۔ خون کا"

بہاؤ۔ اور اوپر سے اس مضبوط ہاتھ کے ضرب سے البرٹ کی حالت غیر ہونے لگی۔ وہ بات کرتے کرتے کراہ اٹھا۔

"Albert.... where is.... irhaam...."

اس نے البرٹ کو جھنجھوڑ کر تند و تیز آواز میں سوال کیا۔

نفف فرانس۔۔۔۔۔ اسے میں نے اپنے بیسباس کے پاس فرانس "بھیج دیا تھا۔۔۔۔۔ لیکن پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہاں سسسس کے ہاں

سے بھھکھاگ گیا ہے۔۔۔۔۔۔ اب کہاں ہے مجھے نہیں  
پتا۔۔۔۔۔۔ "البرٹ نے اکھڑے سانس میں کہا اور بے ہوش  
ہو گیا۔

جلدی۔۔۔۔۔۔ ہسپتال لے چلو اسے۔۔۔۔۔۔ مجھے ابھی اس کے باس "  
کائیڈریس بھی چاہیئے۔۔۔۔۔۔ مرنا نہیں چاہیئے یہ۔۔۔۔۔۔ "اس نے  
تیزی سے اپنے گارڈز کو آواز لگائی۔ وہ فوراً اسے پہلے آگے ہوئے اور  
البرٹ کو بازوؤں میں اٹھائے کار کی جانب بھاگے۔

تم دنیا کے کسی بھی کونے میں چھپ جاؤ اور انارحام مبشر۔۔۔۔۔۔ "  
میں تمہیں ڈھونڈ نکالوں گا۔۔۔۔۔۔ فرانس۔۔۔۔۔۔

ہو نہہ۔۔۔۔۔۔ "کمرپر ہاتھ رکھے ہوئے اس نے حقارت سے کہا اور  
آگے کالائے عمل سوچنے لگا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

(ماضی)

عائزہ کی 17 برتھ ڈے پرسفیان نے اسے ایک ریسٹورنٹ میں بلایا۔  
وہ بلیک کلر کالجیٹ میکسی پہنے لمبے بال کھلے رکھے ہلکا میک اپ کئے  
ہوئے شام کے وقت ڈرائیور کے ساتھ مطلوبہ ریسٹورنٹ پہنچی تو  
دروازے پر ہی مینیجر نے اسے ایک گلدستہ پیش کرتے برتھ ڈے  
وش کیا۔

وہ کچھ متذبذب سی مشکور ہوتے ہوئے اس کے پیچھے چلنے لگی۔ راہ  
داری کے آخر میں بنے کھلے لان تک اسے لا کر وہ مینیجر واپس مڑ گیا۔  
سامنے ہی بلیک ٹوپیس سوٹ میں تیار سفیان اس کے استقبال میں کھڑا  
ملا۔

عائزہ وہاں کی ڈیکوریشن دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ چاروں طرف سرخ اور بلیک کلر کے بڑے بیلون لگائے گئے تھے۔ چار ستون پر مبنی اس سینٹرل میز کے ہر ستون کو خوبصورت پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ میز پر سرخ کلر کی سلک کی شیٹ بچھائی گئی تھی اور دو عدد سینٹرل موم بتی اسٹینڈ پر خوشبودار کینڈل رکھے گئے تھے۔

بلیک اور سرخ ہی پردوں کو لگایا گیا تھا جس پر بیل کی صورت چھوٹی لائٹس چمک رہی تھی۔

عائزہ نے اپنے میکسی کا دامن اٹھائے جیسے ہی لان پر قدم رکھا اوپر سے گلاب کی پتیوں کی برسات ہو گئی۔ چند ویٹرز دوسری منزل پر کھڑے سفیان کے پلان کے مطابق اس پر پھول برسا رہے تھے۔ وہ چہکتے



ہوئے اس پھولوں کے برسات سے گزرتی سفیان کے عین سامنے  
آئی۔

ہیپی برتھ ڈے مائی لیڈی۔۔۔۔۔ "اس نے عائرہ کا ہاتھ تھام کر اسے"  
وش کیا۔

عائرہ کے پاس اپنے جذبات بیان کرنے الفاظ نہیں تھے وہ یک ٹک  
اسے دیکھتی رہی۔ غیر محسوس طور پر سفیان جیب سے ایک  
خوبصورت ساد نیا کے شکل کا چھوٹا سا گیند نما پینڈینٹ نکالتا عائرہ کے  
بیچے آیا اور اس کے بال آگے کو کر کے اسے وہ پینڈینٹ پہنا دیا۔

آج سے میری دنیا تم ہو عائرہ۔۔۔۔۔ تم نہیں۔۔۔۔۔ تو میں کچھ "  
بھی نہیں۔۔۔۔۔ میری دنیا اب تمہارے پاس ہے۔۔۔۔۔ پلیز  
"اسے سنبھال کر رکھنا۔۔۔۔۔ ورنہ میں بکھر جاؤں گا۔۔۔۔۔"

اس نے عائرہ کے عقب میں کھڑے کھڑے اسے کندھوں کو تھامے ہوئے اپنی محبت کا اظہار کیا۔

وہ نظریں جھکائے بلش کرنے لگی۔ اس کی سفید گردن پر نظر پڑتے سفیان کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ بہت سے خیالات من کو بہکا کر گزر گئے۔ وہ سر جھٹکتا اپنے من سے ایسے خیالات مہو کرتا واپس عائرہ کے سامنے آیا۔

محبت ایک معتبر احساس ہے۔۔۔۔۔ اس میں پہلی شرط عزت اور "

دوسری اعتبار کی ہے۔۔۔۔۔ مجھے تم سے محبت ہے۔۔۔۔۔ اور

تمہیں مجھ پر اعتبار۔۔۔۔۔ اس رشتے کی بنیاد عزت سے رکھی جائے

گی۔۔۔۔۔ ٹرسٹ می۔۔۔۔۔ "سفیان سنجیدگی سے کہتا اس کا ہاتھ

تھامے ٹیبل تک لایا۔ سیٹ پیچھے کر کے اس نے عائرہ کو بیٹھنے کا کہا۔  
پھر دوسری سمت خود تشریف فرما ہو گیا۔

عائرہ جان نثار نظروں سے سامنے بیٹھے اپنے انتخاب پر فخر کرتی اس  
سالہ وجہیہ مرد کو دیکھنے لگی۔ وہ اس کے اس غیرت مند ادا پر فدا 21  
ہو گئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں ایک چھوٹا نفیس سا کیک لا کر اس نے عائرہ کے سامنے  
رکھا۔ دونوں نے مل کر چھری اٹھائی اور ساتھ میں کیک کاٹنے لگے۔

تمہیں پا کر میری زندگی مکمل ہو گئی ہے سفیان۔۔۔۔۔ تھینکیو سو"  
بچ۔۔۔۔۔ یہ میری زندگی کا سب سے یادگار دن ہے۔۔۔۔۔ "عائرہ  
نے کیک کا ٹکڑا سفیان کو کھلایا اور سفیان نے عائرہ کو۔

میرا بھی۔۔۔۔۔ "حسب عادت اسے چھیڑتا سفیان نے کیک پر"  
سے کچھ کریم لے کر عائرہ کے گالوں پر لگا دیا۔ عائرہ اس شرارتی لیکن  
محبت سے بھرپور انسان کو دیکھ کر واری واری ہو گئی۔

XX

(حال)

البرٹ کو آج ہسپتال میں تیسرا دن ہو گیا تھا۔ اس کا زخم محلول ہونے  
لگا تھا اور صحت بھی بحال ہو گئی تھی۔ اس کے علاج، کھانے پینے حتہ  
کہ البرٹ کے فیملی کا خرچہ بھی وہ نوجوان اٹھارہا تھا۔

تیسری شام وہ باقی دنوں کے برعکس خاکی ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں  
ملبوس تھا۔ مہنگے سنیکرز اور گھڑی پہنے وہ ہسپتال کے کمرے میں  
البرٹ کے سامنے بیٹھاسپاٹ تاثرات بنائے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اگر باس کو معلوم پڑا۔۔۔ وہ مجھ کو جان سے مار دے گا۔۔۔"

جب سامنے بیٹھے اس شخص نے اپنا مطالبہ دوہرایا تو البرٹ مستقبل کے لیے پریشان ہو گیا۔

اور اگر نہیں بتاؤ گے تو میں جان سے مار دوں گا۔۔۔ اس دفعہ گولی پیر پر نہیں سیدھے سر پر لگے گی البرٹ۔۔۔۔۔ تم سوچ لو۔۔۔۔۔

تمہیں ابھی میرے ہاتھوں مرنا ہے یا کچھ سال بعد باس کے ہاتھوں۔۔۔۔۔" اس نے دو ٹوک انداز میں کہا۔

البرٹ ساکن سا اسے دیکھنے لگا۔ اس کے بوڑھے ماں باپ جو وہی موجود تھے، وہ بھی اس نوجوان کی دلیری پر اسے غور سے دیکھنے لگے۔

وہ لمبی سانس خارج کرتا اٹھا اور بیڈ کے کنارے البرٹ کے پہلو میں بیٹھا اور اس کا ہاتھ تھامے تھپتھپانے لگا۔

البرٹ۔۔۔۔۔ تم یہ کام چھوڑ دو۔۔۔۔۔ حرام کام تباہی اور بربادی  
کے علاوہ کچھ نہیں دیتا۔۔۔۔۔ دیکھو اپنے بوڑھے ماں باپ  
کو۔۔۔۔۔ اگر تم آج زندہ نہ ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔۔۔۔۔ "وہ  
بہت نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

البرٹ نے شرمسار ہوتے اداس آنکھوں سے غریب اور بوڑھے ماں  
باپ کو دیکھا۔  
اگر تم مجھے اپنے باس کی انفارمیشن دے دو۔۔۔۔۔ اور مجھ سے "

وعدہ کرو کہ تم یہ کام چھوڑ دو گے۔۔۔۔۔ تو میں بھی وعدہ کرتا  
ہوں۔۔۔۔۔ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔۔۔۔۔ بلکہ  
سرکار سے تمہیں معافی نامہ دلوا کر کسی مناسب جگہ کام بھی دلادوں

البرٹ کی ماں نے اشک بار آنکھوں سے البرٹ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سر اثابت میں ہلایا۔ باپ نے بھی اس سے اس مانوس شخص کا مشورہ ماننے کی درخواست کی۔

البرٹ انگلیاں مڑوڑتا کنکار اور اسے اپنے باس کے متعلق ساری  
تفصیلات بتانے لگا۔

معلومات لیں لینے کے بعد اس نے ہسپتال کی روش پر چلتے ٹریول ایجنٹ کو کال ملائی۔

میری فرانس کے لیے سیٹ بک کرواؤ۔۔۔۔۔ "کال پر ہدایت"  
دیتے اس نے فرانس جانے کا فیصلہ کیا۔

ارحام کی قسمت بدلنے اس نے خود فرانس جا کر اسے ڈھونڈنا مناسب سمجھا۔

XX

(ماضی)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رانا ہاوس کے سب مکین بہت جلد کلب کے اس واقعے کو فراموش کر گئے۔ لیکن رانا مبشر محتاط ہو گئے تھے۔ ان دنوں ارحام کچھ سنبھل کر رہنے لگا تھا اس لیے کچھ ہاتھ نالگا تو انہوں نے بھی اس کی ایک بھول سمجھ کر در گزر کر دیا۔ مگر ابھی ایک اہم انکشاف ہونا باقی تھا۔

ارحام کی 16 برتھ ڈے پر رانا صاحب نے اسے اسمارٹ واپچ گفٹ کیا۔ ارحام نے خوشی سے ڈیڈ کو آغوش گھیر کرتے شکریہ ادا کیا۔ رانا



صاحب نے خوشی سے بیٹے کو سینے میں بھینچ لیا۔ ان کے ارادوں سے انجان وہ عائرہ اور باقی کزنز کو اپنا گفٹ دکھاتے گھر میں ہلچل مچائے ہوئے تھا۔

ٹریکنگ کوڈ GPS رانا صاحب نے اس کے اسمارٹ واچ میں ایک دائرہ کر وایا ہوا تھا جس سے وہ ارحام پر نظر رکھنے لگے۔

ایک شام ارحام اپنے کمرے کے بالکونی میں سموکنگ کر کے اندر آیا اور سیگریٹ کا پیکٹ بیڈ پر پھینک کر نہانے چلا گیا۔

نہانے کے دوران اسے اپنے کمرے میں کسی کی آہٹ محسوس ہوئی۔ آدھا نہایا ہوا آدھا صابن لگے ہی وہ شاور گاؤں پہنتے ہڑا کر باہر آیا کہ ٹھٹک گیا۔ سامنے ہی رانا صاحب تند تاثرات لیے کھڑے تھے اور ان کے ہاتھ میں وہی سیگریٹ کا پیکٹ تھا۔

یہ کیا ہے۔۔۔۔۔" سرد مہری سے ارحام کو گھورنے لگے۔"

م۔۔۔م۔۔۔میرے دوست کا ہے۔۔۔۔۔" ارحام نے اپنے  
کپکپاہٹ کو قابورکھنے کی ناکام کوشش کی۔

دوست کا ہے تو تمہارے پاس کیا کر رہا ہے۔۔۔۔۔" رانا صاحب  
اس کے بہانے سے قائل نہ ہوئے۔

وہ میرے پاس بھول گیا تھا۔۔۔۔۔" اس نے ایک جھوٹ چھپانے  
دوسرا جھوٹ گڑھا۔

رانا صاحب ارحام کے بدلتے رنگ دیکھتے فضا میں سیگریٹ کی بو  
سونگھنے لگے۔ ان کی آواز سنتے کرن بھی فکر مند ہوتی ارحام کے  
کمرے میں آئی اور رانا صاحب کے ہاتھ میں سیگریٹ کاپیکٹ دیکھ کر

اس کے آبرو پھیل گئے اور آنکھیں بڑی ہو گئی۔ وہ بے یقینی سے  
ارحام کو دیکھنے لگی۔

تم سموکنگ کرتے ہو۔۔۔۔۔ اس گھر میں تم نے کس کو سموکنگ  
کرتے دیکھا ہے ہاااا۔۔۔۔۔" رانا صاحب کی آواز بلند ہو گئی تھی۔

ارحام نے مایوسی سے ماما کو دیکھا لیکن وہ تنے ہوئے اعصاب سے  
اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا آج ماما اس کی دفاع نہیں کریں گی۔  
اسے غصہ آنے لگا۔ اپنا جنون قابو کرنے وہ مٹھیاں سختی سے میخچھے  
کھڑا رہا۔

جواب دو۔۔۔۔۔ کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ کب سے کر رہے ہو یہ  
سب۔۔۔۔۔ کیا میں نے ہزار دفعہ صحیح غلط حرام حلال میں تفریق  
کرنا نہیں سیکھا یا۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے درشتی سے پوچھا۔

اووو پلیز ڈیڈ۔۔۔۔۔ خود تو ساری عمر عیاشی کرتے گزاری " ہے۔۔۔۔۔ اب میرے ٹائم آپ کو حرام حلال کا ڈفرین یاد آرہا ہے۔۔۔۔۔ اپنا یہ نیک بننا کم عقلوں کو دکھاو۔۔۔۔۔ میں آپ کے پاسٹ کے بارے میں سب جانتا ہوں۔۔۔۔۔ سو پلیز۔۔۔۔۔ میرے سامنے نیک پارسامت بنے۔۔۔۔۔ اینڈ ڈونٹ انٹر فٹیر ان مائی لائف۔۔۔۔۔ "ارحام نے سخت لہجے میں جنون کی حد پار کر دی تھی۔

رانا صاحب کے آبرو پھیل گئے۔ وہ سانس لینا ہی بھول گئے تھے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان کا اپنا بیٹا ان کا ماضی ان کے منہ پر دے مارے گا۔

ارحام۔۔۔۔۔ یہ کیسے بات کر رہے ہو اپنے ڈیڈ سے۔۔۔۔۔ سوری"  
کرو۔۔۔۔۔ چلو سوری کرو۔۔۔۔۔ "کرن نے اس کا بازو جھڑپ کر  
اسے جھنجوڑ دیا لیکن ارحام پر آج ناباپ کی نصیحت کی کا اثر ہونے والا  
تھاناماں کی ڈانٹ کا۔

وہ معذرت کیے بغیر ماما سے اپنا بازو چھڑا کر واپس واشروم میں چلا  
گیا۔  
رانا صاحب لب میچھے اس کے کمرے سے نکل گئے۔ کرن افسردہ  
ہو گئی وہ ان کو سمجھانے ان کے پیچھے ہوئی۔

رانا صاحب۔۔۔۔۔ میں اس سے بات کرتی ہوں۔۔۔۔۔ آپ اس"  
کی باتیں دل پہ نالیں۔۔۔۔۔ "اپنے بیڈروم میں آکر کرن نے رانا  
صاحب کو دلاسا دینے کی کوشش کی۔

مجھے لگا تھا۔۔۔۔۔ میری آزمائش تمام ہو چکی ہے۔۔۔۔۔ پر قدرت "  
"نے ارحام کو دوسرا رانا مبشر بنا کر بھیجا ہے میری زندگی میں۔۔۔۔۔  
وہ گہری سوچ میں ڈوبے گویا تھے۔

میں نے اس کی آنکھوں میں وہی جنون وہی پاگل پن دیکھا "  
ہے۔۔۔۔۔" رانا صاحب کی آواز بھر آنے لگی۔

"ایسا نہیں ہے۔۔۔۔۔ نادان ہے۔۔۔۔۔ سمجھ جائے گا۔۔۔۔۔"   
کرن نے ان کا بازو تھام کر امید دلانی چاہی۔

چھوک کہاں ہو گئی مجھ سے۔۔۔۔۔ میں اپنے بیٹے کی صحیح تربیت "  
نہیں کر پایا۔۔۔۔۔ میں اچھا باپ نہیں بن پایا۔۔۔۔۔" وہ اپنی  
سوچوں گم افسردہ ہو گئے تھے۔ وہ کرن کی باتیں سن کر بھی ان سنی کر  
رہے تھے۔ کرن کا دل بھر آ گیا تھا۔ وہ لب کانٹے لگی۔

وہ میرے حدود سے نکل گیا ہے کرن۔۔۔۔۔ وہ برائی پر گامزن " ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ "ارحام کے مستقبل کے اندیشوں سے گھرے رانا صاحب کا دل دھڑک گیا۔ کرن محض سر ہلاتی رہ گئی۔

ہر کسی میں برائی سے لوٹنے کی طاقت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ میں تو " آگیا تھا واپس۔۔۔۔۔ پر مجھے ڈر ہے ارحام واپس نہیں آسکے گا۔۔۔۔۔ ہم نے اسے کھو دیا ہے کرن۔۔۔۔۔ ہم نے اپنے بیٹے کھو دیا ہے۔۔۔۔۔ " ان کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔

اپنے مضبوط شوہر کو یوں روتا دیکھ کر کرن کا دل دہل گیا۔ اس نے رانا صاحب کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور حوصلہ افزائی کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

□ □

وعلیکم السلام ابہتاج۔۔۔۔۔ کیسے ہو۔۔۔۔۔ "روحان نے خوش دلی" سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے خوش آمدید کہا۔

سالہ ابہتاج حسین۔ روحان کے بہت اچھے دوست اور اس کے 27  
ہم منصب کا بڑا بیٹا۔ وجیہہ شخصیت کا حامل۔ لمبا مضبوط خوب رو  
مرد۔



ایک ہفتے پہلے وہ روحان کے پاس فائنالس کے متعلق چند سوال لے کر آیا تھا۔ روحان نے اسے کچھ کورس کروانے آفس آنے کی تجویز دی تھی اور پچھلے تین دنوں سے وہ باقاعدہ روحان سے کلاس لینے آرہا تھا۔

آج بھی وہ اپنے کورس کا پڑھنے بلیک کلر قمیض شلوار پہنے آستین کمنیوں تک موڑے ہشاش بشاش تیار روحان کے آفس آیا تھا۔ وہ اپنے مقرر وقت سے کافی پہلے آگیا تھا اور روحان کو ضروری میٹینگ میں شامل ہونے جانا تھا اس لیے وہ ابہتاج کو اپنے کیمین میں بیٹھا کر کانفرنس روم میں چلا گیا۔

ابہتاج روحان کے کیمین میں بیٹھے اپنی نوٹ بک پر نوٹس بنارہا تھا جب اس نے کسی کو کیمین میں اندر داخل ہوتے دیکھا۔

پاپا۔۔۔۔۔ "21 سالہ زینب لاشعوری میں روحان کو ڈھونڈتی"  
کیبن میں داخل ہوئی کہ ٹھٹک گئی۔ اسے روحان تو نہیں ملا پر سامنے  
ایک خوب رو وجہیہ مرد پر نظر پڑی۔

روحان سر ایک ضروری میٹینگ میں ہے۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے"  
زینب کو متذبذب انداز میں خود کو دیکھتے پا کر وضاحت دی۔

کب تک آئیں گے۔۔۔۔۔ "زینب نے آداب مجلس بجالاتے آگے"  
آکر پوچھا۔ وہ فوراً اسے واپس جا کر بے مروتی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتی  
تھی۔

بتا کر نہیں گئے۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے شانے اچکاتے جواب دیا۔"  
زینب کچھ دیر خاموشی سے روحان کی سیٹ پر بیٹھی رہی۔ ابہتاج واپس  
اپنے کام میں جٹ گیا تھا۔ زینب کی یہاں وہاں دیکھتے ابہتاج کی نوٹ

بک پر نظر پڑی۔ وہ کوئی میتھ کا فارمولہ حل کر رہا تھا لیکن دو سے تین کوشش کر کے بھی وہ سوال کا صحیح جواب نہیں نکال سکا۔

ایکسیوزمی۔۔۔۔۔ آپ نے فارمولے کی ترتیب الٹ لکھی "

ہے۔۔۔۔۔ "زینب سے مزید اسے کشمکش میں مبتلا دیکھا نہیں گیا اس نے اٹھتے ہوئے معصومیت سے ابہتاج کو ٹوکا اور پھر سامنے پڑے قلم دان سے ایک قلم اٹھا کر نوٹ پیڈ پر درست فارمولہ لکھ کر ابہتاج کو پیش کیا۔

ابہتاج نے پہلے غور سے اس نوٹ پیڈ پر درج فارمولہ دیکھا پھر اپنے نوٹ بک سے تشبیہ دیا تو اس کی آنکھیں چمک اٹھی ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ مگر اس سے پہلے وہ زینب کا شکریہ ادا کرتا وہ کسین سے باہر نکل گئی تھی۔

سو سوری زیادہ ویٹ تو نہیں کیا۔۔۔۔۔" کچھ دیر بعد روحان کیبن " میں داخل ہوتے معذرت خواہ ہوا۔

ابہتاج نے خوش ہوتے درست فارمولے کے ساتھ وہ سوال فوراً سے حل کر لیا تھا اور اب اپنی نوٹ بک روحان کو دکھا رہا تھا۔

دیٹس گریٹ۔۔۔۔۔" روحان نے محظوظ ہوتے اسے سراہا اور پھر " اسے آگے کے مراحل سمجھانے لگا۔

**NOVELS MAFIA**  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

XX

صبح صبح سفیان جو گنگ کر کے واپس آیا۔ نور کے علاوہ کوئی اٹھا ہوا نہیں تھا۔ ٹھنڈی ہوا اور پرندوں کی چچہاہٹ سماء کو سکون بخش رہی تھی۔

ممی ناشتہ۔۔۔۔۔ "وہ ٹریک سوٹ میں ہی آکر ڈائمنگ ٹیبل پر"  
بیٹھ گیا۔

بیٹھولا رہی ہوں۔۔۔۔۔ "نور نے مصروف انداز میں جواب دیا۔"

یہ ناشتہ لاہور سے آرہا ہے یا کچن سے۔۔۔۔۔ "پانچ سے سات"  
منٹ تک انتظار کر کے وہ خود کو بولنے سے روک نہیں پایا۔

مجھے پتا ہے یہ جلدی کس بات کی ہے۔۔۔۔۔ تاکہ تم ناشتہ آدھا"  
ادھورا چھوڑ کر بھاگ جاو۔۔۔۔۔ "نور نے اس کے آگے ناشتہ رکھتے  
جتاتے ہوئے کہا۔

پورا ناشتہ کر کے اٹھنا ورنہ آج سے مجھے ممی مت کہنا۔۔۔۔۔ تنگ"  
آگئی ہوں تمہارے اس کھانے کے طریقے سے۔۔۔۔۔ "ملازم کے  
ہاتھوں بقیہ لوازمات لیتے نور نے سختی سے ڈانٹا۔

او کے چھوٹی بیگم جی۔۔۔۔۔ شام کو ملتے ہیں۔۔۔۔۔ "ممی کے غصے"  
کو سیریس لیتے سفیان نے ٹوسٹ کے دو پیس لے کر کھاتے ہوئے کہا  
اور اٹھ کر اپنے کمرے کے جانب بڑھ گیا۔ اس نے نور کو اس لقب  
سے مخاطب کیا جس سے ماز میں بلایا کرتے تھے۔

نور اسے حیران زدہ ہو کر دیکھنے لگی۔ اسے یہ فیصلہ کرنے میں دشواری  
پیش ہو رہی تھی کہ وہ پچپن میں زیادہ ضدی تھا یا اب۔

XX

اس دن ارحام کو اپنے اسکول فرینڈز کے ساتھ پکنک پر مری جانا تھا۔  
وہ بلیک پیٹ اور برانڈڈ شرٹ پہنے۔ آنکھوں پر گلاس لگائے۔ گلے  
میں سلور چین ڈالے ہشاش بشاش تیار اپنے اور عائرہ کے مشترکہ  
میں در آیا۔ کارڈرز کے ATM اکاؤنٹ سے پیسے نکالنے بینک

(error) اندر کیا اور کوڈ دیا۔ لیکن کمپیوٹر اسکرین کچھ غلطی دکھاتے اس کا کارڈ واپس نکال دیتا۔

اس کے آبرو تن گئے اسی طرح اس نے دو سے تین مرتبہ کوشش کی لیکن ہر بار ناکام رہا۔ بالآخر وہ بینک کے اندر گیا اور مینیجر کو مسئلے سے آگاہ کیا۔

سوری سریہ اکاؤنٹ فریز کر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔ ان فریز ہونے تک "یوز نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔" بینک مینیجر نے یکسانیت سے کہا۔

کس نے فریز کروایا ہے۔۔۔۔۔ "اس کے عصاب مزید تن گئے" تھے۔

"سوری یہ کانفیڈینشل ہے۔۔۔ ہم آپ کو نہیں بتا سکتے۔۔۔"

اس نے قدرے سرد مہری سے کہا اور اس کا کارڈ واپس کر دیا گویا اسے جانے کا کہہ دیا ہو۔

ارحام منہ لٹکائے بینک سے واپس باہر آگیا۔ اس کے موبائل میں کب سے تھڑ تھڑاہٹ ہو رہی تھی۔ اس نے کال اٹھاتے پڑمردہ انداز میں ہیلو کیا۔

ارحام کہاں ہے یار۔۔۔۔۔ بس نکل رہی ہے۔۔۔۔۔ کب سے"

تیرا ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ "دوست نے تیز آواز میں اسے جھڑکا۔

آ رہا ہوں۔۔۔۔۔" صرف یہ دو لفظ کہتے اس نے کال کاٹ دی۔"

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX



دیر کیوں کر دی آنے میں۔۔۔۔۔"ڈینی نے اس کے آتے ہی"  
پوچھا۔

بینک گیا تھا۔۔۔۔۔پراکاونٹ فریز کر دیا ہے ڈیڈ نے۔۔۔۔۔پتا نہیں"  
کونسی دشمنی نکال رہے ہیں وہ مجھ سے۔۔۔۔۔سکون سے جینے نہیں  
دے رہے۔۔۔۔۔"ارحام کو شدید غصہ آرہا تھا۔

اب سیگریٹ پیتے پکڑیں گے تو غصہ تو کریں گے۔۔۔۔۔"ڈینی نے"  
رانا صاحب کی حمایت میں کہا۔

پلیز۔۔۔۔۔اب تو توان کی طرف داری نا کر۔۔۔۔۔پہلے ہی جیب"  
خالی ہونے سے تپ چڑھی ہوئی ہے مجھے۔۔۔۔۔"ارحام نے ہاتھ اٹھا  
کراسے ڈپٹا۔

ان کے قریب ان سے ایک سال سینئر سٹوڈنٹ تالم شاہ بیٹھایہ منظر  
دیکھ رہا تھا۔ وہ ہمدردی سے ارحام کے قریب آیا اور اس کے کندھے  
پر ہاتھ رکھا۔

پیسوں کا جگاڑ ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ "اس نے ارحام کے اسمارٹ واچ"  
کے جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں ایک موبائل شاپ کو جانتا ہوں۔۔۔۔۔ وہ اس کی اچھی"  
قیمت دے دے گا۔۔۔۔۔ "اس نے واچ پھینچنے کی تجویز دی۔

یہ ڈیڈ نے گفٹ کیا تھا مجھے۔۔۔۔۔ "ارحام بد مزہ ہو گیا۔"

جب ڈیڈ کو تجھ سے محبت ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ تیری پاکٹ منی بند"  
کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ تو تجھے ان کا گفٹ رکھ کر کیا کرنا ہے۔۔۔۔۔

سے 50 ہزار مل جائے گے۔۔۔۔۔ آسانی سے ہفتہ گزار سکتا 40

ہے۔۔۔۔۔ تب تک وہ اکاونٹ ان فریز بھی کر دیں گے۔۔۔۔۔ "ایک  
اور شیطانی آئیڈیا دیا گیا۔

ارحام کے تاثرات سپاٹ ہو گئے۔ اگلے سٹاپ پر وہ دونوں بس سے  
اترے اور ایک موبائل شاپ پر جا کر ارحام نے وہ واپچ بھیج دی۔

XX

رانا مبشر آفس کے کبین میں بیٹھے لیپ ٹاپ پر ارحام کے جی پی ایس کا  
لوکیشن بھی دیکھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ اپنا کوئی کام بھی کر رہے  
تھے۔

آدھ گھنٹے بعد انہیں محسوس ہوا جی پی ایس ایک ہی جگہ رکا ہوا ہے۔  
انہوں نے تعجب سے آنکھیں سکھیر کر لیپ ٹاپ میں اس جگہ کو  
معلوم کیا تو وہ ایک چھوٹا سا بازار نما علاقہ تھا۔

اسجد۔۔۔۔۔ ایک لوکیشن بھیج رہا ہوں۔۔۔۔۔ فوراً سے وہاں جا"  
کر پتالگاوجی پی ایس سٹاپ کیوں ہے۔۔۔۔۔ "انہوں نے اپنے مینیجر  
کو کال کر کے ہدایت دی۔

ان کے ہدایت کی تکمیل دیتے اسجد فوراً سے روانہ ہو گیا۔

سر۔۔۔۔۔ یہ ایک موبائل ریپیرنگ شاپ ہے۔۔۔۔۔ اور ارحام"  
کر دی (sale) نے ایک گھنٹے پہلے وہ واپس اس دکان پر سیل  
ہے۔۔۔۔۔ "اسجد نے جائے وقوع پر پہنچ کر من و عن رانا صاحب کو  
روداد سنائی۔

رانا صاحب کے آبرو پھیل گئے۔

تو پیسے کی خاطر اس حد تک جاسکتا ہے یہ لڑکا۔۔۔۔۔ "انہوں نے"  
دل میں سوچا۔

تم وہ واچ اس شاپ سے واپس خرید کر میرے پاس لاو۔۔۔۔۔ "رانا"  
صاحب نے درشتی سے حکم دیا اور کال کاٹ کر موبائل میز پر پٹخ دیا۔  
انہیں ارحام پر شدید غصہ آرہا تھا

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

شام کو جب ارحام پکنک سے لوٹا تو رانا صاحب کو اپنا منتظر پایا۔ وہ بے  
تاثر انداز میں چلتے آگے بڑھا پر رانا صاحب نے اسے مخاطب کیا۔  
تمہاری واچ کہاں ہے۔۔۔۔۔ "رانا صاحب نے آرام سے پوچھا۔ وہ"  
فوراً ہی غصہ نہیں کرنا چاہتے تھے اور ویسے بھی پچھلی مرتبہ کے  
ہوئے جھڑک سے ان دونوں باپ بیٹے کے بیچ بول چال کم تھی۔

تو اگر میں آپ کا اکاؤنٹ فریز کروادوں۔۔۔۔۔ آپ اٹھے کام"  
شروع کر دو گے۔۔۔۔۔ اپنی واپس بھیج دو گے۔۔۔۔۔ مجھ سے جھوٹ  
بولو گے۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے بھی اپنی خفگی ظاہر کی۔ ارحام شاہک  
ساہو گیا۔

کیا لگا تھا مجھے پتا نہیں چلے گا۔۔۔۔۔ جہاں سے یہ چلا کیاں آپ سیکھ " "رہے ہو۔۔۔۔۔ اس در سے میں اچھے سے واقف ہوں۔۔۔۔۔ انہوں نے جیب سے وہی وایچ نکال کر سینٹرل ٹیبل پر رکھا۔ اب کی بار آواز مزید مدھم ہو گئی تھی۔

بیٹا۔۔۔ میں آپ پر سختی کر رہا ہوں۔۔۔ آپ کو برائی سے " روک رہا ہوں۔۔۔ تو یہ آپ ہی کے بھلائی کے لیے ہیں۔۔۔ ماں باپ جو بھی پابندی لگاتے ہیں اس میں اولاد کی ہی بہتری ہوتی ہے۔۔۔۔۔ وہ خود کبھی نا کبھی اس دور سے گزر چکے ہوتے ہیں انہیں ان سب کا تجربہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔ میں گزر چکا ہوں اس دور سے اور میں نے اس میں کوئی خیر نہیں دیکھی۔۔۔۔۔ "نرمی سے کہتے وہ اٹھے اور ارحام کے گرد بازو مائل کیا۔

یہ ٹیکنالوجی کا دور بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔۔۔۔۔ دو ماہ کے " بچے سے لے کر 90 سالہ بزرگ تک سب اس کی زد میں آچکے ہیں۔۔۔۔۔ فحاشی۔۔۔۔۔ بے حیائی۔۔۔۔۔ نشہ۔۔۔۔۔ بہت عام ہوتا چلا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ اگر ابھی سے ہم نے اپنے آنے والے نسل

کی لگام نہیں تھامی تو وہ گمراہی کے جانب نکل پڑے گے۔۔۔۔۔ پر  
کامیابی صرف اللہ سبحان و تعالیٰ کے راستے میں ہے۔۔۔۔۔ "اپنے سینے  
سے ارحام کا سر لگائے انہوں نے محبت سے سمجھایا۔  
دکھ اس بات کا نہیں ہے کہ آپ نے واج بھیج دی۔۔۔۔۔ افسوس"  
اس بات کا ہے کہ اکاونٹ فریز ہونے کا جان کر آپ غلط راہ پر چل  
پڑے۔۔۔۔۔ آج واج بھیجی ہے کل کو گھر کا کچھ اور سامان بھیج دیں گے  
پر سوں چوری ڈکیتی پر اتر آئیں گے۔۔۔۔۔ "ان کی آواز میں افسردگی  
در آئی تھی۔

سوری ڈیڈ میں دوبارہ ایسا نہیں کرو گا۔۔۔۔۔ "ارحام نے اپنے کیئے"  
پر پچھتاتے ہوئے معذرت خواہاں انداز میں سر جھکا دیا۔



رانا صاحب مسکرائے اور اس کے گرد گرفت مضبوط کر لی۔ جہاں  
ڈانٹ سے بات نہ بنے وہاں پیار سے آزمانہ چاہیے۔

رانا صاحب نے دونوں طریقہ کار آزمایا اور ارحام پگل بھی گیا لیکن یہ  
بدلاؤ محض کچھ وقت کے لیے تھا۔

XX

زینب یونیورسٹی کے آڈیٹوریم کے اسٹیج پر بڑے سے ملٹی میڈیا  
اسکرین پر ہال میں موجود اسٹوڈنٹس اور چند اساتذہ کرام کو اپنے  
مخصوص انداز میں لیکچر دیں رہی تھی۔

وہ دائیں سے بائیں جاتی شرٹ پر لگے چھوٹے سے مائک میں گویا تھی۔  
سب خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔ بہت سی آنکھیں اس کی  
پیروی کر رہیں تھیں۔ وہ ہاتھ ہوا میں لہراتی اسکرین پر نمودار ہوتے

ریاضی کے سوالات سمجھا رہی تھی۔ انہی ڈھیر ساری آنکھوں میں دو ہلکی براون آنکھیں بھی اس لمبی خوبصورت اور قابل رشک لڑکی پر مرکوز تھی۔ ابہتاج حسین کی دلکش آنکھیں۔

لیکچر اختتام پذیر ہوا سب اپنی اپنی کلاس کو جانے لگے۔ زینب نے سارا سامان اپنے بیگ میں ڈالا اور وہاں سے نکلی تھی کہ آڈیٹوریم کے باہر اسے ابہتاج مل گیا۔

کمال ہے ایک فرسٹ سمسٹر کی سٹوڈنٹ۔۔۔۔۔ فور تھ اور ففتھ " سمسٹر کے اسٹوڈنٹس اور پروفیسرز کو لیکچر دے رہی تھی۔۔۔۔۔ یقین نہیں آ رہا۔۔۔۔۔ ویسے اس دن کے لیے تھینکس۔۔۔۔۔ " اس کے ساتھ ساتھ ابہتاج نے ستائشی انداز میں تعریف کر دی اور اس دن مدد کرنے پر شکریہ بھی ادا کیا۔

اتنا بھی کوئی کمال نہیں ہے۔۔۔۔ کسی کو میتھ بہت جلد سمجھ آ جاتی " ہے۔۔۔۔ کسی کو نہیں۔۔۔۔۔ اور میرا تو سب سے من پسند سبجیکٹ ہے۔۔۔۔ ایک کشش ہوتی ہے ہر سوال میں۔۔۔۔۔ ویسے آپ بھی سٹوڈنٹ ہے۔۔۔۔ "زینب اس کے جانب رخ کر کے کھڑی ہو گئی۔

ویل۔۔۔۔۔ پیشے سے تو میں نیا بر حال وظیفہ یگ لیکچرر " ہوں۔۔۔۔۔ پر جہاں سے علم بنٹ رہا ہو۔۔۔۔۔ میں وہاں سٹوڈنٹ بن جاتا ہوں۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے معصومیت سے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر جواب دیا۔

زینب کچھ لمحے متذبذب سی ہو گئی۔ اس نے اس سے پہلے کبھی کسی لیکچرر سے فرینک ہو کر گفتگو نہیں کی تھی اس لیے اب مزید گفتگو

کرنے میں اسے جھجک محسوس ہو رہی تھی۔ مزید وقت ضائع کئے بغیر  
ابہتاج اس سے رخصت لیتا وہاں سے روانہ ہو گیا اور زینب اسے  
آنکھوں سے اوجھل ہونے تک دیکھتی رہی۔

XX

ملاقاتوں کا سلسلہ یہی سے پروان چڑھنے لگا۔ ایک ماہ تک ٹرائل میں  
لیکچر دے کر ابہتاج کو مستقل کانٹریکٹ مل گیا۔ وہ باقاعدہ فل ٹائم  
لیکچرر مقرر ہو گیا۔

cool یار۔۔۔۔ تم لوگوں نے نئے سر کو دیکھا ہے۔۔۔۔۔ کتنے  
ہے نا۔۔۔۔ اور سنا ہے ہماری تھیوری کلاس بھی اسے دی جائے  
گی۔۔۔۔ "بریک ٹائم وہ گرلز گروپ ابہتاج پر مباحثہ کر رہے تھے۔

ہاں۔۔۔۔۔ کاش انہیں ہماری کلاس مل جائے۔۔۔۔۔ اتنا پیچیدہ"  
سجیکٹ پڑھنے میں مزا آجائے گا۔۔۔۔۔ "دوسری فرینڈ نے اپنی دلی  
خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

زینب نے اپنی فرینڈز کو ابہتاج سے فیملی جان پہچان سے آشنا نہیں کیا  
تھا اس لیے وہ ان کے مباحثے میں مداخلت کئے بغیر ان کی گفتگو سے  
محظوظ ہو رہی تھی۔

XX

وہ کوئی قبولیت کا وقت ہی ثابت ہوا۔ ابہتاج کو فرسٹ سمسٹر کی کلاس  
دے دی گئی۔

زینب کی ساری کلاس میٹس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ ابہتاج کو  
زیادہ دیر کلاس میں روکنے الٹ پلٹ سوال کرتی کبھی ایکسٹرا کلاس کی

خواہش ظاہر کرتی۔ وہ جب بولتا تو سب ہی اس کے لہجے میں کھو جاتے۔ وہ بہت نرم گو اور باوقار مرد تھا۔ جنس مخالف اس پر فریفتہ ہوئے بغیر نہ رہ سکتیں۔

وہی دوسری جانب ابہتاج کی زینب کی طرف دلچسپی بڑھنے لگی۔ وہ کلاس میں ہوتا یا کلاس روم کے باہر ہر وقت صرف زینب کے بارے میں سوچنے لگا۔ اکثر کلاس کے دوران پڑھاتے ہوئے بھی اس کی نظریں زینب پر آکر رک جاتی لیکن اپنے پروفیشن کا خیال کرتے وہ جلد اپنے آپ کو کمپوز کر لیتا۔

مبارک ہو ٹاپر۔۔۔۔۔ آپ کو تو صرف میتھ میں ہی نہیں۔۔۔۔۔ ہر "سبجیکٹ پر فوقیت حاصل ہے۔۔۔۔۔" مڈ ٹرم امتحانات کے رزلٹ کے دن زینب کے ٹاپ کرنے پر ابہتاج نے اسے مبارکباد پیش کی۔

تھینکیو سر۔۔۔۔۔ یہ سب میرے پاپا کی محبت اور ممی کی دعاؤں کا "نتیجہ ہے۔۔۔۔۔ اور ساتھ ساتھ میرے سب پروفیسرز کی محنت کا پھل ہے۔۔۔۔۔" زینب نے اپنی کامیابی والدین اور اساتذہ کرام کے نام کی۔

XX

ابتہاج اس دن گھر آیا تو اس کی خالہ بھی آئی ہوئی تھی اور دونوں بہنیں موبائل میں کچھ دیکھتی مہو گفتگو تھیں۔

کیا دیکھ رہی ہو امی جان۔۔۔۔۔ "ابتہاج نے خالہ کو سلام کرتے" امی سے پوچھا۔

حسین صاحب روحان کے ہم منصب ہوتے ہوئے سادہ زندگی کے قائل تھے۔ گیٹ سے داخل ہوتے راہ داری کے دونوں سمت لان

تھا۔ ایک لان میں جھولار کھا ہوا تھا اور دوسرے سمت ٹیبل اور دو کرسیاں۔ گھر میں داخل ہوتے سامنے درائنگ روم تھا۔ دائیں جانب درائنگ روم اور مہمان خانہ تھا اور بائیں جانب اوپر کو سیڑھیاں جاتی تھی۔

دو عدد صوفہ سیٹ اور میزوں سے ڈرائنگ روم کو سجایا گیا تھا۔ اس نفیس سے گھر کے میاں بیوی اور دو بچے مکین تھے۔ بڑا بیٹا بہتان اور چھوٹا بیٹا بتسام۔

لڑکی دیکھ رہی ہیں ہیں۔۔۔۔۔ تیری خالہ تین اچھی لڑکیوں کے رشتے " لائی ہے۔۔۔۔۔ " حورین خانم نے قدرے جتانے والے لہجے میں جواب دیا۔



پچھلے تین سال سے وہ ابہتاج کی شادی کروانے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی تھی لیکن ابہتاج نوکری مل جانے تک شادی نہ کرنے کی ضد پر اڑا ہوا تھا۔ فل وقت اس کا ابو جان کے ساتھ بزنس جوائن کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ اپنی پسند کا پیشہ اپنانا چاہتا تھا۔

کا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اور اب تو سرکاری جاب بھی مل گئی 27 " ہے۔۔۔۔۔ یونیورسٹی لیکچرر بن گئے ہو۔۔۔۔۔ اب تو تیری نوکری کی ضد بھی پوری ہو گئی۔۔۔۔۔ " امی جان نے خفگی سے ہونہہ کیا۔

امی جان ابھی تین ماہ بھی مشکل سے ہوئے لیکچرر لگے۔۔۔۔۔ " تھوڑا وقت تو دیں سیٹل ہونے کا۔۔۔۔۔ " ابہتاج نے خفہ امی جان کے گرد بازو مائل کر کے انہیں منانے کی کوشش کی۔

وہ فرح کے دوسرے بیٹے کی بھی شادی ہو گئی۔۔۔۔۔ تجھ سے پانچ سال چھوٹا ہے۔۔۔۔۔ "خالہ نے بھی اسی انداز گفتگو میں مداخلت کی۔

کون فرح۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے اس نامی خاتون کو یاد کرنے کی کوشش کی۔

ارے وہ ہے نا۔۔۔۔۔ سعیدہ کے جیٹھانی کے چھوٹی بہن کی " نند۔۔۔۔۔ "خالہ نے دور کے رشتے گنوائے۔ ابہتاج کا منہ کھل گیا اور ان سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھے ابتسام نے اپنی ہنسی روکنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

□ □

اچھا اوکے امی جان۔۔۔۔۔ کر لوں گا شادی۔۔۔۔۔ پر اتنا دور کیوں " "جانا جب پاس میں ہی اتنا اچھا رشتہ ہے۔۔۔۔۔" اس نے امی جان کی خواہش پوری کرنے کا فیصلہ کیا۔

کون۔۔۔۔۔ "ابو جان کی پوری توجہ ابہتاج پر مرکوز تھی۔"

وہ۔۔۔۔۔ یہ راناہاوس۔۔۔۔۔ روحان انکل کی بیٹی۔۔۔۔۔ بہت "

اچھی لڑکی ہے بلکل جیسی امی جان کو چاہیئے۔۔۔۔۔ سو گھڑ۔۔۔۔۔

پڑھی لکھی۔۔۔۔۔ خوبصورت۔۔۔۔۔ بااخلاق۔۔۔۔۔ "ابہتاج

نے جھجکتے ہوئے زینب کے بارے میں مشورہ دیا۔

ویسے بات تو ٹھیک کی ہے۔۔۔۔۔ زینب سے میں بھی ایک آدھ "

دفعہ ملا ہوں۔۔۔۔۔ بہت کمال چکی ہے۔۔۔۔۔ "حسین صاحب نے

اپنے جذبات کا اضافہ کیا۔

تو پھر سوچ کیوں رہے ہیں۔۔۔۔۔ کل ان کے گھر چلتے ہیں۔۔۔۔۔

میں بھی زرا دیکھ لوں۔۔۔۔۔ کیسی ہے یہ۔۔۔۔۔ جس کی تعریفیں

کرتے میرے میاں اور بیٹا تھک نہیں رہے۔۔۔۔۔ "امی جان کو  
زینب سے ملنے کا تجسس ہوا۔

اور امی جان کے تجویز پر ان سب نے باہمی رضامندی سے اتوار کے  
دن روحان کے گھر جانے کا فیصلہ کیا۔

XX

ارحام نے ڈیڈ سے کیے وعدے کے مطابق خود کو سدھارنے کی  
کوشش کی لیکن دو دن بھی سموکنگ ترک کر کے نہیں رہ سکا۔

اس کا اکاؤنٹ ابھی بھی فریز تھا۔ اور اسے سیگریٹ لینے پیسوں کی اشد  
ضرورت تھی۔ اس نے ڈینی اور کچھ قریبی دوستوں سے قرض مانگا  
لیکن کسی نے اسے قرض تک نادیا۔

اس شام عائرہ فرسٹ ایئر کے ایڈمیشن فارم جمع کروا کر گھر لوٹی اور فریش ہونے واشر روم چلی گئی۔ ارحام اس کے پیٹھ پیچھے کمرے میں داخل ہوا اور اس کے بیگ میں پیسوں کی تلاش کرنے لگا۔

ارحام۔۔۔۔۔ کچھ چاہیئے۔۔۔۔۔ "عائرہ نے اسے پکارا"

سس۔۔۔۔۔ ڈیڈ نے اکاونٹ فریز کر دیا ہے۔۔۔۔۔ ماما بھی مجھے

پاکٹ منی نہیں دے رہی۔۔۔۔۔ کچھ پیسے چاہیئے۔۔۔۔۔  
تمہارے پاس ہے کیا۔۔۔۔۔ "ارحام نے معصومیت سے آنکھیں

جھپکاتے ہوئے کہا۔

دیکھو۔۔۔۔۔ تم اس سے سموکنگ تو نہیں کرو گے۔۔۔۔۔ "عائرہ نے"

انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتے پوچھا۔

نو نو آئی پر اس نہیں کروں گا۔۔۔۔۔ "بڑی مہارت سے وہ" جھوٹ بول گیا۔

ارحام ہم سب چاہتے ہیں تم اس گندگی سے باہر آ جاو۔۔۔۔۔ اس "لیے ڈیڈ ماما اور میں تمہارے لیے بہت پریشان رہتے ہیں۔۔۔۔۔ ورنہ تم پر سختی کرنا ہمیں بھی اچھا نہیں لگتا۔۔۔" عائرہ نے مسکراتے ارحام کے رخسار پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے سمجھایا اور بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کے بڑے والے خانے میں ایک چھوٹا سا سیف باکس کھولا۔

ارحام بغور اس کی کاروائی دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے عائرہ کی انگلیاں سیف کا کوڈ بار ہی تھی ویسے ویسے ارحام کو ڈزہن نشین کر رہا تھا۔ سنبھل کر استعمال کرنا۔۔۔۔۔ "اس نے بیس ہزار نکل ارحام کو" تھمائے۔

جاتے جاتے اس نے ہاتھ اٹھا کر دو انگلیاں باہم ملائے اس نے دوستی کا اشارہ کیا۔ عائرہ نے بھی اسی انداز ہاتھ اٹھا کر دو انگلیاں باہم ملائے سر کو خم دیا۔ یہ ان کے پیار اور دوستی کا نشان تھا۔

سنڈے کو دن سے ہی رانا ہاوس میں مہمانوں کی خاطر داری کرنے کے انتظامات شروع کئے گئے۔ کرن اپنی نگرانی میں لوازمات بنوار ہی تھی اور نور صاف صفائی کروانے لگی تھی۔



پتا نہیں ایسی کیا بات کرنی ہے حسین کو۔۔۔ خاص کہلوایا ہے کہ " "سارے بچے بھی گھر پر ہو۔۔۔۔۔ اتنا ضروری کیا ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ روحان پر سوچ انداز میں کمر پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔

تو پریشانی کی کیا بات ہے۔۔۔۔۔ شام کو پتہ چل ہی جائے گا۔۔۔۔۔ " اللہ خیر کریں گا۔۔۔۔۔ " رانا صاحب نے لان میں پودوں کو پانی دیتے اسے تسلی دی۔ چھٹی کے دن گارڈینگ کرنا رانا مبشر کا پسندیدہ مشغلہ بن گیا تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

شام کو حسین صاحب اور حورین خانم رانا فیملی کے ہمراہ ان کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ ذیشان کمپیوٹر کی ایکسٹرا کلاس لینے گیا ہوا

تھا اور ارحام بھی منظر عام سے غائب تھا جبکہ سفیان پاپا کے ساتھ  
میزبان بنا رہا۔

زینب اور عائزہ سلام کرتی ملازمہ کے ساتھ چائے کے لوازمات  
اٹھائے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

کیسی ہے آپ زینب۔۔۔۔۔ "حسین صاحب نے کھڑے ہو کر"

زینب کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے لاڈ کیا۔  
ٹھیک ہوں انکل۔۔۔۔۔ "اس نے خوش دلی سے جواب دیا۔"

حورین خانم کی تو زینب پر سے نظریں نہیں ہٹ پارہی تھی۔ انہیں  
اپنے بیٹے کی پسند واقعی بہت پسند آئی۔ انہوں نے پلکیں جھپکا کر اپنے  
میاں کو رضامندی دی تو وہ کنکارتے ہوئے روحان سے مخاطب  
ہوئے۔

روحان۔۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ ہماری دوستی رشتہ داری میں " بدل جائے۔۔۔۔۔ مجھے اپنے ابہتاج کے لیے آپ کی زینب بہت پسند ہے۔۔۔۔۔ " انہوں نے امید بھری نگاہ سے روحان کو دیکھا۔ کچھ پل ڈرائنگ روم میں خاموشی چھا گئی۔ روحان اور نور میں حیرت انگیز نظروں کا تبادلہ ہوا۔ رانا صاحب کے چہرے پر خوشی سے مسکراہٹ پھیل گئی۔ کرن نے خوش ہوتے زینب کے جانب دیکھا وہ بلش کرتی نظریں جھکاتی ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئی۔

زی آپ۔۔۔۔۔ کیا بات ہے ہمممممم۔۔۔۔۔ کیا جادو کر دیا آپ " نے پروفیسر بھائی پر۔۔۔۔۔ ڈائریکٹ رشتہ بھیج دیا انہوں نے۔۔۔۔۔ " عائرہ زینب کو چھیڑتی اس کے پیچھے بھاگ آئی۔

ابتہاج تو اپنا بچہ ہے۔۔۔۔۔ میرے سامنے پلا بڑا ہے۔۔۔۔۔ ایسا داماد

تو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا مجھے۔۔۔۔۔" روحان نے حسین صاحب کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تھپتھپایا۔

پر حسین صاحب۔۔۔۔۔ میری زینب مجھے جان سے زیادہ عزیز ہے۔۔۔۔۔ اس کے اقرار کے بغیر میرے لیے کوئی بھی فیصلہ کرنا مشکل ہے۔۔۔۔۔ میں اس سے مشورہ کر کے آپ کو کال کروں گا۔۔۔۔۔" روحان نے رانا بھائی کو دیکھا تو انہوں نے بھی اس کی حمایت کرتے سر اثابت میں ہلایا۔

جی بہتر۔۔۔۔۔ بلکل درست فیصلہ ہے آپ کا۔۔۔۔۔ زینب کی رضا مندی لازمی ہونی چاہیے۔۔۔۔۔ مجھے آپ کے کال کا انتظار رہے گا۔۔۔۔۔" حسین صاحب نے روحان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تسکین دلائی۔

جاتے ہوئے حورین خانم کے خاص بلاوے پر زینب دوبارہ ان سے ملنے آئی۔ اس دفعہ حسین صاحب کے ساتھ ساتھ حورین خانم نے بھی اس کی تعریف کرتے اسے لاڈ کیا۔

XX

اگلے دن زینب، ابہتاج کی کلاس لینے سے جھجک رہی تھی۔ جس سے رشتے کی بات چل رہی ہو لڑکی غیر ارادی طور پر اس سے شرماتی ہے سامنے جانے سے جھجکتی ہے۔ یہ قدرتی فعل ہوتا ہے۔ زینب بھی آج اسی کشمکش سے دوچار تھی۔

تم لوگ جاو۔۔۔ میں بعد میں آتی ہوں۔۔۔ "کلاس تک آکر" زینب رک گئی۔ اس کی فرینڈز گروپ نے حیرت انگیز نظروں کا تبادلہ کیا۔

تم کلاس بنک کر رہی ہو۔۔۔۔۔ وہ بھی ابہتاج سر کی۔۔۔۔۔ "ایک" فرینڈ نے چونک کر استفسار کیا۔ زینب ان کے گروپ کی واحد لڑکی تھی جو پڑھائی کے معاملے میں ہمیشہ سیریس رہتی اور آج یہ انکشاف سن کر ساری فرینڈز دنگ رہ گئی تھی۔

بنک نہیں کر رہی۔۔۔۔۔ بس لائبریری میں کچھ کام ہے۔۔۔۔۔ "نوٹس نہیں بنائے نا۔۔۔۔۔ بنا کر آتی ہوں۔۔۔۔۔" زینب نے ہچکچاتے ہوئے نظریں چرائی اور مزید بحث کئے بغیر تیز تیز روانہ ہو گئی۔

وہی دوسری جانب زینب کو غیر حاضر پا کر ابہتاج کو کھٹک محسوس ہوئی۔ کلاس ختم ہونے کے بعد اس کی فرینڈز سے پوچھ کر وہ خود زینب سے بات کرنے لائبریری آ گیا۔

میں نے آپ سے بنا پوچھے پروپوزل بھیج دیا۔۔۔۔۔ آپ کو برا تو " نہیں لگا۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے ایک بک ریک کے پاس زینب کو روکا۔ نہیں برا کیوں لگے گا۔۔۔۔۔ یہ سب فیصلے تو گھر کے بڑے ہی " کرتے ہیں۔۔۔۔۔ "زینب، ابہتاج سے نظریں ملانے سے کترار ہی تھی۔

پر میرے لیے آپ کی پسند جاننا بہت اہم ہے۔۔۔۔۔ آپ کو فیملی " کے دباو میں آکر کمپر و مائز کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔ اگر آپ کو میں پسند نہیں ہوں تو آپ مجھے بتادیں۔۔۔۔۔ میں خود ہی اس رشتے سے دستبردار ہو جاؤں گا۔۔۔۔۔ "آسان رائے حل نکالتے ابہتاج نے ناچاہتے ہوئے بھی اسے تجویز دی۔



میری پسند ناپسند کا فیصلہ میرا جڑواں بھائی کرے گا۔۔۔۔۔ اگر " آپ ایک دفعہ اس سے مل لیں۔۔۔۔۔ میرے لیے بہت آسانی ہو جائے گی۔۔۔۔۔ ذیشان کو آپ پسند آگئے تو سمجھے مجھے بھی پسند ہیں۔۔۔۔۔ " زینب نے امید بھری نگاہ سے اسے دیکھا۔

شیور۔۔۔۔۔ آپ میرا کانٹیکٹ نمبر اسے دیں دے۔۔۔۔۔ میں " اس سے جلد مل لوں گا۔۔۔۔۔ " ابہتاج نے خوشی خوشی اس کی آفر قبول کی۔

XX

(حال)

عائزہ اپنا پنک کلر نائٹ ڈریس پہن کر بالوں کی ڈھیلی چٹیاں باندھے ہاتھوں پر کوئی کریم لگاتی ڈریسنگ روم سے باہر آئی تھی کہ اس کے

کمرے کی لائٹس آف ہو گئی۔ ابھی وہ شاکی انداز میں سو تیج بورڈ کے  
جانب ایک قدم بڑھی کہ کسی نے پیچھے سے آکر اسے کمرے سے اٹھالیا  
اور دیوار سے لگا کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

ایک پل کو وہ واقعی ڈر گئی تھی اور چیخ مارنے لگی تھی لیکن اگلے پل  
سنجھل گئی اس لمس سے اس مہک سے ان سانسوں سے وہ خوب  
واقف تھی۔

تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔" عائرہ نے سہمے انداز میں "  
اپنے منہ پر سے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے سرگوشی کی۔ رات کے اس  
پہر بھی وہ چیک شرٹ اور بلیو جینز میں ملبوس ساتھ میں بلیک جیکٹ  
پہنے چار منگ سا تیار تھا عائرہ کو اس کے ہولیہ پر شک سا ہوا۔

تمہاری بہت یاد آرہی تھی۔۔۔۔۔ سوچ رہا تھا جانے سے پہلے "مل لوں۔۔۔۔۔" اس نے عائرہ کے چہرے پر آتی لٹوں کو پیچے کرتے ہوئے کہا۔

اندھیر کمرے صرف چاندنی کی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

کہی جا رہے ہو۔۔۔۔۔ "عائرہ کا دل دھڑک گیا۔"

ہممم ایک ضروری کام سے یورپ جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ ایک ماہ کے "لیے۔۔۔۔۔ دو گھنٹے بعد فلائٹ ہے۔۔۔۔۔" اس نے خجالتی انداز میں شانے اچکائے۔

فرانس کو مخصوص کرنے کے بجائے اس نے یورپ کہا۔

دو گھنٹے بعد فلائٹ ہے اور اب بتا رہے ہو۔۔۔۔۔"

اتنی زحمت بھی کیوں کی۔۔۔۔۔ وہاں پہنچ کر ہی کال کر لیتے۔۔۔۔۔ "عائزہ کو ناراض ہونے میں ایک سیکنڈ نہیں لگا۔ وہ اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

کام میں بڑی ہو گیا تھا بتانے کا موقع نہیں ملا۔۔۔۔۔ "اس نے" چھوڑنے کے بجائے اسے مزید بانہوں میں بھینچ لیا۔

"چلو اب ناراض مت ہوا چھ سے خوشی خوشی رخصت کرو۔۔۔۔۔" اس نے معصومیت سے التجا کی۔

اوکے۔۔۔۔۔ خیریت سے جانا اور اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔۔ اللہ کریں" تم جس کام کے لیے جا رہے ہو وہ پورا ہو جائے۔۔۔۔۔ مجھے کال کرتے رہنا۔۔۔۔۔ "عائزہ کا دل تو نہیں چاہا پر اس کا دل رکھنے مسکرا دی۔

اپنے ہی زبانی اپنے بھائی کو پکڑ لینے کی وعادے دی تم نے"  
عائزہ۔۔۔۔۔ اب تو ارحام کو مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔۔۔۔۔  
تیج تیج سوسیڈ۔۔۔۔۔" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ ارحام کو  
سوچتے استخز یہ مسکراتے اس عائزہ کے چہرے کے گرد ہاتھوں کا پیالہ  
بنایا۔

ایسا خالی خالی گڈ بائے۔۔۔۔۔" عائزہ اس کی بانہوں میں ہوا اور"  
اس کا دل ناچلیں ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔

مطلب۔۔۔۔۔" عائزہ نے اس کی شریر مسکراہٹ سے گھبراتے"  
سوال کیا۔

لفظوں سے مطلب سمجھانے کے بجائے اس نے عائرہ کے گردن پر اپنے ہونٹوں کا قبضہ جمالیا۔ عائرہ اس کی قربت سے کسمپائی پر وہ خود کو اس کی حصار سے الگ نا کر سکی۔

اس پر جھکے اپنا پیار لٹاتے جب اس نے شدت عشق میں ڈوبے عائرہ کی ہونٹوں کا رخ کیا تو اس نے بیچ میں اپنا ہاتھ مائل کر کے اسے روک دیا۔ عائرہ کی اس رکاوٹ پر اس نے تیز تیز سانس لیتے چاندنی کی روشنی میں چمکتے عائرہ کے شفاف چہرے کو دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلاتے اس مزید بہکنے سے منع کر رہی تھی۔

جان۔۔۔۔۔ ہماری محبت اپنے تکمیل کو ضرور پہنچے گی۔۔۔۔۔"  
"بھروسہ رکھو۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔ تھوڑا اور صبر کر لو۔۔۔۔۔"

عائزہ نے اس کے گرد بازو مائل کئے ہوئے مدھم آواز میں سرگوشی کی۔

اس کے تاثرات بدل گئے وہ لبماسانس خارج کرتا اس کے حصار سے دور ہوا اور اپنے شرٹ کی شکن درست کرنے لگا۔ عائرہ کے چہرے پر مایوسی چھا گئی تھی۔ اس نے اپنے محبوب کو ناراض کر دیا تھا۔

مجھے چلنا چاہیے۔۔۔۔۔ ایئرپورٹ کے لیے دیر ہو جائے"

گی۔۔۔۔۔ "آواز کا شکستہ لہجہ عائرہ کے خدشات حقیقت میں بدل

دینے کو کافی تھا۔

اس نے عائرہ کے جانب دیکھے بغیر ہی قدم دروازے کے جانب بڑھائے اور دروازہ کھول کر تیز نظروں سے لاؤنج میں جھانکا۔

رانا ہاوس میں دن کو بھی کسی کا نام و نشان نہیں ملتا تھا رات کو کہاں ملنا تھا۔ وہ بنا آواز کئے دبے پاؤں سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا۔ اور ہلکے ہاتھ سے لاونج کے دروازے کا ناب گھمایا۔

جان۔۔۔۔۔ "عائزہ کی مایوس کن آواز اس کے سماعتوں میں پڑی۔" وہ اس کے پیچھے لاونج تک آگئی تھی۔

پہنچ کر کال کروں گا۔۔۔۔۔ اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔۔ بائے جان کی "جان۔۔۔۔۔" اس نے وقت رہتے اپنے آپ کو کمپوز کرتے ہوئے کہا۔

عائزہ بھیگی آنکھوں سے مسکرائی اور اس کے سینے سے جا لگی۔ اس نے اس کے گرد بازو مائل کر کے اس کی سر پر بوسہ دیا اور چھپ کے سے باہر کو نکل گیا۔



اس کے جاتے عائرہ بے دلی سے اپنے کمرے میں آئی اور اوندھے منہ بیڈ پر لیٹ گئی۔ نا جانے یہ دوریاں کب ختم ہونے کو تھی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

پیرس کی اس شام کا موسم بہت ہی دلکش تھا۔ ٹھنڈی ہواؤں نے شہر کا رخ کیا ہوا تھا اور ہلکے ہلکے بادل آسمان پر چھانے لگے تھے۔

حدیل قریب ہی کے ایک کافی شاپ سے دو عدد کولڈ کافی کے گلاس اٹھائے فٹ پاتھ پر چل رہی تھی کہ ٹھٹک کر رک گئی۔

سامنے ارحام وائٹ شرٹ اور جینز پہنے، بال اور شیوا سٹائل سے تراشے، پیٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ایک خوبصورت ٹین ایتج لڑکی سے مہو گفتگو تھا۔

وہ لڑکی بات بات پر ہنستی ارحام کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیتی اور ارحام بغیر کسی رد عمل کے اسے ہنستا ہوا دیکھ رہا تھا۔

حدیل کے عصاب تن گئے۔ وہ تیز تیز چلتی ان کے قریب آئی اور ارحام کو پیچھے کرتے خود اس لڑکی کے سامنے آگئی۔

حدیل نے سرتاپیر اسے گھوری سے نوازا۔ ان سبز آنکھوں کی پتھر نگاہ دیکھ کر وہ لڑکی قدرے گھبرا گئی اور وہاں سے روانہ ہو گئی۔  
"اب اس کا رخ ارحام کے جانب تھا۔ وہ اپنی" کون تھی۔۔۔۔۔  
مسکراہٹ دبائے بیچ پر آ کر بیٹھ گیا۔

pont d'léna وہ دونوں اس وقت آئفل ٹاور کے سامنے دنیا کے Eiffel Tower پر موجود تھے۔ bridge  
خوبصورت عجوبوں میں سے ایک ہے۔ اسے 1889 میں تعمیر کیا

گیا۔ شروعات میں فرانس کے کئی آرٹسٹ کے جانب سے اس پر تنقید ہوئی پھر یہ گلوبل سطح پر ثقافتی کنبہ بن گیا جسے آج پوری دنیا جانتی ہے۔ پیرس کا یہ سب سے خوبصورت شاہکار زور ہزاروں سیاحوں کے توجہ کا مرکز ہوا ہوتا ہے۔

پتا نہیں ٹورسٹ تھی۔۔۔۔۔ صرف ایڈرس پوچھ رہی تھی مجھ سے۔۔۔۔۔ "ارحام نے پیر جھلاتے ہوئے لاپرواہی سے جواب دیا۔ اتنا ہنس ہنس کر۔۔۔۔۔ اور ٹچ کیوں کر رہی تھی۔۔۔۔۔" حدیل کے غصے میں زرا برابر کمی نہیں آئی۔

ہممم اچھی لڑکی تھی۔۔۔۔۔ میں پہلی ہی ملاقات میں بے مروتی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ "جواب اب بھی لاپرواہ انداز میں دیا۔

چند لمحے سیاہ آنکھوں پر سبز آنکھوں کا سحر سر چڑھنے لگا لیکن اگلے ہی پل کو ارحام نے حدیل کے ہاتھ جھڑکے اور اپنے کافی کا گلاس اٹھا کر وہاں سے جانے لگا۔ حدیل شاک ہو گئی۔ اسے احساس ندامت نے گھیر لیا تھا۔ ارحام نے اس کا پروپوزل منظور نہیں کیا تھا وہ یوں اس پر حق نہیں جتا سکتی تھی۔

ارحام۔۔۔۔۔سٹاپ۔۔۔۔۔ایسا کیوں بہیو کر رہے " ہو۔۔۔۔۔" حدیل بھاگتے ہوئے اس کے سامنے آگئی۔

اچھا آئی ایم سوری۔۔۔۔۔ "معاملہ رفع دفع کرنے اس نے بحث" سے پہلے ہی معذرت کر لی۔

تم پیار میں پوز یسیو ہوتی جا رہی ہو۔۔۔۔۔ اور مجھے ڈر ہے اس سے " ہماری دوستی بہت متاثر ہو جائے گی۔۔۔۔۔ تم ایسی تو نا تھی۔۔۔۔۔ تم بہت بہادر اور نڈر تھی۔۔۔۔۔ ایک ساتھ چار غنڈو سے لڑنے کی ہمت رکھتی تھی۔۔۔۔۔ پر اب یہ پیار محبت عشق۔۔۔۔۔ یہ سب تمہیں کمزور بنا رہی ہیں۔۔۔۔۔ خود کو سنبھالو حدیل۔۔۔۔۔ اپنے آپ کو پہچانو۔۔۔۔۔ "ناچاہتے ہوئے بھی اس کی آواز سرد اور بے لچک ہو گئی۔

حدیل کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا لگنے لگا۔ وہ لب کاٹتی رونے سے گریز کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔

او کے میں آج کے بعد ایسا بہیو نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ پلیر موڈ"  
مت خراب کرو۔۔۔۔۔" اس نے ارحام کا بازو تھام کر التجا کی۔  
ارحام کی محبت اس کے نصیب میں نہیں تھی مگر وہ اس کی دوستی  
کھونے کی بلکل خواہشمند نہیں تھی۔

ارحام ایک غصیلی نظر اس پر ڈال کر سنجیدہ سادو سرے بیچ پر بیٹھ گیا  
اور کافی پینے لگا۔ حدیل کا دل بد مزہ ہو گیا تھا وہ بھی اداس سی اس کے  
پہلو میں بیٹھ کر سامنے پانی میں اٹھتی لہروں کو دیکھنے لگی۔

کیا واقعی پیار اسے کمزور بنا رہا ہے۔۔۔۔۔ کیا واقعی وہ بدل گئی"  
ہے۔۔۔۔۔ کیا اب وہ کسی خوف کا شکار ہے۔۔۔۔۔" بہت سے  
سوال دل میں امڑ رہے تھے اور جواب صرف ایک تھا۔

ہاں وہ ارحام کو کھودینے سے ڈرتی ہے۔۔۔۔۔ اس کے دور چلے " جانے کا خوف اسے کمزور دیتا ہے۔۔۔۔۔ " حدیل کے چند آنسو ٹوٹ کر اس کے رخسار پر بہنے لگے۔

XX

(ماضی)

رانا ہاوس کے بڑے لان میں گھاس پر بیٹھے وہ چاروں لڈو کھیل رہے تھے۔ ارحام تو سب سے پہلے ہی جانتے بوجھتے آوٹ ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ زینب کا دھیان ذیشان کے جانب لگا ہوا تھا جو تھوڑی دیر پہلے ابہتاج سے ملنے کے لیے نکلا تھا۔

پیچھے بچے سفیان اور عائرہ جو ڈٹے رہے اور جم کر مقابلہ کرتے رہے۔

ہیپیسی۔۔۔۔۔ میں جیت گئی۔۔۔۔۔ "عائزہ خوشی سے چہک"  
گئی۔



وہ تو تم بہت پہلے سے جیتی ہوئی ہو۔۔۔۔۔میرا"  
دل۔۔۔۔۔"سفیان عائرہ کے ہنسی پر دل ہارتا مخمور انداز میں  
بولا۔

سالا عائرہ اس کی نظروں سے جھپکتے ہوئے اٹھی اور شرماتی گھر 19  
کے اندر بھاگ گئی۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

عائرہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی کہ ٹھٹک گئی۔ سامنے ہی ارحام  
جیب میں کچھ چھپاتا بوکھلا گیا تھا۔

ارحام۔۔۔۔۔کچھ چاہیئے۔۔۔۔۔؟"عائرہ نے نرمی سے پوچھا۔"

نہیں بس ایسے ہی۔۔۔۔۔ "خود کو کمپوز کرتا وہ جانے لگا لیکن عائرہ"  
دروازے کے سامنے سپاٹ تاثرات بنائے کھڑی تھی۔ اس نے ہاتھ  
بڑھا کر ارحام کے جیب ٹٹولنا شروع کیئے۔  
ارحام مزاحمت کرتا اس کا ہاتھ جھڑکنے لگا۔

کیا چھپا رہا ہے ہو۔۔۔۔۔ ادھر دکھاو۔۔۔۔۔ "عائرہ زبردستی اس"  
کے جیکٹ کی جیب مضبوطی سے پکڑے اسے فرار ہونے سے روک  
رہی تھی۔

ہٹو۔۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔۔ لگ جائے گی تمہیں۔۔۔۔۔ "وہ"  
عائرہ کو خود سے دور کرتا ہاتھ چلانے لگا۔

تم نے میرے سیف سے پیسے نکالے ہیں۔۔۔۔۔ اب تم گھر کے  
اندر ہی چوری کرنے لگ گئے۔۔۔۔۔ ادھر دو۔۔۔۔۔ "عائزہ کی اس  
کے جیب میں پیسوں کی گٹی پر نظر پڑی تو ڈانٹنے لگی۔

"ہاں تو اپنے باپ سے جا کر کہو اکاؤنٹ ان فریز کر دیں۔۔۔۔۔"  
ارحام طیش میں سارے لحاظ کو بالائے طاق رکھتا غرایا۔

تمیز سے بات کرو۔۔۔۔۔ تمہارے بھی ڈیڈ ہے وہ۔۔۔۔۔ اور میں  
ان کے خلاف کوئی غلط لفظ نہیں سنوں گی۔۔۔۔۔ "عائزہ کی آواز  
اونچی ہونے لگی وہ غصے سے ارحام کو گھور رہی تھی۔

پتا ہے کتنی بڑی چمچی ہوا ان کی۔۔۔۔۔ ڈیڈ ایسے ہوتے ہیں  
ہو نہہ۔۔۔۔۔ سارے دوست ہنستے ہیں مجھ پر۔۔۔۔۔ کس

لیے بنا رہے ہیں اتنی بڑی ایمپائر جب مجھے ایک ایک روپیہ کے لیے  
جواب دینا پڑے۔۔۔۔۔" ارحام کا غصہ زرا برابر بھی کم نا ہوا۔  
وہ تمہاری بھلائی کے لیے ہی کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ وہ نہیں چاہتے تم "  
مزید گندگی میں چلے جاو۔۔۔۔۔" اب کی بار عائرہ کی آواز میں افسردگی  
در آئی تھی۔

نہیں چاہیے ایسی بھلائی۔۔۔۔۔ مجھے اپنی مرضی سے لائف جینی "  
ہے۔۔۔۔۔ ڈیڈ کے اشاروں پر نہیں۔۔۔۔۔" وہ بے زاری سے  
کہتے وہاں سے نکل گیا اور عائرہ مایوسی سے اسے جاتے دیکھنے لگی۔

XX

شام کے وقت خوشگوار ہواؤں کے چلتے موسم گرما میں کافی کمی آگئی  
تھی۔ ابہتاج اس اوپن ایئر ریسٹورنٹ کے سامنے رکھے چھتری تلے

ایک میز پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا۔ معمول کے جیسے آج بھی وہ سفید قمیض شلوار پہنے بال نفاست سے بنائے ہشاش بشاش تیار تھا۔

ذیشان سڑک کے پار کار پارک کر کے بھاگتا ہوا اس جگہ آیا۔

ہیلو ذیشان۔۔۔۔۔ ابتہاج حسین۔۔۔۔۔ "ابتہاج نے کھڑے"

ہو کر ذیشان سے مصافحہ کرتے اپنا تعارف کروایا۔

آپ کو کون نہیں جانتا سر۔۔۔۔۔ سوری میں تھوڑا لیٹ "DISCOVER STORIES, FIND YOURS!"

ہو گیا۔۔۔۔۔ آپ کو ویٹ کرنا پڑا۔۔۔۔۔ پلیز سر بیٹھے نا۔۔۔۔۔

تشریف رکھے۔۔۔۔۔ "ذیشان دیر سے آنے پر قدرے مضطرب

ہو گیا تھا۔

جسٹ ریلکس ذیشان۔۔۔۔۔ میں یہاں لیکچرار اور سٹوڈنٹ کے "

حیثیت سے ملنے نہیں آیا۔۔۔۔۔ یہاں میں ایک پروپوزل ہوں اور

آپ زینب کے بھائی۔۔۔۔۔ بی فری۔۔۔۔۔ ان سب فارمیٹرز کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے مسکراتے ہوئے ذیشان کی کشمکش کو محسوس کرتے اسے دلا سہ دیا۔ ذیشان کو ابہتاج کا یہ انداز واقعی بھا گیا وہ کافی حد تک ریلکس ہو گیا تھا۔

میری بہن بہت پسند ہے آپ کو۔۔۔۔۔ "ابتدائی حال احوال" دریافت کر کے ذیشان وقت ضائع کئے بغیر مدعہ کی بات پر آیا۔ وہ غور سے ابہتاج کو دیکھتا اس کی ہر حرکات اور سکونات کو مشاہدہ کر رہا تھا۔ زینب نے اس رشتے کا دار و مدار اس کے کندھے پر دے دیا تھا اور وہ کسی قیمت اس ذمہ داری میں لا پرواہی نہیں برت سکتا تھا۔ زینب اس کی جان سے بڑھ کر تھی وہ اس کے لیے بیسٹ انسان منتخب کرنا چاہتا تھا۔

زینب کے لیے میرے دلی جذبات بیان کرنے کو پسند کا لفظ شاید " وہ بہت قابل اور بہترین no doubt بہت چھوٹا ہے۔۔۔۔۔۔ لڑکی ہے۔۔۔۔۔۔ اور میرے لیے بہت خاص ہے۔۔۔۔۔۔ بہت اہم ہے۔۔۔۔۔۔ "ابہتاج بنا جھک ٹیبل پر کمنیاں رکھے ذیشان کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا۔

فرض کریں۔۔۔۔۔۔ زینب کی آپ سے شادی ہو جائے۔۔۔۔۔۔ " تو آپ اس کے لیے کیا کیا کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔ "دوسرا سوال بھی اس انداز میں ہوا۔ وہ ابہتاج کے مزاج کو آزماتا تھا۔

میرے ابو جان سادہ اور خوشحال زندگی جینے کے حمایتی ہیں۔۔۔۔۔۔ " اور میں بھی ان ہی کے نقش و قدم پر چلنے والا بندہ ہوں۔۔۔۔۔۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ میں زینب کے لیے چاند تارے توڑ کر لاؤں

گا۔۔۔۔۔ تاج محل بنادوں گا۔۔۔۔۔ یا کے ٹو کے پہاڑ پر چڑھ جاؤں  
گا۔۔۔۔۔ اور میرا نہیں خیال زینب ایسے مادہ پرستی سے قائل ہونے  
والی لڑکی ہے۔۔۔۔۔ جہاں تک میں اسے جان سکا ہوں وہ چھوٹی  
چھوٹی خوشیوں میں جینے والی ہے اور میں اتنا یقین ضرور دلا سکتا ہوں  
ہر حال میں اس کا ساتھ نبھاؤں گا۔۔۔۔۔ اس کی ان چھوٹی چھوٹی  
خوشیوں کا خیال رکھوں گا۔۔۔۔۔ بارش کے موسم میں لانگ ڈرائیو  
پر لیں جاؤں گا۔۔۔۔۔ چاند رات کو مہندی لگوانے لیں جاؤں گا۔۔۔۔۔  
اپنے ہاتھوں سے چوڑیاں پہناؤں گا۔۔۔۔۔ کبھی ناراض ہو جائے تو  
جواب سے آتے اس کے لیے گجرے لیں کر آؤں گا۔۔۔۔۔ رات کو  
تین بجے بھوک لگے تو اپنے ہاتھوں سے کھانا بنائے کھلاؤں گا۔۔۔۔۔  
اپنی آخری سانس تک زینب سے پیار کرتا رہوں گا۔۔۔۔۔ اسے خوش  
رکھوں گا۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے بہت ہی سادہ انداز میں اپنے اور زینب



کی آنے والی زندگی کے لیے دیکھے خواب کے منظر سے ذیشان کو  
روشناس کرایا۔

ذیشان کی آنکھیں چمک اٹھی ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔  
اس کے پاس مزید پوچھنے کو کچھ بچا نہیں تھا۔ وہ یہی تو چاہتا تھا کہ زینب  
کو بہت پیار کرنے والا اور خیال رکھنے والا ملے اور اچھے شوہر کی وہ  
ساری خصوصیات اسے ابہتاج میں نظر آرہی تھی۔  
دولت اور عہدے انسان کو عارضی طور پر بڑا کرتے ہیں لیکن  
انسانیت اور اخلاق انسان کو ہمیشہ بلند درجے پر رکھتا ہے

XX

زینب اپنے کمرے میں دائیں سے بائیں چکر کاٹتی ذیشان کی منتظر تھی۔  
اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا جب دروازہ کھلا اور ذیشان  
تند تاثرات بنائے اندر داخل ہوا۔

اس کے تاثرات دیکھ کر زینب کا دل ڈوبنے لگا لیکن اگلے ہی پل ذیشان  
دل کھول کر مسکرایا اور آگے ہو کر اس نے زینب کے گرد بازو مائل کر  
کے اس کا سر اپنے کندھے سے لگایا۔

زی۔۔۔۔ مجھے نہیں لگتا ابہتاج سے زیادہ تجھے کوئی پیار دے سکے۔  
گا۔۔۔۔ تجھے اتنا خوش رکھ سکے گا۔۔۔۔ ہی از پر فیکٹ ان ایوری  
۔۔ "ذیشان he is perfect in every way دے۔۔  
نے اسے اپنے حصار میں لیے تائید کی۔

زینب نے آنکھیں بند کر کے سکون کی سانس لی۔ اسے ذیشان کے کہے ایک ایک لفظ پر اعتبار تھا۔

اسی رات رانا صاحب نے زینب کو اپنے کمرے میں بلایا۔ روحان نور کرن اور باقی ساری فیملی ممبرز بھی وہی اکھٹا ہوئے تھے۔

زینب۔۔۔۔۔ ہم آپ کی رضامندی کے بغیر کوئی قدم نہیں " اٹھائیں گے۔۔۔۔۔ کوئی زبردستی نہیں ہے۔۔۔۔۔ اگر آپ ابھی شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہے تو بے جھجک مجھے بتا دیں۔۔۔۔۔ " رانا صاحب نے گھر کے بزرگ کا کردار نبھاتے زینب سے اس کی خواہش پوچھی۔

بڑے پاپا مجھے اس رشتے سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔۔۔ آپ " سب جو بھی فیصلہ کریں مجھے منظور ہے۔۔۔۔۔ " زینب نے اپنی

رضامندی سنائی تو سب خوش ہو گئے۔ رانا صاحب نے اس کے سر پر  
بوسہ دیتے اسے دعائیں دیں۔ کرن نے اسے اپنے حصار میں لے لیا  
تھا۔ نور تو ابھی سے آبدیدہ ہو گئی تھی۔ روحان خوشی سے مسکراتا  
آنکھوں میں آتے آنسو صاف کرنے لگا۔

باری باری سب سے مل کر آخر میں زینب، ذیشان کے پاس آئی اور  
مدھم آواز میں اس کا شکریہ ادا کیا۔

XX

رات کو جب ابہتاج گھر آیا تو ہر سوں خوشیوں کا سماء تھا۔ اسے لاؤنج  
میں سے ابو جان اور امی جان کے چہکنے کی آوازیں بخوبی سنائی دے  
رہی تھی۔

روحان کی کال آئی تھی۔۔۔۔۔ زینب نے ہاں کر دی ہے۔۔۔۔۔"  
انہیں رشتہ منظور ہے۔۔۔۔۔ مبارک ہو بیٹا۔۔۔۔۔" حسین صاحب  
نے ابہتاج کو سینے سے لگا دیا۔

امی جان نے اس کے پیشانی پر بوسہ دیتے اسے مبارکباد پیش کی۔  
ابتسام نے بھی بڑے بھائی کو رشتہ کی مبارکباد پیش کرتے گلے لگالیا  
تھا۔

دونوں گھروں میں خوشیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ اسی مہینے  
کے سٹائنس تاریخ کو ان کی منگنی ہونا طے پایا گیا۔ شہر کا سب سے اعلیٰ  
اور شاندار ہال بک کیا گیا۔ ذیشان اور سفیان دونوں ہی اپنی اپنی ذمہ  
داری بھر پور انداز میں نبھا رہے تھے۔

XX

منگنی کی شام عائرہ نے سلور کلر کالانگ فراک پہنا اور لمبے بال کھلے رکھے۔ ہلکا سا میک اپ کیا۔ نفیس جیولری اور لمبی ہیل میں وہ محفل کو چار چاند لگا رہی تھی۔

وہ گلاب کی پتیوں سے بھرا تھاں اٹھائے زینب کا استقبال کرنے انٹرنس کے جانب جارہی تھی جب راستے میں اسے سفیان نے روک لیا۔

وہ گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس بال ایک طرف جمائے بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا۔

"کس نے کہا ہے تم سے اتنا خوبصورت لگنے کے لیے۔۔۔۔"

سفیان سر تا پیر عائرہ کا جائزہ لیتے آگے آیا۔ عائرہ کی دھڑکن تیز ہو گئی وہ آس پاس دیکھتی اس سے قدرے پیچھے ہو گئی پر سفیان نے تیزی

سے اس کے بازو تھام لیئے تھے۔ اب ان کے درمیان صرف عائرہ کے ہاتھوں میں پکڑے تھال کا فاصلہ تھا۔

سفیان جانے دو۔۔۔۔۔ بہت کام کرنے ہے۔۔۔۔۔ "سفیان کی" محسور کن ادائیں عائرہ پر قابض ہونے لگی۔ وہ اس کی نظروں سے چھنپ سی گئی۔

سب سے پہلا کام تو تمہیں۔۔۔۔۔ مجھے۔۔۔۔۔ ایک۔۔۔۔۔ "کس دینا ہے۔۔۔۔۔" سفیان مخمور انداز میں سرگوشی کرتے اس پر جھکنے لگا۔

پاگل ہو گئے ہو۔۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔۔ یہ سب شادی کے "بعد۔۔۔۔۔" عائرہ اس کی قربت سے سہم گئی اور اس کے حصار سے الگ ہوتے باہر کو بھاگی۔

وہ سفیان کا معصومیت سے اتر اچھرا دیکھ کر بلش کرتے گیٹ سے باہر  
قدم رکھتے ہی لڑکھڑا گئی اس کے فراق کا دامن اس کی ہیل کے نیچے  
آگیا تھا۔ وہ مہمانوں کے پذیرائی میں کھڑے ذیشان سے ٹکرا گئی لیکن  
وقت رہتے ذیشان نے اسے تھام لیا اور وہ گرتے گرتے بچ گئی۔ اس  
وقت اپنے بازوؤں میں عائرہ کو دیکھ کر ایک پل کو ذیشان کے دل میں  
کچھ ہونے لگا۔  
عائرہ دھیان سے۔۔۔۔۔ ابھی گر جاتی۔۔۔۔۔ "ذیشان نے نرمی"  
سے اس کی لاپرواہی پر ڈپٹا۔ وہ بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ میں تیار  
ہمیشہ کی طرح دلکش لگ رہا تھا۔



سوری۔۔۔۔ "عائزہ نے متذبذب ہوتے دوسری قطار میں"  
مہمانوں سے ملتے ڈیڈ اور روحان پاپا کے جانب دیکھا اور صد شکر ادا کیا  
کہ ان کا دھیان اس جانب نا تھا۔

تھوڑی دیر میں گیٹ کے سامنے برائیدل کارر کی۔ زینب گولڈن کام  
دار برائیدل ڈریس میں تیار روحان کا ہاتھ تھامے ہال میں داخل  
ہوئی۔ راہ داری میں چلتے ہوئے اس کے ایک جانب پاپا تھے اور  
دوسری جانب بڑے پاپا۔ نور اور کرن ڈیزائنر ڈریس میں تیار اپنے  
اپنے شوہر کے سائیڈ چلتے ان کا ساتھ دیں رہی تھیں۔

موقع کا پورا فائدہ اٹھاتے ارحام اپنے مزے میں گم تھا۔ دو دن پہلے رانا  
صاحب نے اکاونٹ ان فریز کر دیا تھا اور ارحام کو پھر سے آزادی مل  
گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ تقریب کے مناسبت سے نت نئے جینز اور

شرٹ میں تیار ہال میں اپنے بے باق دوستوں کے گروپ میں موجود  
شام کو انجوائے کر رہا تھا۔

اسٹیج پر ابہتاج، زینب سے میچنگ کرتے گولڈن شیر وانی میں ملبوس  
اس کا منتظر تھا۔ زینب پہلے اسٹیج تک آئی تو ابہتاج نے آگے بڑھ کر  
اس کا ہاتھ تھامے اسے اسٹیج پر چڑھنے میں مدد کی۔ سفیان ساتھ ساتھ  
ہر منظر کو اپنے مہنگے ترین کیمرے میں اتار رہا تھا۔  
دونوں فیملیز گلے ملتے مبارکباد دینے لگے۔ ابہتاج اور زینب نے رنگ  
کا تبادلہ کر کے ایک دوسرے کو اپنے نام کر دیا۔

عائزہ اپنی سہیلیوں کے جھمکے میں میوزک سے لطف اندوز ہو رہی  
تھی۔ ایک آدھ مرتبہ سفیان سے اس کی نظروں کا تبادلہ بھی ہو جاتا۔

لیکن اس وقت دو اور لائٹ براؤن آنکھیں بھی اس ہال میں موجود تھی جو عائرہ پر مرکوز تھی۔ رانا ذیشان کی دلنشین اور مغرور آنکھیں۔

XX

زینب کی منگنی کے فوراً بعد عائرہ اپنی انٹری ٹیسٹ کی تیاری میں جٹ گئی اور سفیان اپنے وکالت کی تعلیمات میں۔ ساتھ ساتھ اسے پالتو جانور اکٹھا کرنے کا بھی شوق لگ گیا تھا جس سے نور کو اعتراض ہوتا۔ ایک شام وہ گرگت کا بچہ ہاتھوں میں اٹھائے دے قدموں اپنے کمرے میں میں جا رہا تھا کہ نور نے اسے ٹوک دیا۔

سفیان۔۔۔۔۔ میری چپل اڑتی ہوئی کھانا پسند کرو گے۔۔۔۔۔ یا  
وہی آکر خود رسید کروں۔۔۔۔۔ کتنی دفعہ بولا ہے۔۔۔۔۔ مت  
بنانے کا ارادہ ہے zoo لایا کرو ایسے کیڑے مکوڑے۔۔۔۔۔ گھر کو

ایک تو یہ کبھی ٹائم پر نہیں آتا۔۔۔۔۔ "عائرہ ایگزیمینز سینٹر کے باہر"

کھڑی سفیان کا انتظار کرتے ہوئے بڑ بڑائی۔

کار آکر رکی۔ وہ جو BMW دس منٹ بعد اس کے سامنے ایک  
تنے تاثرات بنائے سفیان کو ڈانٹنے کا ارادہ بنائے کار کے جانب بڑھی  
تھی کار سے نکلتے ذیشان کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

السلام علیکم ذیش بھائی۔۔۔۔"اس نے اپنے آپ کو کمپوز کرتے"  
ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔۔کیسار ہا پیپر۔۔۔۔فیوچر ڈاکٹر۔۔۔۔"  
ذیشان نے اس کے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔

اچھا رہا۔۔۔۔اب ہوپ سو سلیکشن ہو جائے۔۔۔۔"اس نے"  
امید ظاہر کی اور سیٹ پر جا بیٹھی۔

انشاء اللہ سلیکشن بھی ہو جائے گی۔۔۔۔تم نے بہت محنت کی"  
ہے۔۔۔۔اس کا پھل بھی اچھا ملے گا۔۔۔۔"ذیشان نے کار میں

روڈ پر چلا دی۔

عائرہ کا واپسی سفیان کے ساتھ جانے کا دل تھا لیکن اب ذیشان کو دیکھ  
کر بد مزہ ہو گئی تھی۔

وہ ذیشان کی نظروں سے چھپتے موبائل پر سفیان کو میسج ٹائپ کرنے لگی۔

"تم کیوں نہیں آئے۔۔۔۔"

"With papa at his friend's office..."

سفیان کا سیپلائے دیکھ کر اس نے سرد سانس خارج کی اور موبائل بیگ میں ڈالا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

تم تھک گئی ہو گی۔۔۔۔۔ چلو گئے کا جو س پلاتا ہوں۔۔۔۔۔ موڈ"

ایک دم فریش ہو جائے گا۔۔۔۔۔ "ذیشان نے عائرہ کے چہرے پر اداسی دیکھ کر پیشکش کی۔

نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔ میں بالکل ٹھیک " ہوں۔۔۔۔ "عائزہ نے فوراً انکار کیا لیکن اس کے باوجود ذیشان نے ایک جوس کارنر پر کارروک دی اور دو گلاس گنے کا جوس آرڈر دیا۔  
عائزہ کا بالکل دل نہیں تھا پر ذیشان کے اصرار پر اس نے پھیکا مسکراتے ہوئے جوس کا گلاس تھاما اور زبردستی پینے لگی۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!  
(حال)

ارحام۔۔۔۔ ایک بات پوچھوں۔۔۔۔ سچ بتاؤ گے۔۔۔۔ "وہ" دونوں ویک اینڈ کی سرزدن کو انجوائے کرتے ساحل کنارے ایک کیفے کے میز پر آمنے سامنے بیٹھے تھے جب حدیل نے جھجکتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

اس نے ہممم کر کے فرینچ سلاد کھاتے ہوئے حدیل کو بات پوچھنے کی اجازت دی۔

کیا۔۔۔۔۔ مجھ سے پہلے۔۔۔۔۔ تمہاری لائف میں کوئی لڑکی تھی۔۔۔۔۔ "حدیل نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر یہ الفاظ ادا کیئے۔ عورت ذات ہر چیز بانٹ سکتی ہے۔ نہیں بانٹ سکتی تو وہ ہے ایک پسندیدہ مرد۔

ارحام کا سلاد کھاتا منہ رک گیا۔ ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔ وہ بنا پلک جھپکائے یک ٹک اسے دیکھنے لگا۔ اسے حدیل سے ایسے سوال کی توقع نا تھی۔ ماضی کی کئی سارے اوراق اس کے ذہن پر لہرائے۔ وہ فوراً سے بیشتر نظریں جھکا گیا کہ کہی حدیل اس کی آنکھوں میں امرتی تکلیف دیکھنا سکیں۔ اس کا کھانے سے دل اچاٹ ہو گیا تھا اس نے



پلیٹ پرے کھسکادی اور کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے رخ دوسری  
جانب کر کے سمندر کی تیز لہروں کو دیکھنے لگا۔

حدیل نئے زمانے کی آزاد خیال لڑکی تھی لیکن ارحام کے معاملے میں  
وہ بہت حساس تھی۔ ارحام کی زندگی میں کوئی اور بھی تھی یہ خیال  
اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا۔ اس سے اپنا سوال دوہرایا بھی ناگیا۔  
ارحام کی مسلسل خاموشی نے اس کے اندیشے سچ ثابت کر دیئے تھے۔  
اس کے گلے میں آنسوؤں کا پھندا لگنے لگا۔

کبھی کبھی الفاظ کا ذخیرہ ہوتے ہوئے بھی انسان اپنی کیفیت کا اظہار  
نہیں کرتا خاموش ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کوئی ایسا ہو جو اس  
خاموشی کو سمجھ سکے۔ پر ارحام اپنے اندر کی خاموشی حدیل پر ظاہر  
نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے جیب سے سیگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک عدد سیگریٹ نکال کر  
ہونٹوں میں دبا کر سلگایا۔ اسے سیگریٹ کے دھوئیں میں اس معصوم  
چہرے کی عکاسی نقش ہوتی نظر آئی۔ دانیل حیدر۔ وہ لڑکی اس کی  
محبت نہیں تھی۔ لیکن وہ اس کا گنہگار ضرور تھا۔

(ماضی)

کالج کا آغاز ہو چکا تھا۔ وہ پورا گروپ راؤنڈ دیتے ٹیچرز سے بچتے لان  
میں کلاس بنک کر کے بیٹھے تھے۔ 17 سالہ ارحام گھاس پرچت لیٹا  
دوستوں کی باتیں سنتا محظوظ ہو رہا تھا۔ ان میں سے ایک پچھلی رات  
اپنی گرل فرینڈ سے ہوئی ملاقات کی جھلکیاں سن رہا تھا۔

گائز وہ دیکھ۔۔۔۔۔ نیو مال آیا ہے۔۔۔۔۔ "ایک دوست نے"  
سامنے سے آتی لڑکی پر جملہ کسا۔

ارحام سمیت سب نے اس سمت میں دیکھا۔ وہ معصوم سی لڑکی  
متذبذب ہوتی سرپر ڈوپٹہ درست کرتی کالج کے عمارت میں داخل  
ہوئی۔ اس کے تاثرات سے یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ کواہجو کیشن میں  
نئی آئی تھی۔

دائین حیدر 17 سالہ لمبی ٹین اتج لڑکی۔ بیضوی آنکھیں لمبی ناک۔  
نازک گلابی ہونٹ اس کا ہر نقش مخالف جنس کو گرویدہ کرنے میں  
ماہر تھا۔ اور اس پر اس کا قمیض شلوار اور ڈوپٹہ سرپر پہننے کی حیا اس کی  
شخصیت کو مزید پرکشش بنا رہی تھی۔

یہ نہیں پھنسے گی۔۔۔۔۔ "ایک دوست نے رخ پھیر لیا۔"

ایسی لڑکیاں بہت بے وقوف ہوتی ہے۔۔۔۔۔ سب سے جلدی " یہی پھنستی ہے۔۔۔۔۔ " ارحام نے اپنے جانب سے گفتگو میں اضافہ کیا۔

ٹھیک ہے پھر تو پھنسا کے دیکھا۔۔۔۔۔ " پہلے دوست نے چیلنج کرنے کے انداز میں ہاتھ آگے کیا۔

شرط جیت گیا تو۔۔۔۔۔ " اس نے چیلنج قبول کرتے آبرو اچکا کر کہا۔ " تو دس ہزار دوں گا۔۔۔۔۔ " زارون نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

بس صرف دس ہزار۔۔۔۔۔ اتنے تو میری بہن کی بلی ایک ہفتے " میں کھاتی ہے۔۔۔۔۔ " ارحام اس کے چیلنج سے دستبردار ہوتے ہوئے اپنا ہوا میں اٹھا ہاتھ پیچھے کر رہا تھا لیکن تب ہی تالم شاہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

ایک لاکھ دوں گا۔۔۔ تمہیں اس لڑکی سے دوستی کرنی ہے اور "اسے کس کرتے ہوئے ویڈیو بنا کر ہمیں دکھانی ہے۔۔۔" تالم شاہ نے چیلنج کو قدرے سخت بنا کر واضح کیا۔ سب دوستوں کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ پر کچھ وقت لگے گا دوستی بنانے میں۔۔۔۔۔" وہ بھی ارحام تھا کبھی کسی چیز سے ناہارنے والا۔ اس نے شرط منظور کر لی۔

Its okay. Take your time....

تالم شاہ نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے آنکھ کا کوناد بایا اور سب نے قہقہہ لگایا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ایکسیوزمی۔۔۔۔۔ کین آئی ہیلپ یو۔۔۔۔۔ "دانیل نے اپنے"  
عقب میں مردانہ آواز سنی۔

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے مڑی۔ ارحام معصومانہ تاثرات بنائے اس کے  
عین پیچھے کھڑا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلاتے آگے بڑھ گئی۔ ایک ہاتھ میں  
بک تھا مے دوسرے سے دوپٹہ اپنے اوپر پھیلاتی وہ سر جھکائے  
کوریدور میں چلنے لگی۔

ہیلومس۔۔۔۔۔ غلط ڈائریکشن میں جا رہی ہو۔۔۔۔۔"  
ڈیپارٹمنٹ اس طرف ہے۔۔۔۔۔ "ارحام نے پیچھے biology  
سے آواز لگائی۔

اسے میرے ڈیپارٹمنٹ کا کیسے پتہ چلا۔۔۔۔۔ "دانیل چلتے چلتے"  
رک گئی۔ دماغ میں جھماکہ سا ہوا۔ وہ مضطرب ہو کر مڑی تو ارحام

نے اشارے سے اسے دائیں جانب کوریڈور کے اوپر بڑے بڑے  
حروف میں پری میڈیکل لکھے بورڈ کے جانب متوجہ کیا۔

آپ کو کیسے پتا میں کس ڈپارٹمنٹ کی ہوں۔۔۔۔۔" پہلی دفعہ اس  
نے کسی جوان لڑکے سے ایسے بات کی۔

بک پر صاف صاف لکھا ہے۔۔۔۔۔" اس نے آبرو اچکا بک کے

جانب دیکھا۔

تھیکنیو۔۔۔۔۔" اس نے سنجیدہ انداز میں کہا اور مطلوبہ کلاس کے

جانب بڑھ گئی۔

ارحام تیز نظریں اس پر جمائے اس کی پشت کو دیکھتا آنے والے مناظر

سوچ کر مسرور ہونے لگا۔

دائین بہت ہی مذہبی پٹھان گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ چار بہنے اور ایک بھائی تھے۔ دائین کی بڑی دو بہنیں شادی شدہ تھی پھر بھائی تھا جس کا حال ہی میں سرکاری بینک میں ملازمت لگی تھی پھر دائین تھی اور اس کے بعد ایک اور چھوٹی بہن۔

دائین کے بابا بوائز اسکول میں اسلامیات کے استاد تھے۔ قاری حیدر صاحب اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے تھے۔ متواست گھرانے سے تعلق رکھنے والی دائین نے جب میٹرک پاس کر کے آگے پڑھنے کی خواہش ظاہر کی تو اس کے بھائی سمیت سب نے انکار کیا خاص کر اس کے کو ایجوکیشن میں جانے پر کافی واویلا کیا گیا۔ لیکن اس کے بابا نے اسے آگے پڑھنے کی اجازت دے دی۔ وہ اتنی زہین تھی کہ اسے میرٹ کی بنیاد پر اسلام آباد کے سب



سے بڑے کالج میں داخلہ مل گیا۔ چونکہ اس نے دسویں تک پڑھائی  
گرلز اسکول میں کی تھی اس لیے کو ایجوکیشن میں اڈجسٹ ہونے میں  
کافی دقت پیش آرہی تھی۔ اپنے مستقبل سے انجان دانیں بڑے  
بڑے خواب دیکھتی کالج میں داخلہ ہونے پر بہت خوش تھی لیکن اس  
کی یہ خوشی ارحام مبشر خاک میں ملانے والا تھا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

ہائے۔۔۔۔۔ آئی ایم ارحام۔۔۔۔۔ "اس نے لائبریری میں اس"  
کے سامنے سیٹ پر بیٹھتے ہاتھ آگے کیا۔

دانیں۔۔۔۔۔ "اس نے کچھ ہچکچاتے ہوئے ارحام کا ہاتھ تھام کر"  
مصافحہ کیا۔

دائین کے بغل میں بیٹھی اس کی فرینڈ رومیہ نے ارحام کو گھورا لیکن وہ اسے نظر انداز کیے صرف دائین کے جانب متوجہ تھا۔

سب ٹھیک چل رہا ہے نا۔۔۔۔۔ اڈ جسٹ ہو گئی یہاں۔۔۔۔۔"

ویسے کوئی بھی مسئلہ ہو۔۔۔۔۔ تو بے فکر مجھ سے آکر کہہ سکتی

ہو۔۔۔۔۔" ارحام نے معصومیت سے آنکھیں جھپکاتے کہا۔ دائین

نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

دائین تم اس سے دور رہو۔۔۔۔۔" ارحام کے جانے کے بعد رومیہ

اس کے جانب مڑی۔

کیوں۔۔۔۔۔" دائین حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔"

وہ بالکل اچھا لڑکا نہیں ہے۔۔۔۔۔ سب اسے کالج کا بگڑا نواب

بلاتے ہے۔۔۔۔۔" رومیہ کو ارحام ایک آنکھ نہیں بھایا۔

ایسا نہیں ہوتا۔۔۔۔ ہم اچھے ہو۔۔۔۔ تو سامنے والا بھی اچھا بن " جاتا ہے۔۔۔۔ دوسروں کے ساتھ جیسا بھی ہو۔۔۔۔ میرے ساتھ تو اچھے سے پیش آتا ہے۔۔۔۔ "دائین کورومیسہ کی بات بے منتق لگی۔ وہ شانے اچکاتے اس کی نصیحت نظر انداز کر گئی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

رانا ہاوس میں زینب کی شادی کی تیاریاں عروج پر تھی۔ اسی کے چلتے عائرہ کے بھی روز اس کے ساتھ بازار کے چکر لگ رہے ہوتے تھے۔

اس وقت وہ زینب کے ساتھ ایک شاپ پر ڈریس دیکھ رہی تھی۔

کہاں ہو۔۔۔ "اس کے موبائل کا ٹیون بجا تو اس نے میسج دیکھا۔"

شاپنگ مال۔۔۔۔ ڈریس دیکھ رہی ہوں۔۔۔۔ "ساتھ ہی ریپلائے" دیا گیا۔

بلیک اچھا لگ رہا ہے۔۔۔۔ "جواب پڑھتے عائرہ شک ہو گئی اس" کے سامنے اس وقت پنک اور بلیک کلر کے دو کام دار ڈریس پڑے تھے۔

اس نے تیزی سے پلٹ کر پیچھے دیکھا سفیان دوسری قطار کے سونے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا اسی کو دیکھ رہا تھا۔ عائرہ کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

یہ بلیک میرے لیے پیک کر دیں۔۔۔۔ "اس نے رخ پھیر کر" دکان دار کو وہ بلیک ڈریس تھمائی۔

عائرہ اس کا کام بہت بڑا ہے۔۔۔۔ دوسرا دیکھ لو۔۔۔۔ "کرن" نے تجویز دی۔

نہیں ماما مجھے یہی پسند ہے۔۔۔۔۔ "اس نے کرن کو انکار کرتے پھر"  
سے سفیان کو دیکھ کر گویا تائید چاہی تو اس نے پلکیں جھپکا کر سر کو  
اثابت میں خم دیا۔

تم کب آئے۔۔۔۔۔ "اس دکان سے نکلتے عائرہ کرن نور اور زینب"  
سے قدرے پیچھے سفیان کے ساتھ آکر چلنے لگی۔

بس تھوڑی دیر پہلے کلاس سے فری ہوا۔۔۔۔۔ زی نے بتایا تم"  
بھی ان کے ساتھ ہو تو میں بھی یہی آگیا۔۔۔۔۔ "سفیان شان سے چلتا  
ہوا عائرہ کے جانب مڑا۔

چلو کہی اور چلتے ہیں۔۔۔۔۔ "اس کی آنکھوں میں شرارت ابھری۔"  
ان کو چھوڑ کر کیسے جاسکتی ہوں۔۔۔۔۔ کیا کہوں گی۔۔۔۔۔ "عائرہ"  
نے بے چارگی سے شانے اچکائے۔

ممی۔۔۔۔۔ عائرہ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ میں اسے " گھر لیں جاتا ہوں۔۔۔۔۔ " سفیان نے نور کو مخاطب کیا۔ سفیان کے جھوٹ پر عائرہ کاسچ میں رنگ اڑ گیا۔

عائرہ کیا ہوا۔۔۔۔۔ "کرن نے عائرہ کے پیشانی اور گردن پر بخار " چیک کرنے ہاتھ رکھا۔

مما زیادہ کچھ نہیں بس تھکن ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ آپ لوگ اپنی " شاپنگ کرو۔۔۔۔۔ عائرہ نے توڈریس لے لیا ہے۔۔۔۔۔ میں اسے گھر لیں چلتا ہوں۔۔۔۔۔ کیوں عائرہ۔۔۔۔۔ " سفیان نے کرن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی اور پھر آنکھیں بڑی کر کے عائرہ کے جانب دیکھا۔

اس نے پریشان کن تاثرات بنائے محض سر اثابت میں ہلایا۔ کرن  
واقعی پریشان ہو گئی تھی لیکن سفیان کی تسکین دلانے پر اس نے عائرہ  
کو اس کے ساتھ گھر جانے کی ہدایت دی۔

ان کے آگے بڑھتے ہی سفیان نے عائرہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور  
شاپنگ مال سے باہر نکلنے لگا۔

بہت بری بات ہے سفیان۔۔۔۔۔ تم نے کتنا پریشان کر دیا سب "  
"کو۔۔۔۔۔ وکالت میں کیا تمہیں جھوٹ بولنا سیکھا رہے ہیں۔۔۔۔۔  
پارکنگ میں آکر وہ سفیان سے خفہ ہونے لگی۔

کیس کو اپنے ہاتھوں میں لینے کے لیے تھوڑا بہت ہیر پھیر کر ناپڑھتا "  
ہے میری جان۔۔۔۔۔ وکالت میں جھوٹ بے ایمانی دھوکہ بازی  
چلتی رہتی ہے۔۔۔۔۔ اس فیلڈ میں مکمل سچا انسان نہیں ٹک

سکتا۔۔۔۔۔"اس نے کارسٹارٹ کرتے ہوئے سرسری وضاحت دی۔

عائزہ بے دلی سے اس کے ساتھ کار کی فرنٹ سیٹ پر آکر بیٹھ گئی۔  
یہ دیکھو۔۔۔۔۔"سفیان نے پچھلے سیٹ سے ایک گھونسہ نما"  
ٹوکری اٹھا کر عائزہ کو دکھائی۔ اس ٹوکری میں اللہ کے حسین تخلیق  
میں سے ایک بشر بیٹھا تھا۔ وہ بلبیل کا بچہ تھا۔ اس کے پر ابھی بہت  
چھوٹے تھے اس لیے اڑنے سے قاصر تھا۔

ماشا اللہ۔۔۔۔۔ کتنا خوبصورت ہے۔۔۔۔۔"اس ننھے رنگ  
برنگے پرندے کو دیکھ کر عائزہ کی خفگی فوراً سے بیشتر ختم ہو گئی۔  
اسے خوش ہوتا دیکھ کر سفیان نے مستحکم بھرے انداز میں مسکرا کر  
چلا دی۔



XX

ارحام اپنے ڈیپارٹمنٹ کے راہداری میں دوستوں کے گروپ میں  
کھڑا سیگریٹ نوشی کر رہا تھا جب زارون نے اسے آبرو اچکا کر پیچھے  
دیکھنے کا اشارہ کیا۔ اس نے سیگریٹ کا دھواں ہوا میں پھونکتے رخ  
موڑا تو دانیل کو پنک کمر کے قمیض شلوار میں ملبوس سر پر ڈوپٹہ لیے  
کچھ کاغذات ہاتھ میں پکڑے خود کو دیکھتے پایا۔ اس نے بقیہ سیگریٹ  
زارون کے ہاتھ میں پکڑائی اور خود سر جھکائے آبرو اٹھائے نخریلے  
انداز میں چلتا اس کے پاس آیا۔ تالم شاہ اور باقی دوست بھی اسی جانب  
متوجہ تھے۔

وہ۔۔۔۔۔ آج رومیسہ غیر حاضر ہے۔۔۔۔۔ اور آج ہی"  
ایگزامنیشن فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ ہے۔۔۔۔۔ مجھے کچھ

سمجھ نہیں آ رہا کیسے پُر کرنا ہے۔۔۔۔۔ اور تمہارے علاوہ میری کسی سے بات نہیں ہوتی تو تم میری مدد کر دو گے۔۔۔۔۔" اس نے قدرے جھجکتے ہوئے درپیش مسئلے کی روداد سنائی۔

شیور کیوں نہیں۔۔۔۔۔ لا بیری میں بیٹھ کر آرام سے فل کرتے ہیں۔۔۔۔۔" ارحام خوشی خوشی اس کی پیشکش پر راضی ہوا۔

دائین نے مشکور ہوتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا اور لا بیری کا رخ کیا۔ ارحام اس کے پیچھے چلتے گلے میں پہنا چین گھماتا ہوا مڑا اور تالم شاہ کو دیکھتے ہوئے آنکھ کا کوناد با کر شریر مسکراہٹ اچھالی۔

بہت بڑا کمینہ ہے یہ۔۔۔۔۔" تالم شاہ اور اس کے دوستوں میں "قہقہہ بلند ہوا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

لا بیری میں بیٹھے ارحام، دانیل کو فارم فل کرنے کا طریقہ کار سمجھا رہا تھا اور وہ تیز تیز انگلیاں چلاتے لکھ رہی تھی۔ ایک جگہ کچھ بتاتے ارحام نے دانیل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دانیل کو شک سا لگا اس نے پھرتی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکال کر پیچھے کر دیا۔ وہ اس حرکت پر کسمپاسی گئی۔

سوری۔۔۔ "ارحام نے معصوم بننے معذرت کی۔ دانیل پھیکا" مسکرائی اور پھر سے لکھنے لگی۔

ارحام نے فارم فل کروانے کے ساتھ ساتھ جمع کروانے میں بھی مدد کی۔ دانیل کے دل میں ارحام کے لیے نرم گوشہ بننے لگا۔ دو دن بعد ان کے کالج کا ایک اور کالج کے ساتھ سپورٹس مقابلوں کا آغاز ہوا۔

ارحام نے بڑھ چڑھ کر ہر مقابلے میں حصہ لیا۔ کچھ مقابلے وہ جیت گیا کچھ ہار گیا۔ ارحام کے باہمت شخصیت کے لیے دانیں کی دلچسپی بڑھنے لگی۔

آج سوئمنگ مقابلہ کیا جانا تھا۔ چونکہ مقابلے کالج کے اوقات میں ہی ہوتے تو دانیں بھی گراونڈ میں ارحام کے مقابلے دیکھنے آجایا کرتی تھی۔

آج ان کے کالج اسٹوڈنٹس مطمئن تھے۔ سب جوش و خروش سے ارحام کے نام کے نعرے لگاتے اس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ ارحام ہی جیتے گا۔۔۔۔۔ "اس کی قطار میں بیٹھی ایک اور لڑکی نے تبصرہ کیا۔

اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو۔۔۔۔۔ "رومیہ کو چونکہ ارحام" پہلے ہی ناپسند تھا اس لیے اس کی تعریف ہضم نہیں کر سکی۔

ہم ارحام کی اسکول میٹ رہیں ہیں۔۔۔۔۔ اسکول میں بھی 3 سال " لگاتار وہ سوئمنگ چیمپئن رہ چکا ہے۔۔۔۔۔ تیرا کی اس کا من پسند سپورٹس ہے۔۔۔۔۔ "دوسری لڑکی نے جتاتے ہوئے جواب دیا۔

اسی کے ساتھ فضاء میں شور و غل کا اضافہ ہوا سارے حریف اپنے اپنے قطار میں آکر کھڑے ہو گئے۔

ارحام کو شرٹ لیس اور شارٹس میں دیکھ کر دینین غیر ارادی طور پر شرمانے لگی۔ ارحام کی اس سے نظریں ملی تو وہ بلش کرتی نظریں جھکا گئی۔

جعلی پستول کے شوٹ کے ساتھ مقابلے کا آغاز ہوا اور سب حریفوں نے سوئمنگ پول میں چھلانگ لگادی۔

ارحام ناصر ف سپیڈ سے تیریا تھا بلکہ بیچ بیچ میں کرتب بھی دکھا رہا تھا جس سے شائقین کی اسے داد دیتے فضا میں تالیاں گونج اٹھی۔

حسب توقع مقابلہ ارحام ہی جیتا۔ دانیل اسے مبارکباد دینے ڈریسنگ روم میں آئی جہاں ارحام تو لیے سے بال ٹکڑتے انہیں خشک کر رہا تھا۔

بہت مبارک ہو۔۔۔۔۔ بہت اچھا مقابلہ کیا۔۔۔۔۔ "وہ دونوں"

دوسرے سٹوڈنٹس سے چند قدم فاصلے پر کھڑے تھے۔

تھینکیو وووو۔۔۔۔۔ "ارحام نے شکریہ ادا کرتے سر کو جھکا کر"

دانیل سے بائیں جنبش دیا تو پانی کی کئی چھنٹے دانیل کے چہرے کو بھگو

گئی۔ اس نے جھنجلا کر ہاتھ چہرے کے آگے کر دیا اور ارحام کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ اسے ہنستادیکھ دانین کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

XX

آپ نے میرے ساتھ بہت ظلم کر دیا ہے۔۔۔۔۔ "زینب روش پر"  
چلتی خفا ہونے لگی۔

ایسا کیا کر دیا میں نے۔۔۔۔۔ "ابتہاج کو جھٹکا لگا۔"  
اب میرا ہر وقت دھیان آپ پر رہتا ہے۔۔۔۔۔ کلاس میں آپ"  
کو دیکھتی رہتی ہوں۔۔۔۔۔ گھر میں آپ کے بارے میں سوچتی رہتی  
ہوں۔۔۔۔۔ پڑھائی پر فوکس نہیں کر پا رہی۔۔۔۔۔ "اس نے  
بے بسی سے آسمان کو دیکھتے لمبی سانس لی۔

کیفیت تو میری بھی کچھ ایسی ہی ہے۔۔۔۔۔ لیکن میرا ایک رول " ہے۔۔۔۔۔ پر سنل اور پرو فیشنل لائف کو الگ الگ رکھتا ہوں۔۔۔۔۔ یونیورسٹی میں آپ میری سٹوڈنٹ ہو۔۔۔۔۔ اور مجھے آپ سے ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی ٹاپ مارکس کی امید ہے۔۔۔۔۔ تو بہتر ہو گا آپ دل کو قابو کر کے پڑھائی پر توجہ دیں۔۔۔۔۔ "ابتہاج نے زینب کی آنکھوں میں دیکھ کر مشورہ دیا۔ زینب بلش کرتے سر اثابت میں ہلا کر اپنے کلاس کے جانب بڑھ گئی۔ اکثر گرلز جن کا ابتہاج پر کرش تھا، انہیں زینب سے حسد محسوس ہوتی اور اسے بدگمان کرنے جان بوجھ کر اس کی موجودگی میں ابتہاج کا ذکر کیا کرتی۔





زینب نے ایک نظر اسے دیکھا پھر شیشے کے پار کا ونٹر پر کھڑے آدمی سے بات کر ابتہاج کی پشت کو۔

اس کا ہمارے ساتھ ٹائم تھوڑی پاس ہوگا۔۔۔۔۔ اسے توپرو فیسر " لوگوں میں دلچسپی ہے کیوں۔۔۔۔۔ " دوسرا کلاس میٹ جو کہ غالباً زینب کی اور ابتہاج کی منگنی سے انجان تھا، اس نے بھی اپنے طرف سے طنز کا اضافہ کیا۔

زینب خاموشی سے سپاٹ تاثرات لیے ان لڑکوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ اسی دوران ابتہاج سنجیدہ تاثرات بنائے وہاں آیا اور ان میں سے ایک لڑکے کے شانے کو تھپتھپایا۔

وہ تینوں جو ہنس رہے تھے ابتہاج کو دیکھ کر ایک دم ساکت ہو گئے اور ٹیبل پر سے کھڑے ہو گئے۔

آپ کچھ فرما رہے تھے میری منگیتر کے بارے میں۔۔۔۔۔ "اس" نے دوسرے لڑکے کو مخاطب کیا۔ وہ سوری سر کہتے وہاں سے جانے لگا۔

زینب کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے ابہتاج کو پکارا لیکن وہ اس کی پکار نظر انداز کئے ان لڑکوں کے جانب متوجہ تھا۔

"آئیے۔۔۔۔۔ بیٹھے۔۔۔۔۔ ہمارے ساتھ ڈنر کریں۔۔۔۔۔"

ابہتاج نے زینب کے توقعات کے برعکس ان تینوں کو نرمی سے ڈنر پیشکش کی۔ وہ شرمسار ہوتے ہوئے نفی میں ہلاتے بھاگ گئے۔

اس کے اس مردانگی پر زینب نے سکون کا سانس لیا۔ وہ جان گئی تھی کم از کم اس کا ہونے والا شوہر اس کے گھر کے مرد حضرات کے جیسے

□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□□

جیسے جیسے ارحام کو احساس ہونے لگا داین کی اس میں دلچسپی بڑھنے لگی ہے وہ اپنے مقصد کو پانے کے ایک قدم قریب ہو گیا۔

اس دن وہ ٹیبل ٹینس کھیل رہا تھا۔ داین اس کے بلانے پر سپورٹس سینٹر میں اس کے بیگ کے پاس بیٹھی اسے کھیلتی دیکھ رہی تھی۔

وائٹ قمیض شلوار کے ساتھ اس نے ریڈ کلرڈ وپٹہ سر پر اسکارف کی طرح لیا ہوا تھا۔

پانی لادوں۔۔۔۔۔" دانین نے تھکے ہارے پسینے سے شرابور ارحام " کو نرمی سے مخاطب کیا۔

ارحام نے تولیہ سے پسینہ صاف کرتے اس کی آفر قبول کی تو وہ پانی کی بوتل بھرنے اٹھ گئی۔ اس کے جاتے ارحام کو موقع مل گیا اس نے اپنے بیگ سے ایک چھوٹا موبائل فون نکال کر چھپ کے دانیل کی بیگ میں ڈال دیا۔

پانی پی کر وہ دوسرے ہاور کے لیے بڑھ گیا اور دانیل اس کے گیم کے  
جانب متوجہ ہو گئی۔

XX

آج کل دیر سے آنے لگی ہو۔۔۔۔۔ بھائی کب کا آیا ہوا"  
ہے۔۔۔۔۔ تین دفعہ تمہارا پوچھا ہے۔۔۔۔۔" دوپہر کو دانیں گھر  
لوٹی تو اماں گیٹ پر ہی اسے ڈانٹنے لگی اور اسے اس کے بھائی کی ممکنہ  
غصہ سے آگاہ کیا۔

اماں سال کا آخر چل رہا ہے نا۔۔۔۔۔ ایکسٹرا کلاس چل رہی"  
ہے۔۔۔۔۔ سب کورس مکمل کروانے لگے ہیں۔۔۔۔۔ اتنی دیر تو  
ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔" دانیں نے اپنے آپ سے بہانہ بنایا۔  
جو بھی ہو۔۔۔۔۔ آپ وقت پر گھر آ جایا کرو۔۔۔۔۔ بقیہ پڑھائی"  
میں بھائی سے مدد لیں لیا کرو۔۔۔۔۔" اسی اشنا حیدر خان سخن میں  
آگئے۔

جی بابا۔۔۔۔۔"دائین سر جھکائے اندر چلی گئی۔ وہاں سے بہانہ" کر سکتی تھی لیکن باپ اور بھائی سے نہیں۔ بھائی کے بہ نسبت باپ پھر بھی قدرے رحم دل تھا اس لیے صرف سختی سے تنبیہ کر کے معاملہ نیٹا لیا۔

ابھی وہ کمرے کے اندر داخل ہوئی ہی تھی کہ اس کے بیگ میں موبائل بجنے لگا۔ دائین کی حیرت سے آبرو پھیل گئے اس نے تیز دروازہ لاک کر کے بیگ ٹٹولہ تو اسے ایک عدد موبائل پڑا ملا۔

یہ کس کا ہے۔۔۔۔۔"موبائل فون اٹھاتے ہوئے اس کے ہاتھ" لرزنے لگے۔ اسکرین پر نمودار ہوتے ارحام کا نام پڑھ کر اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ کال اٹھائی۔

ارحام یہ کیا حرکت ہے۔۔۔۔۔ کس کا موبائل ہے۔۔۔۔۔ کسی " نے دیکھ لیا ہوتا تو۔۔۔۔۔ " اسپیکر کے دوسرے جانب ارحام کی آواز سنتے وہ پریشانی سے بولی۔

تم سے کانٹیکٹ میں رہنے کے لیے موبائل تو لازمی ہے نا۔۔۔۔۔ " آج سے یہ موبائل تمہارا۔۔۔۔۔ جب بھی میری یاد آئے بس ایک میسج کر دینا میں کال کر لیا کروں گا۔۔۔۔۔ " ارحام نے دوستوں کے بیچ بیٹھے سیگریٹ نوشی کرتے لاپرواہی سے تجویز دی۔

میں یہ نہیں رکھ سکتی۔۔۔۔۔ میرے بابا اور لالا کو پتالگا تو بہت مسئلہ " بنے گا۔۔۔۔۔ " وہ بہت ہلکے آواز میں گویا تھی تاکہ کمرے سے باہر کوئی اسے بات کرتے سن نالیں۔



کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ تم اپنے باپ بھائی سے اتنا ڈرتی کیوں " ہو۔۔۔۔۔ "ارحام نے بے زاری سے جواب دیا۔

ڈرتی نہیں ہوں۔۔۔۔۔ ان سے محبت کرتی ہوں۔۔۔۔۔ ان کی " عزت کرتی ہوں۔۔۔۔۔ نہیں چاہتی میری وجہ سے ان کے اصول ٹوٹے۔۔۔۔۔ "دائین نے نرمی سے اپنی زندگی میں اپنے بابا اور اپنے لالا کی اہمیت بیان کی۔

پلیز دائین۔۔۔۔۔ میری خاطر۔۔۔۔۔ کیا تم میرے لیے اتنا "

بھی نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں ہم کانٹیکٹ میں رہے۔۔۔۔۔ کیا تم میری اتنی سی چاہت پوری نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ "ارحام معصوم بنے استفسار کرنے لگا۔

دانیل دوہری کیفیت کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ باپ بھائی کا مان بھی نہیں توڑنا چاہتی تھی اور ارحام کی خواہش بھی رد نہیں کر سکتی تھی۔ اور آخر کار نفس جیت گیا اس نے ارحام کی بات مان لی وہ موبائل رکھنے پر راضی ہو گئی۔ یہاں اس نے ہاں کی وہاں ارحام کے لبوں پر شیطانی مسکراہٹ آٹھری۔

باتوں کا سلسلہ یہی سے شروع ہوا۔ اپنی سحر انگیز باتوں سے ارحام بہت جلد دانیل کو اس کے لیے اپنے محبت کی یقین دہانی کروا چکا تھا۔ دانیل کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ ارحام بھی اسے اتنا ہی چاہتا ہے جتنا وہ اسے چاہتی ہے۔ لیکن یہ چاہت بہت جلد نفرت اور پھر بدلے کی آگ میں تبدیل ہونے والی تھی۔

XX

(حال)

COW وہ بلیک پینٹ اور شرٹ پر گرے کلر کالانگ کوٹ پہنے سر پر  
کی ترچی ٹوپی رکھے شان سے چلتا فرانس کے دوسرے بڑے boy  
کے ایئر پورٹ سے باہر آیا۔ clichy شہر

سر۔۔۔۔۔ آپ نے جس ڈرگ مافیا لیڈر کا clichy ویکم ٹو

نام اور پتہ بتایا تھا ہم اس کے بارے میں مسلسل معلومات اکھٹا کر  
رہیں ہیں۔۔۔۔۔ ہمارے ذرائع سے پتا چلا ہے کہ اس کے کئی

saint بڑے شہروں میں اڈے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن وہ زیادہ تر اپنے

کے اڈے پر چھپا رہتا ہے۔۔۔۔۔ "اس نوجوان کے ouen

ساتھ ساتھ چلتے فرانسیسی پولیس آفسر نے اسے پچھلے کچھ دنوں سے

اس کے دیئے گئے معلومات کے بابت اپنی کاروائی سے آشنا کرایا۔

یہ ہمارے ہاں پاکستانی کونسلر ہے مسٹر بہزاد۔۔۔۔۔ اس لڑکے کے بارے معلومات سے یہ آپ کو آگاہ کریں گے۔۔۔ میں آپ سے کل پولیس ہیڈ کوارٹر میں ملتا ہوں۔۔۔۔۔ "فرانسیسی پولیس آفسر نے اسے پاکستانی کونسلر سے متعارف کروایا۔

تھینکیو سو میچ فار یور کورپوریشن آفسر۔۔۔۔۔ "اس نے پولیس

آفسر سے مصافحہ کرتے ان کا شکریہ ادا کیا۔  
ہمارے ریکارڈز کے مطابق پچھلے دو سے تین سالوں میں ارحام"

نامی کوئی پاکستانی رجسٹرڈ نہیں ہوا ہے۔۔۔۔۔ اس کا مطلب اگر وہ اس وقت فرانس میں کہی موجود بھی ہے تو غیر قانونی طریقے سے رہ رہا ہے۔۔۔۔۔ "بہزاد کار میں بیٹھتے اسے تفصیلات سے آگاہ کرنے لگا۔

دو سالوں سے وہ غیر قانونی طور پر یہاں مقیم ہے۔۔۔۔ اور اب "تک فریج گورنمنٹ کے ہاتھ نہیں لگا۔۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔" اس نے ارحام کے چالاکی پر آبرو اچکائے۔

یہاں ہر سال ہزاروں کی تعداد میں مہاجر غیر قانونی طریقے سے "بارڈر کراس کر کے آتے ہیں۔۔۔۔ بہت سے بچ کر آگے نکل جاتے ہیں۔۔۔۔ کچھ پکڑے جاتے ہیں۔۔۔۔ اور اپنے ملک واپس بھیج دیئے جاتے ہیں۔۔۔۔" بہزاد اسے وہاں کے مہاجرین کی فہرست بتانے لگا۔

اب ارحام کا پتا کیسے لگے گا۔۔۔۔ "اس نے ونڈ اسکرین کے باہر" دیکھتے پر سوچ انداز میں پوچھا۔

یہ تو جیکو اس کے ملنے پر پتا چلے گا۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ ہم نے "سارے ریلوے اسٹیشن بس سٹاپ ایئر پورٹس پر ارحام کی تصویر دے دی ہے۔۔۔۔۔ وہ اگر فرانس سے فرار ہونے کی کوشش کرے گا تو ہمیں فوراً خبر مل جائے گی۔۔۔۔۔" بہزاد نے اسے ایک امید دلائی۔

امید ہے جلد خبر مل جائے۔۔۔۔۔ "دل ہی دل میں سوچتا وہ سر کو" خم دیتا ہوٹل کے سامنے کار سے اتر گیا۔ اب سب سے پہلے اسے البرٹ کے پاس جیکو اس کو ڈھونڈنا تھا۔

XX

اگلی صبح وہ پولیس ہیڈ کوارٹر میں بیٹھا پچھلے دو سالوں میں اسمگلنگ گینگ کے لیے کام کرنے والے لوگوں کی فہرست دیکھ رہا تھا جو فریج

پولیس نے الگ الگ شہروں سے گرفتار کئے ہوئے تھے۔ وہ کوئی دو ہزار سے زائد کے اوراق پر مشتمل بڑی سی فائل تھی جن کی ایک ایک تفصیل وہ بہ ذات خود پڑھ رہا تھا۔ ارحام کے معاملے میں وہ کوئی لا پرواہی نہیں برتنا چاہتا تھا۔

پچھلے تین گھنٹے سے مسلسل ایک سیٹ پر بیٹھے بغیر کھائے پیئے اس فائل کو مشاہدہ کرتے اس کے سر میں درد ہونے لگا۔ اس نے گردن پر ہاتھ رکھ کر دائیں سے بائیں ہلا کر سہلایا اور پھر سے فائل پڑھنے لگا تھا جب اس کا موبائل بجا کال عائرہ کی آرہی تھی۔

اس وقت اس کی کسی سے بات کرنے کی کیفیت نہیں تھی اس نے بے دردی سے لب مینچھے کال کاٹ دی۔ ابھی اس نے دوبارہ فائل ہاتھ میں اٹھائی تھی کہ پھر سے کال آنے لگی۔ اس کے آبرو تن گئے۔

تین دن ہو گئے ہے تمہیں گئے ہوئے۔۔۔۔۔ یورپ کے کس"  
ملک میں ہو۔۔۔۔۔ کون سا ضروری کام ہے۔۔۔۔۔ یہ سب بتانا تو  
دور۔۔۔۔۔ تم نے مجھے پہنچ کر اطلاع تک نہیں دی۔۔۔۔۔ ایسا بھی  
"کون سا کام ہے جس نے تمہیں مجھ سے اتنا غافل کر دیا ہے۔۔۔۔۔  
عارضہ نے ایک کی سانس میں شکوہ ظاہر کیا۔

ہاں وہ۔۔۔۔۔جان۔۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔۔"اس کے وضاحت"

دینے سے پہلے عائرہ کال کاٹ چکی تھی اور اس کا طیش سے چہرہ دہکنے

لگا۔



اس نے سیٹ پر سے کھڑے ہو کر زور سے کرسی کو لات دے ماری۔  
ارحام کو ڈھونڈنے کے جتن اوپر سے سر درد اور اب عائرہ کی  
ناراضگی۔ اس کے طیش میں اضافہ ہونے لگا۔

نومسٹر ارحام۔۔۔۔۔ تمہاری قسمت اتنی بھی اچھی نہیں "  
ہے۔۔۔۔۔ اس بار یہ تمہیں مجھ سے نہیں بچا سکتی۔۔۔۔۔" خود  
کلامی کرتے اس نے غصیلی نظروں سے اس موٹی فائل کو دیکھا اور سر  
جھٹکتا کام کے جانب متوجہ ہوا۔

وہی دوسری جانب پاکستان میں عائرہ کا اپنے جان کی اس بے رخی پر  
دل ٹوٹ گیا۔ وہ خود کو کمرے میں لاک کر کے رونے لگی۔

XX

(ماضی)

رانا ہاوس میں رونق لگی ہوئی تھی۔ آج رات کے ڈنر پر حسین صاحب اور ان کی فیملی بھی مدعو کی گئی تھی۔ زینب ممی اور کرن کے ہمراہ کچن میں لگی تھی۔ دونوں فیملیز نے ہنسی خوشی کھانا نوش فرمایا اور میٹھے کے بعد حسین صاحب نے ابہتاج اور زینب کی شادی کی تاریخ مانگ لی۔

بھئی مجھ سے اب اور صبر نہیں ہوتا۔۔۔۔ میں جلدی سے اپنی بیٹی "کو گھر لیں جانا چاہتا ہوں۔۔۔۔" حسین صاحب نے ہاتھ ہوا میں بلند کئے۔

سب کے باہمی تعاون سے اسی ماہ کے آخری تاریخ رکھی گئی۔ ابہتاج کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔

اپنی شادی میں ملتے ہیں مسز ابہتاج۔۔۔۔ "رخصت لیتے ہوئے وہ" زینب سے مخاطب ہوا۔

زینب موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے صرف پلکیں جھپکا کر مسکرا دی۔

"اتنی ساری تیاریاں باقی ہے۔۔۔۔۔ کیسے ہوگا تناسب۔۔۔۔۔"

نور کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

ڈونٹ وری ممی سب ہو جائے گا۔۔۔۔۔ ہم سب ہیں"

نا۔۔۔۔۔ "سفیان نے نور کے گرد بازو مائل کرتے ہوئے تسلی دی۔

ہاں ممی۔۔۔۔۔ سب ہو جائے گا۔۔۔۔۔ اس گھر کی پہلی شادی"

"ہے۔۔۔۔۔ بہت ہی دھوم دھام سے کریں گے انشاء اللہ۔۔۔۔۔

عائزہ نے بھی نور کے گرد بازو مائل کئے۔

سفیان موقع سے فائدہ اٹھاتے نور کے پیچھے عائزہ کا ہاتھ پکڑنے لگا

لیکن عائزہ نے آنکھیں دکھاتے اپنے ہاتھ ہٹا دیئے۔

اس کے بعد ہماری شادی۔۔۔۔۔ "وہ سب لاؤنج کے صوفے پر"  
بیٹھے آگے کی پلاننگ کرنے لگے تھے۔ عائرہ اور سفیان ان سے  
قدرے فاصلے پر کھڑے تھے جب سفیان نے سرگوشی کی۔  
لگتا ہے "آپ" ذیش بھائی کو بھول گئے ہے۔۔۔۔۔ "عائرہ نے"  
جتانے ہوئے کہا۔

ارے ارے یار۔۔۔۔۔ ذیش تو زی کا جڑوا ہے نا۔۔۔۔۔ اسی"  
کے ساتھ ذیش کی بھی شادی کرادیتے ہیں۔۔۔۔۔ "سفیان نے بے  
بسی سے مہمانوں کی لسٹ بناتے ذیشان کو دیکھا۔

ایسی تھوڑی شادی ہوتی ہے۔۔۔ لڑکی بھی تو چاہیے ہوتی"  
"ہے۔۔۔۔۔ اب دس دن میں لڑکی کہاں سے ڈھونڈے۔۔۔۔۔  
عائرہ اسے مزید تیار ہی تھی۔

میرا فائنل ایئر پورا ہونے کے بعد میں زیادہ عرصہ نہیں رکوں"  
گا۔۔۔ تب تک اگر ذیش کی نہیں ہوئی تو میں تمہیں بھگا کر لیں  
جاؤں گا ہااا۔۔۔۔۔۔ "سفیان نے منہ بنائے ہوئے حتمی فیصلہ  
سنایا۔ عائرہ اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے غور سے اس جنونی آدمی کی  
شکل دیکھتی رہ گئی۔

اور تب قسمت نے سفیان کے اس فیصلے پر ہنستے ہوئے سر جھٹکا تھا۔

XX

کتاب آگے کھولے دانیں دس منٹ سے دائیں سے بائیں چکر کاٹتی  
ارحام سے کال پر بات کر رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلنے پر وہ ہڑبڑا  
گئی اور موبائل فون سے ڈوپٹے کے نیچے کر دیا۔

کس سے بات کر رہی ہو۔۔۔۔۔ "لالا کمرے میں داخل ہوئے۔"

دائین لمبے چوڑے مضبوط جسامت پٹھانی نین نقش کے حامل اپنے سالہ بھائی کو دیکھ کر دل ہی دل کلمہ پڑھنے لگی۔ 25

کسی سے تو نہیں۔۔۔۔۔ میں تو سبق یاد کر رہی تھی۔۔۔۔۔ اونچا

پڑھنے سے جلدی یاد ہوتا ہے۔۔۔۔۔ "اپنے ہاتھ میں پکڑی کتاب دکھا کر ہڑبڑی میں دائین نے پہلی دفعہ اپنے لالا سے جھوٹ بولا۔

اذان حیدر خان آس پاس کمرے میں دیکھ کر ایک سرد نظر اس پر ڈال کر واپس باہر نکل گیا۔ دائین نے شکر بجالاتے سکون کا سانس لیا لیکن اپنے لالا سے جھوٹ بولنے پر اسے شدید احساس ندامت نے گھیر لیا تھا۔ اس نے غصے سے موبائل آف کر کے اپنے کالج بیگ میں کتابوں

کے نیچے چپا دیا۔ دل ہی دل وہ موبائل ارحام کو واپس کرنے کا ارادہ بنا چکی تھی۔

XX

اگلے دن وہ اسپورٹس سینٹر میں ارحام کے سامنے کھڑی اسے موبائل واپس کر رہی تھی۔ ارحام نے شرٹ کے پہلے تین بٹن کھلے رکھے تھے اور گلے میں پہنی سلور چین اس کے مضبوط لمبی گردن کی رعنائی مزید بڑھا رہا تھا۔ کمنیوں تک مڑے آستیوں سے چھلکتے اس کے بازو صنف نازک کو اپنے جانب راغب کرنے کا پورا حق ادا کر رہے تھے۔ نئی نئی جوانی کے دہلیز پر قدم رکھتی دانی کی نظریں بار بار بہک جاتی پر وہ اپنے دلی جذبات قابو کرنے کی پابند تھی۔

میں یہ نہیں رکھ سکتی۔۔۔۔۔ کل بال بال بچی ہوں۔۔۔۔۔ ورنہ لالا"  
کے ہاتھ موبائل لگ جاتا تو بہت گڑ بڑ ہو جاتی۔۔۔۔۔ "اس نے  
موبائل فون ارحام کے جانب بڑھایا۔

دائین۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ اچھا کچھ دن اور رکھ"  
لو۔۔۔۔۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں اب سے دن کے وقت کال نہیں  
کروں گا۔۔۔۔۔ "ارحام نے اپنی معصومیت سے دائین کی آنکھوں  
میں دیکھتے اس کے ہاتھوں کو تھام کر استفسار کیا۔

ارحام کے لمس سے دائین کے دل میں ہلچل مچ گئی۔ وہ متواتر  
موبائل فون رکھنے سے انکار کر رہی تھی لیکن ارحام کی نشیلی اداؤں  
کے آگے وہ زیادہ دیر ٹک نہ سکی اور ہار مانتے واپس موبائل رکھ لیا۔



ارحام۔۔۔۔۔ بیٹا اب تجھے جلد اپنے مشن کو پورا کرنا"  
چاہیئے۔۔۔۔۔"دانیل کے جانے کے بعد اس نے بالوں پر ہاتھ  
پھیرتے ہوئے آنکھیں چھوٹی کر کے سوچا۔

XX

نہیں میں نہیں آسکتی۔۔۔۔۔ پلیز ارحام ضد مت کرو۔۔۔۔۔"  
میں تم سے کالج ٹائم کے علاوہ قطعی نہیں مل سکتی۔۔۔۔۔"دانیل  
سرگوشی کے انداز میں کال پر ارحام کو منع کر رہی تھی۔

صرف تھوڑی دیر۔۔۔۔۔ ہم بس آئس کریم کھا کر آجائے"  
گے۔۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔"ارحام کی ضد میں اضافہ ہونے لگا۔  
میں گھر سے اکیلی کہی نہیں جاتی۔۔۔۔۔ اور میرے فیملی کے کسی"  
بھی مرد نے مجھے کسی لڑکے کے ساتھ دیکھ لیا تو موت کی گھاٹ اتار

دینگے۔۔۔۔ میں نہیں آسکتی تمہارے ساتھ۔۔۔۔" دانیل اپنے  
فیصلے پر اٹل تھی۔

میرے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی۔۔۔۔" ارحام کی مایوس کن  
آواز اس کے سماعتوں میں پڑی۔

تم میرے لیے اپنی ضد نہیں چھوڑ سکتے۔۔۔۔" دانیل کا دل  
بھرا گیا۔

ٹھیک ہے پھر۔۔۔۔ بعد میں بات ہوگی۔۔۔۔"

بائے۔۔۔۔" ارحام نے سرد مہری سے کہتے کال کاٹ دی اور  
دانیل ادا سی سے بیڈ پر لیٹ گئی۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور  
تھی۔

محبت یہ نہیں کہ ایک دوسرے کو ذہنی مریض بنا دیا جائے بلکہ محبت تو ایک دوسرے کی تھکاوٹیں سمیٹ لینے کا نام ہے۔ ایک دوسرے کو سکون دینے کا نام ہے لیکن نامحرم سے محبت صرف ذہنی مریض ہی بنا کر نہیں چھوڑتی بلکہ یہ دلی سکون اور نفسیاتی چین کو بھی برباد کر دیتی ہے۔

یہ بہت تھکا رہی ہے۔۔۔۔۔ اب مجھ سے مزید یہ ڈرامہ نہیں " ہو گا۔۔۔ ڈائریکٹ پوائنٹ پر آنا ہو گا۔۔۔ " ارحام نے دوستوں کے بیچ بیٹھے تپ کر اپنا موبائل میز پر پٹخ دیا۔

"ارحام تو بہت غلط کر رہا ہے۔۔۔۔۔ اس معصوم کے ساتھ۔۔۔۔۔" ڈینی اس کے ایسی حرکات پر راضی نہیں تھا وہ اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

تجھے بڑی ہمدردی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ تیری بہن لگتی ہے " کیا۔۔۔۔۔ "تالم شاہ کرسی پر آگے ہو کر بیٹھا تھا اور سیگریٹ ہونٹوں میں دبائے ہوئے لائٹر سے سلگا رہا تھا۔

کسی کی تو بہن ہے۔۔۔۔۔ جب اسے پتا چلے گا ارحام اس کے ساتھ " کھیل رہا ہے۔۔۔۔۔ اور آگے جو کرنے والا ہے۔۔۔۔۔ تو کیا عزت رہ جائے گی اس کی۔۔۔۔۔ "ڈینی نے ارحام کو برائی کی طرف جانے سے روکنے کی ایک اور کوشش کی۔

میری عزت ہے میری مرضی۔۔۔۔۔ تجھے کیوں فرق پڑ رہا " ہے۔۔۔۔۔ "ارحام نے تالم کے ہاتھ سے سیگریٹ اچک کر خود کش بھرا اور دونوں استخریہ ہنسنے لگے۔

دانیال (ڈینی) کے ماتھے پہ بل نمودار ہوئے وہ نفرت بھری نگاہوں سے ارحام کو دیکھتے اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔  
یہ دانیال اور ارحام کی آخری ملاقات ثابت ہونے والی تھی۔

XX

جب دانیال نے باہر کہی ملنے سے منع کیا تو ارحام نے خود اس کے گھر جانے کا پلان بنایا۔

وہ بلیو جینز اور اپنی فیوریٹ وائٹ شرٹ میں ملبوس۔ بال ایک طرف جمائے ہوئے۔ برانڈڈ مہنگی پرفیوم لگائے ہشاش بشاش تیار ہوا۔

شرٹ کے پہلے تین بٹن ہمیشہ کے جیسے کھلے رکھے تھے اور چاندنی رات میں گلے میں پہنی سلور چین چمک رہی تھی۔ سمارٹ وائچ اور مہنگے سپورٹس شوز پہنے وہ دانیال کے گھر کے جانب روانہ ہوا۔

رات کے قریب دو بجے سائیڈ ٹیبل کے دراز میں تھڑ تھڑاہٹ ہوئی  
دائین نے پریشانی سے دراز کھول کر اندر چھاپا موبائل اٹھایا۔

مجھے تم سے ملنا ہے ابھی۔۔۔۔۔" اس نے ارحام کی سرگوشی سنی۔"  
ابھی کیسے مل سکتے ہیں۔۔۔۔۔" دائین کو شک لگا۔"

میں تمہارے گھر کے باہر ہوں۔۔۔۔۔" اسپیکر پر ارحام کی یہ بات  
سن کر دائین گھبرا گئی۔

میرے گھر کے باہر۔۔۔۔۔ اس وقت۔۔۔۔۔ ارحام خدا را کوئی"  
دیکھ لیں گا واپس چلے جاو۔۔۔۔۔" وہ روہانسی ہو کر رہ گئی۔

تم جتنی دیر لگاو گی۔۔۔۔۔ اتنا رسک بڑھے گا۔۔۔۔۔ بس پانچ"  
منٹ پلیز۔۔۔۔۔" وہ اسے قائل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

اس نے نائٹ ڈریس کے کھلے قمیص اور ٹراؤزر پر تکیے کے پاس پڑے  
ڈوپٹے کو کھلے کالے بالوں کے اوپر ہی اوڑھ لیا۔ ملا تشی نظروں سے

لاؤنج میں جھانکا۔ اس پہر گھر پوری تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ دے  
قدموں وہ تیز تیز لائونج عبور کر کے گیٹ کے پاس آئی۔ گیٹ کالا ک  
کھلوتے ہوئے اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔

اور محبت کی آڑ میں اندھی ہو کر دانیل حیدر خان نے دہلیز کے باہر  
قدم رکھا۔ اس نے باپ بھائی کے بنائے حفاظتی ڈھال کو کچلتے ہوئے  
گمراہی کے جانب قدم بڑھا دیا۔

گیٹ سے نکلتے ہی اسے سامنے ارحام کھڑا ملا جو اسے دیکھ کر مسکرا رہا  
تھا۔ دانیل اس کا ہاتھ پکڑ کر درخت کے پیچھے لپس آئی۔

ایسی کیا قیامت آگئی تھی جو اس وقت ملنا تھا۔۔۔۔۔ "اس نے"  
دانت پر دانت جمائے ہوئے کہا۔ وہ مضطرب سی بار بار تاریکی میں  
آس پاس دیکھ رہی تھی۔



تمہیں بہت مس کر رہا تھا۔۔۔۔۔" ارحام نے آگے ہو کر دانیل کو " بانہوں میں لے لیا۔

دانیل کی سانس رکنے لگی دھڑکن تیز ہو گئی وہ اپنی جگہ منجمد ہو گئی۔ اسے ارحام سے اس حرکت کی توقع نہیں تھی۔ ارحام کا لمس اور اس سے آتی خوشبودانیل کو اپنے حصار میں لینے لگی۔ اس نے ہمت کر کے ارحام کو خود سے دور کیا۔ وہ اس سے نظریں ملانے سے کترانے لگی۔ ارحام کی آنکھیں چمک اٹھی۔ اس کا تیر نشانے پر لگا تھا۔ دانیل اس کے سحر کے گرفت میں پھنس چکی تھی۔

اب تو تمہارے بغیر ایک لمحہ بھی گزارنا مشکل ہوتا جا رہا ہے " دانیل۔۔۔۔۔ ہم بڑے کب ہونگے۔۔۔۔۔ مجھے جلد سے جلد تمہیں

اپنا نام ہے۔۔۔۔۔" 17 سالہ نوجوان ارحام نے مخمور آواز میں کہتے  
دائین کے چہرے پر آتی لٹوں کو پیچھے کیا۔ اپنے چہرے پر اس کی  
انگلیاں محسوس کرتی نادان دائین کسمکسا گئی۔

او کے میں اب چلتی ہوں۔۔۔۔۔ مل لیا نا۔۔۔۔۔" وہ اپنے ہوش  
سنجھالتی وہاں سے جانے لگی لیکن ارحام نے اسے بازوؤں سے تھام  
لیا۔

پلیز تھوڑی دیر رک جاو۔۔۔۔۔" اس نے دائین کو پھر سے خود  
سے لگا لیا۔ دائین کی تیز دھڑکنیں ارحام کو محسوس ہونے لگی۔ وہ سٹیٹا  
گئی۔

ارحام جانے دو۔۔۔۔۔" دائین کے لیے وہاں رکنے مشکل ہو رہا تھا۔  
مگر ارحام پر ہر گزرتے پل کے ساتھ شیطان حاوی ہو رہا تھا۔

ارحام، دانیل کے باہر آنے سے پہلے ہی اپنا موبائل ایک جگہ رکھ چکا تھا۔

پانچ منٹ ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ اب جانا چاہیے۔۔۔۔۔ "دانیل" پھر سے جانے کی کوشش کرنے لگی لیکن اس کے کمر کے گرد ارحام نے گرفت مضبوط کر لی تھی۔ دانیل کے ہاتھ ارحام کے سینے پر جا ٹھہرے تھے۔

بس دو منٹ اور۔۔۔۔۔ "ارحام نے اس کے سر پر سے ڈوپٹہ سرکا دیا۔ اس کے کھلے بال اور سفید گردن عیاں ہونے لگی۔ پھر اس نے اس کے رخسار کے نیچے ہاتھ کا پیالہ بنائے اس کا چہرہ اقدرے اوپر کو کیا۔

یہ سب غلط ہے۔۔۔۔۔ گناہ ہے۔۔۔۔۔ "دائین کی آواز"  
لرزنے لگی۔

کچھ غلط نہیں ہے۔۔۔۔۔ پیار کرتی ہوں تا تم مجھ سے۔۔۔۔۔ "ارحام"  
کی خمار آلود نگاہوں نے اس کے لبوں کا نشانہ بنایا اور اس پر جھک گیا۔  
ارحام کے ہونٹ دائین کے ہونٹوں سے ٹکرائے تو اس کے جسم میں  
کرنٹ سادوڑ گیا اس نے آنکھیں مینچھ لی۔ لیکن اگلے ہی پل دائین  
نے اپنی ساری ہمت جمع کر کے ارحام کو خود سے دور کیا۔

بس ہو گیا۔۔۔۔۔ اب جاو۔۔۔۔۔ "وہ اپنا ڈوپٹہ سر پر لیتی ارحام"  
کے جانب دیکھے بغیر گھر کی طرف بھاگی۔

ارحام شرارت بھری نظروں سے اسے جاتے دیکھنے لگا۔ اس کی مسکراہٹ دیدنی تھی وہ تالم شاہ کی شرط جیت چکا تھا۔ اپنی جیت کی خوشی مناتے وہ اپنا موبائل اٹھا کر واپسی وہاں سے روانہ ہو گیا۔

XX

بھاگتے ہوئے کمرے میں آتے دانیں کی سانس چڑھ گئی تھی۔ وہ بیڈ پر بیٹھتے بلش کرنے لگی۔ اسے ابھی تک اپنے جسم پر ارحام کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وہ لمحہ چھپ گیا تھا۔ وہ ارحام کے شدتِ محبت کو یاد کرتے شرماتے لگی۔

وہی دوسری جانب ارحام تالم شاہ کے پاس جا پہنچا اور وہ ویڈیو باری باری سب کو دکھا کر مغرور انداز میں گردن اکھڑا کر کھڑا تھا۔

یقین نہیں آ رہا۔۔۔۔۔ "زارون نے ویڈیو دیکھتے ہوئے بے یقینی"  
سے کہا۔

ماننا پڑے گا۔۔۔۔۔ کمال کر دیا جو نئیر رانا۔۔۔۔۔ "تالم شاہ تیز نظروں"  
سے اسے دیکھ کر سراہنے لگا۔

چلو لاو میرے انعام کے پیسے۔۔۔۔۔ "اس نے آبرو اچکا کر ہاتھ"  
آگے کیا۔

تالم شاہ نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے کو تھپکا پھر جیب سے پیسوں  
کی گھٹی نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ ارحام سب کو پیسے دکھاتے  
اپنی جیت کا جشن منا رہا تھا۔ اس کا موبائل ابھی بھی تالم شاہ کے  
ہاتھوں میں تھا۔



اس کے حرکت سے انجان ارحام نے تالم شاہ کے جانب دیکھا تو اس نے ہنستے ہوئے موبائل واپس کیا اور اطمینان سے ان کے گفتگو کے مزے لینے لگا۔

آپ کی کمزوری کا فائدہ اٹھانے والا شخص کبھی آپ کے ساتھ مخلص نہیں ہو سکتا۔ اس پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے ورنہ ناقابل تلافی نقصان کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔

ارحام نے تالم شاہ پر بھروسہ کیا اور اس نے ارحام کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا۔ اب درپیش نقصان کا ذمہ دار ارحام خود تھا۔

XX

اگلے دن دانیل کالج پہنچی تو سب اسے تعجب اور حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اسے سب کی نظروں سے الجھن ہونے



لگی۔ وہ سر جھکائے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں گئی تو وہاں بھی یہی  
صورتحال تھی۔ حتہ کہ رومیہ بھی اسے گھوری سے نواز رہی تھی۔  
سب ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں مجھے۔۔۔۔۔" اس نے رومیہ کو  
ایک کونے میں لے جا کر پوچھا۔

تم سے ایسی حرکت کی امید نہیں تھی۔۔۔۔۔ میں تو سوچ بھی نہیں  
سکتی تم ایسا کرو گی۔۔۔۔۔" رومیہ نے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے تردید  
کی۔

ایسا کیا کیا ہے میں نے۔۔۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی تم کس بارے  
میں بات کر رہی ہو۔۔۔۔۔" دانیل کا دل دھڑکنے لگا۔  
تو تمہیں سچ میں نہیں پتا۔۔۔۔۔" رومیہ نے افسوس کن نظروں  
سے اسے دیکھا۔ دانیل نے نفی میں سر ہلایا۔

یہ دیکھو۔۔۔۔۔ غور سے دیکھ لو۔۔۔۔۔ پورے انٹرنیٹ میں یہ "ویڈیو وائرل ہوئی ہے۔۔۔۔۔ اب تک دو ہزار ویوز آچکے ہیں اس پر۔۔۔۔۔" رومیسہ نے درشتی سے کہتے اپنے موبائل میں اسے وہ ویڈیو لگا کر دکھائی۔

دائین پلک تک نہ جھپکا سکی۔ وہ سانس لینا ہی بھول گئی۔ ویڈیو دیکھ کر اس کا دماغ سُن ہوتا جا رہا تھا۔

یہ۔۔۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ یہ ویڈیو۔۔۔۔۔ میں "NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

ارحام سے بات کرتی ہوں۔۔۔۔۔" وہ روہانسی ہو کر ارحام کے ڈیپارٹمنٹ جانے لگی۔

اب بھی عقل نہیں آئی۔۔۔۔۔ یہ ویڈیو اسی نے بنا کر وائرل کی "ہے۔۔۔۔۔ تم اتنی اندھی کیسے ہو سکتی ہو دائین۔۔۔۔۔ پورا کالج

ارحام کے کرتوتوں سے واقف ہے۔۔۔۔ ایک تجھے ہی اس کا مکینہ  
پن نظر کیوں نہیں آتا۔۔۔۔ "رومیسہ نے اسے حقیقت کا آئینہ  
دکھایا۔

نن۔۔۔۔ نہیں ارحام ایسا نہیں کر رہا۔۔۔۔ میں پیپ  
پوچھتی ہوں اس سے۔۔۔۔ "دائین کی آواز کانپ رہی تھی۔

چہرے کا رنگ زرد پڑنے لگا تھا۔  
اس کے اعتماد کی دھجیاں بکھر گئی تھی۔ دل خون کے آنسو رونے لگا۔

وہ تیز رفتار سے بھاگنے لگی۔ اسے سنبھالنے رومیسہ اس کے پیچھے ہوئی۔  
سب کی نظروں کے تیر اپنے آپ پر برداشت کرتی جب وہ ارحام کے  
ڈیپارٹمنٹ پہنچی تو اسے اپنے دوستوں کے گروپ میں کھڑے  
سموکنگ کرتے اور ہنستے پایا۔

یہ تھرڈ کلاس لڑکیاں بہت پکاؤں ہوتی ہے۔۔۔۔۔ ہر وقت بے " فضول بولتی رہتی ہے۔۔۔۔۔ عجیب سی فرمائشیں ہوتی ہے۔۔۔۔۔ کتنا کچھ کرنا پڑا مجھے۔۔۔۔۔ صرف ایک کس لینے میں مجھے ایک سال لگا۔۔۔۔۔ مائی گاڈ۔۔۔۔۔ پتا نہیں ان کی فیملی زندگی بھرا نہیں برداشت کیسے کر لیتی ہے۔۔۔۔۔ "ارحام استخرزیہ ہنستے ہوئے دانیں پر تبصرہ کر رہا تھا۔

بٹ تالم یار۔۔۔۔۔ دس ازناٹ فقیر۔۔۔۔۔ میں نے ایک سال " محنت کی اور پرائز صرف ایک لاکھ۔۔۔۔۔ کم سے کم دو لاکھ تو بنتے ہیں۔۔۔۔۔ "سب دوستوں نے مل کر زوردار قہقہہ لگایا۔

ان سب کی گفتگو سنتی دانین کا دل کیا زمین چاک ہو جائے اور وہ وہی  
دفن ہو جائے۔ جس پر اس نے سب سے زیادہ اعتبار کیا وہ ہی آج  
دوستوں میں اس کی عزت کی قیمت لگا رہا تھا۔

تو اس کے ساتھ ایک رات گزار۔۔۔۔۔ میں تجھے پانچ لاکھ دوں"  
گا۔۔۔۔۔ "تالم شاہ کمینگی کی ساری حدود پار کرنے لگا۔

لیکن اس مرتبہ ویڈیو نہیں لائیو شو چاہیے۔۔۔۔۔ کیوں تالم۔۔۔۔۔"  
ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ "زارون نے بھی اسی انداز میں اپنی فرمائش ظاہر کی۔

دروازے کے پار کھڑی دانین نے کرب سے آنکھیں میچھ لی اور  
اپنی سسکیاں روکنے منہ پر ہاتھ رکھ دیئے۔

نا بابا۔۔۔۔۔ میری بس ہے۔۔۔۔۔ رات کا تم ٹرائی کر"  
لو۔۔۔۔۔ "ارحام نے ہاتھ ہوا میں اٹھا لیئے۔

رومیسہ سے ان کی گفتگو مزید سنی نہیں گئی وہ دانیل کا ہاتھ پکڑ کر اسے جھنجھوڑنے لگی۔

اب تو ہو گیا یقین۔۔۔۔۔ پتا لگ گئی نا اس کی اصلیت۔۔۔۔۔ اب "چلو یہاں سے۔۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔۔" وہ اسے کھینچتی وہاں سے لیں جانے لگی۔ لیکن دانیل کی سوئی غیرت جاگ گئی تھی وہ اس کے اپنا ہاتھ چھڑا کر ارحام کے کلاس میں در آئی۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

کیوں کیا ایسا میرے ساتھ۔۔۔۔۔ کیا بگاڑا تھا میں نے "

تمہارا۔۔۔۔۔ کس مٹی کے بنے ہو۔۔۔۔۔ زرا بھی ہاتھ نہیں

"کانپا ویڈیوائرل کرتے ہوئے۔۔۔۔۔ کتنے ظالم ہو تم۔۔۔۔۔"

دانیل ارحام پر برس پڑی اور ویڈیوائرل ہونے کا سن کر ارحام کے آبرو پھیل گئے۔

تمہارے نزدیک ایک لڑکی کی عزت کی قیمت صرف چند روپے "ہیں۔۔۔۔۔ تم اتنا گرجاؤ گے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔۔۔ ایسا ظلم کرتے تمہیں زرا برابر بھی شرمندگی محسوس نہیں ہوئی۔۔۔۔۔" رندھی ہوئی آواز میں وہ شکوہ کر رہی تھی۔ آنسو پھر سے جاری ہو گئے تھے۔

اس کے سامنے رونے سے کچھ نہیں ہو گا دانیل۔۔۔۔۔ ان امیر "زادوں میں احساس نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ چلو یہاں سے۔۔۔۔۔" رومیہ نے دانیل کو کندھوں سے تھام لیا اور وہاں سے لیں جانے لگی۔

دائین۔۔۔ سنو۔۔۔ "ارحام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر وضاحت دینا"  
چاہی پر دائین نے مڑ کر اپنے پورے قوت سے ارحام کو زناٹے دار  
تھپڑ لگا دیا۔

تھپڑ کی گونج کلاس کے فضاء میں محلول ہوتی دیواروں سے ٹکراتی  
واپس ان تک آئی۔ تالم شاہ اور زارون سمیت سب ساکن رہ گئے۔  
ارحام گال پر ہاتھ رکھے سیدھا ہوا۔ اس کی آنکھیں وحشت سے سرخ  
پڑنے لگی۔

ہاتھ مت لگانا مجھے۔۔۔۔۔ گھن آرہی ہے مجھے تم سے۔۔۔۔۔"  
نفرت ہے مجھے تم سے۔۔۔۔۔ "انگلی اٹھا کر اسے سختی سے تنبیہ کیا  
گیا۔



اس کے جاتے ارحام اپنی تذلیل لیئے بے دم سا پیچھے مڑا تو سب دوستوں کے چہرے اترے ہوئے تھے صرف ایک چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ تالم شاہ کا بے تاثر چہرا۔

یو باسٹر ڈ۔۔۔۔۔ ویڈیو تم نے وائرل کروائی ہے نا۔۔۔۔۔ شرط " تو صرف اپنے گروپ کو دکھانے کی لگی تھی پھر وائرل کیوں کی۔۔۔۔۔ " ارحام اپنے جنون میں آگیا۔ وہ تالم شاہ پر جھڑپ پڑا اور اسے مارنے لگا۔

تالم شاہ بھی غصے سے آگ بگولا ہوتا ارحام پر جوابی وار کرنے لگا۔ دونوں پر ایک دوسرے کو مار دینے کا جنون سوار ہو گیا تھا۔ زارون نے تالم کو بازوؤں میں جھکڑ لیا اور باقی دوستوں نے ارحام کو۔

"لیومی۔۔۔۔ میں اسے جان سے مار دوں گا دھوکے باز۔۔۔۔۔"

ارحام دوستوں کے گھیرے سے خود کو آزاد کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

جاا جاا۔۔۔۔ بہت دیکھے تجھ جیسے۔۔۔۔۔ میرے آگے ابھی"

بچہ ہے تو۔۔۔۔۔ "تالم شاہ بھی دوبارہ اس پر حملہ کرنے کو بے صبر تھا۔

لیومی سیپی۔۔۔۔۔ "ارحام پورے جوش سے چلاتا ان کے گرفت"

سے خود کو آزاد کروانے دوستوں کو مارنے لگا۔

تالم چھوڑ۔۔۔۔۔ دماغ خراب ہے اس کا کچھ بھی کر سکتا"

ہے۔۔۔۔۔ چل یہاں سے۔۔۔۔۔ "زارون اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ کچھ سمجھنے کی حالت میں نہیں تھا۔

اس نے زارون کو دھکے مار کر پیچھے گرا دیا اور وہی سامنے سے ارحام بھی خود کو آزاد کروا چکا تھا۔ دونوں جانی دشمن بنے ایک دوسرے پر پھر سے ضرب لگاتے رہے۔ کون کتنا زخمی ہو گیا ہے۔ کہاں کہاں سے خون رسنے لگا ہے کسی کو ہوش نہ تھا۔

کلاس روم سے مار دھاڑ کی آوازیں سنتے بہت سے پروفیسرز بھاگ کر وہاں آئے اور ان دونوں پھرے شیروں کو ایک دوسرے سے الگ کیا۔

XX

دائین گھر لوٹی تو اس کی آنکھیں سو جی ہوئی اور ناک سرخ ہو رہی تھی۔ اس نے لرزتے ہوئے اپنے گھر کا گیٹ کھولا۔ پورے گھر میں سکوت چھایا ہوا تھا۔ اس کا دل دہل گیا۔ لاونج میں قدم رکھتے بابا

صوفے پر بیٹھے کوئی اسلامی کتاب پڑھتے نظر آئے۔ اماں اور تائی کچن میں رات کے کھانے کا اہتمام کرنے میں مصروف تھی۔

ہر سوں خاموشی دیکھ کر دانیں سکون کا سانس لیتی اپنے کمرے کے جانب بڑھ گئی۔ لیکن یہ طوفان سے پہلے کی خاموشی تھی جسے وہ سمجھنا سکیں۔

واشروم میں شاور کے دوران روتے ہوئے وہ اپنے جسم کو گڑ گڑ کر صاف کر رہی تھی۔ اسے آپ سے نفرت ہونے لگی۔ ارحام کا لمس یاد کرتے اسے شرمندگی کا احساس ہوتا تھا اور وہ اس غلاظت سے خود کو پاک کرنا چاہتی تھی۔

نہا کر اس نے نئے کپڑے زیب تن کئے۔ ڈوپٹہ سر پر لیتے چہرے کے گرد لپیٹا اور اللہ کے حضور نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ ہر رکعت کے ساتھ اس پر رقت طاری ہو جاتی اور وہ کانپنے لگ جاتی۔

اے میرے اللہ۔۔۔۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔۔۔۔۔ میں آپ " کے راہ سے بھٹک گئی۔۔۔۔۔ مجھے معاف کر دے۔۔۔۔۔ مجھے بچا لو۔۔۔۔۔ مجھے رسوا ہونے سے بچالو۔۔۔۔۔ میرے باپ بھائی کے دل میں میرے لیے رحم ڈال دو۔۔۔۔۔ میں دوبارہ ایسی غلطی نہیں کروں گی۔۔۔۔۔ میرے اللہ میری فیملی کی عزت داغ دار ہونے سے بچالو۔۔۔۔۔ " ہاتھ دعا میں اٹھائے وہ کتنی ہی دیر اللہ کی پناہ مانگتی روتی رہی۔ ہوش تب آیا جب اس کا گھر طوفان کی زد میں آ گیا۔

اذان حیدر خان بلند آواز اسے پکارتا گھر میں داخل ہوا۔ اس نے  
کمرے سے نکلتے زیر لب کلمہ پڑھا۔ وہ جانتی تھی یہ طوفان اسے ڈبو  
دیں گا۔ زندہ رہی بھی تو وہ پھر سراٹھا کر جی نہیں سکے گی۔

اذان سب خیریت تو ہے۔۔۔۔۔ کیوں اتنے طیش میں "  
ہو۔۔۔۔۔" قاری حیدر خان نے بیٹے کے تنے تاثرات دیکھ کر

پریشانی سے پوچھا۔  
یہ اپنی لاڈلی سے پوچھیں بابا۔۔۔۔۔ کیا گل کھلایا ہے اس "  
نے۔۔۔۔۔" اذان کی آواز بے لچک تھی۔

حیدر خان نے تعجب سے رخ پیچھے موڑ کر کمرے کے دروازے سے  
لگی دانیں کے جانب دیکھا تو وہ سر جھکا گئی۔

کیا کیا ہے اس نے۔۔۔۔۔ "حیدر خان نے شکستہ آواز میں اذان کو"  
مخاطب کیا۔

اس نے وہ کیا تایا ابو۔۔۔۔۔ جس سے ہم بھی محلے میں کسی کو منہ "  
دکھانے کے قابل نہیں بچیں۔۔۔۔۔" جواب دانیں کے چھوٹے  
کزن کے جانب سے ملا۔

حیدر خان کے ماتھے پر پسینہ نمودار ہوا۔ دل میں الگ الگ و سوے  
امر نے لگے۔

کون ہے وہ لڑکا۔۔۔۔۔ "لالانے آگے آکر دانیں کا بازو دبوچ کر"  
اسے جھنجھوڑا۔

کون لڑکا۔۔۔۔۔ "حیدر خان کا گلا خشک ہونے لگا۔ اماں پر مانو"  
آسمان ٹوٹ پڑا تھا وہ سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دانیں کو دیکھ رہی تھی۔

وہی جس کے ساتھ یہ۔۔۔۔۔ "اذان خاموش ہو گیا۔ بڑے"  
بزرگوں کے سامنے اس سے اپنی بہن کے بارے میں ایسا بولا بھی  
نہیں جارہا تھا۔

دائین نے اشک بار آنکھوں سے پہلے لالا کو دیکھا پھر بابا کو۔ وہ لالا سے  
اپنا بازو چھڑا کر بابا کے سینے سے جا لگی۔

بابا معاف کر دیں غلطی ہو گئی۔۔۔۔۔ پلینز بابا۔۔۔۔۔ آئی ایم"  
سوری۔۔۔۔۔ "وہ حیدر خان کے سینے پر سر رکھ کر زار و قطار رونے  
لگی۔

ہوا کیا ہے کوئی بتائے گا بھی۔۔۔۔۔ "ڈٹی آواز میں سوال دائین"  
کے تایا ابو کے جانب سے ہوا۔ ان سے اپنے گھر کا ماحول بگڑتا ہوا دیکھا  
نہیں گیا۔



دائین نے کرب سے آنکھیں بند کر لی تھی۔ اذان اپنے غضب کو قابو کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ حیدر صاحب سے کچھ بولا نہیں گیا۔ اماں کے آنسو جاری ہو چکے تھے۔

ایک لڑکے کے ساتھ نازیبا حرکت کرتے ہوئے ویڈیو آئی ہے اس" کی انٹرنیٹ پر۔۔۔۔۔ "جب اذان اور باقی کزنز کے جانب سے جواب نہ ملا تو دائین کے چاچوں نے کنکارتے ہوئے دونوں بڑے بھائیوں کو درپیش مسئلے سے آگاہ کیا۔

باسط خان کی بات سن کر منصور خان اور حیدر خان کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ حیدر خان کے ہاتھ پہلو میں جا گرے۔ اذان نے لب مینچھے مٹھیاں سخت کر لی تھی۔ دائین کا دل کیا وہ کہی ڈوب کر مر

جائے فنا ہو جائے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ ویڈیو اس کے بھائی اور کزنز کے علاوہ چاچو تک بھی پہنچ جائے گی۔

بس اب یہی رہ گیا تھا کہ اس گھر کی بیٹیوں کی ویڈیو انٹرنیٹ پر "گردش کرنے لگے۔۔۔۔۔" "تائی نے سینہ کو بی شروع کر دی۔

اللہ دانین یہ کیا کر دیا۔۔۔۔۔ ناک کٹوادی پورے خاندان کی۔۔۔۔۔" "چاچی نے بھی اپنے حصے کا اضافہ کیا۔

جب منع کیا تھا کہ آگے مت پڑھاؤ۔۔۔۔۔ دسویں کرا کر بیاہ "دو۔۔۔۔۔ تب بہت اعتماد دکھا رہے تھے اپنی بیٹی پر۔۔۔۔۔ اب

دیکھو کیا کر دیا ہے اس نے۔۔۔۔۔" منصور خان کا پارا چڑھنے لگا وہ حیدر خان کو سنانے لگے۔

حیدر خان نے خاموشی سے دانین کو اپنے حصار سے الگ کیا۔

بابامیری بات سنے میں آپ کو سب بتاتی ہوں۔۔۔۔ بابامیر یقیناً  
"کریں۔۔۔۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔  
دائین ان کے پیروں میں بیٹھ گئی۔

اذان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اس نے دائین کو بالوں سے جکڑ کر  
اٹھایا۔

نام کیا ہے اس کا۔۔۔۔ گھر کہاں ہے اس کا۔۔۔۔ "انگار برستی"  
آنکھوں سے اس نے دانت پر دانت جمائے ہوئے پوچھا۔

دائین نے لڑتی آواز میں ارحام کا نام اور پتہ بتایا وہ اسے فرش پر پٹختا  
کمرے کے اندر بھاگا اور پستول لیتا گھر سے باہر کو بھاگا۔

اذان رک جاو۔۔۔۔ اذان۔۔۔۔ "حیدر خان نے بیٹے کو روکنے"  
کی کوشش کی لیکن اس پر غیرت کا جنون سوار ہو گیا تھا۔

رو کے اذان کو۔۔۔۔۔ خدارا خون خرابہ نہ کریں۔۔۔۔۔ معاملے "  
"کو بیٹھ کر حل کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اذان میری بات سنو۔۔۔۔۔  
اماں نے شوہر کے آگے ہاتھ جوڑے پھر بیٹے کو پکارتی لاؤنج سے باہر  
نکل گئی۔

دائین کا سر چکرانے لگا۔ اس کی ایک غلطی نے خان فیملی کی ساکھ بکھیر  
کر رکھ دی تھی۔

XX

ایسا ہی ایک طوفان رانا ہاوس میں ارحام کا منتظر تھا۔ وہ ابھی ابھی گھر  
لوٹا اور لاؤنج میں داخل ہوتے ہوتے رک گیا۔ بڑے صوفے پر کرن  
اور نور بیٹھی زینب کی جیولری دیکھ رہی تھی۔

ارحام نے خون کے دھبے لگے شرٹ کو اتار کر بیگ میں ڈال دیا اور  
چہرے کے آگے ہاتھ رکھ تیز تیز چلتا سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کمرے  
میں چلا گیا۔ اس نے اپنے پیچھے کرن کی آواز سنی لیکن وہ نظر انداز کر  
گیا۔

واشر روم میں گھس کر اس نے شاوران کیا اور اپنے ہاتھوں اور چہرے  
پر لگے زخموں پر جمے خون کو صاف کرنے لگا تھا جب اس کے کمرے  
کے دروازے پر دستک ہوئی۔

اس نے دوسری شرٹ پہن کر دروازہ کھولا تو سامنے کھڑی کرن  
حواس باختہ ہو کر اسے دیکھنے لگی۔

یہ اتنی چوٹیں کیسے لگی ہے۔۔۔۔۔ "وہ اس کے پیشانی پر رخسار پر"  
ہونٹ کے پاس زخموں کو دیکھ اور بازوؤں پر لگے خراشوں کو دیکھ کر  
پریشان ہو گئی تھی۔

کچھ نہیں ماما اتنی نہیں لگی۔۔۔۔۔ آپ جاو۔۔۔۔۔ "ارحام کا اس"  
وقت کسی سے بات کرنے کا دل نہیں کر رہا تھا وہ کرن کو واپس بھیجنے  
لگا۔

ارحام۔۔۔۔۔ کسی سے لڑائی جھگڑا کر کے آئے ہو۔۔۔۔۔ "کرن"  
نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

نہیں ماما۔۔۔۔۔ وہ بس۔۔۔۔۔ فرینڈ سے تھوڑی فائٹ ہو گئی"  
تھی۔۔۔۔۔ پر زیادہ کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔ پلینز ابھی مجھے اکیلے چھوڑ

دو۔۔۔۔۔ آپ جاو۔۔۔۔۔ "اس نے تنے ہوئے اعصاب سے کہا اور  
کرن کو کمرے سے باہر نکال کر دروازہ لاک کر دیا۔

بالکونی میں آکر وہ اپنا جنون قابو کرنے سمو کنگ کرنے لگا۔ جا جا کر  
دائین کے الفاظ اس کا طمانچہ ارحام کو یاد آ رہا تھا۔ اس کا غصہ کم ہونے  
کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

شام کے وقت اس کا آپا کچھ قابو ہوا ہی تھا کہ اسے شور سنائی دیا۔  
ارحام۔۔۔۔۔ باہر نکل سالے۔۔۔۔۔ میں تیری کھال ادھیڑ کر "

رکھ دوں گا۔۔۔۔۔ باہر آتیری گرمی نکالتا ہوں۔۔۔۔۔ "اذان  
خان سیکیورٹی گارڈز کے ساتھ دھکم پیل کرتے بلند آواز میں  
دھاڑتے لاؤنج کے اندر گھس گیا۔

شور شرابا سن کر سب اپنے اپنے کمروں سے باہر آ گئے تھے۔ ارحام  
بے تاثر چہرہ بنائے نیچھے آیا تو اذان خان اس پر جھڑپ پڑا اور ارحام کو  
تیوڑی دبوچ لیا۔

چھوڑو اسے۔۔۔۔۔ میں نے کہا چھوڑو۔۔۔۔۔ کون ہو تم۔۔۔۔۔"  
"اس طرح ہمارے گھر میں گھس کر ہنگامہ کر رہے ہوں۔۔۔۔۔"  
ذیشان نے اذان خان کے ہاتھوں سے ارحام کو آزاد کرایا۔  
ارحام۔۔۔۔۔ کون ہے یہ۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے ارحام کے جانب  
دیکھا۔ وہ اتنا ضرور سمجھ گئے تھے ارحام کوئی نئی مصیبت کو دعوت  
دے کر آیا ہے۔

میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔ پتا نہیں کون ہے۔۔۔۔۔" ارحام جان کر  
بھی انجان بن گیا۔



مجھے نہیں جانتے پر دانیں کو تو جانتے ہو۔۔۔۔۔ میری بہن کے "

"ساتھ ایسی حرکت کرنے پر میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔۔۔"

اذان نے پھرے شیر کے مانند ذیشان کے بازوؤں سے ہاتھ بڑھا کر

ارحام کو جھڑپنے کی کوشش کی۔

ارحام اس کی پہنچ سے چند قدم پیچھے ہو گیا۔ اسی اثناء حیدر خان پولیس

سمیت رانا ہاوس آگئے۔ رانا صاحب اور روحان پولیس کو دیکھ کر

دنگ رہ گئے۔

بابا آپ یہاں کیوں آئے۔۔۔۔۔ اسے میں اکیلے ہی دیکھ لوں "

گا۔۔۔۔۔" اذان بابا کے جانب بڑھ گیا۔

اذان ہوش سے کام لو۔۔۔۔۔ میں بات کرتا ہوں۔۔۔۔۔ تم اب " کچھ نہیں کرو گے۔۔۔۔۔ سمجھ آئی۔۔۔۔۔ " حیدر خان بیٹے کو سمجھانے لگے۔

کیا کیا ہے تم نے۔۔۔۔۔ کون ہے یہ لوگ اور پولیس کیوں لائے " ہیں۔۔۔۔۔ " رانا صاحب کے طیش میں اضافہ ہو گیا۔

کچھ نہیں کیا ڈیڈ۔۔۔۔۔ ان غریب لوگوں کو تو تماشا بنانا ہوتا " ہے۔۔۔۔۔ " ارحام نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے لاپرواہی سے جواب دیا۔

رانا صاحب آپ کے بیٹے نے ان کی بیٹی کے ساتھ غیر اخلاقی " حرکت کی ہے اور اوپر سے ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر وائرل کر دی

ہے۔۔۔۔۔ "پولیس آفسر نے پروفیشنل انداز میں رانا صاحب کو آگاہ کیا۔

رانا ہاوس میں سکوت چھا گیا۔ بے اختیار کرن آگے آگئی اور بے یقینی سے ارحام کو دیکھا۔ رانا صاحب اپنی جگہ منجمد ہو گئے تھے۔

آفسر۔۔۔۔۔ کیا میں وہ ویڈیو دیکھ سکتا ہوں۔۔۔۔۔ "ذیشان نے"

معاملے کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے استفسار کیا۔

حیدر خان نے معاملہ پولیس کے حوالے چھوڑ دیا تھا اور بابا کے منع کرنے پر اذان حقارت سے ارحام کو گھورتے خاموش رہنے پر مجبور

تھا۔

آفسر نے ذیشان کو ویڈیو دکھائی۔ اس کا رنگ اڑتا دیکھ کر روحان نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے موبائل لیا اور خود بھی تصدیق کرنے لگا۔

رانا صاحب حرکت میں آئے انہوں نے روحان سے موبائل لینا چاہا تو ذیشان نے موبائل اچک لیا وہ بڑے پاپا کو اس تذلیل میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے تھے جس سے روحان اور وہ خود اس وقت دوچار تھے۔

"ہمیں ارحام کو ہراسمنٹ کے کیس میں گرفتار کرنا پڑے گا۔۔۔۔"

پولیس اہلکار نے اعلانیہ کہتے قدم ارحام کے جانب بڑھائے۔

ارحام کی سانس رکنے لگی اس نے بے بسی سے ڈیڈ کے جانب دیکھا پر وہ سپاٹ تاثرات بنائے سامنے دیکھ رہے تھے۔

چھوڑو۔۔۔۔۔ لیومی۔۔۔۔۔ "پولیس اہلکار اسے بازوؤں سے"  
پکڑے گھسیٹنے لگے۔ وہ خود کو آزاد کرانے کے جتن کرنے لگا۔  
ذیشان نے پولیس کو روکنے قدم بڑھائے تھے پر رانا صاحب نے اسے  
تند و تیز نظروں سے گھورا تو وہ وہی رک گیا۔ روحان بھی خاموشی  
سے ہاتھ پیچھے باندھے کھڑا تھا۔

ارحام بار بار کرن کو پکارتا رہا وہ اسے روکنے لگی پر رانا صاحب نے کرن کا ہاتھ جکڑ کر روک لیا۔ ارحام کی آنکھیں ڈبڈبائی۔

کیا کر رہے ہے رانا صاحب۔۔۔۔۔ روکے انہیں۔۔۔۔۔ ارحام"  
کہہ رہا ہے نامس انڈر سٹینڈنگ ہے۔۔۔۔۔ روکے اسے۔۔۔۔۔  
رانا صاحب پلیز زرز۔۔۔۔۔ "کرن حواس باختہ رانا صاحب کی منت  
کرنے لگی لیکن وہ مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھامے سر دنگاہوں سے  
ارحام کو جاتے دیکھ رہے تھے۔

پولیس وین میں سوار ہو کر جب ارحام کو لیں گئے تب رانا صاحب نے  
کرن کا ہاتھ پر گرفت چھوڑ دی۔ وہ وہی بیٹھ کر بیٹے کی فریاد کرنے  
رونے لگی۔

ارحام کے کئے پر میں معذرت چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ میں اس"  
ویڈیو کو جلد از جلد سوشل میڈیا سے ہٹوا دوں گا۔۔۔۔۔ "رانا صاحب  
نے سر جھکائے قاری حیدر خان سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔

ایسا کرنے سے میری بہن اور فیملی کی جو بدنامی ہوئی ہے وہ واپس تو " نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔" اذان خان غضب میں آگیا۔

آپ کی بہت عزت کرتے ہیں ہم رانا مبشر صاحب۔۔۔۔۔ ہمیں " آپ سے پورے تعاون کی توقع ہے۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے آپ سچائی کا ساتھ دیں گے۔۔۔۔۔" حیدر خان نے رانا صاحب کے ہاتھ تھام لیے۔

اذان مزید بحث کرنا چاہتا تھا لیکن حیدر خان نے اسے روک لیا اور اسے لیئے وہاں سے روانہ ہو گئے۔

XX

دائین کارور و کر برا حال ہو گیا تھا۔ تائی اور چاچی بات بات پر اسے  
کھری کوٹی سنانے لگ جاتی اور بچی کچی کسر پھوپھو نے آکر پوری کر دی  
تھی۔

بابا اور اذان کے گھر میں داخل ہوتے ہی پھوپھو سر پیٹتی اپنے لالا کے  
گلے لگ کر رونے لگی۔

یہ سب کیا ہو گیا لالا۔۔۔۔۔ کون تھا وہ خبیث۔۔۔۔۔ "پھوپھو کے"  
آنسو اذان کی غصب میں شعلہ بھڑکانے کے مانند کام کر رہے تھے۔

کرم جلی۔۔۔۔۔ دیکھ میرے مظلوم بھائی کی کیا حالت کر دی "  
ہے۔۔۔۔۔ کلجے کو ٹھنڈک مل گئی عشق معشوقی کر کے۔۔۔۔۔  
دائین کو طعنہ دیتے وہ صوفے پر ڈھے کر بیٹھ گئی۔



اماں اس سے پہلے میرے ہاتھوں اس کا قتل ہو جائے۔۔۔۔۔ اندر"  
لیں جاوا سے۔۔۔۔۔" اذان نے ماں کو مخاطب کیا۔ وہ پھرتی سے اٹھ  
کردانین کو کمرے میں لیں جانے لگی۔

دانین نے بھیگی آنکھوں سے بابا کے جانب دیکھا ان کا سر جھکا ہوا تھا  
نظریں فرش پر جمی ہوئی تھی۔ دانین کا دل بھر آنے لگا وہ بے دم  
قدموں سے کمرے کے جانب جانے لگی۔

حیدرا بھی بھی قصہ ہاتھ سے نہیں نکلا۔۔۔۔۔ قبیلے میں اس سب کی"  
خبر نہیں ہوئی۔۔۔۔۔ ابھی سے اس کے قدم جمادو۔۔۔۔۔ ورنہ  
کل کو منہ چھپانے کی بھی جگہ نہیں ملے گی۔۔۔۔۔" منصور خان نے  
ہمدردی سے تجویز دی۔

لالا وہ میری نند کے لڑکے کا رشتہ ابھی بھی موجود ہے۔۔۔۔۔ آپ "

کہو تو میں ان سے بات کرتی ہوں۔۔۔۔۔ اس سے پہلے یہ اپنے کسی

"عاشق کے ساتھ فرار ہو جائے میری مانو تو شادی کرادو۔۔۔۔۔

پھوپھو نے سال پہلے دانیل کے لیے آئے رشتے کی پیشکش یاد کروائی۔

دانیل کے حواس بحال ہوئے وہ اماں سے ہاتھ چھڑا کر بابا کے سامنے

آئی۔

بابا میں جانتی ہوں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ لیکن "

مجھے ایسی سزا نادیں۔۔۔۔۔ پلیز ز بابا۔۔۔۔۔ میں ہاتھ جوڑتی

ہوں۔۔۔۔۔ میری ابھی شادی مت کروائیں۔۔۔۔۔ "وہ ہاتھ

جوڑے بابا کے سامنے التجا کرنے لگی۔

آپ سب کو اس کی زندگی کا جو بھی فیصلہ کرنا ہے۔۔۔۔۔ کر" لیں۔۔۔۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔۔۔ آپ سب نے جب کہا۔۔۔۔۔ میں اسے یہاں سے رخصت کر دوں گا۔۔۔۔۔ میرے پاس اب کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ جیسا آپ سب ٹھیک سمجھے میں وہی کروں گا۔۔۔۔۔ "حیدر خان نے اعلانیہ صورت میں بلند آواز میں اپنا فیصلہ سنایا۔ وہ نادانین کی سن رہے تھے نا اسے دیکھ رہے تھے۔ اپنا فیصلہ سنا کر وہ اس کے پہلو سے گزر کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ اور دانین خالی ہاتھ وہی کھڑی رہ گئی۔ ایک بابا ہی اس کے سب سے بڑے سہارا تھے لیکن اس سہارے نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اپنے قسمت سے ہاری دانین بے حس و حرکت وہی بیٹھتی چلی گئی۔

XX

سفیان زینب اور عائزہ سورج غروب ہونے کے بعد شاپنگ سے گھر  
لوٹے۔ لاونج میں داخل ہوتے وہ تینوں حیران پریشان ایک دوسرے  
کو دیکھنے لگے۔ سب کے چہرے اترے ہوئے تھے اور کرن ہلکا ہلکا  
سک رہی تھی۔

مما کیا ہوا آپ روکیوں رہی ہے۔۔۔۔۔ "عائزہ بھاگتے ہوئے کرن"  
کے پاس آئی۔

کرن نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیں لیے۔ آنکھیں پھر سے  
بھر آگئی تھی۔

پاپاسب خیریت تو ہے۔۔۔۔۔ "سفیان نے سنجیدگی سے روحان کو"  
مخاطب کیا۔

ارحام کو پولیس لیں گئی ہے۔۔۔۔۔"روحان نے بے یقینی سے لمبا"  
سانس لیتے من و عن ساری روداد سنائی۔

ڈیڈ آپ کو ان سے بات کرنی چاہیے تھی۔۔۔۔۔ارحام سے غلطی"  
ہو گئی ہے۔۔۔۔۔بچہ ہے۔۔۔۔۔"عائزہ نے شکوہ کن انداز میں رانا  
صاحب سے پوچھا۔

کب تک وہ ایسی غلطیاں کرے گا اور میں بچہ سمجھ کر اس کا دفاع کرتا"  
رہوں گا۔۔۔۔۔نہیں عائزہ۔۔۔۔۔اب وہ بچہ نہیں ہے۔۔۔۔۔  
اسے احساس ہونا چاہیے اپنی غلطی کا۔۔۔۔۔"رانا صاحب نے دو  
ٹوک انداز میں جواب دیا اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔  
عائزہ کرن کے گرد بازو مائل کر کے اسے دلا سہ دینے لگی۔

رات کو کرن اپنے جذبات پر قابو پاتی رانا صاحب کے پاس آئی۔ وہ بالکونی میں کھڑے تاریک آسمان کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں بھی اپنے بیٹے کو حوالات میں دیکھنا ناگوار گزر رہا تھا۔

کرن نے ان کے کندھے پر سر رکھ کر ان کے گرد بانہیں پھیلاتے انہیں اپنے حصار میں لے لیا۔ وہ اس وقت ان کے جذبات سے خوب واقف تھی اگر وہ ماں تھی تو رانا صاحب بھی باپ تھے۔

تم مجھے اس وقت بہت ظالم باپ سمجھ رہی ہو گی۔۔۔۔۔ "رانا" صاحب نے کرن کے گرد بازو مائل کر کے اسے خود سے لگایا۔

ارحام کو سلاخوں کے پیچھے دیکھ جتنی تکلیف تمہیں ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ اتنی ہی مجھے بھی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ "وہ اپنے مخصوص نرم انداز میں گویا تھے۔

قرآن پورا رہنمائی ہے۔۔۔۔۔ اور قرآن پاک ہمیں یہی درس دیتا "ہے کہ جب ہماری زندگی میں کچھ ایسا ہو رہا ہو۔۔۔۔۔ جس کی سمجھنا آئے تو ہمیں صبر کر لینا چاہیئے۔۔۔۔۔ کیونکہ ہر چیز میں اللہ کی حکمت چھپی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ اور یہ ضروری نہیں ہمیں ہر حکمت فوری طور پر سمجھ آجائے۔۔۔۔۔ کبھی کبھی یہ باتیں۔۔۔۔۔ وقت کے ساتھ سمجھ آتی ہے۔۔۔۔۔ وقت قدرت کے سارے راز کھول دیتا ہے۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے کرن کی آنکھوں میں دیکھ کر اسے تسکین دلائی۔ اور صبر کرنے کا درس دیا۔

تم ارحام کے ہدایت کے لیے دعا کرو۔۔۔۔۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ "انسان کو ہر نعمت بنا مانگے دے دیتا ہے۔۔۔۔۔ لیکن ہدایت وہ واحد چیز ہے۔۔۔۔۔ جس انسان کو صرف مانگنے پر ملتی ہے۔۔۔۔۔ دعا کرو

ہمارے بیٹے کو ہدایت مل جائے۔۔۔۔۔ وہ راہِ راست پر  
آجائے۔۔۔۔۔ "ایک امید بھری آہ بھرتے ہوئے وہ کمرے کے  
اندر آگئے۔

رانا صاحب میری آپ سے ایک ریکویسٹ ہے۔۔۔۔۔ آپ ارحام "  
کو بیل کرادو۔۔۔۔۔ گھر میں شادی کا ماحول ہے۔۔۔۔۔ پرسوں  
سے زینب کے فنکشنز شروع ہونے والے ہیں۔۔۔۔۔ ابہتاج کے  
سارے رشتہ دار آچکے ہیں۔۔۔۔۔ ایسے میں سو باتیں بنے گی۔۔۔۔۔  
زینب کے سسرال والوں پر برا اثر پڑے گا۔۔۔۔۔ میرا نا  
سہی۔۔۔۔۔ روحان اور نور کا سوچ لیں ان کی بیٹی کی شادی  
ہے۔۔۔۔۔ "کرن نے نرم لہجے میں سمجھایا۔



ٹھیک ہے میں صبح اسے رہا کرادوں گا۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے سر کو خم دیتے کرن کی تجویز مان لی۔

کرن مشکور ہوتے ان کے سینے سے لگ گئی۔ رانا صاحب نے اس کے پیشانی پر بوسہ دیتے اس کے گرد بازو مائل کر دیئے۔

XX

ارحام حوالات کے اس چار دیواری میں فرش پر بیٹھے خالی ذہن دیوار کو گھور رہا تھا۔

پہلے دانیں کا تھپڑ پھرتا لم شاہ سے لرائی۔ گھر پر اذان کا اسے جھڑکنا اور ڈیڈ کا اسے پولیس کے حوالے کرنا۔ ایک ایک کر کے دن بھر کے واقعات اسے اندر سے حیوان بنا رہے تھے۔

دائین حیدر۔۔۔۔۔ اس تھپڑ کا بدلہ میں سود سمیت واپس لوں"  
گا۔۔۔۔۔ "دل ہی دل سوچتے اس نے ہاتھ کی مٹھی بنائے دیوار پر  
ضرب دے ماری۔

وہی دوسرے جانب تالم شاہ ارحام سے بدلہ لینے کے آگ میں تپ  
رہا تھا۔

اس نے تالم شاہ پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کی ہے۔۔۔۔۔ اسے تو"  
میں دیکھ لوں گا۔۔۔۔۔ "وہ غصے میں دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہا  
تھا۔

اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔۔۔۔۔ دائین کی فیملی نے اسے"  
"گرفتار کروادیا ہے۔۔۔۔۔ حوالات کی ہوا کھا رہا ہے ابھی۔۔۔۔۔  
زارون نے ارحام کی گرفتاری کی خبر سنا کر مانو تالم شاہ کے غصے پر پانی

ڈال دیا تھا وہ اطمینان کا سانس لیتے ارحام کی حالت سوچ کر محظوظ  
ہونے لگا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

اگلی صبح رانا صاحب اور سفیان لیگل کاغذات تیار کروا کر جیل میں  
موجود تھے۔

چلو لڑکے۔۔۔۔۔ تیری بیل ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ "حوالات کا تالہ"  
کھولتے اس حوالدار نے ارحام کو متوجہ کیا۔

وہ خستہ حال حوالات سے باہر آیا۔ ایک پل کو اپنے لخت جگر کی ایسی  
حالت دیکھ کر رانا صاحب کا دل دہل گیا تھا۔

رانا صاحب نے شفقت سے اسے سینے سے لگایا۔ پھر اسے لگے چوٹوں  
کو غور سے مشاہدہ کرنے لگے۔

بڑے پاپامیری سائبہ کرائم براؤنچ سے بات ہو گئی ہے۔۔۔۔ ہمیں "بس اس ویڈیو کی سوریس انہیں دینی ہے۔۔۔۔ وہ سوشل میڈیا سے وہ ویڈیو ریمو کر دیں گے۔۔۔۔ ارحام کیا تمہارے پاس اب بھی وہ ویڈیو ہے۔۔۔۔" سفیان نے بڑے پاپا کو روداد سے آگاہ کرتے ارحام کو مخاطب کیا۔

ارحام نے سر اثبات میں ہلایا اور آفسر کے ٹیبل پر پڑے اپنے سامان میں سے موبائل اٹھا کر وہ ویڈیو نکال کر سفیان کو موبائل تھما دیا۔

سفیان۔۔۔۔ تم سائبہ کرائم براؤنچ جاو۔۔۔۔ میں ارحام کو "ہسپتال لے کر جاتا ہوں۔۔۔۔" رانا صاحب سفیان کو ہدایت دیتے ارحام کو باہر لیں جانے لگے۔

اُس اوکے ڈیڈ۔۔۔۔۔ اتنی نہیں لگی۔۔۔۔۔ "ارحام کو ان کے"  
ساتھ جانے میں جھجک ہو رہی تھی۔

ڈاکٹر دیکھ لیں تو بہتر ہے۔۔۔۔۔ کہی انفیکشن بڑھنا"  
جائے۔۔۔۔۔ "انہیں ارحام کے زخموں کی فکر ہو رہی تھی۔

کار میں وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے رہے۔ نارانا صاحب نے اس سے  
کوئی سوال کیا۔ ناراحام نے کوئی شکوہ۔ دونوں کی نیچ مائل خاموشی  
بہت کچھ کہہ رہی تھی جسے نارانا صاحب نے بھی نظر انداز کیا ہوا تھا اور  
ارحام نے بھی۔

معمولی سی چوٹیں ہیں مسٹر رانا۔۔۔۔۔ میں کچھ دوائیاں لکھ دیتا"  
ہوں۔۔۔۔۔ چند دنوں میں ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔۔۔ "ڈاکٹر نے  
معائنہ کرنے کے بعد نارانا صاحب کو تسلی دی۔



نہیں۔۔۔۔۔ پٹیاں کر کر کے تھک گئی لیکن بخار کم ہو کر ہی نہیں " دے رہا۔۔۔۔۔ آپ ڈاکٹر کو بلو لیجئے۔۔۔۔۔ " انہوں نے شوہر سے درخواست کی۔

حیدر صاحب دانیں پر غصہ ضرور تھے لیکن تھی تو وہ ان کی اولاد ہی۔ اس کا برا نہیں چاہ سکتے تھے۔ انہوں نے بیوی کی تجویز مانتے ڈاکٹر کو کال ملائی۔

اگلے شام دانیں کا ڈاکٹر کے لگائے ڈرپ کی وجہ سے بخار کم ہو گیا تھا۔ اس نے ہوش میں آتے سب سے پہلے بابا کو یاد کیا۔

تیرے بابا تا تا چاچو اور اذان۔۔۔۔۔ سب کو رانا مبشر نے اپنے دفتر " جرگہ کرنے بلایا ہے۔۔۔۔۔ یہ سب وہی گئے ہیں۔۔۔۔۔ " اماں نے اس کے لیے پھل کاٹتے ہوئے مصروف انداز میں جواب دیا۔

دائین کو پھر سے اپنا سر چکراتا محسوس ہوا۔ ناجانے اب یہ طوفان کونسا  
نیارخ لینے والا تھا۔

XX

حیدر صاحب۔۔۔۔۔ ویڈیو ریمو کر دی گئی ہے۔۔۔۔۔ جہاں سے "  
چاہے چیک کر لیں۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے اپنا لپ ٹاپ اذان کے  
آگے کیا۔  
وہ تینوں بھائی اور اذان حیدر خان اس وقت رانا ایمپائر کے کانفرنس  
روم میں موجود تھے۔

رانا صاحب روحان ذیشان اور سفیان سمیت ارحام بھی خاموشی سے  
سیٹ پر بیٹھا ان کا مباحثہ سن رہا تھا۔



دیکھیں بات کو جتنا بڑھائے گے۔۔۔۔۔ اتنا مسئلہ گھمبیر ہوتا جائے"  
گا۔۔۔۔۔ انٹرنیٹ تک تو میرے وکیل بھتیجے کے بدولت رسائی  
ہو گئی ہماری۔۔۔۔۔ لیکن اگر بات نیوز چینلز تک پہنچ گئی پھر یہ میڈیا  
رپورٹرز جان نہیں بخشے۔۔۔۔۔ آسان حل یہی ہے کہ ہم اس بات کو  
یہی ختم کر دیں۔۔۔۔۔ چاہے تو ہم باقاعدہ طور پر پروپوزل بھیج  
دیں گے۔۔۔۔۔ "رانا صاحب معتبر انداز میں بیٹھے انہیں قائل کرنے کی  
کوشش کر رہے تھے۔

پروپوزل پر ارحام نے شاکی انداز میں ڈیڈ کے جانب دیکھا۔  
مجھے اس کا سر چاہیئے۔۔۔۔۔ "اذان حیدر خان نے گھورتے"  
ہوئے ارحام کے جانب انگلی اٹھائی۔

رانا صاحب کے آبرو تن گئے۔ سفیان کی توپیشانی کی رگیں تن گئی تھی لیکن ذیشان نے میز کے نیچھے سے اس کا ہاتھ تھام کر خاموش رہنے کا اشارہ دیا۔ حیدر خان نے بے بسی سے اذان کے جانب دیکھا۔

ٹھیک ہے پھر۔۔۔ اس کے علاوہ آپ کو اس غلطی کا جیسا بھی "کفارہ چاہیئے۔۔۔۔ میں دینے کے لیے تیار ہوں۔۔۔۔" رانا صاحب نشست پر سے اٹھے اور ارحام کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

میرے بیٹے کے علاوہ۔۔۔۔ "انہوں نے ارحام کے کندھے پر ہاتھ" رکھ کر سرد مہری سے اذان کو گھورا۔

گم سم بیٹھے ارحام نے تعجب سے رخ اوپر کر کے ڈیڈ کے بااعتماد تاثرات کو دیکھا۔ اس کے لبوں پر فخریہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ رانا

مبشر اپنے بیٹے کو بچانے اس کے ساتھ تھے۔ اس پر اپنی پوری دولت  
لٹا دینے کو تیار تھے۔

منصور خان نے ازان اور حیدر خان کو دیکھا۔ حیدر خان خاموش تھے  
پر ازان کے اندر آگ برس رہی تھی۔

تایا ابو۔۔۔۔۔ میں اسے اپنی بہن نہیں دوں گا۔۔۔۔۔ چاہے مجھے "  
اسے قتل ہی کرنا پڑ جائے۔۔۔۔۔ اس نے تو ابھی سے اسے اتنا رسوا  
کر دیا ہے۔۔۔۔۔ بعد میں یہ کیا خاک اس کی عزت کرے  
گا۔۔۔۔۔" ازان اپنے فیصلے پر اٹل رہا۔

ہمیں اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے۔۔۔۔۔ ویسے بھی ہم نے "  
دائین کی شادی کہی اور طے کر دی ہے۔۔۔۔۔ بس آپ اپنے بیٹے کو  
سنجھال کر رکھیں۔۔۔۔۔ دوبارہ وہ ہماری لڑکی کے آس پاس بھی نہ

بھٹکے۔۔۔۔۔"منصور خان نے سر جھٹکتے ہر طرح کی مہربانی لینے سے انکار کر دیا اور وہاں سے روانہ ہونے لگے۔

ایسا ہی ہو گا۔۔۔۔۔"رانا صاحب نے یقین دہانی کرواتے ہوئے ان "سب سے مصافحہ کیا اور صلح ریحی سے معاملہ نیٹا لیا۔

دانین کے رشتے کی بات سن کر ارحام کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔

اسے دانین سے محبت نہیں تھی لیکن ایک سال سے دوستی اور پیار کا ناٹک کرتے کرتے وہ اسے اچھی ضرور لگنے لگی تھی۔ پر اپنے آنا کے

آگے اسے کبھی کچھ دکھائی نہیں دیا۔ ایک مرتبہ پھر اپنی تذلیل یاد

کرتے اس کے تاثرات بدل گئے۔ اس کے دل میں بدلے کی آگ

بھڑک رہی تھی۔ وہ دانین کے لیے ہمدردی کے احساس کو دباتے

بدلہ لینے کے ارادے کو پختہ کر رہا تھا۔

XX

وقت کے ساتھ ساتھ معاملہ سنبھال گیا۔ وہی راناہاوس میں زینب کے شادی کے فنکشنز کی ابتداء ہو گئی۔

نکاح کی تقریب راناہاوس کے لان میں ہی منعقد کی گئی جس میں ان کی فیملی اور ابہتاج کی فیملی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

راناہاوس کو سفید اور کلابی پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ کرسیوں کے بیچ چھوٹا سا پھولوں سے سجایا ہوا اسٹیج بنایا گیا تھا جس پر دلہا دلہن نے

تشریف فرما ہونا تھا۔ تقریب کی ساری تیاریاں ذیشان دیکھ رہا تھا۔

سفیان بھی ہاتھ بٹا رہا تھا لیکن اس کا زیادہ تر دھیان عائرہ پر مرکوز

رہتا۔ دلہے کی فیملی کے جانب سے ابتسام اپنے بڑے بھائی کے نکاح

کو شاندار بنانے جٹا ہوا تھا۔

مہمانوں کے آنے سے رونق کا سماء بندھ گیا۔ نور اور کرن دونوں  
مہمان نوازی کرتے سب سے مل رہی تھی۔

زینب سفید کام دار فراک اور گلابی ڈوپٹے میں دلہن بنی لان میں داخل  
ہوئی۔ عائرہ جامنی ڈیزائنڈریس پہنے بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنائے زینب  
کے ہمراہ چلتی رہی۔

سفیان کی اس پر سے نظریں نہیں ہٹ رہی تھی اور ایسی ہی کچھ  
کیفیت ذیشان کی بھی ہونے لگی۔ وہ بار بار رخ پھیر لیتا لیکن جا جا کر  
اس کی نظریں عائرہ کا تعاقب کرنے لگتی۔ اسے اپنی ایسی کیفیت پر  
کوفت ہونے لگی۔ زینب کی منگنی میں بھی اس کا دل عائرہ پر آنے لگا  
تھا۔ تب تو اس نے خود کو ڈیپٹ کر سنبھال لیا تھا مگر آج پھر سے وہی  
کیفیت اجاگر ہو رہی تھی۔

قاری صاحب کے آمد کے ساتھ نکاح کی رسم شروع کی گئی۔  
زینب بنت روحان۔۔۔۔ آپ کا نکاح ابہتاج ولد حسین سے بہ "  
معاوضہ پانچ کڑوڑ حق مہر کے ہونا طے پایا ہے۔۔۔ کیا آپ کو یہ  
نکاح قبول ہے۔۔۔؟" قاری صاحب نے زینب کے جانب رخ کر  
کے رضامندی مانگی۔

قبول ہے۔۔۔۔۔ "زینب نے شرماتے ہوئے ان کے بول کی تائید"  
کر دی۔

زینب کی رضامندی لیں کر قاری صاحب نے سفید قمیض شلوار میں  
ملبوس بال ایک طرف جمائے ہوئے ابہتاج کے جانب رخ کیا اور  
نکاح کے بول بولے۔

ابہتاج نے قبول ہے کہہ کر زینب کو اپنے نام کر لیا۔ سب نے ان دونوں کو دعائیں دیتے گلے مل کر مبارکباد پیش کی۔

نور کے آنسو جاری ہو چکے تھے۔ روحان اشک بار آنکھوں سے زینب کو دیکھتا نور کے گرد بازو مائل کئے چھپ کر وارہا تھا۔

وقت کتنا تیزی سے گزر رہا ہے۔۔۔۔ ابھی کل کی بات لگ رہی "

ہے۔۔۔۔۔ چھوٹی سی زینب میرے گود میں تھی۔۔۔۔ اور آج اس کی شادی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ "روحان ماضی کے لمحات یاد کرتے آبدیدہ ہو گیا۔ زینب ان دونوں کے گلے آگئی۔

آپ دونوں میرے وجود کا حصہ ہو۔۔۔۔۔ مجھے آپ سے۔۔۔۔۔ "

اس گھر سے۔۔۔۔۔ اپنے رشتوں سے کوئی الگ نہیں کر

سکتا۔۔۔۔۔ شادی ہو کر بھی اتنا آؤں گی کہ آپ تنگ آکر کہو گے



زی کبھی اپنے گھر بھی بیٹھ جایا کرو۔۔۔۔۔" زینب نے بھیگی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور روتے روتے بھی سب ہنسنے لگے۔

سب نے اس کی حمایت کرتے سر اثابت میں ہلایا۔

اللہ نے مجھے دو بیٹے دیئے۔۔۔۔۔ بیٹی نہیں دی۔۔۔۔۔ زینب کو " میں اپنی بیٹی بنا کر لیں جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ اسے کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دوں گا۔۔۔۔۔ " حسین صاحب نے روحان کے گلے لگ کر تسلی دی۔

چند لمحے ماحول دل گیر ہو گیا تھا۔ تب سفیان نے دھول والے کو میدان میں بلا کر اسے بجانے کا اشارہ کیا اور ساتھ ڈانس کرتے ہوئے ابہتاج اور زینب کو فلور پر لیں گیا۔

وہ دونوں ہاتھ تھامے کھڑے ہو گئے تھے۔ سفیان عائرہ ذیشان حتہ  
کہ ارحام بھی تالیاں بجاتے ڈانس کرتے ان دونوں سے گرد گھومنے  
لگے۔ ابہتاج کے جانب سے ابتسام اور ان کے باقی کزنز نے بھی بڑھ  
چڑھ کر ڈانس میں حصہ لیا۔ رانا ہاوس کا سماء خوشیوں سے بھرپور  
ہونے لگا۔

XX  
اب تو کیا کرے گا ارحام۔۔۔۔۔ "شام میں ارحام البرٹ کے"  
ساتھ بیٹھا سیگریٹ نوشی کر رہا تھا جب البرٹ نے اس سے سوال کیا۔  
پچھلے ایک ہفتے سے اس کے ساتھ ہوئے حادثات سے البرٹ آشنا  
تھا۔

میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔ بس ایک دفعہ زی آپ کی شادی "   
نپٹ جائے۔۔۔۔۔ پھر دکھاتا ہوں اسے۔۔۔۔۔ ارحام پر ہاتھ   
اٹھانے کی کیا سزا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ " ارحام ہوا میں دھویں کا غبار   
اڑاتے گویا ہوا۔

دوسرے جانب دانیں کی طبعیت بہتر ہو گئی تھی۔ اماں کے علاوہ   
سب گھر والوں نے اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ کوئی صحیح منہ   
اس سے بات نہیں کر رہا تھا۔

وہ گم سم سی بیٹھی گھٹنوں کے گرد بازو مائل کئے سر باز وپر رکھے ہوئے   
تھے۔

ہر چیز گہرائی میں اترنے سے اپنا بھیس کیوں بدل لیتی ہے۔۔۔۔۔ یہ "   
دور دور سے اچھے دکھائی دینے والے قریب جانے پر کچھ اور کیوں

نکل آتے ہیں۔۔۔۔۔ ہر شے کناروں سے دھوکہ ہے۔۔۔۔۔ ہر شے  
کا سمندر گہرا ہے۔۔۔۔۔ "وہ دل ہی دل اپنی زندگی کے بارے میں  
سوچ رہی تھی۔

چند دن پہلے تک وہ کیا تھی اور آج کیا ہو گئی تھی۔ کتنے خواب دیکھے  
تھے اس نے۔ پری میڈیکل کریں گی پھر انٹری ٹیسٹ دے کر ایم بی  
بی ایس کریں گی اپنے خاندان کی پہلی لیڈی ڈاکٹر بنے گی۔ لیکن اس  
کے ایک غلط قدم نے اس کی دنیا پلٹ کر رکھ دی تھی۔ سب کچھ ختم  
ہو چکا تھا۔ اس کے خواب اس کے ارمان باپ کی عزت بھائی کی  
غیرت، وہ سب کچھ تہس نہس کر چکی تھی اور شاید کچھ دنوں میں  
اس کی زندگی بھی ختم ہونے والی تھی۔ کیا نامحرم کی چاہت ایسی  
خوفناک ہوتی ہے۔

اس نے نااماں سے اس لڑکے کے بارے میں دریافت کرنے کی کوشش کی نادوبارہ بابا کورشتے کے لیے انکار کیا۔ اب وہ جس سے بھی بندھنے جا رہی تھی۔ اسے ہر حال اسے قبول کرنا تھا یہی اس کی قسمت کا فیصلہ تھا۔

میں تو ایک عام سی لڑکی تھی۔۔۔ جس نے محبت کی خواہش کی " تھی۔۔۔ بس اتنا چاہا تھا کوئی میری محرومیوں کو سمیٹ کر میری ذات مکمل کر دیں۔۔۔ لیکن میری اس ایک خواہش نے مجھے دو کوڑی کا بنا دیا۔۔۔ ارحام تم نے مجھے میرے ہی نظروں میں اتنا گرا دیا کہ اب میں چاہ کر بھی دوبارہ کسی سے محبت نہیں کر پاؤں گی۔۔۔ اب مجھے اپنا آپ پیار کے قابل ہی نہیں لگتا۔۔۔

دائین بے دلی سے سوچ رہی تھی جب اس نے چھوٹی بہن کو روتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہوتے دیکھا۔

چھوٹی کیا ہوا۔۔۔۔۔ "دائین نے فکر مند سے پوچھا۔"

آپ نے ایسا کیوں کیا باجی۔۔۔۔۔ اب لا لاجھے بھی اسکول نہیں " جانے دے رہے۔۔۔۔۔ "رندھی ہوئی آواز میں گلہ کر کے اس کی پندرہ سالہ چھوٹی بہن پھر سے رونے لگ گئی۔  
دائین کے پاس اس بچی کے سوال کا جواب نہیں تھا۔ وہ مایوسی سے اس کے پاس سے اٹھ گئی۔ اس کے آنکھوں کے کنارے بھگنے لگے۔

XX

آپ مجھ سے پڑھائی کے متعلق کچھ بھی پوچھ لو میں حل کر دوں"

"گا۔۔۔۔۔ لیکن یہ پہیلی کبھی حل نہیں ہوگی مجھ سے۔۔۔۔۔"

ابتہاج نے ہتھیار ڈال دیئے۔

مہندی کے فنکشن میں عائرہ سمیت ساری لڑکیاں اہتہاج کے گرد جمع ہو گئی تھی اور اسے زینب کی مہندی میں اپنا نام ڈھونڈنے کا کہہ رہی تھی۔

کوشش تو کریں جیجو۔۔۔۔۔ مل جائے گا۔۔۔۔۔ "عائرہ نے"

حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

اہتہاج نے زینب کے جانب دیکھا۔

نوپچٹنگ۔۔۔۔۔ آپی آپ نہیں بتاؤ گی۔۔۔۔۔ "اس نے تیزی"

سے زینب کو ٹوک دیا۔

ایک بات کہوں۔۔۔۔۔ میں نے اپنا نام ان کے دل پر لکھ دیا"  
ہے۔۔۔۔۔ اب مہندی میں ہو یا نہ ہو۔۔۔۔۔ فرق نہیں  
پڑتا۔۔۔۔۔ اصل مقام تو وہ ہے نا۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے عائرہ کو نئی  
دلیل پیش کی۔

اس کے وضاحت پر زینب بلش کرنے لگی۔ اس نے اپنے ہاتھ پیچھے کر  
دیئے۔ عائرہ اس کی بات سے محظوظ ہو رہی تھی۔  
ان کے گرد بیٹھی زینب اور عائرہ کی فرینڈ زینب کو ہاتھ دکھانے پر  
فوری کرنے لگی لیکن عائرہ اٹھ کھڑی ہو گئی اور باقی لڑکیوں کو بھی  
اٹھنے کا کہنے لگی۔ وہ ابہتاج کی بات اچھے سے سمجھ گئی تھی۔ اور سمجھتی  
کیسے نہ اس کے دل پر بھی تو کسی کا نام لکھا ہوا تھا۔ راناسفیان کا نام۔  
وہ اپنے ملٹی کلر لہنگے کا دامن پہلوؤں سے اٹھائے اسٹیج سے اترنے لگی۔



آنکھیں اس کی کچھ فاصلے پر کھڑے سفیان پر مرکوز تھی۔ وہ سفید کرتا  
بچامہ پہنے اور اس پر رائل بلیو کلر کا ویسٹ کوٹ زیب تن کئے ہوئے  
تھا۔ بال نفاست سے بنائے ہوئے اور ہلکی شیور کھی ہوئی تھی۔ مہنگی  
گھڑی اور بوٹ میں تیار ٹھاٹ دکھاتے وہ لاکھوں دلوں کی دھڑکنیں  
بڑھا رہا تھا۔

عائرہ کھوئے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اپنے مہنگے  
کیمرے سے رانا مبشر اور روحان کی پکچرز لیں رہا تھا جو ایک دوسرے  
کو حصار میں لیئے پوز بنا رہے تھے۔ ارحام بھی سفیان کے ساتھ  
کھڑے انہیں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

نور اور کرن ابہتاج کی امی جان اور خالہ کے ساتھ بیٹھی باتوں میں مشغول تھی۔ ذیشان اپنی تمام تر چار منگ پر سنیلیٹی لیے مہمانوں سے مل رہا تھا۔

سب کو ایک نظر دیکھتے عائرہ نے پھر سے اسٹیج پر بیٹھی خوشی سے چہکتے اس جوڑی کو دیکھا۔

اللہ کریں اس فیملی کی یکجہتی اور خوشحالی کو کسی کی نظر نہ لگے۔۔۔۔۔" یہ گھرانہ یوں ہی ہنستا مسکراتا رہے۔۔۔۔۔" عائرہ کے دل سے دعا نکلی۔

مائی لو۔۔۔۔۔ اکیلی کیوں کھڑی ہو۔۔۔۔۔" سفیان کب اس کے پاس آیا سے پتہ نہ چلا۔

سب کو دیکھ رہی ہوں۔۔۔۔۔ دعا کر رہی ہوں۔۔۔۔۔ اس گھر کی  
خوشیوں میں کبھی کوئی رکاوٹ نہ آئے۔۔۔۔۔ "عائزہ نے زبان  
سے بھی وہی دعا دوہرائی۔

اللہ تمہاری ساری دعائیں قبول فرمائیں۔۔۔۔۔ "سفیان نے اس  
کے ساتھ سیلفی لیتے ہوئے کہا۔

آمین۔۔۔۔۔ "عائزہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے  
کیمرے میں دیکھنے لگی۔

XX

نکاح اور مہندی کی طرح بارات کی تقریب بھی ایسی دھوم دھام سے  
منائی گئی۔

رخصتی کے وقت سماء دل گھیر ہو گیا تھا۔ سب کے آنکھوں میں نمی جھلک رہی تھی۔

کبھی بھی ہماری یاد آئے تو رانا ہاوس کے بانہیں آپ کے لیے ہمیشہ "کھلی ہے۔۔۔۔۔ خوش رہیں۔۔۔۔۔ صدا آباد رہیں۔۔۔۔۔"

رانا صاحب نے سرخ جوڑے میں سچی زینب کو سینے سے لگاتے

ہوئے یقین دہانی کروائی۔

زینب نے آبدیدہ ہوتے ان کی دعائیں وصول کی پھریوں ہی ایک ایک کر کے وہ کرن روحان اور نور سے ملی۔

چلو جی۔۔۔۔۔ ایک آفت تو کم ہوئی۔۔۔۔۔ "سفیان نے اسے تنگ"

کرنے کی آخری کوشش کی۔ نور نے روتے ہوئے بھی اسے بہن کو

آفت بلانے پر ڈانٹ لگادی۔ عائرہ اور ارحام سے وداع لیں کر اس نے حیرت زدہ ہو کر آس پاس دیکھا۔

ذیش کہاں ہے۔۔۔۔ "زینب اپنے جڑواں بھائی سے ملے بغیر کیسے" جاسکتی تھی۔

سفیان اس کا ہاتھ تھامے واپس ہال کے اندر لیں آیا جہاں ذیشان اپنی نگرانی میں ویٹرز سے کام کروانے کی اداکاری کر رہا تھا۔

کیا ہوا امر جنگ بزنس مین۔۔۔۔۔ رونا آرہا ہے۔۔۔۔۔ "سفیان" نے شرارتی انداز میں کہتے اسے مخاطب کیا۔

ذیشان اسے ڈپٹنے کے ارادے سے مڑا لیکن ساتھ زینب کو دیکھ کر واپس رخ موڑ لیا۔

ذیش۔۔۔۔ "زینب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مخاطب"  
کیا۔

ذیشان پھیکا مسکرا کر اس کے جانب مڑا تو زینب نے اس کے گرد بازو  
مائل کر دیئے۔

اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔۔ اور کوئی بھی پریشانی ہو مجھے کال"  
کرنا۔۔۔۔۔ "اس نے زینب کو تھام کر اس کے سر پر بوسہ دیا۔  
سفیان کے لیے وہ لمحہ بہت ہی انمول تھا اس نے بانہیں پھیلائے ان  
دونوں کو اپنے حصار میں لیں لیا۔

زینب کے ایک طرف ذیشان تھا اور دوسرے سمت سفیان۔ وہ  
دونوں بھائیوں کا ہاتھ تھا مے کار تک آئی جہاں ابہتاج اس کا منتظر تھا۔

زینب میری بہن ہی نہیں۔۔۔۔ میرے وجود کا حصہ " ہے۔۔۔۔۔ اسے تکلیف ہوتی ہے تو درد مجھے بھی ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اس کا خیال رکھنا۔۔۔۔۔ "ذیشان نے ابہتاج سے گلے ملتے ہوئے کہا۔

بے فکر رہو۔۔۔۔۔ زی اب میری ذمہ داری ہے۔۔۔۔۔ اور مجھے " اپنی ذمہ داریاں نبھانا اچھے سے آتا ہے۔۔۔۔۔ " اس نے دلا سہ دیتے ذیشان کا شانہ تھپتھپایا۔

سب نے خوشی خوشی زینب کو رخصت کیا۔ سفیان ان سب سے قدرے فاصلے پر کھڑی اداس سی عائرہ کے پاس آیا۔ وہ اس وقت سفیان کے پسند کئے بلیک ڈریس میں تیار بہت حسین لگ رہی تھی۔

تم کیوں اداس ہو۔۔۔۔۔" اس نے کمر پر ہاتھ رکھے ہوئے آبر و اچکا "  
کر عائرہ کو دیکھا۔

سوچ رہی تھی۔۔۔۔۔ کبھی جب میری رخصتی ہوگی۔۔۔۔۔ تب "  
بھی سب کا ایساری ایکشن ہو گا کیا۔۔۔۔۔" عائرہ نے سچی ہوئی کار کو  
دور جاتے دیکھتے ہوئے کھوئے انداز میں کہا۔

تم سب سے دور تھوڑی جاوگی۔۔۔۔۔ صرف ایک کمرے سے "  
دوسرے کمرے میں رخصت ہو کر آوگی۔۔۔۔۔ گھر تو یہی رہے  
گا۔۔۔۔۔ جب تک میں اپنا خود کا گھر نہ بنالوں۔۔۔۔۔" اس نے با اعتماد  
لہجے میں مستقبل کی جھلک دکھائی۔

عائرہ چند ثانیے اسے دیکھتی رہی۔ اسے سفیان کے اس قدر کانفیڈینٹ  
پر رشک بھی محسوس ہوا اور افسوس بھی۔



قسمت کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ یہ ہر وقت ممکن نہیں جو ہم " چاہے وہی ہو۔۔۔۔۔ انسان کی زندگی میں ہوتا وہی ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہو۔۔۔۔۔ ہمیں دونوں پہلوؤں کے لیے تیار رہنا چاہیئے۔۔۔۔۔ اپنے آپ پر اتنا اندھا اعتبار نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ "عارفہ نے حقیقت کا آئینہ دکھایا لیکن سفیان کے آبرو تن گئے۔

مجھے کوئی دوسرا پہلو نہیں چاہیئے۔۔۔۔۔ میں ہماری قسمت کا " فیصلہ کر چکا ہوں۔۔۔۔۔ تم میری ہو۔۔۔۔۔ اور جو اس فیصلے کو بدلنے کی کوشش کرے گا۔۔۔۔۔ وہ میرے ہاتھوں مرے گا۔۔۔۔۔ "سفیان نے دانت پر دانت جمائے ہوئے درشتی سے کہا۔

عائزہ بنا پلک جھپکائے یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔ اس کا دل تیز رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے سفیان کا یہ روپ پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ کیا رانا فیملی کے سارے مرد اپنی محبت کو جنون بنا لیتے ہیں۔ یہ سوچتے اس کا گلا خشک ہونے لگا۔ تب ہی ارحام اسے پکارتے وہاں آیا اور عائزہ اس کے ہمراہ چلتی اپنی کار میں آکر بیٹھ گئی۔

XX  
حسین صاحب کے گھر زینب کا استقبال پورے جوش و خروش سے کیا گیا۔

وہ ابہتاج کے پھولوں سے سجے کمرے میں بیٹھی سجاوٹ کو دیکھ مسرور ہو رہی تھی۔ تازہ پھولوں کی خوشبو اور مدھم روشنی اس کی دھڑکن بڑھا رہے تھے۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ بلش کرتی گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔

ابہتاج اندر داخل ہوا اور دروازہ لاک کرتا اس کے پاس آکر بیٹھا۔  
زینب نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر ہنستے ہوئے شرمانے لگی۔

کیا ہوا۔۔۔۔۔ اتنی شرم کیوں آرہی ہے۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے"

قریب کھسک کر پوچھا۔  
عجیب لگ رہا ہے۔۔۔۔۔ سٹوڈنٹ اور پروفیسر۔۔۔۔۔ ہسبینڈ

وائف بن کر کیسے لگے گے۔۔۔۔۔ "زینب کسماسی گئی۔

یہ تو آسان ہے۔۔۔۔۔ اب تو گھر میں بھی ہر وقت لیکچر چلتا رہے"

گا۔۔۔۔۔ "اس نے اپنی مسکراہٹ دبائے ہوئے کہا۔

کیسے۔۔۔۔۔ "زینب کو اس کی منطق سمجھ نہیں آئی۔"

کو 360 ڈگری پر گھما x جیسے کہ ---- جب ہم ----

کر ---- "وہ کہتے ساتھ آگے ہوا اور اپنا رخ دائیں جانب جھکا دیا۔

کو اپنی x کا فارمولہ لگائے گے تو ----  $a+b=2ab$  پھر "

مخصوص پوزیشن مل جائے گی ---- "اس نے مثال دیتے زینب کو

بانہوں میں لے لیا۔

ہا ہا ہا ---- اس کے شریر مثال پر زینب کھلکھلا کر ہنس دی۔

ابتہاج اپنی نئی دلہن کو خوش ہوتا دیکھ کر محظوظ ہوا اور اس کی گردن پر

جھک گیا۔ زینب ہنستے ہنستے کانپ اٹھی۔ اس نے ابتہاج کے محبت کو

محسوس کرتے خود کو اس کے حوالے کر دیا اور آنکھیں موندھے اس

کے گرد بازو مائل کر دیئے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

زینب اور ابہتاج کا ولیمہ ابہتاج کے آبائی شہر بہاولپور میں رکھا گیا تھا۔  
اگلی صبح وہ سب بہاولپور کے لیے روانہ ہو گئے۔

رانا ہاوس میں سے روحان نور کرن اور ارحام تقریب میں شرکت  
کرنے نکل گئے تھے۔ کیونکہ رانا صاحب کو ایک ضروری میٹنگ کے  
سلسلے میں رکنا پڑا اور روحان کی کمی پوری کرنے ذیشان نے میٹنگ لیڈ  
کرنے کا فیصلہ کیا۔

عائزہ ڈیڈ کا دھیان رکھنے ان کے پاس رک گئی۔ سفیان کو چونکہ لندن  
کے لاء کالج سے پریکٹس کی آفر ہوئی تھی اور اگلی صبح اسے ویزہ  
اپلیکیشن جمع کروانے سے پہلے ایک امتحان دینے جانا تھا اس لیے وہ  
بھی ولیمہ میں جانے سے قاصر تھا۔

تھینکیو۔۔۔۔۔ "شام کے وقت وہ لاونج میں کتاب ہاتھ میں لیے"  
اپنا سبق یاد کر رہا تھا۔ عائرہ گرم گرم کافی کاگ اٹھائے اس کے پاس  
سے گزر رہی تھی جب سفیان نے مگ لینا چاہا۔

کس لیے۔۔۔۔۔ "عائرہ نے مگ پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔"

میرے لیے بنا کر لائی ہونا۔۔۔۔۔ "سفیان نے پھر سے آگے ہو کر"

مگ لینا چاہا۔  
NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

کس نے کہا۔۔۔۔۔ میری کافی ہے۔۔۔۔۔ "عائرہ نے ہاتھ پیچھے کر"  
لیا۔

یار رر رر۔۔۔۔۔ میرے سارے دوستوں کی گرل فرینڈز ان کے

لیے جان دیتی ہے۔۔۔۔۔ تم مجھے ایک مگ کافی نہیں دے

سکتی۔۔۔۔۔ میرا کل پیپر ہے نا۔۔۔۔۔ پڑھنے کے لیے انرجی  
چاہیئے۔۔۔۔۔ "سفیان منہ بنانے لگا۔

ہاں تو خود جا کر بنالو۔۔۔۔۔ لندن میں اکیلے رہو گے تب کیا کرو"  
گے۔۔۔۔۔ وہاں کون بنا کر دے گا۔۔۔۔۔ "اس نے نخریلے انداز  
میں ناک سے مکھی اڑائی۔

سفیان کو اس وقت شدت سے اپنی ممی کی یاد آئی۔ ایک ماں ہی ہوتی  
ہے جو اولاد کے ہر ناز و نخرے اٹھاتی ہے۔ اس کا دل کیا وہ ابھی نور کے  
پاس جائے اور اس کے سینے سے لگ جائے۔

اس میں کوئی بڑی بات ہے۔۔۔۔۔ وہاں بنالوں کا کوئی انگلش"  
گرل فرینڈ۔۔۔۔۔ "سفیان نے آنکھ کا کوناد بایا۔

آج نور ممی کی کمی مجھے پوری کرنی ہوگی۔۔۔۔۔ اتنے لمبے جوڑے "جوان ہو کر مار کھاو گے مجھ سے۔۔۔۔۔" عائرہ کے آبرو تن گئے وہ ہاتھ ہوا میں بلند کر کے ڈپٹنے لگی۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔ بڑے پاپا۔۔۔۔۔ "سفیان قہقہہ لگا کر ہنسا اور ہنستے "ہنستے عائرہ کے عقب میں دیکھتے سر لیس ہو گیا۔

ڈیڈ کی آمد کا جان کر عائرہ کی آنکھیں پھیل گئی اس نے سانس روکے رخ پیچھے کر کے دیکھا پر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں کافی کا مگ بھی نہیں تھا سفیان اس سے مگ اچک کر اپنے کمرے کے جانب بڑھ گیا تھا۔

سفیاااااا۔۔۔۔۔ ڈفر رر رر۔۔۔۔۔ "عائرہ نے اسے منہ "بھسورتے ہوئے مخاطب کیا۔



آئی لو یو ٹو۔۔۔۔۔ "سفیان نے اس کی جھڑک کا جواب محبت کے "  
اظہار سے دیا اور کمرے میں چلا گیا۔  
عائرہ پیچھے خالی ہاتھ پیر پٹختی رہ گئی۔

XX

دو دن بعد وہ سب بہاولپور سے لوٹے۔ روحان نور اور کرن وہی  
بڑے صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔ سامنے دوسرے بڑے صوفے پر  
ذیشان اور رانا صاحب بیٹھے ان کے سفر اور زینب کے ولیمے کے متعلق  
پوچھ رہے تھے۔ سفیان نور کے سرہانے کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔  
ارحام تو آتے ہی اپنے کمرے میں گھس گیا تھا۔ بہاولپور میں ماما اور  
روحان پاپا کے موجودگی میں وہ اپنے سموکنگ کی لت پوری نہیں کر

گھر کتنا سونا ہو جاتا ہے بیٹی کے جانے کے بعد۔۔۔۔۔ زینب کے " بغیر سب خالی خالی لگ رہا ہے۔۔۔۔۔ " روحان نے لمبی سانس لیتے ہوئے گھر میں نظر دوڑائی۔

اداس کیوں ہوتے ہیں پایا۔۔۔۔۔ میں بھی تو آپ کی بیٹی"

ہوں۔۔۔۔۔" عائرہ نے روحان کو تسلی دیتے اس کے گرد بازو

مانگ کئے۔

یہ بات تو ہے۔۔۔۔۔ اور میں تمہیں خود سے دور نہیں کروں۔"  
 گا۔۔۔۔۔"روحان نے عائرہ کے رخسار پر ہاتھ رکھ کر پیار کیا۔

رانا بھائی۔۔۔۔۔ میں عائرہ کو اپنی بہو بنانا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔"

"میرے ذیشان کے لیے میں آپ سے عائرہ کا ہاتھ مانگتا ہوں۔۔۔۔۔"

روحان پھرتی سے اٹھا اور رانا صاحب کے پہلو میں بیٹھ کر ان کا ہاتھ تھام لیا۔

عائرہ اور سفیان کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ وہ سانس لینا ہی بھول گئے تھے۔ دونوں اپنی جگہ منجمد ہو گئے۔ سفیان کا رنگ زرد پڑنے لگا اور عائرہ کا دل دہل گیا۔

ذیشان کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔ عائرہ کے لیے اس کے دلی جذبات پھر سے ٹھاٹ مارنے لگے۔ وہ مسکراتا ہوا اپنی اور عائرہ کی رشتے کی بات پر محظوظ ہونے لگا۔

رانا صاحب نے خوش ہوتے کرن کے جانب دیکھا۔ وہ بھی خوش ہوتے ان ہی کو دیکھ رہی تھی۔

پاپا اتنی جلدی بھی کیا ہے۔۔۔۔۔ ابھی زی کی شادی کو دو دن بھی " نہیں ہوئے۔۔۔۔۔ اس بارے میں تھوڑا ٹھہر کر سوچتے ہیں۔۔۔۔۔" سفیان نے کنکارتے ہوئے پاپا کو مخاطب کیا۔

یہی صحیح موقع ہے۔۔۔۔۔ اور نیک کام میں دیری نہیں کرنی " چاہیئے۔۔۔۔۔ بس رانا بھائی اب آپ جلدی سے ہاں کر دیں۔۔۔۔۔" روحان نے بے صبری سے کہتے رانا بھائی کے ہاتھوں کو جنبش دیا۔

رانا صاحب اور کرن کی خوشی دیدنی تھی۔ ذیشان تو بچپن سے ان کا چہیتا تھا۔ اس سے بڑھ کر داماد کسے چاہیئے تھا۔

عائزہ کی آنکھیں ڈبڈبائی۔ وہ خود کو رو دینے سے روکنے کی کوشش کرتی اپنا نچھلا لب کاٹنے لگی۔ سفیان کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ان سب کو کیسے روکے۔ اس کی ساری چالاکیاں ہوا ہو گئی تھیں۔ اس کی وکالت پانی میں جا ملی تھی۔ اسے اپنا آپ مفلوج ہوتا محسوس ہوا۔

میری ہاں میری بیٹی کی ہاں پر انحصار کرتی ہے۔۔۔۔۔ "رانا"

صاحب مسرور ہوتے ہوئے عائزہ کے پاس آئے اور آبرو اچکا کر اس کی رائے مانگی۔ کرن نے بھی خوش ہوتے عائزہ کے کندھے کے گرد بازو مائل کر دیا۔

عائزہ نے بہت عرصہ بعد ماما اور ڈیڈ کے چہرے پر یہ رونق دیکھی تھی۔ اس نے زخمی مسکرا کر آنکھیں بند کی اور بہت سارے آنسو اپنے اندر اتارے۔

مجھے منظور ہے ڈیڈ۔۔۔۔۔ میں اس رشتے کے لیے راضی " ہوں۔۔۔۔۔" عائرہ نے دل پر پتھر رکھ کر ذیشان سے رشتے کے لیے ہامی بھری۔ رانا صاحب نے خوشی سے سرشار ہوتے عائرہ کو سینے سے لگالیا۔

سفیان نے بے یقینی سے عائرہ کو دیکھا۔ پاپا کی خواہش پر جہاں اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی وہی عائرہ کی ہامی بھرنے پر مانو اس پر آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔ اسے لگا وہ کئی من مٹی تلے دب گیا ہے۔ اسے اپنا سر بھاری ہوتا محسوس ہوا۔

روحان نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے ذیشان کو گلے لگالیا اور پھر رانا صاحب کے آغوش گھیر ہو گیا۔

سفیان کا دل ڈگمگا رہا تھا۔ بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ بے بسی ہی بے  
بسی تھی۔ اس کا پیار اس کے بھائی کا نصیب بنے جا رہا تھا اور وہ تہزیب  
کے بیڑیوں میں جکڑا ہے بس کھڑا رہا۔

ارحام ایک گھنٹے سے کمرے میں بند سموکنگ کرنے میں مگن تھا جب کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی ساتھ ہی کرن اسے پکارنے لگی۔

ااا ففففف۔۔۔۔۔ ماما کو بھی ابھی آنا تھا۔۔۔۔۔ "وہ چڑ گیا۔"

دومنٹ ماما۔۔۔۔۔ "اس نے جوابی صدا لگائی اور تیز تیز خود کو"  
سیٹ کرنے لگا۔

سیگریٹ کا آخری کش بھر کر اس نے بقیہ ایش ٹرے میں کچل دیا اور  
واش بیسن کے نیچے اپنے سیف خانے میں چھپا دیا۔ اپنے آپ پر باڈی  
سپرے کر کے اس نے منہ میں ریفریشننگ ببل گم ڈال دی اور کمرے  
میں ایئر سپرے کر دیا تاکہ کسی صورت کرن کو اس کی سموکنگ کی  
بھنک نالگے۔

کتنی دیر سے بلا رہی ہوں۔۔۔۔۔ چلو نیچے۔۔۔۔۔ عائرہ کی رشتہ"  
کی بات چل رہی ہے۔۔۔۔۔ "کرن نے چہکتے ہوئے اسے خبر  
سنائی۔

کس سے۔۔۔۔۔ "ارحام کو شک سا لگا۔"



ذیشان سے۔۔۔۔۔ "کرن اس کا ہاتھ تھا مے اسے ساتھ نیچے لے"  
آئی تھی۔

XX

عائزہ سے مزید وہاں رکنا نہیں گیا وہ خود کو کمپوز کرتی اپنے کمرے میں  
چلی گئی۔

سفیان کے پیروں میں حرکت شروع ہوئی وہ اس کے پیچھے اس کے  
کمرے میں در آیا اور تنیدی سے دیکھتے اس کا بازو جھڑپ کر اپنے  
جانب متوجہ کیا۔

یہ کیا کیا تم نے۔۔۔۔۔ ہاں کیوں کر دی۔۔۔۔۔ "وہ سارے"  
لحاظ کو بالائے طاق رکھ کر اس پر برس پڑا۔

مما اور ڈیڈ بہت خوش ہیں اس رشتے سے۔۔۔۔ میں انہیں مایوس  
نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ "عائزہ نے افسردہ انداز میں جواب دیا۔

اور میرا کیا۔۔۔۔۔ "سوال اب بھی درشتی سے ہوا۔"

شاید میرا اور تمہارا ساتھ یہی تک تھا۔۔۔۔۔ "اس نے معذرت  
خواہاں انداز میں وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی۔

میں بڑے پاپا سے بات کرتا ہوں۔۔۔۔۔ "سفیان کسی قیمت عائزہ  
کو کھونے کے فیور میں نہیں تھا۔

تم ان سے کچھ نہیں کہو گے۔۔۔۔۔ وہ پہلے ہی ارحام کی وجہ سے بہت  
پریشان رہتے ہیں۔۔۔۔۔ میں انہیں اپنی وجہ سے کوئی دکھ نہیں  
دینا چاہتی۔۔۔۔۔ "عائزہ سہم گئی اس نے فوراً سے سفیان کا ہاتھ پکڑ  
کر اسے روک لیا۔

میں اپنے ڈیڈ سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔۔۔۔۔ ان کے لیے جان " بھی دے سکتی ہوں۔۔۔۔۔۔ محبت قربان کرنا کونسا مشکل ہے۔۔۔۔۔۔ " اس نے سفیان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ وہ اس وقت سفیان کی محبوبہ نہیں بلکہ رانا مبشر کی بیٹی تھی۔

ایسا مت کرو۔۔۔۔۔۔ بہت پر ابلبس بن جائیں گی۔۔۔۔۔۔ "سفیان" نے مستقبل کے خطرے کا خدشہ ظاہر کیا۔ اس کی آواز شکستہ ہو گئی تھی۔

میں فیصلہ سنا چکی ہوں۔۔۔۔۔۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔ آئی " ایم سوری۔۔۔۔۔۔ " عائرہ کا ضبط ٹوٹنے لگا۔ اس کی آنکھیں بھینگنے لگی تھی۔ وہ سفیان کا دل توڑنے پر اس سے معذرت کرنے لگی۔

او کے میں اپنے پاپا سے بات کرتا ہوں۔۔۔۔۔ وہ ضرور مان جائے۔  
گے۔۔۔۔۔ "سفیان نے اسے قائل کرنے کی ایک اور کوشش کی۔  
پلیزز سفیان۔۔۔۔۔ ارحام کیا کم مصیبتیں لا رہا ہے اس گھر"  
میں۔۔۔۔۔ جو تم اب ایک اور بنانے چلے ہو۔۔۔۔۔ تم کسی سے کچھ  
نہیں کہو گے تمہیں میری قسم ہے۔۔۔۔۔ اور اگر تم نے کوئی بھی  
سین بنایا تو یاد رکھنا میں تمہاری بھی نہیں ہو سکوں گی۔۔۔۔۔ اس  
سے پہلے میں اپنی جان دے دوں گی۔۔۔۔۔ "عائزہ نے اسے اپنی  
قسم دے کر پابند کر دیا اور ساتھ ساتھ جان دینے کی دھمکی دی۔  
عائزہ۔۔۔۔۔ "سفیان کی آواز بلند ہو گئی۔ وہ بے بسی سے اسے "  
دیکھنے لگا۔ اپنے جنون کو قابو رکھنے کی کوشش کرتا وہ تیز تیز سانس

لینے لگا اور عائرہ کے آنسو جاری ہو چکے تھے۔ وہ سر پکڑے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

ایسا مت کرو۔۔۔۔ میں مر جاؤں گا۔۔۔۔ پلیز " عائرہ۔۔۔۔ تم سمجھ کیوں نہیں رہی۔۔۔ میں ایک ہی گھر میں تمہیں اپنے بھائی کا ہوتے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔۔۔۔ "سفیان کی آنکھیں بھینگنے لگی تھیں۔

تمہیں کسی اور کے ساتھ سوچ کر بھی میرا دل دھڑک جاتا " ہے۔۔۔۔ پھر تمہیں ذیش کا ہوتے دیکھنا۔۔۔۔ نہیں عائرہ۔۔۔۔ میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔۔۔۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔۔۔۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔۔۔۔ مجھ سے نہیں برداشت

ہوگا۔۔۔۔۔" وہ 23 سالہ نوجوان اپنی ظالم محبوبہ کے قدموں میں بیٹھ کر رونے لگایا یوں کہے اپنی محبت کی بھیک مانگنے لگا۔

عائرہ منہ پر ہاتھ رکھ دائیں سے بائیں سر ہلانے لگی۔ اس کے حلق سے کوئی آواز بھی نہ نکل سکی۔ اندر ہی اندر اس کی بھی کیفیت سفیان سے کم نہ تھی۔

کتنا لاچار ہو گیا ہوں۔۔۔۔۔ تمہیں رلانے والے کی میں چٹری"

ادھیڑ دیتا ہوں۔۔۔۔۔ اور آج دیکھو۔۔۔۔۔ تمہارے آنسوؤں کی وجہ میرے اپنے پاپا اور بڑے پاپا ہے۔۔۔۔۔" اس نے عائرہ کا آنسوؤں سے تر چہرہ دیکھ کر بے بسی سے اس کے بیڈ پر ضرب ماری۔

سفیان جاو یہاں سے۔۔۔۔۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔۔۔۔۔ پلیز زز " جاو۔۔۔۔۔ " عائرہ اپنے رخسار صاف کرتی اٹھی اور سفیان کو کمرے سے نکالنے لگی۔

عائرہ۔۔۔۔۔ مان جاو۔۔۔۔۔ ہم سب کو اپنے بارے میں بتا دیتے " ہیں۔۔۔۔۔ اپنی قسم واپس لے لو۔۔۔۔۔ " جاتے جاتے بھی سفیان اس سے منت کرتا رہا لیکن عائرہ نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے کمرے سے باہر کر کے دروازہ بند کر دیا۔

XX

اپنے کمرے میں آکر وہ زور زور سے چلانے لگا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دنیا کو آگ لگا دیں۔

روتے ہوئے اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے ساری چیزوں کو دھکیل کر فرش پر گرا دیا۔ اس کی ساری من پسند اور مہنگی ہر فیومز ٹوٹ کر چور چور ہو گئی۔

ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی ساری چیزوں کو اپنے عتاب کا نشانہ بنا کر وہ بیڈ کے جانب بڑھا۔ تکتے اور بیڈ شٹ سب اتھل پھتل کر دیے۔ سائیڈ ٹیبل پر اپنی فریم شدہ تصویر اٹھا کر اس نے پورے تاب سے دیوار پر دے ماری۔ فریم کا شیشہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔

کمرے میں موجود ہر چیز کو وہ ملیا میٹ کرنے پر تلا ہوا تھا صرف وہ ہی اسے متاع عزیز تھی۔ اس کی محبت۔ اس کی عائرہ مبشر۔

رور و کر ہلکان ہو کر وہ وہی بکھرے حال میں لیٹا ویران آنکھوں سے چھت کو گھور رہا تھا۔



XX

اس رات اور اگلی صبح سفیان کمرے سے باہر نہیں گیا۔ شام کے وقت نور اس کا پوچھنے کمرے میں داخل ہوئی کہ ٹھٹک گئی۔ سب چیریں ٹوٹی ہوئی بیڈ بکھرا ہوا اور سفیان خستہ حال چت لیٹا۔

یہ کیا حال کر دیا ہے سفیان۔۔۔۔۔ سب خیریت ہے۔۔۔۔۔ اور "آنکھیں اتنی سرخ کیوں ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ یہ سب اس منہوس مارے موبائل کی وجہ سے ہوا ہے۔۔۔۔۔ بارہا کہا ہے تمہیں رات کو اندھیرے میں موبائل مت یوز کیا کرو۔۔۔۔۔ لیکن نہیں۔۔۔۔۔ تم سنتے کہاں ہو میری۔۔۔۔۔" نور اپنے آپ سے اندازہ لگاتی گویا تھی۔

کیا ہوا۔۔۔۔۔ میرے شیر کامنہ کیوں اتر اہے۔۔۔۔۔ "نور جتنا"  
اسے ڈانٹتی تھی اتنا اس سے لاڈ بھی کرتی تھی۔ اس سے اپنے چھوٹے  
بیٹے کو اس دیکھا نہیں گیا۔

کچھ نہیں مئی۔۔۔۔۔ "سفیان نے رندھی ہوئی آواز میں کہہ کر"  
آنکھیں بند کر لی۔ اس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔

یہ کمرے کا کیا حال کر دیا ہے۔۔۔۔۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک"  
ہے۔۔۔۔۔ "نور کو اب واقعی اس کی فکر ہونے لگی۔

مئی کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔ بس تھوڑا کام کو لیں کر پریشان تھا۔۔۔۔۔"  
سفیان کو مئی کی موجودگی کھٹکنے لگی۔ اس نے رخ دوسری جانب"  
پھیر لیا۔

نور سر جھٹکتے ہوئے اٹھی اور فرش پر پڑا آدھا ٹوٹا ہوا فریم اٹھا کر واپس  
سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔ سفیان کوشیشوں کی کرچیوں کی آواز آئی تو اٹھ  
بیٹھا۔

ممی آپ چھوڑ دو میں ملازم سے صفائی کروالوں گا۔۔۔۔۔ "سفیان"  
نے ممی کو کندھوں سے تھام کر سیدھا کیا اور انہیں کمرے سے باہر  
لیں جانے لگا۔ اسے ڈر تھا کہ ممی کو چھوٹ نہ لگ جائے۔  
آرام سے تمہیں لگ جائے گی۔۔۔۔۔ "نور اس کے بے ترتیب چال"  
پر پریشان ہونے لگی۔ لیکن سفیان نے اس کی سنے بغیر اسے اپنے  
کمرے سے نکال لیا اور ساتھ ملازم کو آواز لگا کر اپنے کمرے کی صفائی  
کرنے کی ہدایت دی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

"یہ اسجد ہے۔۔۔۔۔ آج سے تمہارے ساتھ ساتھ رہے گا۔۔۔۔۔"

رانا صاحب نے اپنے خاص آدمی کو ارحام کا باڈی گارڈ مقرر کیا۔

ڈیڈ۔۔۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ میں اپنی " حفاظت خود کر سکتا ہوں۔۔۔ آئی ڈونٹ نیڈ باڈی گارڈ۔۔۔ ارحام کسی صورت ایسی پابندی نہیں چاہتا تھا۔ تمہیں ضرورت نہیں ہے لیکن مجھے ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتا تم " کسی بڑی دشمنی میں پھنس جاو۔۔۔ آج سے اسجد 24/7 تمہارے ساتھ رہے گا۔۔۔ اور یہ میرا آرڈر ہے۔۔۔ " رانا صاحب نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کیا۔ ارحام کو مجبوراً ڈیڈ کا حکم ماننا پڑا اور ناچاہتے ہوئے بھی اسجد اس کے ساتھ جڑ گیا۔

XX

زینب ایک ہفتہ بہاولپور میں گزار کر کل رات واپس اسلام آباد لوٹی تھی اور ذیشان کے رشتے کا سن کر اپنے گھر آگئی تھی۔

سب عائرہ اور ذیشان کے رشتے پر بہت خوش تھے سوائے سفیان کے لیکن اس نے کبھی فیملی کے سامنے اس بات کا اندیشہ نہیں ہونے دیا جب کہ عائرہ بے تاثر تھی۔ اس نے ماں باپ کی خوشیوں کی خاطر اپنے دل کو مار دیا تھا۔

اس صبح وہ میڈیکل کالج میں اپنی اکلوتی بیسٹ فرینڈ کے ساتھ گم سم بیٹھی تھی۔ اسے عائرہ اور سفیان کے بارے میں پتا تھا۔

میں نے اسے بہت رلا دیا۔۔۔۔۔ وہ آسانی سے رونے والوں میں " سے نہیں تھا۔۔۔۔۔ لیکن کل میں نے اسے رلا دیا۔۔۔۔۔ اس سے میرے آنسو برداشت نہیں ہوتے۔۔۔۔۔ میں اس سے کیسے

کہوں۔۔۔۔۔ اس کے آنسو دیکھ کر مجھے کتنی تکلیف ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ "عائزہ کل سفیان کا رو نایاد کر کے دل گرفتہ ہو گئی تھی۔ پیار دوبارہ ہو جاتا ہے عائزہ۔۔۔۔۔ پر ماں باپ زندگی میں ایک ہی دفعہ ملتے ہیں۔۔۔۔۔ جتنا ہم اپنے ماں باپ سے محبت کرتے ہیں۔۔۔۔۔ انہیں بھی ہماری فکر ہوتی ہے۔۔۔۔۔ وہ ہماری بھلائی ہی سوچتے ہیں۔۔۔۔۔" زویا نے مایوس سی عائزہ کو سمجھایا۔

XX

شام میں عائزہ بے مقصد بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔ وائٹ فیری (وہ بلی کا بچہ جو سفیان نے دیا تھا اور پچھلے پانچ سالوں سے عائزہ اسے پال رہی تھی جو کہ اب اچھی خاصی موٹی اور بڑی بلی بن چکی تھی) اس کے پاس

آئی، اسے اداس دیکھ کر وہ اس بازوؤں سے کھیلتی اپنے جانب متوجہ کرنے لگی۔

وائٹ فیری۔۔۔۔ شاید میرا اور تمہارا ساتھ بھی یہی تک " تھا۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔ میں تمہیں سفیان کو واپس کر رہی ہوں۔۔۔۔ "عائزہ نے آبدیدہ ہوتے آخری مرتبہ اسے خود سے لگایا اور اسے سفیان کے کمرے میں رکھ آئی۔ رات کو سفیان گھر لوٹا تو اپنے بیڈ پر وائٹ فیری کو سویا ہوا پایا۔ وہ عائزہ کا اشارہ سمجھ گیا۔ زخمی ہنستے سر جھٹک کر وہ اس کے پاس آیا اور اس کی پیٹھ کو سہلانے لگا۔ پر وائٹ فیری یوں ہی اداس لیٹی رہی۔ اسے عائزہ کے علاوہ کسی اور کا پیار کرنا کبھی پسند نہیں آیا تھا۔



سفیان۔۔۔۔۔ مچھلیوں کا دانہ ختم ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اور وہ گرگت کا "بچہ مجھے مل نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔ میں نے اس کے دبے کے آگے خوارک ڈال دی تھی تم دیکھ لو اس نے کھائی ہے کہ نہیں۔۔۔۔۔" دو تین دنوں سے سفیان کو اپنا ہوش نہ تھا جانوروں کا دھیان کہاں رکھتا اس لیے ان کا کھانا پینا نور ہی دیکھ رہی تھی۔

سفیان نے ہمممم کرتے سر اثابت میں ہلایا۔ اس کا سب چیزوں سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ اس رات وہ وائٹ فیری کو اپنے پاس رکھے رہا۔ اگلی صبح سب سے پہلے اس نے اپنے ایک دوست کو کال کر کے وہ ZOO سارے چھوٹے بڑے جانور جو اس نے جمع کئے ہوتے تھے میں بھجوا دیئے۔

آخری مرتبہ وائٹ فیری کو خود سے لگا کر اس نے اسے بھی دوست کے ہاتھوں دے دیا۔ اس کی محبت کی پہلی نشانی دور ہو گئی تھی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

سفیان کا ویزا پروو ہو چکا تھا اور اگلے ماہ اسے لاء پریکٹس کرنے ایک سال کے لیے لندن جانا تھا اس لیے سب کے باہمی فیصلے سے اسی ماہ کے آخر میں ذیشان اور عائرہ کی منگنی ہونا طے پایا گیا۔ ذیشان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا اس کی پسند اس کے نام ہونے جا رہی تھی۔

رانا ہاوس میں پھر سے خوشیوں کا سماء بندھ گیا تھا۔ نور اور کرن منگنی کی تیاریوں میں جٹ گئی تھی۔

سفیان چلو نایار۔۔۔۔۔ مجھ سے زیادہ عائرہ کی تم سے دوستی "  
ہے۔۔۔۔۔ تمہیں اس کی پسند کا بھی پتا ہو گا۔۔۔۔۔" ذیشان اسے  
ساتھ شاپنگ چلنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔  
انگلیجمنٹ رنگ پسند کرنے ذیشان اور عائرہ کو خود جانا تھا اور اس وقت  
ذیشان سفیان کو ساتھ چلنے کی پیشکش کر رہا تھا۔  
سفیان نے انکار کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ذیشان کے اصرار پر  
آخر کار وہ چلنے پر آمادہ ہو گیا۔

یہی حالت عائرہ کی بھی تھی وہ ذیشان کے ساتھ شاپنگ پر نہیں جانا  
چاہتی تھی۔ لیکن ماما کے اصرار پر اسے راضی ہونا پڑا۔

XX

جیولری شاپ میں بیٹھے عائرہ کی حالت غیر ہونے لگی۔ اس کے ایک جانب سوٹ بوٹ میں تیار شاندار شخصیت لیئے ذیشان تشریف فرما تھا اور دوسری جانب دانت پردانت جمائے ہوئے اپنے آپ کو قابو کرتا سفیان۔

ذیشان کبھی ایک رنگ اٹھا کر عائرہ کا ہاتھ تھامے اسے پہناتا تو کبھی دوسری رنگ ٹرائے کرواتا۔ عائرہ کنکھیوں سے بار بار سفیان کے سپاٹ تاثرات دیکھ کر پریشان ہو جاتی۔

جلدی جلدی شاپنگ ختم کر کے وہاں سے جانے کے ارادے سے عائرہ نے از خود سامنے پڑے باکس سے ایک رنگ اٹھائی اور پہن لی۔

ہممم نہیں۔۔۔ اس کا ڈائمنڈ بہت چھوٹا ہے۔۔۔ ذیشان کی "

وائف کے ہاتھ میں سب سے قیمتی اور نایاب جوہر کی رنگ ہونی

چاہیے۔۔۔۔۔ یہ دوسری ٹرائی کرو۔۔۔۔۔ "ذیشان کو وہ رنگ پسند نہیں آئی اور دوسری قدرے بڑے جواہرات سے بنی رنگ پیش کی۔

عائزہ کے اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اس کے لیے وہاں بیٹھنا دشوار گزار تھا۔ وہ رنگ واپس اتارنے کی کوشش کرتی ٹھٹک گئی۔

رنگ پھنس چکی تھی اور ساتھ عائزہ کا سانس بھی اٹک گیا تھا۔  
"ووو وہ۔۔۔۔۔ ذیش بھائی۔۔۔۔۔ رنگ پھنس گئی ہے۔۔۔۔۔"

عائزہ نے ہچکچاتے ہوئے وضاحت دی۔

فارگاڈ سیک عائزہ۔۔۔۔۔ ہمارا رشتہ ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ چند دنوں میں "انگیجمنٹ ہے۔۔۔۔۔ کم سے کم اب تو مجھے بھائی مت بلاو۔۔۔۔۔"

کچھ میری پر سنیلیٹی کا ہی لحاظ کر لو۔۔۔۔۔ "ذیشان نے دبے لفظوں میں اسے ڈپٹ دیا۔ سفیان ان کی گفتگو سن کر تیج و تاب کھاتا رہا۔ سوری۔۔۔۔۔ ذیش۔۔۔۔۔ یہ رنگ۔۔۔۔۔ نہیں نکل" رہی۔۔۔۔۔ "عائزہ نے الفاظ ٹوٹے ہوئے ادا کیے۔

تم بھی نا۔۔۔۔۔ "ذیش افسوس کرتا خود اس کی انگلی سے رنگ نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ اپنا پورا زور لگا کر اس کا ہاتھ پکڑے رنگ کھینچ رہا تھا۔

عائزہ کی انگلی سرخ ہو گئی تھی اسے درد بھی ہونے لگا تھا۔ اسی کے ساتھ سفیان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا وہ سیٹ پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جب نہیں نکل رہی تو یہی لیں لیتے ہیں۔۔۔۔۔ "سفیان نے" مداخلت کی۔

ایسے کیسے لیں لے۔۔۔۔۔ چلو لیں بھی لے۔۔۔۔۔ پرائیجمنٹ "میں پہنائی تو مجھے ہے۔۔۔۔۔ ابھی اسے نکالنا تو ہے ہی۔۔۔۔۔" وہ ہر زاویے سے رنگ پر اپنا زور آزماتا رہا۔

سر۔۔۔۔۔ ہمارے پاس رنگ کٹ کرنے کی آری ہے۔۔۔۔۔ "لیکن پھر اس رنگ کا نقصان بھی بھرنا پڑے گا۔۔۔۔۔" دکان دار نے عائرہ کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر آسان راہ حل نکالتے ہوئے تجویز دی۔

ہاں ٹھیک ہے آپ آری لیں آئے۔۔۔۔۔ "سفیان فور اسے بیشتر مان گیا۔

اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔۔۔۔۔ بس تھوڑا سا رہتا "ہے۔۔۔۔۔" ذیشان نے انکار کیا۔

عائزہ کی انگلی کا جلد تک چھل گیا تھا۔ وہ اسس کرنے لگی۔ آنکھوں میں مارے درد کے آنسو چمکنے لگے۔

نقصان میں بھردوں گا۔۔۔۔۔ آپ رنگ کٹ کریں ابھی۔۔۔۔۔"

سفیان طیش میں آگیا۔ اس نے ذیشان کے گرفت سے عائزہ کا ہاتھ "جھپٹ لیا اور غراتے ہوئے دکان دار کو آنکھیں دکھائی تو وہ تیزی سے اندر کو بھاگ گیا۔

ذیشان آنکھوں کی پتلیاں سکیڑے ہکا بکاسا سفیان کو دیکھنے لگا۔

میڈم ہاتھ مت ہٹانا۔۔۔۔۔ "دکان دار نے آری چلاتے ہوئے"

عائزہ کو متوجہ کیا۔

آری کی آواز سن کر عائزہ مزید سہم گئی اس کا ہاتھ بے اختیار لرز نے لگا۔



اٹس اوکے۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میں ہونا۔۔۔۔۔ بس " ایک کلک سے رنگ کٹ جائے گی۔۔۔۔۔ "سفیان نے نرمی سے سمجھاتے عائرہ کے ہاتھ کو تھام لیا۔ اس کا لمس محسوس کرتے عائرہ کی کپکپاہٹ میں واضح کمی آگئی۔

ذیشان ان دونوں کو دیکھتے گہری سوچ میں پڑ گیا۔ سفیان کے لہجے اور عائرہ کے نارمل ہونے نے اس کی توجہ ان کے راز کے جانب مبذول کرائی تھی۔

دکاندار نے احتیاط سے آری چلاتے رنگ کاٹ کر عائرہ کی انگلی آزاد کرائی۔

بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ "سفیان نے ترحم آمیز انداز میں " پوچھا۔ عائرہ نے زخمی مسکرا کر سر نفی میں ہلا دیا۔ اپنی جیب سے

رومال نکال کر اس نے عائرہ کے ہاتھ پر لپیٹ لیا اور پھر اپنے کریڈٹ  
کارڈ سے اس رنگ کاہر جانہ بھرنے لگا۔

ذیشان مشکوک نظروں سے ان دونوں کو دیکھتا جیولری شاپ سے  
باہر نکل گیا۔ واپسی کا سفر یوں ہی خاموشی سے طے ہوا۔ ذیشان بہ  
ظاہر تو خاموش تھا لیکن اس کے اندر ایک نیا طوفان امڑ رہا تھا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

ارحام کا دن بہ دن ضبط جواب دیتا جا رہا تھا۔ اسجد ہر جگہ اس کے ساتھ  
ساتھ ہوتا۔ وہ نہ ٹھیک سے دوستوں سے مل پاتا اور ناسموکنگ کر

پاتا۔

البرٹ یار۔۔۔۔۔ اس کا کچھ کرو۔۔۔۔۔ جینا حرام کر دیا"  
ہے۔۔۔۔۔ "اس دن وہ کیمپس کے واشروم میں کھڑے سموکنگ  
کرتے البرٹ سے کال پر التجا کرنے لگا۔

رانا صاحب کے درخواست پر کالج انتظامیہ نے اسجد کو کالج کے اندر  
بھی ارحام کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی تھی۔

اور وہ دانیل کی کیا خبر ہے۔۔۔۔۔ "ارحام نے دوسرا کش بھرتے"  
تندی سے پوچھا۔ اس نے البرٹ کو دانیل کے گھر پر نظر رکھنے کی  
ڈیوٹی دے رکھی تھی۔

دو ماہ بعد کی تاریخ پکی ہوئی ہے اس کی شادی کی۔۔۔۔۔ "البرٹ کی"  
سرگوشی نما آواز اس کے سماعتوں میں پڑی۔

ایک تو سبھی کو ابھی شادی منگنی کرنی تھی۔۔۔۔۔ "اس کا طیش قابو"  
ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ تب ہی اسجد نے واشر و م کا دروازہ  
کھٹکھٹایا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ "عائزہ نے بے پرواہی سے جواب دیا۔"

سوچ رہا ہوں جانا کینسل کر دوں۔۔۔ دل نہیں کر رہا جانے"  
کو۔۔۔"وہ موبائل فون کان اور کندھے کے بیچ دبائے اپنے  
کاغذات دیکھ رہا تھا۔

لندن میں پریکٹس کرنا تمہارا خواب ہے سفیان۔۔۔۔۔ تم ایسے " کیسے یہ موقع گنوا سکتے ہو۔۔۔۔۔ " عائرہ کو اس کی بات بے منطق لگی۔

یہاں زندگی چھوٹ رہی ہے۔۔۔۔۔ خواب سجا کر کیا کر لوں " گا۔۔۔۔۔ " وہ اپنے آپ پر استخز یہ ہنسا۔

عائرہ خاموش ہو گئی اس کے پاس کوئی جواب باقی نہ رہا تھا۔ وہ اسی کشمکش سے دوچار تھی جب ذیشان کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

ممی بلارہی ہے۔۔۔۔۔ تمہارا ڈریس بن کر آگیا ہے۔۔۔۔۔ جا کر " دیکھ لو۔۔۔۔۔ " ذیشان نے قدرے سرد مہری سے کہا۔

عائزہ اس سے نظر ملانے سے کتراتی کال بند کر کے موبائل بیڈ پر رکھتی اس کے پہلو سے گزر کر باہر نکل گئی۔ ذیشان نے تیز نگاہوں سے اس کے موبائل کو دیکھا اسکرین ابھی بھی روشن تھا۔ اس نے لاک لگ جانے سے پہلے ہاتھ بڑھا کر عائزہ کا موبائل اٹھا اور چیک کرنے لگا۔

مماڈیڈار حام کے علاوہ سب سے زیادہ کال کتنے جانے والے کا نمبر جان کے نام سے سیف کیا ہوا تھا۔ ذیشان کی آنکھوں میں سختی در آئی۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا۔ بڑے پاپا اور پاپا صوفے پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ نور ملازم کو شاپنگ اس کے کمرے میں رکھنے کی ہدایت دے رہی تھی اور عائزہ کچن میں کرن کے پاس کھڑی

تھی۔ وہ لمبے ڈگ بھرتا چکن میں داخل ہوا اور عائرہ کو بازو سے دبویج کر اسے گھسیٹتا ہوا لاؤنج میں لے آیا۔

یہ کیا حرکت ہے ذیشان۔۔۔۔۔ "رانا صاحب نے تند و تیز آواز" میں اسے ڈپٹا۔ انہیں ذیشان کا عائرہ کے ساتھ ایسا بیہویر ناگوار گزرا۔ روحان اور نور بھی تعجب سے اسے دیکھنے لگے۔ شور کی آواز سنتے سفیان بھی کمرے سے باہر آ گیا تھا۔

یہ اپنی لاڈلی سے پوچھے بڑے پاپا۔۔۔۔۔ میرے پیٹھ پیچھے یہ کیا" حرکت کر رہی ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان نے عائرہ کو ان کے جانب

دھکیلا۔



رانا صاحب کے آبرو پھیل گئے۔ پہلے ارحام اب عائرہ۔ کیا ان کے دونوں بچے گمراہی پر چل رہے تھے۔ انہیں اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہوا۔ عائرہ کو تو سانپ سو نگھ گیا تھا وہ کوئی رد عمل نہ دے سکی۔

پوچھے اس سے۔۔۔۔۔ کس سے چکر چل رہا ہے اس کا۔۔۔۔۔"

کس کا نمبر اس کے موبائل میں جان کے نام سے سیف ہے جس سے یہ گھنٹوں باتیں کرتی ہے۔۔۔۔۔" ذیشان نے اس کا موبائل صرفے پر پٹھا۔

عائرہ مضطرب ہو کر کبھی ڈیڈ کو دیکھتی تو کبھی ماما کو جو اسے بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے کچھ کہنا چاہا لیکن منہ سے آواز نہ نکل سکی۔

شادی مجھ سے کر رہی ہے۔۔۔۔۔ اور افر کسی اور سے رکھا ہوا"  
ہے۔۔۔۔۔ میں ایسا دو غلا پن برداشت نہیں کروں گا بڑے  
پاپا۔۔۔۔۔ "ذیشان نے رانا صاحب کو وارن کیا۔

اسے رانا بھائی سے اونچی آواز بولتے دیکھ روحان کے اعصاب تن گئے  
وہ اسے مخاطب کرتا آگے آیا پر ذیشان پیچھے ہو گیا۔

نہیں پاپا۔۔۔۔۔ بہت دنوں سے نوٹ کر رہا ہوں اسے۔۔۔۔۔"  
آج اسے جواب دینا ہی ہو گا۔۔۔۔۔ ورنہ سچائی ثابت کرنے کے مجھے  
بہت سے اور طریقے بھی آتے ہیں۔۔۔۔۔ "ذیشان سارے تہذیب و  
تمدن بھلائے گویا تھا۔

رانا صاحب کا دماغ ماؤف ہونے لگا۔ ارحام تو انہیں کمزور کر چکا تھا  
لیکن عائرہ کے متعلق ایسا انکشاف انہیں اندر ہی اندر توڑ رہا تھا۔

ڈیڈ۔۔۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔ بلیومی۔۔۔۔۔ میں آپ کو "سب سمجھاتی ہوں۔۔۔۔۔" عائرہ آبدیدہ ہو گئی تھی اس نے ڈیڈ کا بازو تھام لیا تھا۔

یہ کیا سمجھائے گی۔۔۔۔۔ میں خود پر وف دکھاتا ہوں۔۔۔۔۔ "ذیشان" نے عائرہ کا موبائل اٹھایا اور لاک کھولنے لگا تھا جب سفیان نے آگے آکر اس سے عائرہ کا موبائل جھپٹ لیا۔  
ذیشان کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔

ہمارے من پسند شخص میں اتنی اہلیت تو ہونی چاہیے کہ خود سے منسلک ہر شخص کے سامنے ہمارا مان رکھ سکے اور سفیان کبھی عائرہ کو رسوا نہیں ہونے دیتا۔

سفیان واپس کرو۔۔۔۔۔ میں ابھی اس نمبر والے کوڈ ہونڈتا"

ہوں۔۔۔۔۔" ذیشان اس سے موبائل واپس لینے لگا۔

وہ میرا پرائویٹ نمبر ہے ذیشان۔۔۔۔۔ عائرہ مجھ سے بات کرتی"

ہے۔۔۔۔۔" سفیان پھرے شیر کے مانند غرایا۔ اس نے طیش میں

آکر ذیشان کا کالرڈ بوج حقیقت سے آشنا کیا۔

ذیشان سمت سب دنگ رہ گئے۔ عائرہ نے روتے ہوئے اپنا سر پکڑ

لیا۔ جو وہ نہیں چاہتی تھی وہی ہو رہا تھا۔ دو بھائیوں کے مابین درار

مانل ہو گئی تھی۔

مجھے تو اس دن جیولری شاپ میں ہی شک ہو گیا تھا۔۔۔۔۔ تو وہ تم ہو"

جو میرے اور عائرہ کے بیچ آرہا ہے۔۔۔۔۔" ذیشان بھی رانا تھا اس کا

جنون کہاں کم ہو سکتا تھا اس نے بھی سفیان کا گریبان جکڑ لیا۔

وہ دونوں بھائی دشمن جاں بنے ایک دوسرے کا گریبان پکڑے تند و تیز نظروں سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

ذیش۔۔۔۔ سفیان۔۔۔۔ یہ کیا بچپنہ ہے۔۔۔۔ چھوڑو ایک " دوسرے کو۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔ "روحان نے ان کے ہاتھوں کو جکڑ کر ایک دوسرے کا گریبان آزاد کرایا۔

بچ میں، میں نہیں تم آگئے ہو رانا ذیشان۔۔۔۔ میں عائرہ سے " پچھلے پانچ سالوں میں سے پیار کرتا ہوں۔۔۔۔ اور وہ بھی مجھے چاہتی ہے۔۔۔۔ "سفیان نے ہاتھ ہوا میں بلند کر کے اعلانیہ صورت کہا۔

دوبارہ عائرہ کو رلایا۔۔۔۔ تو میں سارے رشتے ناٹے بھول " جاؤں گا۔۔۔۔ آگ لگا دوں گا اس گھر کو۔۔۔۔ "سفیان نے پھر سے ذیشان کا کالر دبوچ کر اسے دھمکایا۔

سفیان سٹاپ اٹ۔۔۔۔۔ "روحان نے ذیشان کا کالر آزاد کرایا اور"  
اسے زناٹے دار تھپڑ دے مارا۔

عائزہ کا سانس رک گیا۔ نور چاہے سفیان کو جتنا ڈانٹ ڈپٹنی لیکن  
روحان نے کبھی اسے نہیں جھڑکا تھا۔ آج پہلی دفعہ روحان نے  
سفیان پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

تین چیزیں خونی رشتوں کو بھی ایک دوسرے کا دشمن بنا دیتی ہے۔  
زن زمین زیور۔

ذیشان اور سفیان کے مابین زن آگئی تھی۔ 19 سالہ عائزہ مبشر۔  
پلیز مت لڑیں۔۔۔۔۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔۔۔۔ مت لڑیں"  
آپس میں۔۔۔۔۔ پلیز زرز زرز۔۔۔۔۔ خدا کے لیے مت

لڑیں۔۔۔۔۔" عائرہ ہاتھ جوڑتی گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھ گئی اور  
زارو قطار بلند آواز رونے لگی۔

عائرہ۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔"

ڈیڈ میں صرف آپ سے پیار کرتی ہوں۔۔۔۔۔ میرے لیے آپ"  
سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں وہی کروں گی جو آپ کہے

گے۔۔۔۔۔ پلیز ڈیڈ۔۔۔۔۔ انہیں روک لیں۔۔۔۔۔ ماما  
پلیز زاز۔۔۔۔۔ آپ کچھ کہیے نا۔۔۔۔۔" وہ رانا صاحب سے

درخواست کرنے لگی۔ اس نے کرن کے ہاتھ تھام کر جھجھوڑے۔

بس۔۔۔۔۔ ششش۔۔۔۔۔ میں دیکھ لو گا۔۔۔۔۔ سب ٹھیک"

ہو جائے گا۔۔۔۔۔ اس بات کا تسلی سے فیصلہ کریں گے۔۔۔۔۔ میں  
ہوں نا آپ کے پاس۔۔۔۔۔ بسسسسس روتے نہیں۔۔۔۔۔" رانا

فیصلہ تو ہو چکا ہے بڑے پایا۔۔۔۔۔ ہال بک ہو چکا ہے۔۔۔۔۔"

کیٹرنگ بلائی جا چکی ہے۔۔۔۔۔ ڈیکوریشن میوزیشن۔۔۔۔۔

سب تیار ہے۔۔۔۔۔ انوائٹیشن کارڈ چھپنے دے دیئے

ہیں۔۔۔۔۔ انگلیجمنٹ تو اسی تاریخ اس وقت ہوگی۔۔۔۔۔" ذیشان

نے سر دمہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اس پر مانو ناعائزہ کے رونے

## کا اثر ہو رہا تھا ناسفیان کے جنون کا۔

بلکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب تو نکاح ہو گا۔۔۔۔۔ "جاتے جاتے اس نے"

رخ موڑ کر باری باری سب کو دیکھا۔ نکاح کا سن کر عائشہ کا مزید دل  
ڈوب گیا تھا۔



ذیشان اپنا فیصلہ سنا کر گھر سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر بعد سفیان نے بھی اپنا طیش قابو کرتے اپنی کار میں سوار ہو کر باہر چلا گیا۔

روحان اور نور اپنے دونوں بیٹوں کا یہ روپ دیکھ شش و پنج میں مبتلا ہو گئے تھے۔

XX

عائزہ کرن کے گود میں سر رکھے ڈیڈ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

ڈیڈ مجھ سے ناراض تو نہیں ہے ماما۔۔۔۔۔ آپ تو انہیں بہت اچھے "

سے سمجھتی ہے۔۔۔۔۔ وہ مجھ سے خفہ تو نہیں ہے۔۔۔ بتائیں

نا۔۔۔۔۔ "اس نے کرن کا ہاتھ تھامے پوچھا۔ کرن نے پھیکا مسکرا

کر سر نفی میں ہلایا۔

سفیان نے جو کہا۔۔۔۔ کیا وہ سچ ہے۔۔۔۔ "کرن نے عائرہ سے"  
گو یا تائید چاہی۔

عائرہ نے مایوسی سے سر اثابت میں ہلا دیا۔ اب اور اس بات کو چھپانے  
کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

رات کے وقت شہر کو کالے بالوں نے گھیر لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے  
گرج چمک کے ساتھ موسلا دار بارش برسنے لگی۔ ناسفیان اب تک  
گھر لوٹا تھا اور ناہی ذیشان۔

روحان۔۔۔۔ میرے بیٹے کہاں ہے۔۔۔۔ ڈھونڈو"  
انہیں۔۔۔۔ تم جانتے ہو ناسفیان کتنا حساس مزاج ہے۔۔۔۔ وہ  
جذبات میں آکر خود کو کچھ کرنا لیں۔۔۔۔ "نور روہانسی ہو کر  
رونے لگی۔

ایسا کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ وہ میرا بھی بیٹا ہے۔۔۔۔۔ میں جانتا"  
ہوں اسے۔۔۔۔۔ وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا۔۔۔۔۔ "روحان نے  
سفیان کا موبائل ٹرائی کرتے نور کو دلا سہ دیا۔  
رانا صاحب بھی ان کے پاس بیٹھے حوصلہ دلانے کرنے کی کوشش  
کرتے رہیں۔

ذیش سے روحان کا رابطہ ہو چکا تھا۔ وہ زینب کے گھر تھا لیکن سفیان کا  
نمبر بند آ رہا تھا جس کی وجہ سے نور کی پریشانی میں مسلسل اضافہ ہو رہا  
تھا۔

رات بھر اسلام آباد شہر میں بادل اپنے پورے تاب سے برسے۔ صبح  
سویرے بھی ہلکی بوند باندی جاری و ساری تھی۔  
سفیان بھیگا ہوا گھر میں داخل ہوا تو نور اس سے لپٹ گئی۔

شرم نہیں آتی۔۔۔۔ ایک دفعہ بھی ماں کا خیال نہیں آیا۔۔۔۔۔"  
ایسا کوئی کرتا ہے بھلا۔۔۔۔۔ کتنی پریشان تھی میں۔۔۔۔۔" وہ  
افسردگی سے اسے مخاطب ہوئی۔ اس نے لمبی سانس لیتے ہوئے نور  
کے گرد بازو مائل کر لیئے۔

XX

شام کو ذیشان خوشی سے سرشار گھر آیا تو سب ہی اس وقت لاؤنج میں  
موجود تھے۔ زینب اور ابہتاج بھی کل کے مسئلے پر بات کرنے آئے  
ہوئے تھے۔

سب سے پہلے۔۔۔۔۔ دو لہن کارڈ دیکھے گی۔۔۔۔۔" اس نے ہاتھوں  
میں پکڑا کارڈ عائرہ کے جانب بڑھایا۔

عائزہ نے ایک نظر ذیشان کو دیکھا پھر کارڈ کھول کر پرھنے لگی۔ اندر لکھی عبارت پڑھ کر اس کے تعجب سے آبرو پھیل گئے۔

اس کے چہرے کے رنگ بدلتے دیکھ کر رانا صاحب سپاٹ انداز میں آگے آئے اور کارڈ لے کر دیکھا۔ عائزہ کے نام کے ساتھ لکھا وہ نام دیکھ کر انہیں بھی شاک لگا۔

ذیشان نے ہنستے ہوئے کارڈ واپس لیا اور سفیان کے آگے کیا۔ سفیان نے ایک نظر کارڈ کو دیکھا پھر رخ پھیر لیا پر اسے کچھ کھٹکا۔ اس نے واپس رخ سیدھا کر کے ذیشان کے ہاتھ سے کارڈ لیا اور غور سے لکھے عبارت پڑھنے لگا۔

تمہیں کیا لگا تھا۔۔۔۔ میں اتنا خود غرض ہوں۔۔۔۔ اپنے بھائی کی محبت چھین لوں گا۔۔۔" ذیشان نے آبرو اچکا کر خفگی ظاہر کی۔

سفیان کارڈ پر اپنا نام دیکھ کر شاکی عالم میں ذیش کے گلے لگا۔  
سوری ذیش۔۔۔۔ آئی ایم سوسوری۔۔۔ میں نے کل آپ سے "  
بہت مس بہو کیا۔۔۔۔" سفیان نے جذباتی ہو کر اس کے گرد اپنی  
گرفت مضبوط کر دی۔

اٹس اوکے۔۔۔۔ میں بھی صرف تمہیں آزما رہا تھا۔۔۔۔ کہ تم "  
عائرہ کے لیے کس حد تک جاسکتے ہو۔۔۔۔" ذیشان نے اس کا شانہ  
تھپتھپا کر دلا سہ دیا۔

پاپا۔۔۔۔ آپ تو عائرہ کو بہو بنانا چاہتے ہیں۔۔۔۔ پھر وہ بڑی بہو "  
بنے یا چھوٹی بہو کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔۔۔" اس نے روحان کا ہاتھ  
تھامے سمجھایا تو روحان نے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھ کر سر کو خم دیا۔

اور بڑے پاپا۔۔۔۔ میں جانتا ہوں۔۔۔۔ سفیان تھوڑا سر پھرا " ہے۔۔۔۔ کبھی کبھی ام میچیور جیسی حرکتیں کرتا ہے لیکن وہ عائرہ سے بہت پیار کرتا ہے۔۔۔۔ اور اسے بہت خوش رکھے گا۔۔۔۔ میں گارنٹی دیتا ہوں۔۔۔۔ " رانا صاحب کو قائل کرنے کی کوشش کرتے اس نے پلکیں جھپکا کر یقین دہانی کروائی۔

سفیان کے مرض عشق کا علاج صرف ہماری ڈاکٹر عائرہ ہی کر سکتی " ہے۔۔۔۔ اس رشتے کو اپنا لیجئے۔۔۔۔ " اس نے پر امید انداز میں رانا صاحب کو دیکھا۔

میرے لیے تم دونوں ایک برابر ہو۔۔۔۔ اور پھر مجھے میری بیٹی " کی خوشیاں بہت عزیز ہے۔۔۔۔ اس کی خوشی سفیان سے جڑی

ہیپی۔۔۔۔۔" وہ عائرہ کے سامنے جھکا اور ہاتھ پیچھے باندھے گھور کر " اُسے دیکھا۔

صرف ذیش۔۔۔۔۔ آگے کا بھائی کھا گئی۔۔۔۔۔ "وہ جعلی خفہ"

ہوا۔

ہاہاہا۔۔۔۔۔ تھینکیو ذیش بھائی۔۔۔۔۔ "وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔"

خوش رہو۔۔۔۔۔" ذلیش نے عائرہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے "  
دعا دی۔



رانا صاحب نے عائرہ اور سفیان کو ایک ساتھ سینے سے لگایا۔ ان دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے جا ملی۔ ان کی محبت کو رشتے کا نام ملنے والا تھا۔

XX

شہر کے عالی شان ہال میں اس وقت مہمانوں کی آمد جاری و ساری تھی۔ روحان اور نور۔ کرن اور رانا صاحب مہمانوں کے استقبال کے لیے آمادہ کھڑے تھے۔ ذیشان اور ارحام بھی تقریب کی دیکھ ریکھ میں لگے نظر آرہے تھے۔

سفیان بلیک کلر برانڈڈ تھری پیس سوٹ میں ملبوس۔ بال سائید پر جمائے ہوئے۔ اور اس پر ہلکی شیوا اس کی زینت بڑھا رہی تھی۔ وہ برانڈل روم میں آئینہ کے سامنے کھڑا آخری نظر اپنی تیاری کو دیکھ رہا

تھا جب عائرہ لائٹ پنک کلر کے لہنگے میں دلہن بنی برائڈل روم میں داخل ہوئی۔ نفیس میک اپ، بال رول کئے ہوئے دائمنڈ جیولری اور ہاتھوں میں لگی مہندی اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔

پیار تو وہ اس سے بے تحاشہ کرتا تھا۔ اور آج اسے اپنی دو لہن کے روپ میں دیکھ کر سفیان خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔

زینب عائرہ کو برائڈل روم میں لا کر خود کسی کام سے باہر چلی گئی تھی۔ اس وقت وہاں سفیان اور عائرہ اکیلے تھے۔ سفیان قدم قدم چلتا آگے آیا۔

اففف یہ قاتل ادائیں۔۔۔۔۔ یہ خوبصورتی۔۔۔۔۔ کہی میری "ہی نظر نہ لگ جائے۔۔۔۔۔" وہ اس کے گرد گول گول گھومنے لگا۔ اس کی خمار آلود آواز میں اپنی تعریف سن کر عائرہ بلش کرنے لگی۔ سفیان اس کے آگے آرکا۔ عائرہ کی مسکان سمٹ گئی۔ وہ ہلکے ہاتھوں سے شیر انداز مسکراتے ہوئے اس کی لٹوں کو سنوارنے لگا۔

مسٹر راناسفیان۔۔۔۔۔ اگر آج میرے بال چھیڑے۔۔۔۔۔ تو میں "نے نکاح کے وقت قاری صاحب کو منع کر دینا ہے۔۔۔۔۔" عائرہ نے فوراً سفیان کا ہاتھ جھڑک دیا۔ وہ اس کے رگ رگ سے واقف تھی۔ اس لیے اس کے کچھ کرنے سے پہلے ہی اسے وارن کیا۔

ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ باپ رے۔۔۔۔۔ تم تو وکیل کی طرح دھمکار ہی ہو۔۔۔۔۔ "سفیان اس کی سمجھداری پر محظوظ ہو کر کھلکھلا اٹھا۔ اس نے سرینڈر کرتے ہوئے ہاتھ ہوا میں بلند کر دیئے۔

"وکیل کی ہونے والی بیوی جو ہوں۔۔۔۔۔ کچھ اثر تو ہو گا ہی۔۔۔۔۔"

عائزہ نے اسی انداز کھلکھلا کر جواب دیا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

عائزہ مبشر ولد مبشر عزیز آپ کو سفیان ولد روحان کے نکاح میں "بعض 10 کڑوڑ روپے سکھ رائج الوقت دیا جاتا ہے۔۔۔ کیا آپ کو قبول ہے۔۔۔؟" قاری صاحب نے رضایت چاہی

عائزہ نے اسٹیج پر بیٹھی ساتھ کھڑے ڈیڈ کا ہاتھ مضبوطی سے اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے مسکرا کر پردے کے پار بیٹھے سفیان کو دیکھا۔

اس لمحے کو نا جانے اس نے کتنی مرتبہ خواب میں دیکھا تھا دل میں  
سجایا تھا زیر لب قبول ہے قبول ہے کی پریکٹس کی تھی۔

کیا ہوتا اگر ذیشان میں اتنا احساس نا ہوتا۔ کیا اس وقت یہاں بیٹھے وہ  
پورے دل سے رضامندی دے پاتی۔ اس نے سفیان کے پیچھے  
کھڑے ذیشان کو دیکھا اور صد شکر ادا کئے۔

آج اس کا خواب سچ ہونے جا رہا تھا۔ وہ اپنی محبت پالینے کو تھی۔ اس کا  
نکاح اس کے من پسند مرد سے ہو رہا تھا۔ اس کے دل کا مالک اس  
کے خوابوں کا شہزادہ۔ اس کا دیوانہ سفیان

قبول ہے۔۔۔۔۔ "اس نے اعتماد سے کہتے اپنی رضامندی سنائی۔"

ماحول خوشی سے چہک اٹھا۔ نور اور کرن نے ایک دوسرے کو گلے لگا  
لیا۔

سفیان ولد روحان عزیز۔۔۔۔۔ آپ کا نکاح۔۔۔۔۔ عائرہ مبشر ولد " مبشر عزیز سے بعوض 10 کڑوڑ روپے سکھ رائج الوقت کیا جاتا ہے آپ کو قبول ہے۔۔۔۔۔ " قاری صاحب نے رخ سفیان کے جانب کیا۔

قبول ہے۔۔۔۔۔ قبول ہے۔۔۔۔۔ اب کیا کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ " چلو قبول ہے۔۔۔۔۔ " اس نے شرارتی انداز کہتے شانے اچکائے۔ سب کھلکھلا اٹھے۔

دونوں جانب سے ہامی لیں کر قاری صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ان کی پیروی کرتے ہال میں موجود ہر بشر نے اس جوڑی کے لیے دعا کرنے ہاتھ بلند کئے۔

میں وعدہ کرتی ہوں۔۔۔۔۔ آخری سانس تک تمہاری وفادار "   
 رہوں گی۔۔۔۔۔ " دعا کرتے ہوئے عائرہ نے دل میں سوچا۔ اس کی   
 آنکھیں سفیان پر مرکوز تھیں۔

میں وعدہ کرتا ہوں۔۔۔۔۔ تمہاری ہر خواہش پوری کروں "   
 گا۔۔۔۔۔ دنیا کی ساری خوشیاں تمہارے قدموں میں رکھ دوں   
 گا۔۔۔۔۔ " اسی انداز عائرہ کو دیکھتے سفیان نے بھی دل ہی دل وعدہ   
 کیا۔

دعا کے اختتام پر رانا صاحب عائرہ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے   
 اپنے جانب متوجہ کیا۔ عائرہ سیٹ سے اٹھ کر ان کے سینے سے جا لگی۔   
 رانا صاحب نے مبارکباد پیش کرتے ہوئے اس کے پیشانی پر بوسہ   
 دیا۔ کرن سے ملتے دونوں ماں بیٹھی قدرے آبدیدہ ہو گئی تھیں۔

ارحام سے مبارکباد وصول کرنے کا عائرہ کا اپنا مخصوص انداز تھا۔ اس نے ہاتھ ہوا میں اٹھا کر دو انگلیاں باہم ملائے دوستی کا اشارہ دیا۔ ارحام نے مسکرا کر اسی انداز ہاتھ اٹھا کر دو انگلیاں باہم ملائے سر کو خم دیا اور پھر اسے خود سے لگا کر نکاح کی مبارکباد دی۔

دوسری جانب سفیان، اپنے والدین سے مل کر ذیشان کے گلے لگا اور کافی دیر عقیدت اور احترام سے اسے اپنے حصار میں لیئے ہوئے تھا۔ ذیشان نے پیار کرتے اس کر سر پر بوسہ دیا۔ کچھ دن قبل تک ایک دوسرے کے دشمن جاں بنے بھائی آج ایک دوسرے پر جان وار دینے کو تھے۔

یوں ہی محبت اور اپنائیت سے خوشی خوشی عائرہ اور سفیان کے نکاح کا فنکشن اختتام پذیر ہوا۔



واپسی عائرہ اور سفیان سب سے پہلے نکل گئے تھے اس لیے گھر بھی پہلے پہنچے۔

مسز سفیان۔۔۔۔۔ "عائرہ لاؤنج میں داخل ہوتے اپنے کمرے" کے جانب بڑھ گئی۔ لہنگے کا دامن پہلوؤں سے اٹھائے وہ سیڑھیوں کے سرے پر پہنچی تھی کہ سفیان نے اسے پکارا۔

وہ وہی رک گئی اس کی دھڑکن بے ترتیب ہونے لگی۔ سفیان قدم قدم اس کے قریب آیا۔ عائرہ بلش کرتے نظریں نیچی کیے ہوئی تھی۔ سفیان نے اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں تھاما اور اس کے پیشانی پر محبت بھرا بوسہ دیا۔

عائزہ نے آنکھیں موندھے اس کے لمس کو دل میں اتارا۔ وہ اس کا  
محرم تھا۔ اس کا شریک حیات۔ زندگی کا ہمسفر۔ اب سفیان کا عائزہ کی  
زندگی پر اس کے وجود پر پورا حق تھا

اور سفیان اپنی منکوحہ پر محبت نچھاور کرنے کو بے تاب تھا۔  
اس نے باری باری عائزہ نے دونوں رخسار پر لمس چھوڑتے اسے  
بانہوں میں لے لیا۔ عائزہ نے بھی اس کے گرد بازو مائل کر دیئے۔  
کتنی دیر وہ ایک دوسرے کی بانہوں میں سمائے اس وقت کو یاد گار بنا  
رہے تھے۔ گیٹ کے باہر ذیشان کی اور ساتھ ہی رانا صاحب کی  
گاڑیوں کی آواز پر وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور عائزہ  
چمکتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

سفیان کئی سارے ارمان دل میں دبائے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اپنے  
کمرے کے جانب بڑھ گیا۔

XX

جان۔۔۔ مجھے بھول تو نہیں جاو گے۔۔۔ "عائزہ نے سفیان کے"  
کندھے پر سر رکھے ہوئے پوچھا۔

وہ دونوں ٹیس پر جھولے میں بیٹھے تھے۔ سفیان ہلکا ہلکا جھولا جھلا رہا  
تھا اور عائزہ اس کے کندھے پر سر رکھے تاریک آسمان میں چاند اور  
تاروں کو دیکھ رہی تھی۔ سفیان کو کل لندن کے لیے روانہ ہونا تھا اس  
لیے آج کی رات وہ عائزہ کے ساتھ بتانا چاہتا تھا۔

"جان کی جان۔۔۔ بھولنے کے لیے نکاح تھوڑی کیا ہے۔۔۔"

سفیان اس کے سوال پر شاک ہو گیا۔

وہ تو صرف مزاق کیا تھا میری جان۔۔۔۔۔ تمہاری جگہ میری"  
لائف میں کوئی لڑکی نہیں لیں سکتی۔۔۔۔۔ ہاں کافی بنا کر دینے  
کے لیے کوئی ہاٹ سی میڈرکھ لوں گا۔۔۔۔۔" اس نے ونک کرتے  
ہوئے شریرا انداز میں کہا۔

دُفر۔۔۔۔۔ جاو میں نہیں بولتی تم سے۔۔۔۔۔ "عائزہ چڑ گئی اور"  
اٹھ کر جانے لگی۔

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □

دائین کی شادی کی تیاریوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ وہ بے دلی سے ہر تیاری میں گم سم رہتی۔ ہر عام و خاص لڑکی کی طرح اس کے بھی اپنی شادی

البرٹ۔۔۔ ایک گاڑی۔۔۔ ایک ڈنڈا اور بے ہوشی کی دوا"  
لے کر میرے کالج پہنچو۔۔۔" اگلی صبح اس نے کالج سے البرٹ  
کو کال ملائی۔

اسے قتل کرنے کا ارادہ ہے کیا۔۔۔۔۔ "البرٹ کو اس کی فرمائشیں"  
سن کر حیرت ہوئی۔

قتل نہیں کرنا۔۔۔۔۔ کڈنیپ کرنا ہے۔۔۔۔۔ "ارحام دانت"  
پستے ہوئے غرایا۔

اسجد ایک گھنٹے سے اس کے انتظار میں کھڑا تپ گیا۔ اسے ارحام کے  
بار بار واشروم جانے پر غصہ آنے لگا۔ وہ طیش میں ریسٹ روم کے  
اندر گیا اور زور سے واشروم کا دروازہ پیٹنے لگا۔

ارحام ہاتھ میں سیگریٹ لیئے گردن اکھڑا کر باہر نکلا۔ اس سے پہلے  
اسجد کچھ پوچھتا اس کے سر پر زوردار ضرب لگی۔ البرٹ نے اپنی  
پوری طاقت سے اسجد کے سر پر ڈنڈا دے مارا تھا۔ وہ کراہتا ہوا لڑکھڑا  
گیا۔

ارحام نے سرد نظروں سے گھورتے اسے دھکے دے کر گرا دیا اور  
البرٹ کے ہمراہ بھاگتا ہوا کیمپس سے باہر نکل گیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ٹرین اسٹیشن پر حیدار صاحب ازان اماں اور دانیل رش کو چیرتے تیز  
تیز اپنے مطلوبہ ٹرین کے جانب بڑھ رہے تھے۔ ان کی بقیہ فیملی اور  
دانیل کی چھوٹی بہن چند دن پہلے ہی جا چکی تھی اور آج صرف اس  
چاروں کو جانا تھا۔

دانیل سر پر سفید چادر لیئے۔ اپنے ہاتھوں پر لگی مہندی پر نظریں  
جمائے اماں کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

"آپ لوگ یہی رکھو۔۔۔ میں ٹکٹ کنفرم کرا کر آتا ہوں۔۔۔"

ازان انہیں ایک جگہ رکنے کا کہہ کر خود انتظامیہ کے جانب بڑھ گیا۔



"خان صاحب یہ 12 نمبر پلیٹ فارم کس جانب ہوگا۔۔۔۔۔"

البرٹ معصوم تاثرات بنائے حیدر خان کے پاس آیا اور انہیں باتوں میں مصروف کرنے لگا۔

دائین آخری مرتبہ آس پاس نظر دوڑاتی اس شہر کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں وہ بڑے بڑے خواب لے کر آئی تھی۔ میڈیکل کی ڈگری لینے آئی تھی لیکن بدنامی لیں کر جا رہی تھی۔

ارحام دبے پاؤں اس کے عقب میں آیا اور بے ہوشی کے دوا سے تر رومال دائین کے منہ اور ناک پر رکھ دیا۔ دائین گڑبڑا گئی۔ اس سے پہلے وہ چند قدم آگے کھڑی اماں کو خبر کر پاتی یا کوئی مذمت کر پاتی اس کا دماغ مفلوج ہو گیا اور اس کے حواس سو گئے۔

البرٹ جوالٹ پلٹ ایڈریس پوچھتا حیدر خان کو باتوں میں مشغول رکھے ہوئے تھا کنکھیوں سے ارحام کو دانیں کو تھامے ہوئے اسٹیشن کے باہری گیٹ کے جانب لے جاتے دیکھ کر اٹے قدم وہاں سے روانہ ہو گیا۔

ہو گئی ہے بنگ۔۔۔۔۔ "ازان ہاتھوں میں ٹکٹ لیے وہاں آیا اور" دنگ رہ گیا۔  
دانیں کہاں ہے۔۔۔۔۔ "اس نے حواس باختہ چاروں سمت دیکھا۔

ابھی تو یہی تھی۔۔۔۔۔ "حیدر خان اور اماں بھی روہانسی ہو گئے۔" "یہی تھی تو کہاں گئی۔۔۔۔۔ بآبادھیان کہاں تھا آپ کا۔۔۔۔۔" "ازان کی آواز بلند ہونے لگی۔

"یہ اسی کا کیا دھرا ہے۔۔۔۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔"

از ان نے غصے میں ہاتھ میں پکڑے ٹکٹ مڑوڑ دیئے۔

نہیں ارحام نہیں ہو گا۔۔۔۔ رانا صاحب نے مجھے حلف دیا"

تھا۔۔۔۔ "حیدر خان شاکی علم میں گویا ہوئے۔

مجھے اس خاندان کے کسی بھی فرد پر بھروسہ نہیں ہے۔۔۔۔ "وہ"

اٹے قدم اسٹیشن سے باہر نکلنے لگا۔

از ان میری بات سنو۔۔۔۔ "حیدر صاحب اس کے پیچھے ہو"

لیئے۔

XX

رانا صاحب اور فیملی لپچ کر کے ڈائمنگ ٹیبل سے اٹھ رہی تھی جب

لاؤنج میں سے شور کی آواز سنی۔

وہ سنجیدہ تاثرات بنائے ازان اور حیدر خان کے سامنے آگئے۔

میری بہن کہاں ہے۔۔۔۔۔" ازان سارے لحاظ کو بالائے طاق "

رکھے رانا صاحب پر جھڑپ پڑا۔

مجھے کیا پتا۔۔۔۔۔ اپنی بہن کو خود سنبھال نہیں سکتے "

آپ۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

آپ کے بیٹے نے کہی غائب کیا ہے اسے۔۔۔۔۔ کہاں ہے آپ کا "

بیٹا۔۔۔۔۔" ازان نے انگلی اٹھا کر سختی سے کہا۔

رانا صاحب کا ضبط ٹوٹنے لگا انہوں نے ارحام کا نمبر ٹرائی کیا پر موبائل

بند آ رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں سختی در آئی۔ انہوں نے اسجد کا نمبر

ٹرائی کیا۔ وہاں سے بھی جواب موصول نہیں ہوا۔

دیکھا۔۔۔ نہیں دے رہا جواب۔۔۔۔۔ یہ کیسے سنبھالا ہے آپ "

نے اپنے بیٹے کو۔۔۔۔۔ "ازان نے طنزیہ انداز میں کہا۔ حیدر

صاحب نے اسے پکارا پر وہ ان کے جانب متوجہ نہیں تھا۔

تماشامت بناو۔۔۔۔۔ میں خاموش ہوں تو یہ مطلب نہیں تم کچھ "

بھی بولتے رہو۔۔۔۔۔ "ذیشان طیش میں ازان نے آگے آگیا۔

یاد رکھنا مسٹر رانا۔۔۔۔۔ اگر ارحام نے میری بہن کے ساتھ کچھ "

بھی کیا تو مجھے بہن کے بدلے۔۔۔۔۔ اس کی بہن

چاہیے۔۔۔۔۔ "ازان نے ذیشان کو نظر انداز کر کے حقارت

بھری نظروں سے عائرہ کو دیکھا۔

عائرہ سہم گئی وہ اٹے قدم پیچھے ہو کر کرن کے اوٹ میں چھپ گئی اور

مما کا بازو تھام لیا۔ اس کی دھڑکن تیز ہو گئی اور آنکھیں بھگنے لگی۔

رانا صاحب نے مٹھیاں سختی سے مینچھ لی۔ وہی ذیشان کی آنکھوں  
میں دہشت اتر آئی۔

سوچنا بھی مت۔۔۔۔۔ میری بہو ہے وہ۔۔۔۔۔ "روحان نے"  
ازان کو کالر سے دبوچ لیا۔ سفیان وہاں نہیں تھا تو کیا عائرہ اس کی  
امانت تھی۔ اس کی منکوحہ۔ روحان اپنے بیٹے کی امانت پر کسی کی بری  
نظر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔  
میری بہن بھی کسی کی ہونے والی بہو ہے۔۔۔۔۔ دودن میں اس کی"  
بارات ہے۔۔۔۔۔ کیا جواب دیں گے ہم لڑکے والوں کو۔۔۔۔۔ "ازان  
کرہٹ بھرے لہجے میں دھاڑا۔

"یہ ایسے نہیں مانے گا پاپا۔۔۔۔۔ اسے میں دیکھتا ہوں۔۔۔۔۔"  
ذیشان نے گھر کی عورتوں پر معاملہ آتے دیکھ ازان کا جبرٹا جکڑ لیا۔

از ان نے جوابی کارروائی کرتے ذیشان کی گردن دو بچلی۔ دونوں ہی ہاتھ پائی پر اتر آئے۔

ذیش۔۔۔۔۔ چھوڑو اسے۔۔۔۔۔ آئی سیڈ لیو ہم۔۔۔۔۔ "رانا" صاحب نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے آزاد کرایا۔

حیدر صاحب سنبھالے اپنے بیٹے کو۔۔۔۔۔ ورنہ معاملہ دشمنی تک پہنچ جائے گا۔۔۔۔۔ اور میری دشمنی آپ سب کو بہت مہنگی پڑے گی۔۔۔۔۔ "ذیشان نے انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتے ہوئے حیدر خان کو دھمکایا۔

رانا صاحب ہمیں بس ہماری لڑکی چاہیئے۔۔۔۔۔ دشمنی مول" لینے نہیں آئے ہم۔۔۔۔۔ "حیدر خان نے سنجیدگی سے رانا صاحب کو مخاطب کیا۔

رانا صاحب شش و پنج میں مبتلا ہو گئے تھے انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اس معاملے کو کیسے سلجھائے۔ تب ہی ان کا موبائل بجنے لگا۔ انہوں نے پہلی بیل پر کال اٹھالی تھی۔

اسجد کہاں ہو تم۔۔۔۔۔ ارحام کہاں ہے۔۔۔۔۔ "رانا صاحب کا" دل دہل گیا تھا۔

سر۔۔۔۔۔ سوری سر۔۔۔۔۔ ارحام میرے قبضے سے فرار ہو گیا۔۔۔ "اسجد نے من و عن ریٹ روم کی روداد سنائی۔

واٹ۔۔۔۔۔ کہاں گیا ہے وہ۔۔۔۔۔ "رانا صاحب کے اضطراب میں اضافہ ہو رہا تھا۔ جواب میں اسجد نے اپنے زخمی ہونے کا بتایا۔ کال کاٹ کر رانا صاحب نے پہلے حیدر خان اور ازان کے جانب دیکھا پھر کرن کے طرف بڑھ گئے۔



کرن۔۔۔۔ کیا ارحام کچھ بتا کر گیا ہے۔۔۔۔ یا۔۔۔۔ تمہیں " وہ آج مشکوک لگا ہو۔۔۔۔ " وہ کرن کو کندھوں سے تھامے پوچھنے لگے۔

کرن نے پتلیاں سکھیڑے سوچنے کی کوشش کی اور پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ عائرہ سارا منظر دیکھتے ٹھٹک گئی۔

ایک جھماکے سے اسے یاد آیا صبح جب وہ اپنے سیف میں پیسے رکھ رہی تھی تو وہاں سے فارم ہاوس کی اضافی چابی غائب تھی۔ اور اس کے سیف کا کوڈ صرف ارحام کو آتا تھا۔

فارم ہاوس۔۔۔۔ "گلاتر کرتے اس نے ڈیڈ کے کندھے کو" تھامے جنبش دیا۔ رانا صاحب کے تاثرات سپاٹ ہو گئے۔

رانا صاحب میری بات سنیں۔۔۔۔۔ "کرن نے ہیبت زدہ ہو کر رانا"  
صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا۔

نہیں کرن۔۔۔۔۔ ہر بار تمہاری ممتا سے مجھ سے بچا لیتی "  
ہے۔۔۔۔۔ پر اس مرتبہ وہ انسانیت کے بھی حدود پار کر چکا  
ہے۔۔۔۔۔ اب اور نہیں۔۔۔۔۔ "دہشت سے ان کا چہرہ دہکنے لگا۔  
تیز تیز بولنے سے سانس چڑھ گئی تھی۔  
وہ لمبے ڈگ بھرتے باہر کے جانب روانہ ہو گئے۔ انہوں نے حیدر  
صاحب اور ازان کو بھی ساتھ چلنے کی تلقین کی۔

مما ڈونٹ وری۔۔۔۔۔ میں ان کے ساتھ جا رہا ہوں۔۔۔۔۔ میں "  
بڑے پاپا کو سنبھال لوں گا۔۔۔۔۔ "ذیشان نے کرن کو تسلی دی اور  
رانا صاحب کے پیچھے بھاگا۔ کرن روتے ہوئے وہی بیٹھ گئی۔

روحان نے بے بسی سے لب کاٹتے ہوئے عائرہ کو دیکھا۔ دل ہی دل  
وہ مسلسل دعائیں پڑھ پھونک رہا تھا۔

XX

دائین کو ہوش آیا تو وہ ایک بڑے سے کمرے میں موجود بیڈ پر پڑی  
تھی۔ عنودگی سے باہر نکلتے وہ فوراً سے اٹھ بیٹھی اور روہانسی ہو کر اس  
پاس دیکھا۔ سامنے کرسی پر وہ مغرور بادشاہ بیٹھا ہوا میں سگریٹ کا  
دھواں اڑا رہا تھا۔

ارحام تم۔۔۔۔۔ اب کیا چاہتے ہو۔۔۔۔۔ کیوں لائے ہو مجھے"  
یہاں۔۔۔۔۔"دائین کی آواز لرز رہی تھی۔ وہ اپنی چادر درست  
کرنے لگی۔

بتادوں گا۔۔۔۔۔ جلدی کیا ہے سویٹ ہارٹ۔۔۔۔۔ "ارحام بے"  
باقی سے مسکرایا۔

مجھے اپنے بابا کے پاس جانا ہے۔۔۔۔۔ "وہ اپنے اضطراب کو قابو کرتی"  
اٹھی اور دروازے کے جانب بڑھ گئی پر ارحام نے اس کا بازو دبویچ لیا  
اور تندی سے دیکھتے اسے واپس بیڈ پر پٹخ دیا۔

اتنی آسانی سے تم کہی نہیں جاسکتی۔۔۔۔۔ بہت بہادر بنتی"  
ہو۔۔۔۔۔ مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھانا۔۔۔۔۔ "ارحام لفظ چبا کر ادا  
کرتے اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔

اب میں بتاتا ہوں۔۔۔۔۔ ارحام کی ڈکشنری میں اس پر ہاتھ اٹھانے"  
کی کیا سزا ہوتی ہے۔۔۔۔۔ "اس نے شرٹ اتار کر پرے پھینک دیا۔

دائین کی سانس رکنے لگی۔ وہ فرار کا راستہ تلاش کرنے لگی۔  
دروازے کے پاس آکر اس نے ہینڈل گھمایا لیکن دروازہ لاک تھا۔ وہ  
دیوانہ وار دروازہ بجانے لگی۔

کھولو۔۔۔۔۔ پلیز ز ز ز ز ز۔۔۔۔۔ کوئی ہے۔۔۔۔۔ دروازہ"  
کھولو۔۔۔۔۔" وہ روتے ہوئے بلند آواز مدد کے لیے صدا میں دینے  
لگی۔  
ارحام نے قدم اس کے جانب بڑھائے تو وہ سہم گئی۔

ایسا مت کرو پلیز ز ز ز ز میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔۔۔۔۔ میں نے مارا تھا"  
نا۔۔۔۔۔ تم بیشک مجھے مارو۔۔۔۔۔ لیکن میری عزت پامال مت  
کرو۔۔۔۔۔" وہ ارحام کی نیت جانچتی اس سے منت کرنے لگی۔

تم پہلے ہی میری بہت بدنامی کر چکے ہو۔۔۔۔۔ میں مر جاؤں"  
گی۔۔۔۔۔ ارحام پلینرز آگے مت آؤ۔۔۔۔۔ مجھے جانے  
دو۔۔۔۔۔ خدا کے لیے ایسا مت کرو۔۔۔۔۔" وہ کھڑکی کے جانب  
بھاگی پر وہاں بھی راہ نجات نہ ملا۔

ارحام کمینگی سے اسے دیکھتا اس کے قریب ہوا اور اس کی چادر کا پلو و  
جکڑ لیا۔

آا۔۔۔۔۔ ہ۔۔۔۔۔ نہیں پلینرز۔۔۔۔۔ میرے ہاتھ دیکھو۔۔۔۔۔"

میری شادی ہے۔۔۔۔۔ ایسا ظلم مت کرو۔۔۔۔۔ میرے بابا قبیلے  
"میں منہ دکھانے قابل نہیں رہے گے۔۔۔۔۔ مجھے چھوڑ دو۔۔۔۔۔"  
وہ ہر طرح کا واسطہ دیتے ارحام کو روکنے کی کوشش کرتی رہی لیکن وہ  
انارپرست ایک قدم پیچھے نہ ہٹا۔



وہ اللہ کو پکارتی اپنے حفاظت کی فریاد کر رہی تھی جب کلک کر کے دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ ارحام شک ہو گیا۔ ابھی وہ دانیل پر سے ہٹا ہی تھا کہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا اور رانا مبشر غضب سے سرخ ہوتے اندر داخل ہوئے۔ سامنے کا منظر دیکھ کر ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔ وہ وہی منجمد ہو گئے۔

ان کا 17 سالہ ٹین ایتج بیٹا نیم برہنہ حالت میں تھا اور وہ ٹین ایتج لڑکی خستہ حال رورہی تھی دہائیاں کر رہی تھی۔

رانا صاحب کے پیچھے ذیشان حیدر خان اور ازان بھی تیزی سے داخل ہوئے۔ دانیل بابا کو دیکھتے ہی ان سے لپٹ گئی۔



ڈیڈ۔۔۔۔۔ "ارحام نے ابھی رانا صاحب کو مخاطب کیا ہی تھا کہ رانا" صاحب نے پورے تاب سے اسے تھپڑ رسید کیا۔

ارحام دائیں جانب جھک سا گیا۔ وہ حیرت زدہ سیدھا ہوا کہ رانا صاحب نے دوسرے گال کو بھی اپنی عتاب کا نشانہ بنایا۔

"یہ کیا کر رہے تھے۔۔۔۔۔ یہ تربیت کی ہے میں نے تمہاری۔۔۔۔۔" وہ بلند آواز اسے جھڑکنے لگے۔

میں صرف اسے ڈرا رہا تھا۔۔۔۔۔ ہاتھ اٹھایا تھا اس نے مجھ" پر۔۔۔۔۔ "ارحام ڈیڈ کی آنکھوں میں دیکھ کر غرایا۔

ہاتھ تو میں نے بھی اٹھایا ہے۔۔۔۔۔ اب میرے ساتھ کیا کرو" گے۔۔۔۔۔ مارو گے مجھے۔۔۔۔۔ "رانا صاحب بھی اس پر برس پڑے۔

ذیشان حیران پریشان ان دونوں باپ بیٹے کے بیچ میں آگیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا ارحام جنون میں آکر سچ میں ایسی کوئی گستاخی کرے۔

--- "اس نے رانا calm down بڑے پاپا پلیز زرز" ---

صاحب کو کندھوں سے تھام لیا۔

کیا تمہیں یہ پسند ہے۔۔۔۔۔ بولو۔۔۔۔۔ اگر ہے تو میں بغیر ان "

"کی پرواہ کیے ابھی اسی وقت تمہارا اس سے نکاح کروانا ہو۔۔۔۔۔ رانا صاحب نے دامن کے جانب اشارہ کیا۔

ازان نے مداخلت کرنی چاہی پر حیدر صاحب نے ہر بار کی طرح اسے خاموش کروا دیا۔ وہ جانتے تھے رانا صاحب انصاف پسند ہے۔

نکاح کا لفظ سن کر وہاں موجود سب ہی حیران ہو گئے۔ دانیل کا دل  
دہل گیا۔ کیا وہ کوئی کھلونا تھی جو کبھی بھائی اسے ایک کے حوالے  
کریں تو کبھی ارحام اپنے جنون کا نشانہ بنائے

۔۔۔۔ "ذیشان نے 17 he is just 17 بٹ بڑے پاپا۔۔۔۔"

رانا صاحب کو ٹوکا۔

جب یہ اس کے ساتھ کسنگ کرتے ویڈیو بنا سکتا ہے۔۔۔۔۔ جب "

یہ اسے کڈنیپ کر کے اس حد تک جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ تو میرا نہیں

خیال اسے ازدواجی رشتے کا پتہ ناہو۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے افسوس

سے سر جھٹکا۔

مجھے نہیں کرنی اس سے شادی۔۔۔۔۔ "ارحام نے سفاکی سے دو"

ٹوک انداز میں جواب دیا اور رخ پھیر لیا۔

میں پھر سے معذرت چاہتا ہوں حیدر صاحب۔۔۔۔۔" رانا"  
صاحب نے دل گیر انداز میں لب میٹھے۔ ناجانے ارحام کی وجہ سے  
انہیں کتنی مرتبہ شرمندہ ہونا تھا۔

ازان چلو۔۔۔۔۔" حیدر خان نے ازان کا ہاتھ پکڑ لیا۔"

نہیں بابا۔۔۔۔۔ آج یا تو یہ رہے گا یا میں۔۔۔۔۔" اس نے پستول

نکال لی اور ارحام پر تھام لی۔ رانا صاحب ساکن کھڑے ہو گئے۔

ازان میں کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔ ہمیں نکلنا چاہیئے۔۔۔۔۔"

چلو۔۔۔۔۔" حیدر خان نے بیٹے کے ہاتھوں سے پستول جھپٹ لی۔

مجھے سمجھ نہیں آتی بابا۔۔۔۔۔ کیوں کرتے ہیں آپ ایسا۔۔۔۔۔"

ہر بار کیوں چھوڑ دیتے ہے اسے۔۔۔۔۔" ازان تپ کر رہ گیا۔

طوفانوں سے گزرنا ہے۔۔۔۔ میں نے اس سب کا اجر اللہ کے

"حوالے چھوڑ دیا ہے۔۔۔۔ اور وہ انصاف کرنے والا ہے۔۔۔۔"

حیدر خان نے ازان کو قائل کرنے کی کوشش کی۔

ازان باپ کی نصیحتوں کے آگے بے بس ہو گیا اور اپنا طیش قابو کرتے  
ٹرین اسٹیشن کے جانب روانہ ہو گیا۔

XX

لیومی۔۔۔۔ "ارحام نے رانا ہاوس پہنچ کر رانا صاحب سے اپنا ہاتھ"  
چھڑایا۔

لاونج میں اس وقت عائرہ اور روحان صوفے پر بیٹھے تھے۔ کرن اور  
نور کمرے میں تھی۔ انہیں آتے دیکھ روحان اور عائرہ کھڑے  
ہو گئے۔

سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ وہ لڑکی اپنے والد کے تحویل میں دے دی " ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان نے پاپا کو تسلی دی۔

کیا چاہتے ہو تم۔۔۔۔۔ "رانا صاحب نے سپاٹ انداز میں کہا " پوچھا۔

تنگ آگیا ہوں میں آپ سے اور اس گھر کی پابندیوں سے۔۔۔۔۔ " سانس لینا بھی دشوار لگتا ہے یہاں۔۔۔۔۔ "ارحام ہاتھ ہوا میں اٹھا کر بے زاری سے گویا ہوا۔

اس کا انکشاف سن کر رانا صاحب شاک ہو گئے۔

جب دیکھو میرے پیچھے پڑے ہو۔۔۔۔۔ کبھی وایچ میں ٹریکنگ لگا " رہے ہو۔۔۔۔۔ کبھی اپنا بندہ۔۔۔۔۔ میں بھی انسان ہوں۔۔۔۔۔

میری بھی پر اویسی ہے۔۔۔۔۔" وہ جو منہ میں آ رہا تھا بولے جا رہا تھا۔

ارحام ہوش میں تو ہو۔۔۔۔۔ ایک تو تمہیں ان لوگوں سے بچا کر لائے ہیں اور تم انہی کو سنار ہے ہو۔۔۔۔۔" روحان مزید صبر نہ رکھ سکا۔

"ڈیڈ سے ایسے بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ہو کیا گیا ہے تمہیں۔۔۔۔۔" عائرہ نے حیران ہوتے اسے ڈانٹا۔

کوئی کچھ نہیں بولے گا۔۔۔۔۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ اس کے اندر کتنا جنون ہے۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے روحان اور عائرہ کو منع کیا۔



بس بہت ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اب میں یہ سب برداشت نہیں کروں"  
گا۔۔۔۔۔ مجھے اپنی مرضی سے لائف جینی ہے۔۔۔۔۔ آپ کے  
اشاروں پر نہیں۔۔۔۔۔" اس نے حکم صادر کرنے کے انداز میں  
جواب دیا۔

یہاں رہنا ہے۔۔۔۔۔ تو اس گھر کے رہن سہن کے مطابق ہی رہنا"  
ہو گا۔۔۔۔۔" رانا صاحب کی آواز میں افسردگی در آئی تھی۔  
iam leaving فائن۔۔۔۔۔ نہیں رہنا مجھے یہاں۔۔۔۔۔"  
۔۔۔۔۔" اس نے ہاتھ اٹھائے بحث ختم کی۔ رانا صاحب لب مینچھے  
ہاتھ پیچھے باندھے اسے دیکھنے لگے۔ کتنی آسانی سے وہ گھر چھوڑنے کی  
بات کہہ گیا تھا۔

ارحام رکو۔۔۔۔۔ "عائزہ نے اس کا بازو جکڑ لیا۔ وہ زور لگاتا خود کو"  
آزاد کروانے لگا۔

ڈیڈ کچھ کہے۔۔۔۔۔ روکے۔۔۔۔۔ کہاں جائے گا یہ۔۔۔۔۔ "وہ"  
حواس باختہ رانا صاحب سے التجا کرنے لگی لیکن وہ خاموش تماشا شائی  
بنے رہے۔

روحان نے اسے پکارا پر وہ ان کی پکار ان سنی کر کے باہر کے جانب  
بڑھ گیا۔

مما۔۔۔۔۔ ممما۔۔۔۔۔ "عائزہ یذیبانی ہوئے بلند آواز کرن کو"  
بلانے لگی۔

کرن کمرے سے باہر آئی تو سامنے ارحام کو دیکھ کر اس سے لپٹ گئی۔

ممارو کو اسے۔۔۔۔۔ یہ گھر چھوڑ کر جا رہا ہے۔۔۔۔۔ "عائزہ نے"  
تیزی سے آگاہ کیا۔

کیا۔۔۔۔۔ نہیں اپنی ماما کو چھوڑ کر تھوڑی جاسکتا ہے۔۔۔۔۔"  
ارحام۔۔۔۔۔ "کرن کو کانوں سننے پر یقین نہیں آ رہا تھا۔  
مما ہٹو۔۔۔۔۔ چھوڑ مجھے۔۔۔۔۔" وہ کرن کو خود سے دور کرنے"  
لگا۔ کرن اس سے لگی لاونج کے دروازے تک گھسیٹتی چلی گئی۔  
ارحام نے زور سے اسے پرے کیا تو وہ لڑکھڑائی۔ رانا صاحب کے  
آبرو تن گئے اور مٹھیاں سختی سے مینچھ لی۔ اگر وہ ان کا اپنا خون ناہوتا  
تو اس وقت ان کی محبت، ان کی بیوی کے ساتھ ایسا برتاو کرنے پر وہ  
اسے جان سے مار دیتے۔

نہیں ار حام مت جاو۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔ رک  
جاو۔۔۔۔۔ اپنی ماما کے لیے۔۔۔۔۔ میرے لیے رک جاو۔۔۔۔۔  
غصہ چھوڑ دو۔۔۔۔۔ "کرن یزانی ہو کر اس کی منت کرنے لگی۔ پر  
اس جنون میں اندھے پر کسی کے رونے کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔  
کرن اگر تم نے گھر کی دہلیز کے باہر قدم بھی رکھا تو مجھ سے برا کوئی"  
نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ "رانا صاحب نے تند و تیز آواز میں اسے ٹوکا۔ وہ گھر  
کے گیٹ پر ہی رک گئی۔

عورت صرف اپنے من پسند مرد کی بات مانتی ہے اسی کا غصہ  
برداشت کرتی ہے۔ کرن کے اندر کی بیوی نے ممتا کے قدم جما لیے۔  
وہ شوہر کا حکم ماننے کی پابند ہو گئی تھی۔

ایک بات یاد رکھنا ارحام۔۔۔۔ میں اپنی جوانی میں کتنا بھی برا آدمی " کیوں نارہا ہوں۔۔۔۔ لیکن میں زانی نہیں تھا۔۔۔۔ میں نے جس عورت کو چاہا اس سے نکاح کر کے اپنا یا۔۔۔۔ ناجائز تعلقات کبھی نہیں رکھے۔۔۔۔ تم باقی سارے حدود تو پار کر چکے ہو۔۔۔۔ لیکن اگر یہ حد پار کی۔۔۔۔ تو میرا جنازہ دیکھنا بھی تم پر حرام ہے۔۔۔۔ " ارحام کے گیٹ سے نکلنے سے پہلے رانا صاحب نے ایک آخری نصیحت اس کے گوش گزار کی۔

ارحام دانت پیستے ہوئے کرن سے اپنا بازو چھڑا کر گھر کے باہر نکل گیا اور کرن وہی گیٹ پر سرٹکائے اسے پکارتی رہ گئی۔

"رانا بھائی۔۔۔۔ اسے جانے کیوں دیا۔۔۔۔ روک لیتے۔۔۔۔"

روحان کو اس کی فکر ہونے لگی۔

اس نے ابھی تک زندگی کی ٹھوکریں نہیں کھائی۔۔۔۔۔ اس نے ابھی فاتے نہیں کاٹے۔۔۔۔۔ اپنوں سے دور نہیں ہوا۔۔۔۔۔ اس لیے اتنی آسانی سے چلا گیا۔۔۔۔۔ وقت سے ظالم کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔ وقت اسے بتا دے گا۔۔۔۔۔ اس نے کیا کھویا ہے۔۔۔۔۔ اور یہی اس کی سزا ہے۔۔۔۔۔ "رانا صاحب نے شکستہ ہو کر لمبا سانس لیا اور کمرے کے جانب بڑھ گئے۔

رانا صاحب ارحام کو واپس لائے۔۔۔۔۔ وہ ابھی زیادہ دور نہیں گیا" ہو گا۔۔۔۔۔ پلیز زازا سے روک لے۔۔۔۔۔ کہاں جائے گا۔۔۔۔۔ اسے دنیا کے سختیوں کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ اسے لیں کر آئے۔۔۔۔۔ مجھے اپنا بیٹا چاہیے۔۔۔۔۔ "کرن روتی رانا صاحب کی منت کرنے لگی۔

وہ اپنی مرضی سے گھر چھوڑ کر گیا ہے۔۔۔۔۔ آنا ہوا تو خود واپس " آجائے گا۔۔۔۔۔ میں کہی نہیں جا رہا۔۔۔۔۔ ہمارے نرمی کے آڑ میں اس نے بہت سے گناہ کئے ہیں۔۔۔۔۔ اب یہ اس کی سزا کا دور ہے۔۔۔۔۔ یہ اسے اکیلے کاٹنا ہے۔۔۔۔۔ " رانا صاحب نے سختی سے انکار کر دیا۔

ایسا مت کہے۔۔۔۔۔ وہ ابھی بچہ ہے۔۔۔۔۔ جنون میں غلطی کر دی " ہے۔۔۔۔۔ ایسی سزا مت دے اسے۔۔۔۔۔ بچے کے ساتھ ضدی ہونا ضروری تو نہیں۔۔۔۔۔ مجھے اپنے بیٹے سے دور نا کریں۔۔۔۔۔ میں جی نہیں سکوں گی۔۔۔۔۔ " وہ ان کا بازو جھنجھوڑ رہی تھی۔

یہ راستہ اس نے خود اپنے لیے چنا ہے۔۔۔۔۔ ماں باپ کا کام اولاد کو "صحیح راہ دکھانا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اولاد غلط راہ کا انتخاب خود کرتے ہیں۔۔۔۔۔" وہ بہت مشکل سے اپنے ضبط پر قابو کیئے ہوئے تھے۔

وقت ہر چیز کو بدل دیتا ہے۔۔۔۔۔ کوئی بھی چیز ہو یا انسان۔۔۔۔۔" وہ ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔ تم بھی وقت کے ساتھ سنبھل جاؤ گی۔۔۔۔۔" رانا صاحب اپنا بازو چھڑا کر آگے بڑھ گئے۔

اور آپ کیا کریں گے۔۔۔۔۔" دل ٹوٹ کر ریزا ریزا ہو گیا تھا۔

میں مان لوں گا۔۔۔۔۔ میرا کبھی کوئی بیٹا ہی نہیں تھا۔۔۔۔۔ میری

بس ایک اولاد ہے۔۔۔۔۔ اور وہ ہے عائرہ۔۔۔۔۔" رانا صاحب کے الفاظ کرن کے دل کو کھلنے کافی تھے۔ وہ یک ٹک ان کی پشت دیکھتی رہی۔



اس بات نے ناصرف کرن کو بلکہ دروازے پر کھڑی عائرہ کو بھی  
منجھ کر دیا تھا۔ وہ اپنی جگہ جامد ہو گئی تھی۔

کرن شل سی چلتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ اور تب رانا صاحب کو  
احساس ہوا وہ کرن کو پھر سے کھو چکے۔ وہ ساتھ ہو کر بھی پھر سے دور  
ہو چلی تھی۔

XX

تمہیں کبھی خوشی نہیں ملے گی ارحام مبشر۔۔۔۔۔ دیکھ لینا۔۔۔۔۔"

محبت کے لیے ترسو گے۔۔۔۔۔ اپنوں کا پیار تک نصیب نہیں  
ہوگا۔۔۔۔۔ ایک معصوم دل کو اس قدر توڑ کر اگر تمہیں لگتا ہے تم  
اللہ کی پکڑ سے بچ جاؤ گے۔۔۔۔۔ تو یہ تمہاری غلط فہمی  
ہے۔۔۔۔۔ اس کی لاٹھی بے آواز ہے۔۔۔۔۔ میری بددعا

ہے۔۔۔۔۔ تم کبھی سکون سے نہ رہو۔۔۔۔۔ تم کبھی خوش نہ  
رہو۔۔۔۔۔ اپنے اپنوں کو بھی ترس جاو۔۔۔۔۔ "دائین بے آواز  
آنسو بہاتی ارحام کو کوس رہی تھی۔

سال میں ہی دائین کا اپنے قبیلے کے لڑکے سے نکاح ہو چکا تھا۔ وہ 17  
اس وقت دلہن کے سرخ جوڑے میں سچی اس کمرے میں بیٹھی اپنی  
قسمت پر رورہی تھی جب دروازہ کھلا اور سلمان جلیل خان اندر داخل  
ہوا۔

دائین نے تیز تیز اپنے بھگے رخسار صاف کیئے۔ اپنی لرزش قابو  
کرنے وہ سانس روکے مٹھیاں سختی سے مینچھے ہوئے تھی۔

سالہ سلمان مسرور ہوتا بیڈ کنارے بیٹھا اور اپنی کم سن بیوی کو 20  
دیکھ کر مسکرایا۔ دانیل نے ایک مرتبہ بھی نظریں اٹھا کر اس کے  
جانب نہیں دیکھا۔

ارحام کی ظلموں کی ستائی ہوئی وہ اتنا ڈر گئی تھی کہ اپنے محرم سے بھی  
اسے خوف لگ رہا تھا۔

سلمان نے پہل کرتے پہلے اسے منہ دکھائی کا تحفہ دیا پھر اس کے  
قریب کھسکا۔ دانیل کا دل دھڑکنے لگا اس کی کپکپاہٹ میں مزید  
اضافہ ہو گیا تھا۔

جیسے جیسے سلمان رقت بڑھا رہا تھا۔ دانیل کی حالت غیر ہوتی جا رہی  
تھی۔ اس نے اپنے اضطراب کو قابو رکھنے کی کوشش کرتے آنکھیں  
میچھ لی۔ اور آنکھیں بند کرتے ہی خود پر جھکے ہوئے ارحام کا چہرہ اس

سسس سوری۔۔۔۔۔وووووہ۔۔۔۔۔"وہ گھبرا گئی۔ اسے اپنی"

حرکت پر شرمندگی کا احساس ہوا۔

آگے ہو گئی۔ لیکن تب تک سلمان کے تاثرات بدل گئے تھے۔

کوئی بات نہیں۔۔۔۔ تم ابھی فزیکل نہیں ہونا چاہتی تو ٹھیک"

ہے۔۔۔۔۔ میاں بیوی کا رشتہ پیارا اور اعتماد سے بنتا ہے۔۔۔۔۔ زور  
زبردستی کر کے نہیں۔۔۔۔۔ دراصل غلطی میری ہے۔۔۔۔۔ ابھی  
ابھی تو ملے ہیں اور میں۔۔۔۔۔ "سلمان کو اپنے بہکنے پر افسوس

ہوا۔

دائین نے پہلی مرتبہ سلمان کو دیکھا۔ وہ ارحام جتنا ہینڈ سم اور چارمنگ نہیں تھا۔ اس میں ارحام جیسی کوئی کشش نہیں تھی۔ 20 سالہ سلمان درمیانہ قد کاٹ اور سانولی رنگت کا مالک تھا۔ کالی گہری آنکھیں سخت چمڑی لیکن دل ہیرے جیسا شفاف۔

اس وقت دائین کو احساس ہوا دنیا میں ارحام جیسے لڑکی کو پیروں کی جوتی سمجھنے والی ہی نہیں بلکہ سلمان جیسے محرم ہوتے ہوئے بھی اس کو عزت دینے والے اس کی مرضی کا خیال رکھنے والے مرد بھی ہوتے ہیں۔

محرم رشتے کا وہ پہلا سکون دائین کے دل کے زخموں پر مرہم کی طرح لگا۔ اس کی آنکھیں بھگنے لگی۔

نہیں رو وومت۔۔۔ میں سچ میں کچھ نہیں کروں گا۔۔۔ پلیزز"  
رومت۔۔۔ "سلمان اس کے آنسو دیکھ کر پریشان ہو گیا اور اس  
کے پاس سے اٹھ کر دور ہو گیا۔

دائیں روتے روتے بھی مسکرا دی۔ اس نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا  
کیا۔ بیشک وہ پاک ذات بہترین سے نوازنے والا ہے۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

میں نے گھر چھوڑ دیا ہے۔۔۔ اب وہاں کبھی نہیں جاؤں"  
گا۔۔۔ "ارحام اس وقت ہائی وے کے پاس البرٹ کے ساتھ بیٹھا  
تھا۔

تو اب۔۔۔۔ "البرٹ نے شاکی انداز میں پوچھا۔"

اب کچھ بھی کر۔۔۔۔۔ مجھے یہاں سے کہی دور بھیج دے۔۔۔۔۔"

مجھے اس ملک میں ہی نہیں رہنا۔۔۔۔۔ پلیر البرٹ آخری مدد

کر دو۔۔۔۔۔" ارحام اس کے آگے ہاتھ جوڑے منت کرنے لگا۔

البرٹ نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور سوچنے لگا۔

(حال)

ماضی کی داستان سناتے سناتے پیرس کے خوبصورت شہر میں شام ہو

چلی تھی۔

اصلاح کے سوا الفاظ سے زیادہ تجربے کی ایک ٹھوکر انسان کو مضبوط

بناتی ہے۔ کچھ باتیں سمجھانے پر نہیں بلکہ خود پر بیت جانے پر ہی سمجھ

آتی ہے۔

ارحام کو بھی ٹھوکر کھا کر سمجھ آگئی تھی۔

اس نے گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو نارمل کیا اور سامنے بیٹھی حدیل کو دیکھا تو اس کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو چکے تھے۔

ارحام کا دل دہل گیا اس نے میز پر بازو رکھ کر آنکھیں بند کر لی اور اپنی پیشانی بازو پر ٹکا دی۔ اسے رونا آرہا تھا۔ اسے لگا وہ حدیل کو کھو چکا ہے۔ وہ اب کبھی اس کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھے گی۔

اسے دانیں کی بد دعا لگ چکی تھی۔ اللہ کی بے آواز لاٹھی اس پر پڑ چکی تھی۔ وہ اپنوں سے دور تھا۔ وہ ماں باپ کے پیار کو ترس رہا تھا۔ اور اب تو حدیل کی محبت بھی اس کے نصیب میں نہیں رہی تھی۔ وہ پھر سے اکیلا ہو چکا تھا۔

حدیل نے آنکھیں بند کر کے زخمی سانس خارج کی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پارہی تھی کہ وہ اس وقت اپنے سامنے بیٹھے ٹوٹے ارحام پر افسوس



کرے یا ماضی کے جنونی ارحام پر غصہ۔ اس نے گیلی سانس اندر کھینچ کر پلکیں جھپکائی۔ اپنے رخسار صاف کئے۔ اس وقت اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ وہ بنا کچھ کہے اٹھ کر جانے لگی۔

اسے جاتے دیکھ کر ارحام کے چند آنسو ٹوٹ کر تھیوری پر لڑک گئے۔ اس سے حدیل کو روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ آنسو صاف کرتے سامنے ریت پر بیٹھی ایک فیملی کو دیکھنے لگا۔ میاں بیوی اور دو بچوں کی اس فیملی کو دیکھ کر ارحام کو اپنی فیملی شدت سے یاد آئی تھی۔

وہ 12 سالہ بچہ اپنے پاپا کے ساتھ والی بال کھیل رہا تھا۔ ماں اور بیٹی انہیں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

ایک زوردار شاٹ کے ساتھ بال پانی کے جانب اچھل گئی اور بچہ بال لینے کے ارادے سے سمندر کے جانب بھاگا۔

اس وقت سمندری لہروں میں طغیانی برپا تھی اور بچہ تیز لہروں کی زد میں آگیا۔ ساحل کنارے بیٹھے لوگوں میں شور و غل مچ گیا۔ اپنے آپ میں مگن تیز تیز چلتی حدیل نے شور سنا تو رک گئی اور واپس پلٹ کر کیفے کے جانب بھاگی۔

وہ فریج آدمی بار بار اپنے ڈوبتے بیٹے کو بچانے پانی میں جانے کی کوشش کرتا لیکن تیز لہروں کا بہا و اسے پیچھے دھکیل دیتا۔ ماں اور بیٹی بلند آواز آہ و بکا کرنے لگیں۔

کوئی بندہ سمندر کے لائف گارڈز کو اطلاع دینے بھاگا تو کوئی پولیس کو کال ملانے لگا۔ ارحام سے مزید صبر نہ ہو سکا۔ وہ رش کو پیچھے کرتا آگے آیا۔ اپنی جیکٹ اور جوتے اتار کر وہ تیز رفتار سمندر کے جانب بھاگا اور تیز لہروں میں چھلانگ لگادی۔

ارحام۔۔۔۔۔"حدیل کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ وہ دل ہی"  
دل اللہ سے اس کی خیریت کی دعائیں کرنے لگی

ارحام اپنے تیراکی کے جوہر دکھاتا اس بچے تک پہنچ گیا اور اسے  
اٹھائے واپسی کنارے پر لیں آیا۔ اس کی ماں نے اپنے بچے کو سینے سے  
لگالیا اور وہ آدمی آبدیدہ ہو کر فریج میں ارحام کا مشکور ہونے لگا۔ اسے  
سراہتے فضا میں سیاحوں کی تالیاں گونج اٹھی۔

وہ سر کو خم دیتے اپنے شوز پہن کر جیکٹ ہاتھ میں اٹھائے گیلے بال  
پیچھے کرتے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ چند قدم آگے جا کر وہ رک گیا اور  
مڑ کر امید بھری نگاہ سے حدیل کو دیکھا۔ وہ افسردگی سے مسکرائی اور  
بھاگ کر اس کے پاس آگئی۔

یووووو۔۔۔۔۔ کچھ ہو جاتا تو۔۔۔۔۔ "اس کے کندھے سے لگ کر"  
وہ شکوہ کرنے لگی۔

دنیا میں کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ہوتا ہے جس کی کوئی بات بری نہیں  
لگتی۔۔ جس پر آپ کو کبھی غصہ نہیں آتا۔۔ جس سے آپ چاہ کر بھی  
کبھی ناراض نہیں ہو سکتے۔ اور حدیل کے لیے وہ کوئی نہ کوئی ارحام  
تھا۔ وہ چاہ کر بھی اس سے دور نا جاسکی تھی۔  
اس کی انانے اسے توڑا تھا اور اب حدیل نے اپنے محبت سے اسے  
بٹورنا تھا۔ یہ فیصلہ حدیل کر چکی تھی۔

XX

میں محنت کر کے اسے کچھ حاصل نہ ہوا۔ ارحام clichy ایک ہفتہ  
کے متعلق اسے کوئی معلومات ہاتھ نہ لگی اور نہ ہی جیکو اس ملا۔

ابھی وہ پارکنگ میں چل رہا تھا کہ اس کا موبائل بجا۔ یہ ٹیون الارم کی تھی۔ اس نے تاریخ اور وقت چیک کیا تو پاکستان میں اس وقت بارہ بج گئے تھے۔ اس نے مسکراتے ہوئے عائرہ کا نمبر ملا لیا۔

happy جان کی جان-----"

-----"اس نے خوش دلی سے وش کیا۔ anniversary

عائزہ عنودگی میں مسکرا دی۔

تھینکیو۔۔۔۔۔ اب جلدی سے واپس آ جاو۔۔۔۔۔ "چند دن پہلے"  
کی اس کی ناراضگی ختم ہو گئی تھی۔

آ جاو گا۔۔۔۔۔ اور تمہارے لیے ایک سرپرائز بھی لاو"  
گا۔۔۔۔۔ "اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

کیسا سرپرائز۔۔۔۔۔ "عائزہ خوشی سے چہک اٹھی۔"

یہ تو آ کر ہی بتاؤں گا۔۔۔۔۔ "اس نے شرارتی مسکرا کر کہا اور الوداع"  
لیتے کال کاٹ دی۔

جیکو اس کا بڑا اڈا تھا اور ذرائع کے Saint ouen فرانس کا شہر  
مطابق پتا چلا تھا کہ اس کے آدمی رات کو شہر میں نکل کر دنگا فساد  
کرتے ہیں اس لیے اس نے جیکو اس تک پہنچنے کے لیے رات کا وقت  
چنا۔

آدھے راستے تک پہنچ کر بہزاد نے اسے کال کر کے ایک مخصوص جگہ بلا لیا۔

سر۔۔۔۔۔ جیکو اس اندر ہے۔۔۔۔۔ پولیس اسے جھڑپنے کے " لیے کارروائی کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ " اس کے پہنچتے ہی بہزاد نے درپیش حالت سے آگاہ کیا۔

وہ دونوں ابھی اس ٹنل کے سرے پر کھڑے تھے جب شور برپا ہوا۔ جیکو اس بھاگ نکلا تھا۔ اس کا پیچھا کرتے ان دونوں نے بھی دوڑ لگا دی۔ وہ بات بات پر گن نکالنے والا فرانس کے قوانین کے آگے پابند تھا۔ اس لیے خالی ہاتھ جیکو اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

اس نے ایک جگہ رک کر آس پاس دیکھا اور ایک شارٹ کٹ کی تلاش کرتے تنگ گلی میں در آیا۔ اس گلی کا دوسرا حصہ مین سڑک کے دوسرے حصہ میں کھلتا تھا جہاں سے جیکو اس بھاگ رہا تھا۔

جیکو اس اپنا بھاری بر کم وزن لیئے رفتار تیز کرنے کی کوشش کر رہا تھا جب سامنے سے اس نے آکر جیکو اس کا گلہ دبوچ لیا۔ جیکو اس آنکھیں بڑی کر کے اسے دیکھنے لگا۔

اس کے آنکھوں کا دہشت کسی اور سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔

سر۔۔۔۔۔ اسے ہمارے حوالے کریں۔۔۔۔۔ ہم سچائی اگلو اتے " ہیں۔۔۔۔۔ " بہزاد نے وقت پر پہنچ کر جیکو اس کو اس کے شکنجے سے آزاد کیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX



وہ بہزاد کو لیئے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اس کا مزید جیکو اس سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ اب فرانس کی سرکار جانے اور جیکو اس۔ اسے صرف ارحام چاہیئے تھا۔

سر۔۔۔۔ یہاں تو منٹ کے رفتار سے ٹرین آتی جاتی ہے۔۔۔۔"

ایک گھنٹے میں دو سو ٹرینیں اس اسٹیشن پر آتی جاتی ہیں۔۔۔۔ اب کیا

"پتہ جیسے آپ ڈھونڈ رہے ہو۔۔۔۔ وہ کس ٹرین سے گیا ہو۔۔۔۔"

اسٹیشن انتظامیہ نے معذرت خواہاں انداز میں وضاحت پیش کی اور

کوشش کرنے کی یقین دہانی کروائی۔

مجھے 4 اپریل صبح گیارہ بجے کی ساری سی سی ٹی وی فوٹیج "

چاہیئے۔۔۔۔" اس نے ہار نہیں مانی۔

بہزاد رخ موڑے اس بے تاج بادشاہ کو دیکھنے لگا۔ اسے اس کی ہمت

پر رشک ہونے لگا۔

اسٹیشن انتظامیہ نے سر اثبات میں ہلایا اور اسے سیکیورٹی روم کے

جانب لیں گئے۔

XX

چلو۔۔۔۔۔ "ارحام کے دروازہ کھولتے ہی وہ اسے ساتھ لے"  
جانے لگی۔

صبح کے ساڑھے سات بجے تھے اور ارحام ابھی ابھی اٹھا تھا۔ اس کی  
خستہ حال اس کی شپ بیداری کی ساری کیفیت بیان کر رہی تھی۔

کہاں جانا ہے۔۔۔۔۔ "ارحام نے آنکھیں مسلتے سستاتے ہوئے"  
ہو چھا۔

ایک خاص جگہ۔۔۔۔۔ "حدیل نے اسے گھما کر اس کی پشت کو"  
پکڑے واشروم میں دھکیل دیا اور جلدی سے فریش ہونے کی ہدایت  
دی۔

اب تو بتادو۔۔۔۔۔ کو نسی خاص جگہ لے جا رہی ہو۔۔۔۔۔ "ارحام"  
سے صبر نہیں ہوا گیا۔ وہ دونوں ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے ناشتہ کر  
رہے تھے۔

ٹرسٹ می۔۔۔۔۔ تمہیں بہت اچھا لگے گا وہاں۔۔۔۔۔ "حدیل نے"  
جوس کا آخری گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

ناشتہ کر کے وہ دونوں پیرس کے مسلم کمیونٹی سینٹر آگئے تھے۔ وہ  
ایک بڑے سے ہال پر مشتمل عمارت تھی۔ جس میں نماز پڑھنے کی  
جگہ۔ مدرسہ۔ اور اسلامی کتابوں سے بھری ایک لائبریری تھی۔

حدیل نے اندر داخل ہوتے گلے میں لیا اسکا روف سر پر اوڑھ لیا تھا۔  
ایک پل کے لیے ارحام اس کا یہ روپ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گیا تھا اور

اندر کا مناظر دیکھتے اس کی حیرانگی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ وہاں ہر طبقے کے بڑے بزرگ نئے جوان اور بچے موجود تھے۔

السلام علیکم سر۔۔۔۔۔ "حدیل نے امام داود کو سلام کیا۔"

وعلیکم السلام حدیک فرانسیسکو۔۔۔۔۔ کیسی ہو۔۔۔۔۔ کافی دنوں "

بعد آئی ہو۔۔۔۔۔ "امام صاحب نے اسے خوش آمدید کہا۔

سر یہ میرے فرینڈ ہے۔۔۔۔۔ ارحام۔۔۔۔۔ "حدیل نے ارحام" کے جانب اشارہ کرتے اسے متعارف کروایا۔

داود صاحب نے ارحام کا بھی اسی خوش دلی سے استقبال کیا۔ ان کے آفس تک آکر حدیل امام صاحب کی اہلیہ سے ملنے عورتوں کے حصے میں چلی گئی اور ارحام امام داود صاحب کے ساتھ ان کے کین میں اکیلے رہ گیا۔

اس نے دیکھا امام داود کے آفس میں ویل چیئر پر ایک معذور عمر رسیدہ خاتون بیٹھی تھی۔ امام صاحب مسکراتے ہوئے اس کے پاس گئے اور ان کو پانی پلا کر واپس اپنی نشست پر آکر بیٹھے۔

میری ماں ہے یہ۔۔۔۔۔ "داود صاحب نے ارحام کے تاثرات سے" اس کا سوال جانچ لیا تھا۔ ان کے جواب پر ارحام نے اوو کرتے ہونٹوں کو جنبش دیا اور پھر سے اس معذور عمر رسیدہ خاتون کے جانب دیکھا۔

تمہارے پیرنٹس کہاں ہے۔۔۔۔۔ "انہوں نے گلاس لگاتے" ہوئے بغور ارحام کے جانب دیکھا۔

پاکستان میں۔۔۔۔۔ "ارحام ان کی نظروں سے متذبذب ہو گیا۔"

تم ان کے پاس کیوں نہیں ہو۔۔۔۔" داود صاحب نے آنکھیں "چھوٹی کی۔

ماں اور باپ دونوں ہی ایک انسان کے زندگی کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔۔۔۔ ان کے بغیر انسان کی ذات نامکمل ہے۔۔۔۔ دولت چلی جائے تو واپس آسکتی ہے۔۔۔۔ گھر گاڑی بھی دوسری لے سکتے ہیں۔۔۔۔ حتہ کہ شادی بھی دوبارہ کر سکتے ہیں۔۔۔۔ لیکن ماں باپ وہ سرمایہ ہے۔۔۔۔ جو ایک دفعہ ہاتھ سے چلا گیا۔۔۔۔ تو کبھی کسی اور سے ری پلیس نہیں کر سکتے۔۔۔۔ اس نعمت کا کوئی نعمل بدل نہیں۔۔۔۔" امام صاحب اسے ماں باپ کی اہمیت سمجھانے لگے۔

اگرماں کے پیروں تلے جنت ہے۔۔۔۔۔ تو باپ اس جنت کا سایہ "  
دار درخت ہے۔۔۔۔۔ اور پھر ہمارے دین اسلام میں ماں باپ کے  
بہت سے فرائض بیان کئے گئے ہیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بشر بلکل  
نہیں پسند جس کی وجہ سے اس کے ماں باپ کی دل آزاری  
ہو۔۔۔۔۔ اللہ کے قریب تین چیزوں کی معافی نہیں ہے۔۔۔۔۔  
پہلا شرک۔۔۔۔۔ دوسرا زنا۔۔۔۔۔ اور تیسرا والدین کو اذیت  
"دینے والوں کی۔۔۔۔۔ اللہ ہمیں ایسے شر سے بچائے۔۔۔۔۔"  
نصیحت کرتے ہوئے آخری فقرے پر امام صاحب نے جرجری لی۔  
مانو ایسا گناہ سوچ کر بھی وہ خوف میں مبتلا ہو گئے ہو۔



کچھ سایہ دار درخت ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا سایہ چھن جانے کے بعد محسوس ہوتا ہے۔ اس وقت امام صاحب کی باتیں سن کر ارحام کو شدت سے رانا صاحب کی، اپنے ڈیڈ کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

حدیل۔۔۔۔۔ اپنے فرینڈ کو کمپنی دو۔۔۔۔۔ میرے لیکچر کا وقت " ہو رہا ہے۔۔۔۔۔" امام صاحب نے حدیل کو کبین میں داخل ہوتے دیکھ کر مخاطب کیا اور خود باہر کے جانب بڑھ گئے۔

□ □

حدیل۔۔۔۔۔ وہ نہیں اٹھ رہا تو چھوڑ دو۔۔۔۔۔ "مام نے ناشتہ"  
بناتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

آج انہیں مسلم کمیونٹی سینٹر امام داود کا بیان سننے جانا تھا اور حدیل کو  
صبح سویرے اٹھنے میں دیر ہو گئی تھی۔ وہ تیار ہوتے ہوئے ارحام کو  
دس منٹ سے کال کر کے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

نہیں مام اگر آج چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ تو پھر کبھی نہیں اٹھ سکے"  
گا۔۔۔۔۔ "حدیل نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

ہر انسان کے اندر دو بھیڑیے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ ایک اچھائی"  
کا۔۔۔۔۔ ایک برائی کا۔۔۔۔۔ پاور فل وہی رہتا ہے۔۔۔۔۔ جسے ہم  
پالتے ہیں۔۔۔۔۔ ارحام نے غلط راہ پر چلتے برائی کے بھیڑیے کو  
طاقتور بنایا تھا۔۔۔۔۔ اب میں اس کے اچھائی کے بھیڑیے کو زندہ

کروں گی۔۔۔۔۔ یہ آسان نہیں ہے مگر ناممکن بھی نہیں  
ہے۔۔۔۔۔ "وہ پختہ ارادہ بناتے کھڑی ہو گئی۔

میری جگہ کوئی اور ہوتی تو اس کا ایسا ماضی جاننے کے بعد اسے مڑ کر  
بھی نہ دیکھتی۔۔۔۔۔ پر میرے دل میں اب بھی اس کے لیے محبت  
برقرار ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ یہ محبت پاک ہے۔۔۔۔۔ اللہ نے مجھے چنا  
ہے اس کے لیے۔۔۔۔۔ اب یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اسے  
اچھا انسان بناؤں۔۔۔۔۔ ہر انسان کو اپنے آپ کو سدھارنے کا ایک  
موقع تو ملنا چاہیے۔۔۔۔۔ "وہ ایک امید بھری آہ بھرتے ہوئے  
اٹھی اور گیٹ کے جانب بڑھ گئی۔

ناشتہ تو کر لو۔۔۔۔۔ "مام نے کچن سے آواز دی۔"

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □

وہ دونوں خاموشی سے آخری کے قطار میں آکر بیٹھ گئے۔ ایک گھنٹہ  
تک ان کا درس سننے کے بعد ارحام امام صاحب سے ملنے چلا گیا۔

Good to see you again irhaam....  
how are you doing....

انہوں نے ارحام کا ہاتھ تھامے شدت سے جنبش دیتے مصافحہ کیا۔  
ارحام ان کا یہ خلوص دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

حدیل نہیں آئی۔۔۔۔۔ "اسے اکیلے دیکھ کر امام صاحب نے"  
حیرت سے سوال کیا۔

جی وہ آپ کی مسز کے پاس ہے۔۔۔۔۔ "اس نے قدرے جھجکتے"  
ہوئے جواب دیا۔ اس کے لہجے میں نہ وہ مٹھاس تھا اور نہ ہی زبان میں  
وہ نرمی۔ اسے ان سے بات کرنے میں جھجک ہو رہی تھی۔

اوو آئی سی۔۔۔۔۔ سچ اے نائس گرل شہی از۔۔۔۔۔ 10 سال کی"  
تھی جب میری سٹوڈنٹ بنی۔۔۔۔۔ اس کے والدین اسلام سے  
واپس پھر گئے تھے اور اس کی مام نے ان سے طلاق لے لی  
تھی۔۔۔۔۔ شروع شروع میں وہ بہت چڑچڑی رہتی۔۔۔۔۔ اپنے

ڈیڈ کو بہت یاد کرتی تھی۔۔۔۔۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ اس کا اپنے باپ کو کھونے کا دکھ ختم ہوتا گیا۔۔۔۔۔ لیکن ماں اور باپ گاڑی کے دو پہیوں کی طرح ہے۔۔۔۔۔ ایک بھی پہیہ نہ رہے تو بچوں کے زندگی کا توازن بگڑ جاتا ہے۔۔۔۔۔ اللہ حدیل کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔۔۔۔۔ "انہوں نے حدیل کے ڈیڈ پر افسوس کرتے ہوئے وضاحت پیش کی۔

ارحام چند لمحے انہیں دیکھتا رہا۔ پھر ان کے آفس کیبن کے جانب بڑھ گیا۔ آفس کے اندر وہ معذور عمر رسیدہ خاتون آج بھی کھڑکی کے پاس ویل چیئر پر بیٹھی تھی۔ ارحام ان کے پاس آیا اور دوزانو ہو کر ان کے جھریوں بھرے چہرے کو دیکھنے لگا۔ ایک سکون سا تھا ان کے چہرے پر جو ارحام کو اطمینان بخش رہا تھا۔

اووو۔۔۔ کیا انہیں کچھ چاہیئے تھا۔۔۔۔۔ "امام صاحب نے"  
ارحام کو اپنی ماں کے پاس بیٹھے دیکھ کر پوچھا تو ارحام نے نفی میں سر  
ہلا دیا۔

کب سے ایسی ہے یہ۔۔۔۔۔ "وہ امام صاحب کے سامنے آکر بیٹھ"  
گیا۔

میں 35 سال کا تھا۔۔۔۔۔ جب انہیں برین اسٹروک "  
ہو گیا۔۔۔۔۔ تب مجھے ارب عمارات سے اسکا لرنے کی آفر ہوئی  
تھی۔۔۔۔۔ سب نے مجھے کہا انہیں اولڈ اتج ہاوس میں دیں کر اپنی  
فیملی لیئے چلا جاؤں۔۔۔۔۔ ایسا موقع بار بار نہیں آتا۔۔۔۔۔ "55  
سالہ امام صاحب نے مسکراتے ہوئے اپنی ماں کو دیکھا۔

پر میں سوچتا ہوں وہ اولاد بہت ہی بد بخت ہے جو بوڑھے ماں باپ کو "خود پر بوجھ سمجھ کر اولڈ ایج ہاؤس بھیج دیتے ہیں۔۔۔۔۔ جب ہم چھوٹے تھے ان پر انحصار کرتے تھے ان کے پاس بھی اپنا کیریئر بنانے ایسے کئی مواقع آئیں ہونگے۔۔۔۔۔ تب کیا انہوں نے ہمیں کسی اور کو دیا تھا۔۔۔۔۔ تو اب جب انہیں ہماری ضرورت ہے۔۔۔۔۔ یہ ہمارے محتاج ہے۔۔۔۔۔ ہم ان سے منہ کیوں پھیر لیں۔۔۔۔۔ ماں اور باپ تو وہ ہنستی ہے۔۔۔۔۔ جن کو مسکرا کر دیکھنے پر بھی ثواب ملتا ہے۔۔۔۔۔ یہ تو اللہ کے تخلیق کردہ رشتوں میں سے سب سے عظیم رشتہ ہے۔۔۔۔۔" ان کا لہجہ نرم اور سحر کن تھا۔

میں یہاں آتے روزانہ سے گھر پر رک کر آرام کرنے کا کہتا "ہوں۔۔۔۔۔ لیکن ان کا کہنا ہوتا ہے۔۔۔۔۔ انہیں آرام مجھے دیکھ کر ملتا



ہے۔۔۔۔ اور بضد میرے ساتھ آ جاتی ہے۔۔۔۔ سارا وقت مجھے دیکھتی رہتی ہے۔۔۔۔ بس یہی ان کی زندگی ہے۔۔۔۔ "انہوں نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

ارحام کی آنکھیں ڈبڈبائی تھیں۔ اسے یاد آیا اس کے پیدائش کے بعد کرن نے اپنی سوشل ایکٹیویسٹ کی جاب سے استعفیٰ دے دیا تھا اور جب وہ 10 سال کا ہوا اس نے اپنے لکھاری کا کام بھی ترک کر دیا تاکہ اپنے بچوں کو وقت دے سکے۔ عائرہ تو پھر بھی ماما اور ڈیڈ کی فرمانبردار تھی لیکن اس نے کیا کیا تھا۔ سوائے دکھ تکلیف اور رسوائی کے کیا دیا تھا۔

میں حدیل کو دیکھ کر آتا ہوں۔۔۔۔ پتہ نہیں اتنی دیر کہاں رہ " گئی۔۔۔۔ "وہ امام صاحب سے معذرت کرتا اٹھ گیا۔

اچھا لگانا۔۔۔۔۔ اگلے جمعہ پھر آئیں گے۔۔۔۔۔ "حدیل نے"  
ٹوسٹ کھاتے ہوئے پیشکش کی۔

وہ دونوں ہالفا ٹائم بریک کے دوران کیفیتِ ریاضی میں بیٹھے حدِ دل کا لایا  
ناشتہ کر رہے تھے۔

"حدیل۔۔۔۔۔ تمہیں اب بھی اپنے ڈیڈ یاد آتے ہیں۔۔۔۔۔"

ارحام نے نرم لہجے میں پوچھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حدیل کا دل دکھ جائے۔

ہنتمم کبھی کبھی۔۔۔۔۔" اس نے عام انداز میں سر کو جنبش دیا۔"

ملنے کا دل نہیں کرتا۔۔۔۔۔" سوال تجسس بھرا ہوا۔"

کرتا ہے۔۔۔۔ خاص کر جب کسی کمپیٹ فیملی کو دیکھتی "ہوں۔۔۔۔ تب بہت دل کرتا ہے میری بھی ایسی فیملی ہوتی۔۔۔۔ ایک دو اور بھائی یا بہن ہوتے۔۔۔۔ لیکن پھر سوچتی ہوں۔۔۔۔ شاید اسی میں میرے لیے خیر ہو۔۔۔۔" وہ نیپکن کو ہونٹوں پر تھپتھپا کر مسکرائی۔

اس رات ارحام کو اپنی فیملی کی بہت شدت سے یاد آرہی تھی۔ خاص کر ماما کی۔ وہ سوتے سوتے اٹھ جاتا۔ دل میں بہت بے چینی ہو رہی تھی۔

انسان کو اپنے بے بس ہونے کا اندازہ تب ہوتا ہے جب وہ کسی دل عزیز دیکھنے کے لیے ترس جائے۔

آخر کار بے بسی سے اٹھ کر اس نے موبائل فون اٹھایا اور ماما کا موبائل نمبر ڈائل کیا۔ ایک وہی نمبر اسے زبانی آتا تھا۔

ہیلو۔۔۔۔۔ ہیلو۔۔۔۔۔ کون ہے۔۔۔۔۔ "پاکستان میں اس" وقت آدھی رات کے دو بج رہے تھے۔ کرن نے عنودگی میں کال اٹھائی پر کوئی بول نہیں رہا تھا۔

وہی دوسری جانب ارحام لب سختی سے مینچھے اتنے عرصے بعد ماما کی آواز سن کر اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ اس کے اضطراب میں اضافہ ہونے لگا تو اس نے بنا کچھ کہے کال کاٹ دی اور آنکھیں بند کر کے لمبی سانس لیتے ہوئے خود کو نارمل کرنے لگا۔ دوسرے طرف کرن کو کچھ کھٹکا۔ وہ اپنے بیٹے کی خاموشی بھی پہچان گئی تھی۔ اس نے کال لاگ سے اس نمبر کو واپس ملانا چاہا پر وہاں محض

تم نے کوئی خواب دیکھا ہو گا۔۔۔۔" رانا صاحب اس کے کھلے کھلے "چہرے کو دیکھنے لگے۔ ارحام کے صرف ایک فون کال سے وہ اتنا کھل گئی تھی۔

نہیں میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔۔۔۔ کال آئی تھی اور ارحام کی " تھی۔۔۔۔۔ میرا دل کہہ رہا ہے وہ ارحام ہی تھا۔۔۔۔۔ " اس نے نفی میں سر ہلاتے اپنا موبائل رانا صاحب کو دکھایا۔

رانا صاحب نے موبائل لے کر دس منٹ پہلے آئے نمبر پر کال ملائی لیکن رنگ نہیں جا رہی تھی۔

یہ تو کوئی نمبر ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔ رنگ بھی نہیں جا رہی اس " پر۔۔۔۔۔ " رانا صاحب نے مایوسی سے کرن کے جانب دیکھا۔ اس کا چہرہ پھر سے مڑ جھا گیا تھا۔

اس نے ادا اس ہوتے رانا صاحب کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ چند لمحے کی خوشی پھر سے خاموشی اختیار کر گئی تھی۔ انہوں نے کرن کو دلا سے دینے اس کے گرد بازو مائل کر دیئے۔

XX

دو سے تین جمعہ باقاعدگی وہ امام داود کا درس سننے جاتا رہا تھا اور اس کے روپے میں بہت مثبت بدلاؤ بھی آگیا تھا جب ایک دن اس نے ریمو کو حدیل کے ساتھ دیکھ لیا۔ وہ کالج چھٹی کے وقت ارحام کی منتظر کھڑی تھی۔

تم تو مجھ سے بات ہی مت کرو۔۔۔۔۔ مجھے پتہ لگ گیا ہے۔۔۔۔۔" میری برتھ ڈے پارٹی میں ارحام کے ڈرنک میں تم نے کچھ ملایا تھا نا۔۔۔۔۔" حدیل ہاتھ سینے پہ باندھے اسے جھڑک رہی تھی۔

سو واٹ۔۔۔۔۔ تم اس پر اتنا لٹو کیوں ہو۔۔۔۔۔ ایسا کیا ہے اس میں جو مجھ میں نہیں ہے۔۔۔۔۔" ریمو نے ارحام کا مزاق اڑاتے ہوئے اپنے آپ کے جانب اشارہ کیا۔

"تمہیں اس سے مسئلہ کیا ہے۔۔۔۔۔ مت تنگ کرو اسے۔۔۔۔۔"  
حدیل نے قدرے درشتی ہے کہا۔

کیا ہے وہ میرے سامنے۔۔۔۔۔ میں چاہوں تو اسے ایک منٹ میں"  
واپس ڈی پورٹ کروا سکتا ہوں۔۔۔۔۔ وہ تو تمہارا لحاظ کرتے کوئی  
ایکشن نہیں لیتا۔۔۔۔۔" غرور سے اپنا کالرا چکاتے ہوئے کہا۔

تم ایسا نہیں کرو گے۔۔۔۔۔" حدیل کا دل دہل گیا۔"  
میرے ڈیڈ کی پاکستان ایمبیسی میں بہت پہچان ہے۔۔۔۔۔ میرے"

کو اٹھا کر پاکستان پٹخ lover ایک شکایت پر وہ تمہارے  
دینگے۔۔۔۔۔ اور اگر تم نہیں چاہتی میں اسے ڈی پورٹ نا  
کرواؤں۔۔۔۔۔ تو تمہیں مجھ سے اچھے سے پیش آنا ہوگا۔۔۔۔۔



میری ہر بات ماننی ہوگی۔۔۔۔۔" وہ حکم صادر کرتا گردن اکھڑا کر بولا  
اور آنکھ مارتے ہوئے حدیل کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

حدیل دوہری کیفیت کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ اس معاملے کو نرمی سے  
سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی جب ارحام تیزی سے آیا اور ریمو پر  
جھڑپ پڑا۔

How dare you touched her.....  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

بپھرے شیر کے مانند وہ غرایا اور ریمو کو مارنے لگا۔ حدیل کی آنکھیں  
کھلی رہ گئی۔ اسے وہاں درپیش حالت کو سمجھنے میں چند ثانیے لگے۔ وہ  
ارحام کو پکارتی اسے روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ ان کا ایک اور  
دوست، جس سے ارحام کی بھی اچھی دوستی تھی وہ بھاگتا ہوا آگے آیا  
اور ارحام کو بازوؤں میں جکڑ کر ریمو سے دور کیا۔

کیوں لڑ رہے ہو۔۔۔۔۔ کیا ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ "حدیل اس کے" سامنے آکر اونچی آواز میں پوچھ رہی تھی۔

ہاتھ کیوں رکھا تھا اس نے۔۔۔۔۔ "وہ ریمو کے جانب اشارہ" کرتے دھاڑا۔

جو مجھے ٹچ کرے گا تم اسے مارو گے۔۔۔۔۔ "اس نے شکوہ کن انداز" میں سوال کیا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

ہاں ماروں گا۔۔۔۔۔ اور ایسے راسکل کو تو جان سے مار دوں

گا۔۔۔۔۔ "ارحام دہشت سے سرخ ہوتے پھر سے ریمو کے جانب زور لگانے لگا۔ حدیل کے آبرو پھیل گئے۔

محبت میں اتنا شدت پسند ہونا تو بنتا ہے کہ جو آپ کا ہو، وہ کسی اور کا نہ ہو اور ارحام کے تو خون میں یہ صفت شامل تھی۔

----- "وہ اس let's go ارحام----- چلو یہاں سے-----"  
کا بازو پکڑے اسے ساتھ لے جانے لگی۔

دیکھ لوں گا تجھے----- اب میں بتاتا ہوں----- کتنی بڑی"  
غلطی کر دی ہے تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھا کر----- "ریہو نے زمین  
سے اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے زہر خند لہجے میں صدا لگائی۔  
"ارحام پلیز نووو----- میری خاطر----- پلیز ززز-----"  
ارحام نے اسے ردوبد کہتے دوبارہ جھڑپ کرنا چاہی لیکن حدیل اس  
کی منت کرنے لگی۔

حدیل کو لگا تھا امام صاحب کے اسباق سے اس نے کچھ ناچھ سیکھا ہے  
وہ بدل گیا ہے لیکن آج اس کا یہ روپ دوبارہ دیکھ کر اسے اپنی محنت  
پانی میں ملتی نظر آرہی تھی۔

XX

یہ تم نے ٹھیک نہیں کیا ارحام۔۔۔۔۔ "حدیل ایک ہاتھ کمر پر"  
رکھے اور ایک ہاتھ سے سر پکڑے دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہی  
تھی۔

ارحام اس کے گھر کے لاؤنج میں میمونہ آنٹی سے ساتھ بیٹھا تھا۔  
اب تو وہ چپ نہیں رہے گا۔۔۔۔۔ اس نے مجھ سے پہلے ہی کہا"  
تھا۔۔۔۔۔ وہ تمہیں ڈی پورٹ کروادے گا۔۔۔۔۔ "وہ لب کاٹنے  
لگی۔

کچھ نہیں کر سکتا وہ۔۔۔۔۔ "اس نے لمبی سانس لیتے سرد مہری سے"  
کہا۔

وہ کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ اس کے ڈیڈ پیرس کے بہت بڑے جانے "مانے بزنس مین ہے۔۔۔۔۔" حدیل اسے سمجھانے کی کوشش کرنے لگی۔ ارحام نے استخزیہ مسکرا کر ہونہہ کرتے سر جھٹکا۔ اس سے پہلے وہ ایمبسی کو خبر کر دے۔۔۔۔۔ تمہیں ابھی مجھ سے "شادی کرنی ہوگی۔۔۔۔۔" وہ ایک راہ حل نکالتے ہوئے بولی۔ واٹ۔۔۔۔۔ "ارحام کھڑا ہو گیا۔" ٹرائی ٹوانڈر سٹینڈ۔۔۔۔۔ تمہیں یہاں کی کسی شہری سے شادی "کر کے لیگل ڈاکیومنٹس چاہیے۔۔۔۔۔ وہ بھی جلد از جلد۔۔۔۔۔" حدیل نے اس کا بازو پکڑے جھنجوڑا۔ میں تم سے کسی صورت شادی نہیں کروں گا۔۔۔۔۔ "وہ اپنا بازو "چھڑا کر دو قدم آگے ہو گیا۔

حدیل کا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ اسے ارحام کے الفاظ دل میں  
اتارنے میں وقت لگا۔

صرف یہاں کی شہریت پانے تک۔۔۔۔۔ فیک شادی ہی کر "  
لو۔۔۔۔۔ ورنہ تمہیں ڈی پورٹ کر دیں گے۔۔۔۔۔" حدیل کے  
چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

چاہے مجھے ڈی پورٹ ہی کیوں نہ کر دیں۔۔۔۔۔ پر میں ریکل یا فیک "  
کسی بھی طرح تمہیں خود سے نہیں جوڑ سکتا۔۔۔۔۔" وہ اپنی بات پراڑا  
رہا۔

ارحام۔۔۔۔۔ یہ وقت ضد کرنے کا نہیں ہے۔۔۔۔۔ مام آپ سمجھاؤ "  
نا اسے۔۔۔۔۔" وہ جذباتی ہونے لگی۔ اس نے مام کے جانب رخ  
کیا۔ وہ بھی پریشان سی کھڑی رہی۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔ میں سیم سے فیک شادی کر لوں گا۔۔۔۔۔ پر تم " سے نہیں۔۔۔۔ " ایک اور لفظوں کا وار کیا گیا۔

حدیل کا دماغ مفلوج ہونے لگا۔ کتنی آسانی سے وہ کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرنے تیار تھا پر اسے نہیں۔

سیم کو معاملہ سمجھانے میں وقت لگے گا اور ہمارے پاس اتنا وقت " نہیں ہے۔۔۔۔۔ تم اپنی مرضی سے نہیں مان رہے تو زبردستی ہی سہی۔۔۔۔۔ میری اور تمہاری آج ہی شادی ہوگی۔۔۔۔۔ چاہے فیک ہو یا ریکل۔۔۔۔۔ میں وکیل انکل کو کال کرتی ہوں۔۔۔۔۔ " اس نے ہاتھ اٹھا کر اعلانیہ صورت فیصلہ سنایا اور اپنے روم کے جانب بھاگ گئی۔

ارحام کمر پر ہاتھ رکھے تیج و تاب کھاتا رہ گیا۔

ویسے وہ ٹھیک تو کہہ رہی ہے۔۔۔۔۔ تم اس کی بات مان کیوں " نہیں لیتے۔۔۔۔۔ "میمونہ آنٹی نے ہمدردی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

جانتا ہوں۔۔۔۔۔ پر میں اسے مزید افیت نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔ " پہلے ہی میری محبت میں وہ روز کسی ناکسی تکلیف میں مبتلا ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ جھوٹ ہی صحیح پر وہ مجھ سے کسی بھی رشتے میں جڑ گئی۔۔۔۔۔ تو سوائے دکھ درد تکلیف کے اسے کچھ نہیں ملے گا۔۔۔۔۔ ابھی میرے چھوڑ جانے پر وہ پانچ دس دن روئے گی واویلا کرے گی۔۔۔۔۔ لیکن خود کو سنبھال لیں گی۔۔۔۔۔ مگر رشتہ جڑ گیا تو اس کی مجھ سے امیدیں وابستہ ہو جائیں گی۔۔۔۔۔ اور تب میرے چھوڑ جانے پر وہ ٹوٹ جائے گی۔۔۔۔۔ میں ایک مرتبہ پھر اسے اس



افیت سے دوچار نہیں کر سکتا جس میں وہ اپنے ڈیڈ سے دور ہونے پر  
ہوئی تھی۔۔۔۔۔"اپنے جذبات بیان کرتے ارحام کی آواز لرز نے  
لگی۔ تیز تیز بولنے سے اس کی سانس چڑھ گئی تھی۔

ایک بات پوچھوں۔۔۔۔۔سچ بتاؤ گے۔۔۔۔۔آئی پراس میں "  
حدیل کو نہیں بتاؤں گی۔۔۔۔۔

**NOVELS MAFIA**  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

Do you love her.....

میمونہ آنٹی نے ترحم آمیز نگاہوں سے ارحام کو دیکھتے ہوئے سوال  
کیا۔

ارحام نے لب میچھے رخ ان کی جانب کیا اور ان کی آنکھوں میں  
دیکھتے معصومیت سے سر اثابت میں ہلایا۔

آنٹی کی آنکھیں بھگنے لگی تھی۔ ان کی بیٹی کو تکالیف سے بچانے وہ  
جوان اپنی محبت دل میں دبا کر ساری اذیت اکیلے برداشت کرنے کو  
آمادہ تھا۔

انہوں نے ایک گہری سانس لی اور اس کا کندھا تھپتھپا کر حدیل کے  
کمرے کے جانب چلی گئی۔ ارحام کرب سے آنکھیں بند کر کے بہت  
سے جذبات کا اپنے اندر دفنانے لگا۔  
مام وکیل انکل کا کانٹیکٹ نمبر نہیں مل رہا۔۔۔۔۔ کہاں لکھا تھا آپ"  
نے۔۔۔۔۔" اس نے دو سے تین ڈائری ٹول لی تھی اور اب بھی  
نمبر کے تلاش میں تھی جب مام کو اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ  
کر اس نے سوال کیا۔

مام نے اسے کندھوں سے تھام کر بیڈ پر بیٹھا اور خود اس کے ساتھ بیٹھ کر نفی میں سر ہلا دیا۔

چھوڑ دو۔۔۔۔۔ وہ نہیں کرے گا تم سے شادی۔۔۔۔۔ وہ اپنے "

من کا مالک ہے۔۔۔۔۔ خود ناچا ہے تو تم چاہے لاکھ کوشش کر

لو۔۔۔۔۔ وہ نہیں مانے گا۔۔۔۔۔ "مام نے اس کے چہرے کے

گرد ہاتھوں کا پیالہ بناتے ہوئے کہا۔

مام اسے روک لو۔۔۔۔۔ وہ چلا گیا تو میں جی نہیں سکوں گی۔۔۔۔۔ "

یونو ہاویچ آئی لو ہم۔۔۔۔۔ پلیز ز ز مام کچھ کرو۔۔۔۔۔ اسے ڈی

پورٹ ہونے سے بچالو۔۔۔۔۔ ڈوسم تھنگ۔۔۔۔۔ "وہ زارو

قطار روتی مام کے سینے سے لگ گئی۔

اپنی بیٹی کو یوں بکھرتا دیکھ کر میمونہ بیگم کے آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے تھے۔ وہ ناتب اس کے ڈیڈ کوروک سکی تھی ناب ارحام کوروک پارہی تھی۔

XX

پیرس میں سردیوں کا آغاز ہو چلا تھا۔ اسی کے ساتھ لوگوں نے گرم کپڑے زیب تن کرنا شروع کر دیئے تھے۔  
وہ جینز اور بلیوہائی نیک پر بلیک لانگ کوٹ پہنے سر پر ترچی کیپ پہنے آئفل ٹاور کے سامنے کھڑا سراونچا کر کے اس عجوبہ کو دیکھ رہا تھا۔  
سر۔۔۔۔۔ چلیں۔۔۔۔۔ ایکمبسی میں بلایا ہے۔۔۔۔۔ "بہزاد"  
نے اسے مخاطب کیا تو وہ پیچھے مڑا۔

وہ ہم کر کے سر کو اثابت میں جنبش دیتے اس کے ہمراہ اگلے پڑاؤ پر  
روانہ ہو گیا۔

ایمبیسی کے اندر وہ دونوں داخل ہوئے تو ریمو اپنے ڈیڈ کے ہمراہ  
آفس میں بیٹھا بہزاد کے ایک اور ہم منصب سے فریج میں مہو گفتگو  
تھا۔ اس نے پاس میں سے گزرتے ہوئے ریمو کے زبانی ارحام کا نام  
سنا تو ٹھٹک گیا۔

تم کیسے جانتے ہو اسے۔۔۔۔۔ کہاں ہے وہ۔۔۔۔۔ "وہ اُلٹے"  
قدم ان باپ بیٹھے کے پاس آیا اور ریمو کو کالر سے جکڑ کر تند لہجے میں  
پوچھا۔

"اس کے بارے میں حدیل فرانسیسکو اچھے سے بتا سکتی ہے۔۔۔۔۔"

ریمو اس جوان کے آنکھوں میں ارحام کا نام سنتے دہشت در آتے دیکھ کر کنکارہ۔

کون حدیل فرانسیسکو۔۔۔۔۔" اس نے حدیل کا نمبر اور گھر کا پتہ"

نوٹ کر کے بہزاد کو اشارہ کیا اور باہر کے جانب لپکا۔

یہ کون تھا۔۔۔۔۔" ریمو نے سامنے بیٹھے آفسر سے پوچھا۔"

ارحام کاریٹرن ٹکٹ۔۔۔۔۔ وہ دو دن سے زیادہ پیرس میں تو کیا"

یورپ میں بھی نظر نہیں آئے گا۔۔۔۔۔ آپ بے فکر

رہیں۔۔۔۔۔" آفسر نے اسے ارحام کو واپس پاکستان بھیجنے کی یقین

دہانی کروائی تو ریمو نے سکون کا سانس لیا اور ہونٹوں پر اطمینان بھری

مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

XX

مس حدیل فرانسسکو۔۔۔۔۔ "بہزاد نے دروازے پر کھڑی 18"

سالہ لڑکی سے فریج میں اس کا تعارف پوچھا۔

یس۔۔۔۔۔ آپ کون۔۔۔۔۔ "حدیل کو وہ دونوں مرد مشکوک"  
لگے۔

ہم پاکستان ایمبیسی سے ہیں۔۔۔۔۔ ارحام مبشر کہاں"  
ہے۔۔۔۔۔ "دو ٹوک انداز میں پوچھا گیا۔

حدیل کے آبرو پھیل گئے وہ خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے دروازہ بند کرنا  
چاہا پر اس نوجوان نے اپنا پیر درز میں پھنسا دیا اور زور سے دھکے دے  
کر دروازہ پورا کھول دیا۔ حدیل چیخ مارتی پیچھے ہو گئی۔

Don't try to be smart with me miss  
hadeel....

وہ اندر آتے ہوئے پھنکارہ۔

میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔۔۔۔۔ بس مجھے ارحام کا پتہ "  
دے دو۔۔۔۔۔" وہ آگے آتا گیا۔ حدیل کا دل دہل گیا وہ پیچھے ہوتے  
ہوتے دیوار سے لگ گئی۔  
آپ اسے کوئی نقصان تو نہیں پہنچاؤ گے۔۔۔۔۔ "حدیل نے"  
فکر مندی سے پوچھا۔

بلکل نہیں۔۔۔۔۔ "اس نے شیطانی مسکراتے آبرو اٹھائے سر نفی "  
میں ہلایا۔



اس کے اردو سے آشنا ہونے سے بے خبر وہ دونوں انگلش میں گفتگو کر رہے تھے۔

پراگرم نہیں بتاؤ گی تب اسے ضرور تکلیف پہنچے گی۔۔۔۔۔اب " اچھی بچی بنو۔۔۔۔۔اور اس سے پوچھو اس وقت کہاں ہے۔۔۔۔۔" وہ اس کا راستہ چھوڑتے سامنے سے ہٹا پر اس کی نظریں مسلسل حدیل کے حرکات مشاہدہ کرنے لگی تھی۔

ٹرسٹ آس مس حدیل۔۔۔۔۔ہم ارحام کے ساتھ پورا تعاون " کریں گے۔۔۔۔۔" بہزاد نے اسے قائل کرنے کی کوشش کی۔

میں کیسے یقین کر لوں۔۔۔۔۔جب تک مجھے پروف نہیں مل " جائے۔۔۔۔۔میں کچھ نہیں بتاؤ گی۔۔۔۔۔" وہ اپنے اعتماد میں واپس آگئی تھی۔

اس نے اففف کرتے لمبی سانس لی اور اپنا موبائل نکال کر کچھ تصاویر حدیل کو دکھائے۔

اس سے زیادہ پروف چاہیے۔۔۔۔۔ "اسے طیش آنے لگا تھا۔ لیکن" وہ کسی صنف نازک سے بد تمیزی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ تصاویر دیکھ کر حدیل ساکت ہو گئی تھی۔ اس نے بے دلی سے موبائل اٹھایا اور میسج ٹائپ کیا۔ جواب موصول ہوتے اس سے پہلے حدیل پڑھتی اس نے حدیل کے ہاتھ سے موبائل چھپٹا اور خود میسج کا ریپلائے پڑھا۔

میں ساتھ چلوں گی۔۔۔۔۔ "حدیل نے اپنا موبائل واپس لیا اور ان" سے پہلے گھر سے باہر نکل گئی۔ وہ کسی صورت ارحام کو اکیلے خطرے میں نہیں ڈال سکتی تھی۔

اس کے سر زوری پر وہ تپ کر رہ گیا لیکن مجبوراً اسے ساتھ لیں جانے پر راضی ہو گیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ارحام پل پر چہل قدمی کرتے حدیل کا منتظر تھا جب اسے اپنے پیچھے قدم بہ قدم ملا کر کسی کا چلنا محسوس ہوا۔ وہ الرٹ ہو گیا اور احتیاطاً مڑا ہی تھا کہ اس کے گال پر زوردار ضرب لگی۔ وہ ایک جانب ڈھلک گیا۔

حدیل کی سانس رک گئی اس نے بہزاد کو دیکھا پر وہ ہاتھ سینے پر باندھے سپاٹ تاثرات بنائے سامنے دیکھ رہا تھا۔

ارحام کو شک لگا۔ وہ آنکھیں بڑی کر کے سیدھا ہوا کہ ایک اور اتنا ہی زوردار گھونسہ دوسرے گال پر پڑا۔ ارحام کے عصاب تن گئے اور حدیل نے اپنی چیخ روکنے منہ پر ہاتھ رکھ دیئے۔

اس کی آنکھوں میں دہشت در آئی تھی۔ وہ جوابی وار کرنے ہاتھ ہوا میں بلند کر کے مڑا کہ ٹھٹک گیا۔ اس کے پیر منجمد ہو گئے۔ ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ کچھ پل وہ سانس لینا ہی بھول گیا تھا۔ وہ پھٹی نظروں سے سامنے کھڑے سراپے کو دیکھنے لگا۔

سفیان نے ترچی کیپ ہٹائی اور گردن اکھڑا کر اسے دیکھا۔ ارحام کا رنگ زرد پڑنے لگا تھا اور سفیان کا سرخ۔ وہ دانت پر دانت جمائے ہوئے ایک اور ضرب لگانے آگے بڑھا۔ ارحام اپنی جگہ بنارہ عمل اس کا ضرب کھانے کو ساکت کھڑا رہا۔

نووو پلیر زرز زرز۔۔۔۔۔ "حدیل کی چیختی آواز سفیان کے سماعتوں"  
میں پڑی۔

وہ اسے ارحام کو مارنے سے روکنے لگی۔ سفیان کا مٹھی بنا ہاتھ پہلو میں  
جاگرا۔ اس نے ایک کٹیلی نظر حدیل کو دیکھا۔ اس کی سبز آنکھوں  
میں آنسو آگئے تھے۔

سالے میں تجھے پورے پاکستان میں ڈھونڈ رہا ہوں۔۔۔۔۔ اور تو"  
یہاں عیاشی کر رہا ہے۔۔۔۔۔ "سفیان نے غراتے ہوئے ارحام  
کے سینے پر دھکے دے مارا وہ دو قدم پیچھے لڑکھڑا گیا۔

دل تو کر رہا ہے تیرا منہ توڑ دوں سالے۔۔۔۔۔ "غصہ اپنی جگہ"  
برقرار تھا۔

گالی نہیں دینا۔۔۔۔۔ "ارحام نے ڈرتے ہوئے اسے ٹوکا۔"

گالی نہیں دے رہا۔۔۔۔۔ جیجا سالے والا سالابول رہا ہوں۔۔۔۔۔"

ایڈیٹ۔۔۔۔۔"اس نے ارحام کے شرٹ کا کالر کھینچ کر اسے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔

سفیان کے گلے لگتے ارحام کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ وہ لمس وہ خوشبو وہ احساس۔ اپنے خون کا وہ جوش اسے موم کر رہا تھا۔ اسے سفیان کے لمس سے، اس کے انگ انگ سے اپنے ڈیڈ ماما اور عائرہ کا لمس محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے آنکھیں سختی سے میٹھے سفیان کے گرد حصار کو مضبوط کر دیا۔ اس کا دل کیا وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے۔

خونی رشتوں کی یہی مجبوری ہوتی ہے کہ انہیں ایک دوسرے کو معاف کرنا ہی ہوتا ہے۔ سفیان بھی ارحام پر لاکھ غصہ سہی پر اسے

اپنے سینے سے لگائے وہ اس وقت اس کے سات خون بھی معاف کرنے کو تیار تھا۔

کیسا ہے۔۔۔۔۔ بہت بڑا ہو گیا ہے ہااا۔۔۔۔۔ باڈی بلڈ ربن گیا " ہے۔۔۔۔۔ " اس نے ارحام کے مضبوط بازو کو چھو کر سرتا پیرا سے دیکھتے خود سے الگ کیا۔

ارحام نے پھیکا مسکرا کر پلکیں جھپکا کر گیلی سانس اندر کھینچی۔  
آپ کیسے ہو۔۔۔۔۔ گھر پر سب کیسے ہیں۔۔۔۔۔ عائرہ۔۔۔۔۔ " ماما۔۔۔۔۔ باقی سب۔۔۔۔۔ اور۔۔۔۔۔ ڈیڈ۔۔۔۔۔ " ڈیڈ کے متعلق پوچھتے اس کا چہرہ اتر گیا تھا۔

آو بیٹھو۔۔۔۔۔ " سفیان نے اس کے گرد بازو مائل کیا اور ساتھ " لیئے ایک بیچ پر آکر بیٹھ گیا۔

سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ بس تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔۔۔۔۔ چلو"  
گھر چلتے ہیں۔۔۔۔۔ "اس نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے اس کے  
ہاتھ تھام لیئے۔ ارحام بد مزہ ہو گیا۔

نہیں۔۔۔۔۔ میں نہیں آسکتا۔۔۔۔۔ میں کس منہ سے گھر"  
جاؤں۔۔۔۔۔ کتنا ہرٹ کیا ہے میں نے ماما کو۔۔۔۔۔ کتنی تکلیف  
پہنچائی ہے ڈیڈ کو۔۔۔۔۔ مجھ میں ان کے سامنے جانے کی ہمت نہیں  
ہے۔۔۔۔۔ "وہ مایوسی سے سر جھکا گیا۔ وہ سفیان کو اپنی آنکھوں میں  
امرٹی تکلیف نہیں دکھانا چاہتا تھا۔

بہزاد واپس ایمبسی چلا گیا تھا اور حدیل خاموشی سے ان کی گفتگو سنتی  
رہی۔



ماں باپ اپنے اولاد سے بہت پیار کرتے ہیں۔۔۔۔۔ تم ایک دفعہ "  
سچے دل سے بڑے پاپا اور ماما کو گلے لگا کر ان سے معافی  
مانگو۔۔۔۔۔ دیکھنا وہ کتنے خوش ہوتے ہیں۔۔۔۔۔" سفیان نے ایک  
نئی امید جگائی۔ ارحام اب بھی قائل نہیں ہو سکا تھا وہ نفی میں سر  
ہلاتے اضطراب میں مبتلا ہو گیا تھا۔

تجھے پتا ہے۔۔۔۔۔ تیرے پیچھے کیا کچھ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ رانا "  
ہاوس دو حصوں میں تقسیم ہو کر رہ گیا ہے۔۔۔۔۔ باپ بیٹے جیسے دو  
بھائی الگ ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ محبت کا مثالی جوڑا، بڑے پاپا اور ماما میں  
دوریاں آگئی ہیں۔۔۔۔۔ ذیش کو بزنس میں کتنا لاس ہو گیا  
تھا۔۔۔۔۔ زی کی شادی خطرے میں پڑ گئی تھی۔۔۔۔۔ میرا اور عائرہ

"کارشتہ ٹوٹنے کے موڑ پر آگیا تھا۔۔۔۔۔ اور بڑے پاپا۔۔۔۔۔  
سفیان سانس لینے رکا۔

کیا ہوا تھا ڈیڈ کو۔۔۔۔۔" ارحام کا دل دہل گیا۔ اس پر مانو آسمان "  
ٹوٹ پڑا تھا۔

ہارٹ اٹیک ہوا تھا انہیں۔۔۔۔۔" اس نے افسوس کرتے ہوئے "

کہا۔ سفیان افق میں دیکھتے گویا ہوا۔  
ارحام کا جسم مفلوج ہونے لگا۔ کیا زندگی کے امتحانات ابھی باقی ہے۔  
کیا اس کی اس سے بدتر آزمائش ابھی رہتی ہے۔

(ماضی)

ارحام کو گھر چھوڑے ابھی دو دن ہی ہوئے تھے۔ کرن کی خفگی اب بھی برقرار تھی۔ رانا صاحب کو اس کا یہ رویہ کھٹکتا تھا اس لیے انہوں نے روحان اور ذیشان کے ساتھ پھر سے آفس جوائن کر لیا تھا۔

ابھی وہ آفس کے احاطے میں داخل ہوئے تھے کہ ان کی کار پر میڈیا رپورٹرز کا حملہ ہوا۔ رانا صاحب سمیت روحان اور ذیشان بھی حیران رہ گئے۔

سیکیورٹی گارڈز دھکم پیل کرتے رپورٹرز کے جھمکے کو کار سے دور کرنے لگے۔ لیکن وہ کسی صورت ان کو راستہ نہیں دیں رہے تھے۔

ابھی رانا صاحب کار سے اترے تھے کہ میڈیا والوں نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔

ہمارے ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ آپ کے ٹین اتج بیٹے نے بے " دردی سے ایک معصوم بچی کاریپ کیا ہے۔۔۔۔۔ " ایک میڈیا رپورٹر نے سوالوں کی بھرمار کر دی۔  
رانا صاحب کے آبرو پھیل گئے۔

غلط سنا ہے۔۔۔۔۔ میرے بیٹے نے کسی کاریپ نہیں کیا۔۔۔ " وہ " درشتی سے کہتے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔ روحان اور ذیشان بھی انہیں رانا صاحب سے پیچھے کرنے لگے۔

ثبوت کیا ہے آپ کے پاس۔۔۔۔۔ " دوسرا سوال اچھالا گیا " کیا ایک باپ کی گواہی کافی نہیں ہے۔۔۔۔۔ " رانا صاحب کو غصہ " آنے لگا۔

اگر ایسا ہے تو کہاں ہے آپ کا بیٹا۔۔۔۔۔ سامنے کیوں نہیں " آتا۔۔۔۔۔ اور اس لڑکی کو کہاں چھپا دیا ہے۔۔۔۔۔ " دوسرا سوال بھی اسی بے رحمی سے کیا گیا۔  
نو کمینٹس۔۔۔۔۔ " وہ ان کو مزید جواب دینے دے گریز کرنے " لگے۔

یہ کیا کہیں گے۔۔۔۔۔ ان کے پاس کچھ ہو گا تو کہے گے نا۔۔۔۔۔ " بیٹا تو ناک کٹوا کر بھاگ گیا ہے۔۔۔۔۔ " ایک رپورٹرنے ان پر جملہ کسا۔

ضرور اس لڑکی اور اس کی فیملی کو بھی انہوں نے اپنے پاور سے دبا کر " کہی بھیج دیا ہو گا۔۔۔۔۔ " دوسرے رپورٹرنے اپنے حصے کا اضافہ کیا۔

رانا صاحب، بھائی اور بھتیجے کے حفاظتی بند میں تیز تیز چلتے آفس  
عمارت کے اندر داخل ہوئے۔

جو خود ظالم اور حاکم رہا ہو۔۔۔۔۔ ان کا بیٹا نشئی اور ریپسٹ "  
ہی ہو گا۔۔۔۔۔ نہیں چلے گی نہیں چلے گی۔۔۔۔۔ (rapist)  
امیروں کی سرزوری نہیں چلے گی۔۔۔۔۔ غریبوں کو انصاف  
چاہیئے۔۔۔۔۔" رپورٹرز آفس کے باہر احتجاجی مظاہرہ کرنے  
لگے۔

اپنے بیٹے کے لیے نشئی اور ریپسٹ جیسے الفاظ سن کر رانا صاحب کا سر  
چکرانے لگا۔ بار بار ان رپورٹرز کے زہر خند الفاظ ان کے سماعتوں میں  
گردش کرنے لگے۔ انہوں نے گرنے سے بچنے دیوار کا سہارا لیا۔

اٹھا کر باہر پھینکواں سب کو۔۔۔۔۔ جلد از جلد مجھے یہ سب یہاں " سے چلتے دکھنے چاہیئے۔۔۔۔۔ "روحان اونچی آواز میں مینجر اور سکیورٹی گارڈ کو ڈانٹ لگا رہا تھا۔ اس کے ساتھ کھڑے ذیشان نے جب رانا صاحب کی حالت غیر ہوتی دیکھتی تو حواس باختہ سا ان کے جانب لپکا۔

بڑے پاپا۔۔۔۔۔ آریو او کے۔۔۔۔۔ "اس نے ان کا بازو اپنے " گردن کے گرد مائل کیا اور انہیں سنبھالتے صوفے تک لیں آیا۔ رانا بھائی۔۔۔۔۔ کیوں ان لوگوں کی باتیں دل پر لیں رہے " ہیں۔۔۔۔۔ اپنے آپ کو سنبھالے۔۔۔۔۔ ان لوگوں کو تو بس بات کا پتہ نہ بنانا آتا ہے۔۔۔۔۔ آپ پلیز ٹینشن نہ لیں ہم دیکھ

لینگے۔۔۔۔۔"روحان ان کے پاس بیٹھا ان کے ہاتھوں کو مستاد لاسہ  
دینے لگا۔ ذیشان بھاگ کر ان کے لیے پانی لیں آیا تھا۔

XX

(ماضی)

رانا ہاوس پر بھی اسی طرح کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ لیکن سیکیورٹی گارڈز  
نے بروقت گیٹ بند کر دیا تھا جس سے وہ لوگ گھر کے اندر داخل  
ہونے سے بچ گئے۔

کہاں منہ چھپائے بیٹھی ہے وہ مسز کرن۔۔۔۔۔ جو عورتوں کی "  
مسیحا بنی پھرتی تھی۔۔۔۔۔ بہت بڑے بڑے الفاظ لکھ کر  
مردوں کے ظلموں کے خلاف آواز اٹھایا کرتی تھی۔۔۔۔۔ اب اپنے  
بیٹے کے کرتوت کن الفاظ میں بیان کریں گی۔۔۔۔۔ کیا اس لڑکی



کے لیے آواز نہیں اٹھائے گی جس کی عزت ان کے اپنے بیٹے نے  
پامال کی ہے۔۔۔۔۔ اب کیوں خاموش ہے وہ۔۔۔۔۔ "رپورٹرز لائیو  
شو کرتے زور زور سے چلانے لگے۔

لاؤنج میں بیٹھی کرن سر پکڑے رونے لگی۔ ایک آدھ مرتبہ اس نے  
باہر جانا چاہا لیکن نور اسے روک لیا کرتی۔

نہیں کرن۔۔۔۔۔ یہ وقت ان کے منہ لگنے کا نہیں ہے۔۔۔۔۔"  
اس وقت ان کو ہماری عزت اچھالنے کا نیا موقع مل گیا ہے۔۔۔۔۔  
ابھی ہمیں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہوگا۔۔۔۔۔ "نور اس کے آنسو  
پونچھتی سمجھانے لگی۔

پر ایسے چپ بھی تو نہیں رہ سکتے۔۔۔۔۔ "کرن قائل نہ ہوئی۔"

[illegible]

روحان اور ذیشان سے جب رانا صاحب کی طبیعت سنبھلی نہیں گئی تو انہیں فوراً سے ہسپتال لیں آئیں تھے اور ڈاکٹر کے الفاظ سن کر وہ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنے کی سکت نہیں کر پا رہے تھے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

**Email:** [info@novelsmafia.com](mailto:info@novelsmafia.com)

ہا ہا ہا۔۔۔۔۔ اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔۔۔۔۔ بہت اڑ رہے "   
تھے یہ سارے رانا۔۔۔۔۔ اب انہیں دکھاتی ہوں۔۔۔۔۔   
زاویہ شاہ کا پروپوزل ریجیکٹ کر کے کتنا بڑا خطرہ مول لے لیا ہے ان   
لوگوں نے۔۔۔۔۔ "دوسری جانب کال پر موجود زاویہ شاہ   
کھلکھلا کر ہنس دی۔

میں نے کہا تھا نانا پاپا۔۔۔۔۔ یہ میٹر آپ مجھے سونپ دیں۔۔۔۔۔ "   
اسے میں اپنے طریقے سے ہینڈل کرتی ہوں۔۔۔۔۔ بہت جلد آپ   
کے دشمن خاک میں مل جائے گے۔۔۔۔۔ "زاویہ شاہ نے فخریہ   
انداز میں تیمور شاہ کو مخاطب کیا۔

یہ آپ نے تیمور شاہ کی بیٹی جیسی بات کر دی۔۔۔۔ ہمیں آپ پر "ناز ہے۔۔۔۔" پاپا نے زاویہ کا کندھا تھپتھپایا اور گال سے گال ملاتے اسے سراہا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

روحان اور ذیش نے رانا صاحب کے ہارٹ اٹیک کے متعلق گھر پر کسی کو نہیں بتایا۔ شام گئے تک جب وہ تینوں گھرنا پہنچے تو نور نے فکر مند ہوتے روحان کو کال ملائی۔

رانا بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔۔۔۔ ابھی وہ خطرے سے باہر "ہے۔۔۔۔ لیکن انڈر آبزر ویشن رہیں گے۔۔۔۔ تم کرن اور عائرہ کو فلحال کچھ مت بتانا۔۔۔۔ وہ بہت پریشان ہو جائیں گی۔۔۔۔

ذیش تھوڑی دیر تک گھر آجائے گا۔۔۔۔ میں رانا بھائی کے پاس ہی  
رکوں گا۔۔۔۔ "روحان نے ہدایت دی۔

رانا صاحب کے بابت جان کر نور آبدیدہ ہو گئی تھی لیکن دروازے پر  
عائزہ کو نمودار ہوتے دیکھا تو اپنے آنسو چھپا لیے۔

تھوڑی دیر تک آجائے گے۔۔۔۔ تم فکر مت کرو۔۔۔۔۔ وہ "

سب ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ "نور نے عائزہ کو گلے لگا کر تسلی دی۔  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

یہ معاملہ صرف رانا ہاوس تک ہی محدود نہ رہا تھا۔ زینب اور اس کا  
سسرال بھی اس کے ضد میں آگئے تھے۔

کیا ہوا بیٹا۔۔۔۔۔ آج دیر ہو گئی آنے میں۔۔۔۔۔ "امی جان نے"  
تھکے ماندے ابھتاج اور زینب کو گھر کے اندر داخل ہوتے دیکھ کر  
استفسار کیا۔

زینب شادی کے بعد بھی ماسٹرز مکمل کرنے ابہتاج کے ہمراہ یونیورسٹی  
جایا کرتی تھی۔

کچھ نہیں۔۔۔۔۔ کچھ میڈیا والوں نے روک لیا تھا۔۔۔۔۔"  
ارحام کے متعلق سوال کرنے لگے تھے۔۔۔۔۔" ابہتاج ابو جان کے  
ساتھ صوفے پر بیٹھا۔

زینب کو ناچاہتے ہوئے بھی اپنا آپ قصور وار لگنے لگا۔ وہ خاموشی سے  
کمرے میں چلی گئی۔

تم اب یونیورسٹی نہیں جاو گی۔۔۔۔۔" اگلے دن زینب یونیورسٹی  
کے لیے تیار ہو رہی تھی جب ابہتاج نے قدرے سختی سے تنبیہ کیا۔  
پر آخری سمسٹر ہے۔۔۔۔۔ مس کر دیا تو پورے دو سالوں کی محنت  
ضائع ہو جائے گی۔۔۔۔۔" زینب کو دکھ ہونے لگا۔

میں کلاس سٹوڈنٹس سے نوٹس لیں آیا کروں گا۔۔۔۔۔ گھر بیٹھ " کر ہی پڑھ لینا۔۔۔۔۔ " یہ کہتے وہ اپنا والٹ اور موبائل اٹھائے کمرے سے باہر نکل گیا اور زینب اداس سی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

XX

بات یہی نہیں تھی تھی۔ گھر میں امی جان کا اور ابستام کا رویہ بھی اس کے ساتھ بدلنے لگا تھا۔ ابستام تو غصہ ظاہر کرنے ہو سٹل شفٹ ہو گیا اور امی جان اسے کھری کوٹی سنا کر اپنی دلی کیفیت کا اظہار کرتی۔

توبہ توبہ اب تو گھر سے نکلنا بھی محال ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ "امی جان" گھر لوٹے بلند آواز گویا ہو گئی۔

کیا ہو گیا بیگم۔۔۔۔۔ "حسین صاحب نے آنکھوں پر سے گلاس " ہٹا کر انہیں دیکھا۔



زینب کچن میں رات کے کھانے کا اہتمام کرنے لگی تھی۔ وہ لب  
مینچھے ان کی گفتگو سن کر بھی ان سنی کر رہی تھی۔

اب تو محلے میں بھی نکلنا عذاب ہے۔۔۔۔۔ کبھی میڈیا رپورٹرز "  
گھیر لیتے ہیں تو کبھی محلے کی عورتیں۔۔۔" انہوں نے منہ بھسورتے  
ہوئے کہا۔

جلد بازی کر دی آپ نے ابہتاج کے لیے لڑکی پسند کرنے "  
میں۔۔۔۔۔ ایک مرتبہ اچھے سے پوچھ لیتے خاندان کے بارے  
میں۔۔۔۔۔" وہ سینے پر ہاتھ باندھے ہو نہہ کر گئی۔

آہستہ بولو کچن میں ہے۔۔۔۔۔ سن لیں گی۔۔۔۔۔ اور اس سب میں "  
زینب کا کیا قصور۔۔۔۔۔ نقصان تو اسے بھی ہو رہا ہے۔۔۔۔۔ ابہتاج  
نے اس کے یونیورسٹی جانے پر پابندی تک لگادی ہے۔۔۔۔۔ ہر

دوسرے دن تم کوئی نا کوئی خبر لا رہی ہوتی ہو۔۔۔ اسکا تو گھر سے  
نکلنا بند ہو گیا ہے۔۔۔ اور گھر میں جینا عذاب۔۔۔ "حسین  
صاحب نے دھیمی آواز میں کہا۔

امی جان خاموش ہو گئی تھی۔ زینب اپنے آپ کو کمپوز کرتی کمرے میں  
آگئی۔ لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کا ضبط جواب دے گیا اور  
وہ دروازے کے پر سرٹکا کر رونے لگی۔

XX

کئی دنوں تک عائرہ کو اپنے میڈیکل کالج جاتے آتے ازان حیدر خان  
کا ڈر لگا رہتا تھا۔

اس کا کئی دفعہ سفیان کو گھر کے حالات سے باخبر کے کا دل کرتا مگر پھر  
اس کی مصروفیات کو مد نظر رکھتے ہوئے خاموش ہو جاتی۔

آج میرا انداز بہت پسند آیا نچ صاحبان کو۔۔۔۔ میں نے انگلش " لاءیر کی بولتی بند کردی تھی۔۔۔۔ اور پتہ ہے۔۔۔۔ " اس کی دس دن بعد اس سے کال پر بات ہو رہی تھی اور سفیان دن بھر کی روداد سناتے سناتے چپ ہو گیا۔

کیا بات ہے جان۔۔۔۔ تم اتنی چپ کیوں ہو۔۔۔۔ گھر پر " سب خیریت ہے نا۔۔۔۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔۔۔۔ سفیان نے عائرہ کے مسلسل خاموشی پر استفسار کیا۔

ہاں۔۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔۔۔ اور مجھے کیا ہونا ہے۔۔۔۔ وہ " بس۔۔۔۔ پڑھائی کی ٹینشن زیادہ ہے۔۔۔۔ تم تو جانتے ہو ڈاکٹر بننا اتنا آسان تھوڑی ہے۔۔۔۔ " عائرہ نے ہنستے ہوئے بات کا پہلو بدل دیا۔

آسان تو کچھ بھی نہیں۔۔۔۔۔ لیکن اس اسٹیج کی محنت آگے بہت کام " آتی ہے۔۔۔۔۔ " کچھ دیر پڑھائی کے متعلق بات کر کے عائرہ نے کال کاٹ دی۔

چونکہ گھر میں سے کسی نے سفیان کو حالات سے آشنا نہیں کیا تھا اس لیے عائرہ بھی اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

سفیان دن میں لاء کالج ہوتا شام کو عدالت چلا جاتا اور رات کو آکر سو جاتا اس لیے بذات خود اسے نیوز دیکھنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔

XX

میری مانو تو اس لڑکی کو رخصت کرو۔۔۔۔۔ ارے ارے ابہتاج " ابھی جوان ہے۔۔۔۔۔ دوسری شادی کروا دیں گے۔۔۔۔۔ " ایک ہمسایہ نے حورین خانم کو تجویز دی۔

اور نہیں تو کیا۔۔۔ ابھی آپ نے ابستام کی بھی کروانی "  
ہے۔۔۔۔ جب تک یہ مسئلہ بنا رہے گا کون دے گا اسے اپنی  
لڑکی۔۔۔۔ "دوسری نے اپنے حصے کا اضافہ کیا۔ حورین خانم محض  
سر ہلاتی رہ گئی تھی۔

امی جان پلیزز۔۔۔۔۔ آپ کیوں ان عورتوں کی باتوں میں آرہی "  
ہیں۔۔۔۔۔ "شام کو جب امی جان نے ابہتاج سے اس معاملے  
میں بات کی تو وہ چڑ گیا۔

ایک دفعہ سوچ لو۔۔۔۔۔ کتنی بدنامی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ میں "  
تمہارے لیے اس سے بھی زیادہ خوبصورت اور قابل لڑکی ڈھونڈوں  
گی۔۔۔۔۔ "انہوں نے جذباتی ہوتے اسے قائل کرنے کی کوشش  
کی۔ وہ جانتی تھی ابہتاج ان کا بہت فرمانبردار ہے۔

بیگم یہ آپ۔۔۔۔۔ "حسین صاحب نے مداخلت کی لیکن حورین"  
خانم نے انہیں خاموش کرادیا۔

میں حالات سے گھبرانے والوں میں سے نہیں ہوں۔۔۔۔۔ میں "  
ایسے مسائل سے ڈر کر زینب کو نہیں چھوڑنے والا۔۔۔۔۔ آپ اپنی  
خوبصورت اور قابل لڑکی ڈھونڈنے کی خواہش شوق سے پورا کریں  
لیکن میرے لیے نہیں۔۔۔۔۔ ابتسام کے لیے۔۔۔۔۔ "ابہتاج  
ہاتھ اٹھا کر اپنا فیصلہ سنا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

زینب گھر میں چل رہے بحث سے بخوبی واقف تھی۔ وہ جانتی تھی امی  
جان اگر اسے گھر سے نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکی تو کم سے کم ابہتاج  
کی دوسری شادی تو لازمی کروا کر دم لیں گی۔

وہ کمرے میں آئی تو ابہتاج آنکھوں پر بازور کھے لیٹا سونے کی اداکاری  
کر رہا تھا۔ وہ زینب کے شکوہ کن نظروں کو نظر انداز کئے ہوئے تھا۔  
مجھے پتہ ہے آپ اٹھے ہوئے ہو۔۔۔۔۔ "زینب نے دل گرفتہ"  
ہوتے اس کا بازو ہٹایا۔

آپ امی جان کی بات مان لیں۔۔۔۔۔ کر لیں دوسری"  
شادی۔۔۔۔۔ "اس نے دل پر پتھر رک کر تجویز دی۔ ابہتاج  
مسکراتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

تم دنیا کی پہلی عورت ہو جو شوہر کے انکار کے باوجود اسے دوسری"  
شادی کی اجازت دے رہی ہو۔۔۔۔۔ "اس نے زینب کا مر جھایا چہرہ  
ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

تم فکر مت کرو۔۔۔ میں سوسائٹی کی باتوں میں آکر یا امی جان کے "بہکاوے میں آکر تمہیں نہیں چھوڑنے والا۔۔۔ ہمارا رشتہ اتنا کمزور نہیں ہے جو ایسے چھوٹے مشکلات سے ٹوٹ جائے۔۔۔ اس نے زینب کے پیشانی پر بوسہ دیتے یقین دہانی کروائی۔

زینب نے آنکھیں بند کر کے دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ اسے نیک مردوں میں سے ایک دیا گیا تھا اور وہ اس نعمت کی تہہ دل سے شکر گزار تھی۔

XX

دائین کو سسرال میں ایک ہفتہ ہو گیا تھا۔ وہ ارحام نام کی تلخ یادیں اپنے من سے مٹا کر سلمان کے ساتھ ازدواجی زندگی میں بس چکی تھی۔ اب وہی اس کی دنیا تھا۔



سلمان اس کے توقعات کے برعکس بہت اچھا تھا۔ اس کا بہت خیال بھی رکھتا تھا۔

کسی بھی انسان کے لیے سب سے اہم ہوتی ہے عزت اور قدر۔ جو سلمان، دانیل کو دے رہا تھا اس لیے اس کے دل میں بھی سلمان کے لیے احساسات بننے لگے۔

کیسے کیسے لوگ ہے اس دنیا میں۔۔۔۔۔ "اس شام سلمان موبائل میں نیوز دیکھ رہا تھا جب اس نے افسوس کرتے تبصرہ کیا۔

کس کی نیوز ہے۔۔۔۔۔ "دانیل نے اس کے آگے چائے کے لوازمات سجاتے ہوئے پوچھا۔

سوری۔۔۔۔۔ میں دوسری بنا کر لاتی ہوں۔۔۔۔۔ "وہ کانپتے"

ہوئے پلٹ کر کچن میں بھاگ گئی اور سلمان حیران پریشان اسے دیکھتا

رہ گیا۔

حیدر خان کے گھر پھر سے طوفان برپا ہو چکا تھا۔ سب ہی اس نیوز پر  
شاک تھے۔ اس دن ازان حیدر خان بابا کے علم میں لائے بغیر رانا  
ایمیاٹر پہنچا۔ چند دنوں سے ذیشان پر گھر کی اور آفس کی ذمہ داریاں

بڑھ گئی تھی۔ بڑے پاپا کو ریسٹ پر رکھا گیا تھا اور روحان اکثر ان کے پاس رہا کرتا تھا۔

میں تمہاری حالت اچھے سے سمجھ سکتا ہے۔۔۔۔۔ پر تم میری بات " کو سمجھنے کی کوشش کرو ازان۔۔۔۔۔ ابھی بات صرف رانا فیملی پر ہے۔۔۔۔۔ انگلیاں ارحام کے کریکٹر پر اٹھائی جا رہی ہے۔۔۔۔۔ ہم تو اس پریشانی سے دوچار ہے ہی۔۔۔۔۔ اور یہ جھوٹی خبر پھیلانے والے نے ایک نیکی یہ کر دی ہے کہ لڑکی اور اس کی فیملی کو ایکسپوز نہیں کیا۔۔۔۔۔ مگر اب تم سامنے آئے تو میڈیا تمہارے گھر تک پہنچ جائیں گے اور ہو سکتا ہے دینین کو میڈیا کے سامنے لانے کے لیے آپ سب پر دباؤ ڈالیں۔۔۔۔۔ اس طرح یہ کیس مزید پیچیدہ ہو جائے گا۔۔۔۔۔ " ذیشان اور ازان آمنے سامنے آفس کیبن کے

سیٹ پر تشریف فرما تھے اور ذیشان نرمی سے اسے سمجھانے کی  
کوشش کر رہا تھا۔

پہلے ہی تمہاری کی بہن کی لائف اتنی تکالیف سے گھری "  
ہے۔۔۔۔۔ کیا تم اب اس کی شادی شدہ زندگی بھی خراب کرنا  
چاہتے ہو۔۔۔۔۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔۔۔۔۔ دانیل اور  
آپ سب کا ہی بھی نام نہیں آئے گا۔۔۔۔۔ پر اس کے لیے مجھے  
تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ اس وقت تم کوئی ایکشن  
مت لو۔۔۔۔۔ اور ہو سکے تو اپنی فیملی کو لیں کر کچھ عرصہ پیش اور چلے  
جاو۔۔۔۔۔" اس نے ازان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تسکین دلائی۔

از ان کو اس وقت دانیں کے مستقبل کی فکر ہونے لگی وہ اپنے غیرت کے نام پر اس کی کمری میں شادی کرنا کر پہلے ہی اسے زندگی کو پیچیدگیوں میں مبتلا کر چکا تھا اس لیے وہ ذیشان کا مشورہ مان گیا۔

بابا۔۔۔۔۔ وہ نیوز۔۔۔۔۔ "اگلے شام حیدر خان اور فیملی اپنے"

پیشاور کے گھر آگئے تھے۔ دانیں اور سلمان ان سے ملنے آئے تھے

جب دانیں نے سلمان کو از ان کے ساتھ مصروف پا کر پاپا کو مخاطب کیا۔

رانا فیملی نے یقین دلایا ہے کہ تمہارا کہی بھی نام نہیں آئے"

گا۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔ "حیدر خان نے دانیں

کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ دانیں پھیکا مسکرا دی۔

دائین گھر آکر بھی مضطرب رہی۔ دن بھر سوچ بچار کر کے اس نے سلمان کو سچائی بتانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے جھوٹ کی بنیاد پر رشتہ قائم رکھنے کے بجائے سچائی کی سولی پر ہلاق ہونا بہتر سمجھا۔

رات کو سلمان کمرے میں آیا تو دائین کھڑکی کے پاس گم سم کھڑی تھی۔ وہ ڈریسنگ روم میں گیا اور چینج کر کے آیتب بھی دائین کو وہی کھڑے پایا۔

کیا بات ہے۔۔۔۔۔ یہاں کیوں کھڑی ہو۔۔۔۔۔ "اس نے اسے" کندھوں سے تھام کر رخ اپنے جانب کیا۔

مجھے آپ کو کچھ بتانا ہے۔۔۔۔۔ "اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہنا" شروع کیا اور کالج کے پہلے دن سے لیں کر ارحام کے ہاتھوں اغوا ہونے تک کی ساری داستان سنادی۔

سلمان کا حیرت سے منہ کھل گیا تھا۔ دانیل کے کندھوں پر سے اس کے ہاتھ چھوٹ کر پہلو میں جا گرے تھے۔ مرد چاہے کسی بھی طبقے یا ذات سے تعلق رکھنے والا ہو اپنی بیوی کا نام کسی اور کے ساتھ اسے گوارا نہیں ہوتا۔ سلمان کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ بنا کچھ کہے کمرے سے باہر نکل گیا اور دانیل بے دم سی فرش پر بیٹھ گئی۔

صحن میں چار پائی پر لیٹے سلمان لمبا سانس لیتے خود کو کمپوز کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ دانیل کے پاک دامنی کا اس سے بہتر کون جانتا تھا لیکن اس کا ماضی اپنانے میں اسے وقت درکار تھا اور اس دوران وہ دانیل کا سامنا کرنے سے گریزاں تھا۔

ایک ہفتے تک ان دونوں کے بیچ اختلافات بنے رہے حتہ کہ وہ دانیل کے ہاتھ سے پانی بھی نہ پیتا۔ صبح فجر کے ساتھ ہی وہ کام پر جاتا اور

رات دیر گئے آکر صحن کی چارپائی پر سو جاتا۔ دانیل اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے کافی دیر دیکھتی رہتی جب اسے یقین ہو جاتا کہ سلمان گہری نیند سوچکا ہے تو وہ باہر آکر اس پر کمفر ٹرڈالے اور چارپائی کے پاس مچھر مار کوئل جلا کر اس کے آرام کے انتظامات سے مطمئن ہو کر خالی کمرے میں آ جاتی۔

اس رات پیشاور شہر کو کالے بادلوں نے اپنے لپیٹ میں لیں لیا تھا اور مغرب ہوتے ہی موسلا دار بارش کی شروعات ہو گئی جو رات بھر برستی رہی۔

مجھ سے بات کریں۔۔۔۔۔ چاہے مجھے ڈانٹ دیں مجھ سے شکایت " کریں۔۔۔۔۔ پر آپ کی یوں بے رخی مجھے تکلیف دیتی ہے۔۔۔۔۔ خاموش مت رہے۔۔۔۔۔ اکیلے خود کو اذیت مت دیں۔۔۔۔۔ کچھ



تو کہے۔۔۔۔ "بارش کے باعث سلمان اس رات کمرے میں  
ٹھہرنے پر مجبور تھا۔ دانیل کا ضبط ڈگمگایا تو اس نے سلمان کو بازو سے  
تھام کر جھنجھوڑا۔

مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔۔۔۔ بلکہ سچائی بتا کر تم نے مجھ  
سے وفاداری نبھائی ہے۔۔۔۔ "اس نے ہموار لہجے میں جواب دیا۔  
دانیل ساکن ہو گئی تھی۔

میں نے اس بارے میں بہت سوچا۔۔۔۔ تم نے اچھا کیا مجھے خود "  
سب کچھ بتا کر۔۔۔ کیونکہ اگر مجھے یہ بات کل کو کسی تیسرے سے  
معلوم پڑتی تب میں برداشت نہیں کر پاتا۔۔۔۔ "سپاٹ انداز میں  
کہتے وہ رخ پھیر گیا۔

جانتی ہو۔۔۔۔۔ قبیلے میں مجھ سے اور میرے خاندان سے یہ بات "راز رکھنے پر تمہیں اور تمہارے خاندان کو کیا سزا مل سکتی ہے۔۔۔۔۔ وہ ہاتھ پیچھے باندھے دو قدم آگے ہوا۔ دانیل اپنی جگہ ساکت رہی۔ لیکن غیرت صرف عورت کو قتل کرنے یا اس کے خاندان کو نااہل کرنے میں نہیں ہے۔۔۔۔۔ غیرت اور مردانگی تو عورت کی غلطی معاف کر کے اسے اپنانے میں ہے۔۔۔۔۔ تم سے نادانی میں ایک بھول ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ اور اس کی سب سے بڑی سزا بھی تمہیں ملی۔۔۔۔۔" سلمان مڑا اور ترحم آمیز نگاہوں سے دانیل کو دیکھنے لگا۔ سچائی کو اولین ترجیح دے کر تم میرے نظروں میں مزید معتبر ہو گئی "ہو مسز خان۔۔۔۔۔ اور میں چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ تمہارا یہ راز کبھی اس

کمرے کی چار دیواری سے باہر نہ جائے۔۔۔۔۔ "اس نے قدرے سختی سے تنبیہ کرتے ہوئے دانیں کو گھورا۔

خان مجھے اپنے قدموں کی خاک بنالو۔۔۔۔۔ آپ سے بڑھ کر مجھے " کوئی نہیں جانا ہے۔۔۔۔۔ آپ کے علاوہ مجھے سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔ مجھے کبھی مت چھوڑنا۔۔۔۔۔ میں صرف آپ کی ہوں خان۔۔۔۔۔ " دانیں گھنٹوں کے بل سلمان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔ وہ اسے پیار سے خان بلایا کرتی تھی اور اس کے زبانی اپنے لیے یہ لقب سن کر سلمان کو اپنا آپ بہت خاص لگتا تھا۔

دانیں اپنے قبیلے کے قوانین سے اچھے سے واقف تھی۔ ناجانے کتنی ہی ایسی لڑکیاں غیرت کے نام پر قتل ہو چکی تھی۔ اللہ نے اس دن اس کی عزت بچالی تھی تو آج سلمان نے اسے نئی زندگی دی تھی۔ وہ

غیرت اور مردانگی کی نئی مثال ثابت ہوا تھا۔ اس نے جھک کر روتی  
دائین کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور سینے سے لگا لیا۔ اس کے سینے سے  
لگی دائین نے عقیدت سے اس کے ہاتھوں پر بوسہ دیا۔

XX

ذیشان کو بزنس میں بہت نقصان ہو گیا تھا۔ جس انٹرنیشنل کمپنی کے  
ساتھ وہ ڈیل کر رہا تھا اس سکینڈل کے چلتے انہوں نے اپنا کانٹریکٹ  
منسوخ کر دیا تھا۔ وہ پریشان کن تاثرات بنائے گھر میں داخل ہوا کہ  
ٹھٹک گیا۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔۔۔۔" وہ تیزی سے آگے آیا اور نور کے  
ساتھ صوفے پر بیٹھی زاویہ شاہ کا بازو دبوچ لیا۔

رانا بھائی کا پوچھنے آئی ہے۔۔۔۔۔ "نور نے وضاحت دیتے ذیش کو"  
آنکھیں دکھائی۔

پوچھنے آئی ہے یاز خموں پر نمک چھڑکنے آئی ہے۔۔۔۔۔ "وہ تندی"  
سے اسے گھور رہا تھا۔

دیکھا مئی یہ ہر وقت مجھ سے ایسے پیش آتا ہے۔۔۔۔۔ "زاویہ"

ادائیں دکھاتی معصومیت سے نور سے مخاطب ہوئی۔

تم تو انہیں مئی مت ہی بلاؤں۔۔۔۔۔ "ذیش کو طیش آنے لگا۔"

ذیش چھوڑا سے۔۔۔۔۔ گھر آئے مہمان رحمت ہوتے ہیں۔۔۔۔۔

یہ اس وقت ہماری مہمان ہے۔۔۔۔۔ "نور نے زاویہ کا بازو چھڑایا۔"

یہ رحمت نہیں عذاب ہے جو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔۔۔۔۔ "وہ"

ہو نہہ کرتے رہ گیا۔

میری مام اس دنیا میں نہیں ہے۔۔۔۔ میں آپ کو مٹی بلا لیا کروں"  
پلیزز ز۔۔۔۔۔" اپنا بازو سہلاتی اس نے نور کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر  
نرمی سے پوچھا۔

بلکل۔۔۔۔۔ تم بیٹھو۔۔۔۔ میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔۔۔۔۔" نور"  
اس کا ہاتھ تھپتھپا کر کچن کے جانب بڑھ گئی۔

اتنا غصہ۔۔۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔۔۔ انٹر نیشنل کلائنٹ نے منہ پھیر"  
لیا۔۔۔۔۔ چیچ چیچ۔۔۔۔۔" نور کے جاتے ہی زاویہ اپنے اصل انداز  
میں آگئی وہ ذیشان کے قریب گئی اور اس کے گردن کے گرد بازو  
مائل کر کے سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ ذیشان کی مہک اس کی سحر  
انگیز شخصیت زاویہ کے سر چڑھنے لگی وہ غور سے اس کے چہرے کا  
طواف کرتی اس کے مغرور نین نقش کو دل میں اتارنے لگی۔

تم اس سکینڈل کو ٹارگٹ بنا کر جو میری فیملی کے ساتھ کھیل رہی " ہو۔۔۔۔۔ میں تمہیں جیتنے نہیں دوں گا۔۔۔۔۔ " اس نے سرد مہری سے جواب دیا۔ زاویہ کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ ذیشان اب تک جان نہیں سکا تھا کہ یہ سکینڈل بنایا بھی خود زاویہ شاہ نے ہے۔

تم چاہو۔۔۔۔۔ تو میں سب نارمل کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔ انٹر نیشنل ڈیل بھی تمہیں واپس مل جائے گی۔۔۔۔۔ بس تم میرے ہو جاو۔۔۔۔۔ " وہ مخمور انداز میں سرگوشی کرتے اس کے چہرے کے قریب ہو گئی۔ اس کی سانسوں کی تپش ذیشان کو اپنے چہرے پر محسوس ہونے لگی تھی۔

تھینکیو۔۔۔ پر مجھے تمہاری یہ جھوٹی ہمدردی نہیں"  
چاہیئے۔۔۔۔۔ "کہتے ساتھ ذیش نے زاویہ کو خود سے دور کیا اور  
لبے ڈگ بھرتا روانہ ہو گیا۔

ایک دن تمہیں ہارمانی پڑے گی رانا ذیشان۔۔۔۔۔ کیونکہ زاویہ شاہ"  
کو ریجیکشن پسند نہیں ہے۔۔۔۔۔ "اس کی پشت دیکھتی اس نے

دل میں سوچا  
NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!  
XX

دس دن زیر اعلان رہ کر رانا صاحب بہتر ہونے لگے۔ اس دن وہ سب  
اسی بابت اکٹھا ہوئے تھے۔ زینب بھی رانا ہاوس میں موجود تھی جب  
روحان نے بات چھیڑی۔



**Email:** [info@novelsmafia.com](mailto:info@novelsmafia.com)

روحان کے آبرو تن گئے۔ یہ اشارہ اس کے اور ذیشان کے جانب تھا۔  
کرن نے بے یقینی سے رخ موڑے رانا صاحب کو دیکھا۔ وہ اتنے بے  
حس تو نہ تھے کہ روحان سے ایسے پیش آئے۔

روحان اپنے باپ جیسے بڑے بھائی کو پلٹ کر جواب دینے سے  
گریزاں تھا اس لیے لب مینچھے لمبے ڈگ بھرتا رانا ہاوس سے باہر نکل  
گیا۔ نور اسے پکارتی اس کے پیچھے چلی گئی۔ ذیشان اور زینب میں  
پریشان کن نظروں کا تبادلہ ہوا۔ پھر ایک ایک کر کے وہ بھی گھر سے  
نکل گئے۔

کرن نے شکوہ کن انداز میں سر جھٹکا لیکن رانا صاحب اس کے  
سوالات سے بچنے پھرتی سے اپنے کمرے کے جانب بڑھ گئے تھے۔

عائزہ یونیورسٹی سے گھر لوٹی تو دیکھا اس کا ہنستا بستا گھرانہ ایک اور  
طوفان کے زد میں آچکا تھا۔

پاپا۔۔۔۔۔ بڑے پاپا تو ٹینشن میں ہے۔۔۔۔۔ پھر ابھی ابھی "  
اتنے سیریس کنڈیشن سے گزر رہے ہیں۔۔۔۔۔ غصے میں کہہ  
دیا۔۔۔۔۔ اور آپ سچ میں گھر سے نکل گئے۔۔۔۔۔ آپ انہیں  
اس حال میں اکیلے کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔۔۔۔۔" ذیشان نے شکوہ  
ظاہر کیا۔

وہ فیملی اس وقت روحان کے کمرے کے باہری بالکونی میں بیٹھے  
تھے۔ زینب پاپا کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔ ذیشان کمر پر ہاتھ رکھے  
دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔

میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔ رانا بھائی نے مجھے اور میرے بچوں کو ان سب " سے دور کرنے یہ فیصلہ کیا ہے۔۔۔۔۔ وہ بھی نہیں چاہتے۔۔۔۔۔ اور میں بھی نہیں چاہتا میرے بچوں کی زندگیاں متاثر ہو۔۔۔۔۔ تمہیں اتنا بڑا لاس ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ زینب کی شادی خطرے میں پڑ گئی تھی۔۔۔۔۔ کل کو سفیان واپس آئے گا۔۔۔۔۔ اس کا تو کیرسٹارٹ ہونے سے پہلے ہی برباد ہو جائے گا۔۔۔۔۔ "روحان مستقبل کے خدشات سوچ کر نفی میں سر ہلانے لگا۔

زندگی کا ہر امتحان ذہانت اور محنت سے پاس نہیں کیا جا سکتا۔۔۔۔۔ بعض امتحانوں میں قسمت کے علاوہ کوئی چیز درکار نہیں ہوتی۔۔۔۔۔ اور یہ امتحان ہمیں قسمت کے حوالے چھوڑنا

چاہیے۔۔۔۔۔"روحان لمبی سانس لیتے کھڑا ہو گیا اور کسی کو کال  
ملانے لگا۔

زندگی ماں باپ کے لیے آسان نہیں ہوتی۔ وہ بہت سارے محاذوں  
پر ایک ساتھ لڑ رہے ہوتے ہیں۔ روحان اپنے بچوں کے لیے رانا  
بھائی سے الگ ہونے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

اس نے آرکیٹکٹ کو بلا کر رانا ہاوس کا نیا نقشہ تیار کروایا اور دیکھتے  
دیکھتے اس سنگ مرمر کے بنگلے میں دیوار بن گئی۔ روحان کا حصہ رانا  
صاحب کے حصے سے الگ ہو گیا۔ کچھ مزید تبدیلیوں کے وجہ سے اس  
نے اپنے بالکونی کے خالی حصہ میں سفیان اور ذیشان کا نیا کمر تیار  
کروایا اور رانا صاحب کے حصے سے منتقل ہو گیا۔

ذیشان کو یہ بٹوارا کبھی منظور نہیں تھا۔ وہ باقی کے اوقات رانا صاحب کے پاس ہی رہتا صرف رات کو اپنے حصے میں چلا جایا کرتا۔ نور اور کرن ایک مرتبہ پھر قسمت کے ہاتھوں الگ ہو گئی تھی۔

XX

کبھی کبھی ایسی حالت ہو جایا کرتی ہے کہ ناخوش ہونے کو دل کرتا ہے نا ادا اس ہونے کو۔ ناگلہ شکوہ کرنے کو اور نا ہی ناراضگی ظاہر کرنے اور محبت لینے کو۔ دل بس تنہائی اور سکون چاہتا ہے۔ کرن بھی اسی موڑ پر آگئی تھی۔ ارحام نے ناصر ف کرن اور رانا صاحب کو دور کر دیا تھا بلکہ رانا ہاوس میں بھی درار ڈال دی تھی۔

ایک سال کی پریکٹس اپنے ذہانت سے آٹھ ماہ میں پورا کر کے سفیان سب کو سرپرست دینے بنانا بتائے اسلام آباد واپس آیا مگر درپیش حالات

دیکھ کر خود ہی سر پر اتر ہو گیا۔ رانا ہاوس کے گیٹ تک آ کر اس کے  
قدم جم گئے۔ اسی اثنا ذیشان سوٹ بوٹ میں تیار آفس کے لیے نکل  
رہا تھا اور سفیان کو دیکھ کر شاک ہو گیا۔

سفیان۔۔۔۔۔ کیسے ہو۔۔۔۔۔ کب آئے۔۔۔۔۔ "ذیشان نے"  
اسے آغوش گھیر کرتے حال احوال دریافت کیا۔

یہ سب کیا ہو گیا ہے ذیش۔۔۔۔۔ "وہ اس سنگ مرمر کے بنگلے کو"  
دو حصوں میں تقسیم دیکھ کر جذباتی ہونے لگا۔ ذیشان اسے کندھوں  
سے تھامے اپنے ساتھ آفس لیں گیا اور من و عن چند ماہ میں ہوئے  
سارے واقعات سے اسے باخبر کیا۔ سفیان نے کرب سے آنکھیں  
میچھ لی تھی۔

پاپا۔۔۔۔۔ اب عائرہ اور سفیان کے رشتے کا کیا بنے گا۔۔۔۔۔"

زینب نے استفسار کیا۔"

ابھی کچھ وقت ہے سفیان کے لوٹنے میں۔۔۔۔۔ دیکھتے"

ہیں۔۔۔۔۔ وہ آئے گا تب سوچے گے۔۔۔۔۔" روحان نے بے

پرواہی سے جواب دیا۔

سفیان کے واپسی سے بے خبر جب نور زینب اور روحان نے دروازے

کے جانب دیکھا تو ذیشان کے سفیان کو دیکھ کر ٹھٹک گئے۔ نور اٹھ کر

اس کے پاس گئی اور اسے خود سے لگا لیا۔ زینب بھی اچھے سے ملی۔ پاپا

سے مل کر اس نے چند منٹ پہلے کی گفتگو دہرائی۔

سفیان ہم تو بس سوچ رہے تھے کہ۔۔۔۔۔" نور نے روحان کی"

حمایت کرنا چاہی پر سفیان نے اسے ٹوک دیا۔



سوچنا کیا ہے مُمی۔۔۔۔۔ عائرہ میری بیوی ہے۔۔۔۔۔ نکاح ہوا"  
ہے ہمارا۔۔۔۔۔ اسے چھوڑنے کا یہ رشتہ ختم کرنے کا جواز ہی نہیں  
بنتا۔۔۔۔۔ آپ سب اس گھر سے لا تعلق ہو سکتے ہو۔۔۔۔۔ پر میں  
نہیں۔۔۔۔۔ بہتر ہے آپ سب بھی یہ سوچ اپنے دماغ سے نکال  
دیں۔۔۔۔۔ "وہ تندی سے باری باری سب کو گھورتا باہر چلا گیا۔  
دوسرے پورشن کے لاؤنج میں اس کا سامنا بڑے پاپا سے ہوا۔ ان  
سے مل کر وہ اوپر جانا چاہا پر رانا صاحب اس کے راستے میں کھڑے  
ہو گئے۔

تمہارے کمر اشفٹ کر دیا ہے۔۔۔۔۔ "رانا صاحب کو لگا وہ"  
حالات سے ناواقف ہے۔

میں عائرہ سے ملنے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔" اس نے سپاٹ انداز میں  
جواب دیا۔

منع کروں تو۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے کی تیز نظریں اس پر ٹکی  
ہوئی تھی۔

سفیان نے لمبا سانس خارج کر کے سر جھٹکا۔

عائرہ میرے نکاح میں ہے۔۔۔۔۔ میری منکوحہ ہے۔۔۔۔۔ دنیا  
کی کوئی طاقت۔۔۔۔۔ کوئی قانون مجھے اپنی بیوی سے ملنے سے  
نہیں روک سکتا۔۔۔۔۔" وہ دبے دبے غصے سے کہتا ان کے پہلو سے  
گزر کر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر عائرہ کے کمرے میں داخل ہو گیا۔

عائرہ کتاب پر نظریں جمائے خیالوں میں گم تھی۔ دروازہ کھلنے پر سفیان کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ خوشی سے چہک گئی اور اس کے پاس آکر سینے سے لگ گئی۔

کیسی ہے میری جان۔۔۔۔ "سفیان نے اس کے گرد بازو مائل کر کے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

عائرہ آنکھیں موندھے اتنے عرصے بعد اس لمس کو اس مہک کو محسوس کرتی آبدیدہ ہو گئی تھی۔

تمہیں پتا ہے۔۔۔۔ یہاں کتنا کچھ ہو گیا ہے۔۔۔۔ وہ " ارحام۔۔۔۔ "عائرہ اسے حالات سے واقف کرنے لگی تھی پر سفیان نے اسے خود سے الگ کیا اور ر خسار پر بہے آنسو صاف کئے۔

مجھے سب پتا ہے۔۔۔۔ ذیش نے سب بتا دیا ہے۔۔۔۔ میں آگیا"  
ہوں نا۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔ "سفیان نے اس کے  
چہرے کے گرد ہاتھوں کا پیالہ بناتے اس کے پیشانی پر بوسہ دیا۔ عائرہ  
نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔ سفیان کے آجانے سے اس کی کھوئی امید  
واپس جاگ گئی تھی۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!  
زی۔۔۔۔ ابہتاج آپ کے ساتھ ٹھیک تو ہے۔۔۔۔ "سفیان"  
نے ڈرائیو کرتے ہوئے رخ موڑ کر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی زینب کو  
دیکھا۔

دو ماہ پہلے ابہتاج نے میڈیا کے ٹارچر اور امی جان کے خفگی سے تنگ  
آکر اپنا ٹرانسفر کراچی کر وادیا تھا۔ چونکہ اسے وہاں سیٹل ہونے میں

کچھ وقت درکار تھا اس لیے وہ زینب کو ساتھ نہیں لے کر جاسکا۔  
زینب ایک ہفتہ میکے رہنے آئی تھی اور آج واپسی گھر جارہی تھی جب  
سفیان نے اسے گھر چھوڑتے ہوئے راستے میں سوال کیا۔  
ہاں ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ "اس نے ونڈا سکرین کے باہر دیکھتے ہوئے"  
جواب دیا۔

ٹھیک ہے تو لیں کر کیوں نہیں جارہا۔۔۔۔۔ یہاں اپنی ماں کے "  
تانے سننے اکیلے کیوں چھوڑ دیا ہے آپ کو۔۔۔۔۔ "اس نے سنجیدگی سے  
دوسرا سوال کیا۔

زینب ابھی دل میں کوئی جواب گڑھ ہی رہی تھی کہ ایک دھماکے سے  
اس کے سائیڈ کی ونڈا سکرین ٹوٹی۔

وہ چیختی رخ سفیان کے جانب کر گئی کچھ کرچیاں اس کے بازو اور پر لگ گئی تھی۔ صد شکر چہرہ اور آنکھیں محفوظ رہی۔

زی۔۔۔۔۔ "سفیان نے اسے پکارتے خوف زدہ ہو کر اس کے" آگے اپنا بازو پھیلا دیا۔ زینب نے آنکھیں میٹھے سفیان کا کندھا پکڑ لیا۔

چند نامعلوم افراد کے جانب سے سفیان کی گاڑی پر پتھر اوڑھنا شروع ہو گیا تھا۔ سفیان کو اپنی کوئی فکر نہیں تھی لیکن زینب کے زخمی ہونے کے اندیشے نے اس کی سانسیں تا دو بالا کر دی تھی۔ اس کے عصاب تن گئے۔ پوری قوت سے اس نے ایکسلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔ اسے گاڑی کے سامنے آنے والے ناکسی احتجاجی کی پروا تھی نامیڈ یا اہلکار کی فکر۔

راستے میں آنے والے بانگس کو ٹکرامارتا، ان کے وار سے بچتا وہ فل  
اسپیڈ سے گاڑی بھگارتھا۔

ایک رش کی جگہ آکر اس نے سپیڈ ہلکی کردی اور اپنا بلیک کوٹ اتار کر  
اپنے کندھے سے لگی، سر چھپائے زینب پر ڈال دیتا کہ وہ پتھروں کی  
وار سے قدرے محفوظ ہو سکے۔

یقین نہیں آ رہا۔۔۔۔۔ معاملہ اتنا سیریس کیسے ہو سکتا "  
ہے۔۔۔۔۔ یہ کام دانیں کی فیملی کا تو نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ شریف  
لوگ تھے۔۔۔۔۔ اور میڈیا رپورٹرز۔۔۔۔۔ ان کی ایسی کیا دشمنی  
ہم سے۔۔۔۔۔ ضرور اس سکینڈل کو یوز کر کے کوئی اور دشمنی نکال  
رہا ہے۔۔۔۔۔ "زینب کے گھر پہنچ کر وہ کمر پر ہاتھ رکھے پر سوچ انداز  
میں دائیں سے بائیں چکر کاٹ رہا تھا۔

سفیان۔۔۔۔۔ کچھ کرو۔۔۔۔۔ اس میٹر کو حل کرو۔۔۔۔۔ اب۔۔۔۔۔  
تک تو صرف زبانی وار ہوتا رہا۔۔۔۔۔ اب جانی نقصان بھی ہو سکتا  
ہے۔۔۔۔۔ "زینب صوفی پر بیٹھی اس کیفیت سے نکلنے کی کوشش  
کرتی مسلسل لرز رہی تھی۔

کسی کو کچھ نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ میں کچھ کرتا ہوں۔۔۔۔۔ "اس نے"  
زینب کے قدموں میں بیٹھ کر اس کے ہاتھ تھام لیئے۔ اس کے  
بازوؤں کے خراشوں اور زخموں کو دیکھ کر سفیان کو ارحام پر شدید  
غصہ آنے لگا تھا۔

سنجھل کر جاننا۔۔۔۔۔ پہنچ کر کال کرنا۔۔۔۔۔ "اس کے گھر سے"  
واپسی آتے زینب کو اس کی بہت فکر ہونے لگی۔ وہ اسے ہدایت دیتی  
اس کے لیے دعائیں کرنے لگی۔





بیٹھی ہلکے ہاتھوں سے اس کے گردن پر لگے زخموں پر مرہم لگا رہی تھی۔

اس کی اس بات پر سفیان نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ عائرہ کی خوبصورت سیاہ آنکھیں گلابی ہونٹ چہرے پر آتے بال دیکھ کر اس کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

سامنے محبوب ہو اور وہ محرم بھی ہو تو دل میں اس کی قربت پانے کی خواہش جنم لیتی ہے۔

وہ سیدھا ہوا اور عائرہ ہاتھ سے دوائی لے کر سائیڈ پر رکھی۔ عائرہ تعجب سے اسے دیکھنی لگی۔ اس کی نظروں میں خمار آتے دیکھ عائرہ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ سفیان نے اس کے گرد بازوؤں کا حصار بنا لیا۔ اس کی نظریں عائرہ کے چہرے کا طواف کرنے میں مصروف

تھی۔ اس نے کچھ کہنے لب کھولے پر سفیان اپنے آپ میں مگن اس کے گردن پر اپنے لب نسب کر چکا تھا۔ اس کی شدت محبت برداشت کرنے عائرہ نے سانس روکے آنکھیں سختی سے میچھ لی تھی۔

ان کی ملاقاتیں گھر تک ہی محدود نہ رہی تھی سفیان باقاعدہ ہر ویک اینڈ عائرہ کو گھمانے لیں جایا کرتا۔ اپنے الگ الگ شوق سے واقف کرواتا۔

اس دن سفیان عائرہ کے ساتھ باہر ڈنر کرنے گیا تھا جب اس نے ارحام کے ملنے کے بعد شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ سفیان کے آبروتن گئے۔ اسے ارحام پر مزید غصہ آنے لگا۔

سفیان۔۔۔۔۔ آج بڑے پاپا آئے تھے۔۔۔۔۔ شادی کی تاریخ " رکھنے۔۔۔۔۔ ہم نے ہاں کر دی ہے۔۔۔۔۔ تم بتاؤ۔۔۔۔۔ تمہاری

کیا رائے ہے۔۔۔" رات کو وہ گھر پہنچا تو ذیشان نے دن کی روداد اس کے گوش گزار کی۔

میں۔۔۔۔۔ ارحام کے ملنے کے بعد شادی کروں گا۔۔۔ ابھی " نہیں۔۔۔۔۔ " اس نے کچھ سوچتے ہوئے عائرہ کی خواہش کو اپنی خواہش بنا کر بتایا۔

پر کیا پتا ارحام کہاں ہے۔۔۔۔۔ واپس آئے گا بھی کہ " نہیں۔۔۔۔۔ اس کے لوٹنے میں جانے کتنے سال لگ جائے۔۔۔۔۔ " نور کو سفیان کی بات بے منطق لگی۔

وہ جہاں بھی ہے۔۔۔۔۔ اب میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔۔۔۔۔ " عائرہ بھی یہی چاہتی ہے کہ ارحام کے ملنے کے بعد شادی ہو۔۔۔۔۔ " سفیان نے سنجیدگی سے کہا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

تم کیوں خوش ہو رہے ہو۔۔۔۔۔ "ذیشان کو مسرور ہوتے دیکھ کر"  
نور کو حیرانگی ہوئی۔

ارحام کا انجام سوچ کر۔۔۔۔۔ سفیان بہت ضدی ہے اور اب"  
پروفیشنل وکیل بھی۔۔۔۔۔ ایک تو وہ پہلے ہی ارحام پر شدید غصہ  
ہے اور اوپر سے یہ خواہش عائرہ کی ہے۔۔۔۔۔ اب تو وہ ارحام کو ہر  
حال میں ڈھونڈ کر دم لے گا۔۔۔۔۔ بس فکر اس بات کی ہے۔۔۔۔۔  
سفیان اس کی ہڈی پسلی نہ توڑ دے۔۔۔۔۔ "اس نے آبرو اچکا کر  
ارحام کے مستقبل کو سوچتے سر جھٹکا۔

XX

اس وقت تو سفیان نے ارحام کو ڈھونڈنے کا فقط سوچا تھا ارادہ پختہ تب ہو جب وہ اگلی شام بڑے پاپا کو اپنے فیصلے سے باخبر کرنے پہنچا اور انہیں تلاوت کرتے روتا پایا۔

وہ لمحہ اس کے دل پر بہت گراں گزار تھا۔ اس سے بڑے پاپا کے آنسو دیکھیں نہیں گئے۔ اسے ہمیشہ لگتا تھا عائرہ کے آنسو اس کی کمزوری ہے پر اس وقت بڑے پاپا کے قدموں میں بیٹھے وہ یہ جان گیا تھا ان کے آنسوؤں سے زیادہ تکلیف دہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ لب کاٹتے خود کو کمپوز کر کے واپس پلٹ گیا۔ اب اس کے لیے ارحام کو واپس لانا عائرہ کی خواہش تھی نا خود کی ضد بلکہ بڑے پاپا کی ضرورت تھی جو اس نے پورا کرنے کی ٹھان لی تھی۔

اس رات اس نے اپنے آدمی ارحام کو ڈھونڈنے لگا دیئے۔ ہر گزرتے  
پل کے ساتھ اس کے دل میں ارحام کے لیے غصہ بڑھنے لگتا تھا۔  
لیکن ارحام کو سامنے دیکھ کر اس کا دل موم بن گیا۔  
(حال)

سفیان کی زبانی اپنے والدین کی، ان پر گزرے تکالیف کی آپ بتی  
سن کر، رانا ہاوس کی بٹوارے کا جان کر ارحام آبدیدہ ہو گیا تھا۔ اس  
نے سر جھکا کر آنکھیں بند کی اور بہت سارے آنسو اپنے اندر اتارے۔  
انسان بڑا ہی سخت جان ہے۔ جس بات کا تصور بھی برداشت نہیں کر  
سکتا جب وہ حقیقت بن کر ٹوٹ پڑتی ہے تو چپ چاپ برداشت کر لیتا  
ہے۔

کتنا کچھ ہو گیا ہے میری وجہ ہے۔۔۔۔۔ میں تو معافی کے بھی قابل " نہیں ہوں۔۔۔۔۔ " اس نے لرزتی آواز میں اپنے بے بسی ظاہر کی۔

میں پھر وہی کہوں گا۔۔۔۔۔ خونی رشتے جتنا بھی ناراض " ہو جائے۔۔۔۔۔ ہمیشہ کے لیے ناتہ نہیں توڑ سکتے۔۔۔۔۔ تمہارے ایک مرتبہ سچے دل سے معافی مانگنے پر ساری تلخیاں مٹ جائیں گی۔۔۔۔۔ گھر چلو۔۔۔۔۔ " سفیان نے نرمی سے اس کے کندھے کے گرد بازو مائل کر دیا۔

میں تمہیں واپس لیں جانے آیا ہوں۔۔۔۔۔ بڑے پاپا کے " لیے۔۔۔۔۔ اس عمر میں انہیں مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ میں اور ذیش ہر وقت بھلے ان کے ساتھ ہو۔۔۔۔۔ لیکن



جو تسکین انہیں اپنے بیٹے کی موجودگی سے ملے گی۔۔۔۔۔ وہ میں اور  
ذیش نہیں دیں سکتے۔۔۔۔۔ "وہ ہمدردی سے اسے سمجھانے لگا۔  
ارحام نے سر آسمان کے جانب اٹھا کر لمبی سانس لی اور بہ مشکل ایک  
فیصلے پر آپہنچا۔ اس نے پر سکون ہوتے سفیان کی آنکھوں میں دیکھا  
اور پلکیں جھپکا کر سر اثابت میں ہلایا۔ سفیان چہک اٹھا اور اسے  
مضبوطی سے اپنے حصار میں لے لیا۔  
اپنے آنکھوں میں ٹھہرے نمی کو صاف کرتے وہ روانہ ہونے لگا تھا  
جب ایک احساس کے تحت چند قدم آگے جا کر وہ رک گیا اور رخ موڑ  
کراتنی دیر سے گم سم کھڑی حدیل کو دیکھا۔

چلو گی میرے ساتھ۔۔۔۔۔ "ارحام نے اپنا ہاتھ اس کے جانب"  
بڑھایا۔ حدیل کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی وہ سر اثابت میں  
ہلاتے تیزی سے آگے آئی اور ارحام کا ہاتھ تھام لیا۔

اسے اردو آتی ہے۔۔۔۔۔ "ارحام کو حدیل کے ساتھ اردو میں"  
مخاطب ہوتے دیکھ کر سفیان شک ہو گیا۔ ارحام نے اپنی مسکراہٹ  
دبائے سر اثابت میں ہلایا۔

مطلب یہ ہماری ساری باتیں سمجھ گئی۔۔۔۔۔ چلو اچھا ہوا میں نے"  
کچھ غلط نہیں بولا۔۔۔۔۔ اور تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔۔۔۔ "وہ  
اپنا کوٹ درست کرتے حدیل پر خفا ہونے لگا۔

آپ نے پوچھا ہی کب۔۔۔۔۔ "حدیل نے لا پرواہی سے شانے"  
اچکائے۔

یہ تو بڑی تیز ہے۔۔۔۔۔ "اس کی اتنی اچھی اردو سن کر سفیان نے"  
ارحام کو دیکھتے بے یقینی سے کہا۔  
وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

ویسے۔۔۔۔۔ میرا پتا کیسے لگایا۔۔۔۔۔ "حدیل کے گھر کے راستے"  
میں ارحام کو تجسس ہوا۔

بہت ڈھونڈنا پڑا۔۔۔۔۔ کسی کو ڈرایا دھمکایا۔۔۔۔۔ کسی کو مارا"  
پیٹا۔۔۔۔۔ ایک کو تو شوٹ بھی کر دیا تھا۔۔۔۔۔ "سفیان نے جعلی  
خفگی ظاہر کی۔

کس کو۔۔۔۔۔ "وہ سانس روکے اسے دیکھنے لگا۔ حدیل بھی بے"  
یقینی سے رک گئی۔

البرٹ کو۔۔۔۔۔ "سفیان کو مانو کوئی فرق ہی نہیں پڑا۔"

مر گیا۔۔۔۔۔ "ارحام کو عائرہ پر افسوس ہونے لگا۔ اس کا شوہر"  
وکیل کم گینگسٹر زیادہ لگ رہا تھا۔

نہیں بچ گیا تھا۔۔۔ لیکن واپسی جا کر ضرور مار دوں گا۔۔۔ کیونکہ "  
تمہیں بگاڑنے میں سب سے زیادہ ہاتھ اسی کا ہے۔۔۔۔۔" اس نے  
دانت پر دانت جمائے ہوئے اس کی گردن اپنے بازو میں دبوچ لی۔

ااااا۔۔۔۔۔ جیجی۔۔۔۔۔ "ارحام نے ہاتھ ہوا میں اٹھا کر شرمندہ"  
ہوتے ہار مان لی۔

حدیل کے گھر جا کر میمونہ آنٹی کو دیکھ سفیان کے حیرت میں مزید  
اضافہ ہو گیا تھا۔ چند ریکویسٹ کر کے ارحام نے حدیل کو اپنے ساتھ  
پاکستان لیں جانے پر آنٹی کو منالیا اور پھر اپنے اپارٹمنٹ جا کر پیکنگ  
کرنے لگا۔

XX

کہاں ہو۔۔۔۔" اسلام آباد کے ایئر پورٹ پر لینڈ کرتے سفیان نے "  
عائزہ کو کال ملائی۔

گھر پر۔۔۔۔" اس کا جواب سنتے ہوئے وہ ارحام اور حدیل کو چیک "  
آوٹ ہوتے دیکھ رہا تھا۔

گھر پر ہی رہنا۔۔۔۔ بڑے پاپا اور ماما کو بھی میرے آنے تک گھر پر "  
روکے رکھنا۔۔۔۔" اس نے ہدایت دی۔

وہ کیوں۔۔۔۔" عائزہ کو اس کی باتوں سے حیرانگی ہونے لگی۔ "  
سر پرانزد کھانا ہے نا۔۔۔۔ اففف کیا لگتی ہے۔۔۔۔ سنہرے "  
لبے بال۔۔۔۔ سبز نشیلی آنکھیں۔۔۔۔ دودھ سی سفید

رنگت۔۔۔۔۔ لمباقد۔۔۔۔۔ سمارٹ۔۔۔۔۔ اور قاتلانہ  
مسکان۔۔۔۔۔ "وہ حدیل کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

عائزہ کے آبرو تن گئے تھے۔ محبت میں جیسی لازم ہے۔ جو جتنا ٹوٹ  
کر محبت کرتا ہے اتنا ہے حسد کرتا ہے، وہ اپنے محبوب کے پاس اس  
خوشبو کو بھی بھٹکنے نہیں دیتا جو کسی اور کے وجود سے آرہی ہو۔

عائزہ سے سفیان کے زبانی کسی اور لڑکی کی تعریف برداشت نہیں  
ہوئی اس نے بنا کچھ کہے کال کاٹ دی اور سفیان موبائل جیب میں  
رکھتے ہنس دیا۔

اپنا چیک آؤٹ کروا کر وہ دونوں سفیان کے پاس آئے۔ ایئر پورٹ  
سے باہر نکل کر سامنے ہی سفیان کے دونوں باڈی گارڈز اس کے منتظر

تھے۔ اسے آتے دیکھ کر وہ آگے آئے اور ملنے لگے۔ ساتھ ساتھ انہوں نے اسے ارحام کو دریافت کر لینے پر مبارکباد بھی پیش کی۔ حدیل ان دو لمبے چوڑے پھرتیلے مردوں کو دیکھ کر قدرے مضطرب ہو گئی اور ارحام کا ہاتھ پکڑ لیا۔

ارحام۔۔۔۔ یہ تمہارا کزن اکیچیولی کرتا کیا ہے۔۔۔۔ "حدیل کو" گارڈز کے گھیرے میں تیز تیز چلتے سفیان کا کردار مشکوک لگا۔ اس نے منہ کے آگے ہاتھ کر کے سرگوشی کی۔

ہے۔۔۔۔ "ارحام نے بھی اسی criminal lawyer وہ" انداز سرگوشی کرتے ہوئے بتایا۔

کیا ہوا۔۔۔۔ تم کیوں ڈر گئی۔۔۔۔ تم نے کوئی کرائم کیا ہے" کیا۔۔۔۔ "حدیل کے تاثرات بدلنے لگے تو ارحام نے استفسار کیا۔

نہیں میں کیوں ڈروں گی۔۔۔۔" فوراً سے بیشتر خود کو کمپوز کرتے " ہوئے وہ سیدھے چلنے لگی۔ ارحام سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

XX

رانا ہاوس کے گیٹ پر کار سے اترتے ارحام کا دل ڈگمگانے لگا۔ ماضی کی بہت سی سیاہ راتیں آنکھوں میں گردش کرنے لگی تھی۔ باپ کا مرجھایا چہرہ۔ ماں کے آنسو۔ بہن کا ٹوٹا دل۔ ایک ایک تکلیف اجاگر ہوتے اس کے قدم بھاری ہونے لگے۔

سفیان اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے رانا ہاوس کے اندر لیں آیا۔

لاونج میں رانا صاحب سفید قمیض شلوار میں ملبوس کندھوں پر سیاہ شال ڈالے۔ آنکھوں پر چشمہ لگائے کوئی پرانی ڈائری پڑھ رہے



تھے۔ قدموں کی چاپ سن کر انہوں نے نظریں اٹھا کر سامنے دیکھا تو سفیان کو آتے دیکھ کر مسکرائے لیکن اگلے ہی پل اس کے ساتھ کھڑے وجود کو دیکھ کر ان کی مسکان سمٹ گئی اور آنکھوں میں حیرت در آئی تھی۔ وہ بے اختیار صوفے پر سے کھڑے ہو گئے۔ آنکھوں کی دید خیرہ ہونے لگی تو چشمہ ہٹا کر اس منظر کی تصدیق کرنا چاہی۔

ارحام کا دل کیا وہ کہی ڈوب جائے۔ اس نے شان سے رہنے والے ڈیڈ کو کتنا کمزور بنادیا تھا۔ اس کے اندر کا گلٹ اسے اپنے سینے پر خنجر کی مانند لگ رہا تھا۔

ارحام۔۔۔۔۔ "رانا صاحب کے لبوں سے اس کا نام پکارنے کی دیر" تھی کہ ارحام بھاگتا ہوا ان کے سینے سے جا لگا اور رونے لگا۔

مجھے معاف کر دے ڈیڈ۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔۔ میں نے"  
"بہت بہت تکلیف دی ہے آپ کو۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔۔  
روتے بلکتے وہ ان کے سینے سے لگے معافی مانگنے لگا۔

رانا صاحب نے اس کے گرد بازو مائل کر کے اس وجود کو محسوس کیا۔  
وہ ان کا لخت جگر تھا۔ انہوں نے اسے مضبوطی سے خود سے لگا لیا تھا۔  
جیسے اب یہ گرفت چھوٹی تو وہ سنبھل نہیں پائیں گے۔  
کوئی پلٹ آئے تو اس کا ہاتھ تھام لینا چاہیے۔ اس کی امید نہیں توڑنی  
چاہیے۔ کسی کی امید قائم رکھنا اللہ کی صفت ہے اور رانا مبشر اس  
صفت کے پیروکار تھے۔

مجھے معلوم ہوتا میرے مارنے پر تم چھوڑ کر چلے جاو گے تو کبھی ہاتھ " نہیں اٹھاتا۔۔۔۔۔ ایسی سزا دی تم نے اپنے بوڑھے باپ کو ہااا۔۔۔۔۔ "رانا صاحب کے آنسو جاری ہو چکے تھے۔

نہیں ڈیڈ۔۔۔۔۔ آپ ماریں مجھے۔۔۔۔۔ چاہے میرا گلا گھونٹ " دیں۔۔۔۔۔ آپ کو پورا حق ہے مجھ پر۔۔۔۔۔ بس آئندہ کبھی خود سے دور مت کرنا۔۔۔۔۔ غلطی سے بھی چھوڑ جانے کا کہہ دوں تو دو اور تھپڑ لگا دینا۔۔۔۔۔ لیکن خود سے الگ مت ہونے دینا۔۔۔۔۔

پلیزز زرز۔۔۔۔۔ "وہ ان کی سفید داڑھی پر لڑکھتے آنسو صاف کرتے ان کے رخسار چومنے لگا۔ اور پھر باری باری ان کے ہاتھ چھوم کر ان کے قدموں میں بیٹھ کر ہاتھ جوڑ دیئے۔

رانا صاحب نے اسے اٹھا کر پھر سے سینے میں بھینچ لیا۔ یہ منظر دیکھتے سفیان اور حدیل بھی جذباتی ہو گئے تھے۔ عائرہ نے لاونج میں سے آوازیں آتی سنی تو سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی اور سامنے ہی سفیان کے ساتھ کھڑی حدیل پر نظر پڑی۔ سرتاپیر اسے دیکھتے اس کے سماعتوں میں سفیان کے الفاظ گردش کرنے لگے۔

یوووو چیٹ۔۔۔۔۔ یوووو ڈفررر۔۔۔۔۔ تو سچ میں یہی تمہارا "سرپرائز تھا۔۔۔۔۔" عائرہ غراتے ہوئے آگے آئی اور سفیان پر وار کرنے لگی۔ سفیان ہاتھ آگے اٹھائے اس سے دور جانے لگا۔

اررے ارے میری ماں۔۔۔۔۔ سرپرائز یہ نہیں وہ ہے۔۔۔۔۔" اس نے ہاتھ ہوا میں لہرا کر رانا صاحب کے سینے سے لگے ارحام کے "جانب اشارہ کیا۔

وہ دونوں اپنے آپ میں اتنا مگن تھے۔ ڈیڈ سرتا پیر اپنے جوان بیٹے کو نظروں میں اتار رہے تھے اور ارحام بھیگی آنکھوں سے ان کے رخسار اور ہاتھوں کو چومتا اظہارِ ندامت کر رہا تھا۔ عائرہ کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ وہ ٹکٹکی باندھے ارحام کو دیکھ رہی تھی۔ سفیان نے دبے پاؤں قریب آکر اس کے گرد بازو مائل کرنا چاہا لیکن اس نے غصے سے اس کے ہاتھ جھڑک دیا۔

یہ ارحام کے ساتھ ہے۔۔۔ آئی سویر۔۔۔۔۔ حدیل بولونا۔۔۔۔۔ تم۔۔۔ "سفیان عائرہ کے طیش کے سامنے بے بس ہو گیا اس نے اداسی سے حدیل کو دیکھ کر التجا کی۔

"یہ سچ کہہ رہے ہیں۔۔۔ میں ارحام کے ساتھ آئی ہوں۔۔۔۔۔"

حدیل نے معصومیت سے آنکھیں جھپکاتے ہوئے عائرہ کا غضب سے سرخ چہرہ دیکھ کر وضاحت دی۔

عائرہ کے طیش پر گڑھوں پانی پڑ گیا وہ یک دم سے پُر سکون ہو گئی۔ وہ ڈیڈ اور ارحام کے پاس گئی اور ارحام کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

وہ آنسو پونچھتا مسکرایا اور اسے خود سے لگا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

رانا صاحب نے اپنے دونوں بچوں کو دیکھ کر آنکھیں رگڑتے اللہ کا شکر ادا کیا۔ عائرہ سے مل کر ارحام کو ماما کا خیال آیا وہ ڈیڈ سے ان کا پوچھنے لگا۔ رانا صاحب اسے اپنے ساتھ کمرے کے جانب لیں گئے۔

کرن رانگ چیر پر آنکھیں موندھے۔ ہاتھوں میں فیملی کی فوٹو البم  
لیئے بیٹھی تھی۔ رانا صاحب نے مخاطب کرنا چاہا لیکن ارحام نے  
روک لیا۔ وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا اور ماما کے قدموں میں  
دو زانو بیٹھ کر ان کے گٹھنے پر ہاتھ رکھا۔

کرن نے شناسا لمس محسوس کیا تو آنکھیں کھولی اور چند لمحے وہ بے  
یقینی سے اپنے سامنے بیٹھے اس سراپے کو دیکھنے لگی۔ اس آنکھیں  
بھینکنے لگی تھی اس نے ارحام کو تھام کر خود سے لگا لیا۔

ارحام۔۔۔ تم واپس آگئے۔۔۔ مجھے پتا تھا۔۔۔ ایک دن "  
تمہیں اپنی ماں کی فریاد ضرور سنائی دے گی۔۔۔ میرا بیٹا واپس  
آگیا۔۔۔" وہ روتے روتے دیوانہ وار ارحام کے رخسار چومنے لگی۔  
اسے سرتاپیر دیکھ کر پھر سے اپنے نور چشم کو سینے سے لگایا۔ ارحام نے

آنکھیں بند کر کے ماما کے گرد مضبوط حصار بنالیا تھا۔ وہ اس لمحے کو دل میں محفوظ کر رہا تھا۔ کتنی ہی دفعہ وہ اس لمس کو اس احساس کو ترسنا تھا یہ کیفیت بیان کرنے کو اس کے پاس الفاظ نہیں تھے۔

آئی ایم سوری ماما۔۔۔۔۔" اس نے ماما کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں " تھا مے ان پر عقیدت سے بوسہ دیا۔

اب میں تمہیں کہی جانے نہیں دوں گی۔۔۔۔۔ تم دوبارہ کبھی مجھے " چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔۔۔۔۔" کرن نے انگلی اٹھا کر سختی سے تنبیہ کیا۔

کبھی نہیں جاؤں گا۔۔۔۔۔" ارحام نے پھر سے انہیں خود سے لگایا۔

کتنا کمزور ہو گیا ہے۔۔۔۔۔" کرن نے اس کے بازو کو چھو کر دیکھا۔



"آپ کے ہاتھ کے بنے دیسی گھی کے پراٹھے نہیں ملے نا۔۔۔"

ارحام زخمی ہنس دیا تو ممما بھی روتے ہوئے مسکرا دی۔

پر ممما۔۔۔ مجھے آپ سے ایک شکایت ہے۔۔۔۔۔ میرے کئے کی

سزا آپ نے ڈیڈ کو کیوں دی۔۔۔۔۔ ان سے کیوں دور

ہو گئی۔۔۔۔۔" ارحام شکوہ کن انداز میں کہتا اسے تھا مے ڈیڈ کے پاس

آیا۔

سوری رانا صاحب۔۔۔۔۔" کرن کو احساس ندامت نے گھیر لیا تھا وہ

سر جھکائے ان کے قدموں میں جانے لگی پر رانا صاحب نے اسے

بازوؤں سے تھام لیا۔

کیا کر رہی ہو کرن۔۔۔۔۔ تمہاری جگہ میرے قدموں میں

نہیں۔۔۔۔۔ میرے دل میں ہے۔۔۔۔۔" انہوں نے اسے سینے سے

لگایا تھا۔ ارحام ماں باپ کو پھر سے ایک ہوتا دیکھ تسکین سے  
مسکرایا۔

وہ منظر دیکھتی عائرہ کے رخسار بھیگ چکے تھے۔ سفیان نے اس کا سر  
اپنے کندھے پر ٹکا کر اسے رونے دیا۔ وہ جانتا تھا یہ آنسو خوشی کے  
آنسو ہے۔

تو اس کام سے تم یورپ گئے تھے۔۔۔۔۔ "عائرہ کی رندھی ہوئی"  
آواز اس کے سماعتوں میں پڑی۔ اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر سفیان کو  
سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو اس نے سر اثابت میں ہلایا۔

اتنا پیار کرتے ہو مجھ سے۔۔۔۔۔ اپنے سارے کام چھوڑ کر میرے  
"لیے۔۔۔ میرے ڈیڈ کے لیے ارحام کو ڈھونڈنے چلے گئے۔۔۔"

آتے ہی لڑنا شروع ہو گئے۔۔۔۔۔" مہمارحام سے خفہ ہونے لگی"

آپ کو پتہ ہے ڈیڈ۔۔۔۔۔ آپ کی بیٹی نے اپنے میاں کو میرے " پیچھے لگایا تھا۔۔۔۔۔ کتنی مشکلوں سے وہ مجھے ڈھونڈ کر واپس لائے ہیں۔۔۔۔۔ سفیان نے ہی حوصلہ دلایا ورنہ میں تو آپ سے معافی مانگنے کی ہمت نہیں کر پاتا تھا۔۔۔۔۔ "ارحام نے عائرہ کے گرد بازو مائل کر کے ماما اور ڈیڈ کو سفیان کی ساری کاروائی من و عن سنائی۔ وہ دونوں حیرت زدہ ہو کر سفیان کے جانب متوجہ ہوئے۔ رانا صاحب کو سفیان بھی اتنا ہی عزیز تھا جتنا ذیشان لیکن اس مہربانی پر وہ ان کے لیے مزید معتبر ہو گیا۔ وہ سفیان کے پاس آئے اور اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے سفیان کا شانہ تھپتھپا رہے تھے جب ان کی نظر دروازے کے پاس کھڑی ایک انجان لڑکی پر پڑی۔

اووو۔۔۔۔۔ یہ حدیل ہے۔۔۔۔۔ میری۔۔۔۔۔ بہت اچھی"  
فرینڈ۔۔۔۔۔ میرے ساتھ پیرس سے آئی ہے۔۔۔۔۔ "ارحام آگے  
آیا اور ان سب سے حدیل کو متعارف کروایا۔ ایک پل کو وہ اس کا  
تعارف کرواتے مبہوت سا ہو گیا تھا۔

حدیل نے جھجکتے ہوئے سلام کیا۔ اسے سلام کرتے اور اردو بولتے  
دیکھ کر رانا صاحب اور کرن شاک ہو گئے۔ کرن مسکرا کر آگے آئی  
اور حدیل کو خود سے لگا کر حال احوال دریافت کرنے لگی۔

ارحام کا رخ اب گھر کے دوسرے حصے کے جانب تھا۔ ابھی وہ کمرے  
سے باہر آیا ہی تھا کہ نور اور ذیشان لاؤنج میں داخل ہوتے نظر آئے۔  
وہ بھاگتا ہوا ان کے پاس گیا اور نور کے گلے لگا۔ ذیشان سے مل کر اس

نے روحان پاپا کا پوچھا تو ذیشان نے آبرو اچکا کر گیٹ کے باہر اشارہ کیا۔

پاپا۔۔۔۔۔ "ارحام ان کے پاس آیا اور اپنی جانب متوجہ کیا۔"  
روحان نے خوش دلی سے اسے گلے لگایا اس کا حال احوال دریافت کیا۔

نہیں میں اندر نہیں آؤں گا۔۔۔۔۔ "ارحام جب اسے رانا ہاوس کے اندر لیں جانے لگا تو اس نے اپنے قدم جما لیے تھے۔

میرے کہنے پر بھی نہیں۔۔۔۔۔ "روحان کو اپنے عقب میں رانا" صاحب کی آواز سنائی دی۔

آپ کے لیے تو جان بھی حاضر ہے رانا بھائی۔۔۔۔۔ "روحان"  
آبدیدہ ہوتا رانا صاحب کے سینے سے جا لگا۔

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □

**Email:** [info@novelsmafia.com](mailto:info@novelsmafia.com)

مینونہ بیگم بیٹی کی خوشیاں سن کر مسرور ہو رہی تھی۔ جب ارحام نے دروازے پر دستک دی۔

چلیں۔۔۔۔۔ سب ویٹ کر رہے۔۔۔۔۔ "اس نے ناب پکڑے"  
دروازے سے اندر جھانک کر اسے مخاطب کیا۔

اوکے مام۔۔۔۔۔ میں بعد میں بات کرتی ہوں۔۔۔۔۔"  
بائے۔۔۔۔۔ "حدیل نے مام سے رخصت لی اور اپنا پرس لیتے اس کے  
ساتھ باہر آ گئی۔

لاونج میں عائرہ سفیان اور زینب بھی تیار کھڑے تھے۔ زینب دو دن  
پہلے کراچی سے لوٹی تھی۔ ابہتاج کو فلحال اپنا ٹرافسفر کروانے میں کچھ  
وقت لگنا تھا اس لیے وہ سیدھے شادی کے تقاریب میں ہی شریک  
ہونے والا تھا۔



عائزہ اور سفیان الگ کار میں چلے گئے۔ زینب اور حدیل ارحام کے ساتھ۔ مال تک کے سفر میں زینب حدیل کو راستے میں آنے والے مناظر کے متعلق بتاتی رہی اور ارحام خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سنتے محظوظ ہوتا رہا۔ گھر واپس آکر اسے یہ احساس ہونے لگا تھا۔ اس نے کیا کھو دیا تھا۔ فیملی۔ رشتے۔ اپنے۔ جوہر کسی کے پاس نہیں ہوتے۔ کبھی کبھار تو ہو کر بھی پاس نہیں ہوتے۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

اوو میرا شاپنگ بیگ۔۔۔۔۔ "حدیل اپنا خالی ہاتھ دیکھ کر ٹھٹک گئی۔"

پچھلے دو گھنٹے سے وہ مال میں شاپنگ کر کے اب واپسی نکل رہے تھے جب حدیل ایک احساس کے تحت رک گئی۔ وہ شاپنگ بیگ شاپ میں ہی بھول گئی تھی۔

آپ لوگ چلیں۔۔۔۔ میں لے کر آتا ہوں۔۔۔۔ "ارحام نے" ان کی کشمکش کا آسان حل نکالا اور الیکٹرک سیڑھیوں کے جانب بڑھ گیا۔

دوسری منزل کی مطلوبہ دکان سے وہ شاپنگ بیگ اٹھائے دکان سے نکلا اور دو قدم آگے ہی گیا تھا کہ ٹھٹک گیا۔ اس کے تاثرات بدلنے لگے۔ ہاتھ پہلو میں جا گرے تھے۔ وہ یک ٹک سامنے کھڑے اس سراپے کو دیکھ رہا تھا۔ وہی معصومیت وہی خوشگوار مسکراہٹ۔ وہ پر رونق چہرہ۔ اس کے دل کے کسی کونے میں چھن کر کے کچھ بکھرا

تھا۔ اس کا ضمیر اسے رد و بد کہنے لگا۔ اس سے ہزاروں سوال کرنے لگا۔ وہ بناپلک جھپکائے قمیض شلوار پہنے سر پر ڈوپٹہ لیے میچپوری دانین کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ زندگی کسی موڑ پر پھر سے اسے اس کے سامنے لیں آئے گی۔ بے اختیار اس کے قدم اس جانب بڑھ گئے۔ ہر قدم کے ساتھ ماضی کی ایک یاد اس کے ذہن پر سے ہو کر گزرنے لگی۔ اس کے قدم من من بھر کے اٹھ رہے تھے۔ وہ گلا تر کرتا اس کے قریب آیا۔

دانین۔۔۔۔۔ "اس جانب دانین کی پشت تھی وہ رینگ پر ہاتھ" رکھے مال کے رش کو دیکھ رہی تھی جب اس نے ایک شناساسی آواز سنی۔ اس کے آبرو پھیل گئے اور دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔ وہ بھول کر

اس منظر کو بھی یاد نہیں کرنا چاہتی تھی اور قدرت اس وجود کو ہی اس کے سامنے لے آیا تھا۔

وہ اپنے اضطراب کو قابو رکھنے کی کوشش کرتی پیچھے موڑی۔ ارحام کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ چند ثانیے ساکت ہو گئی تھی۔ اس نے نظریں گما کر ارحام کے عقب میں دکان کے اندر موجود سلمان اور اس کے گود میں اپنے ایک سالہ بیٹے کو دیکھا۔  
کیسی ہو۔۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔۔۔ مجھ سے ڈر و مت۔۔۔۔۔ میں "

تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔۔۔۔۔ "ارحام نرمی سے کہتے زخمی مسکرایا۔ وہ دانیل کے ان خوفزدہ تاثرات سے خوب آشنا تھا اس لیے بات شروع کرنے سے پہلے ہی وضاحت دی۔

ارحام۔۔۔۔۔ میرے ہسبینڈ پیچھے شاپ میں ہے۔۔۔۔۔ پلیز"  
کوئی سین مت بناو۔۔۔۔۔ جاو یہاں سے۔۔۔۔۔" دانین نے ہمت کر  
کے اسے تردید کیا۔

میں تمہاری شادی شدہ لائف ڈسٹرب کرنے نہیں آیا۔۔۔۔۔ میرا"  
یقین کرو۔۔۔۔۔ میں تم سے اپنے سارے کئے کی معذرت چاہتا  
ہوں۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔۔ مانتا ہوں میرا گناہ معافی کے  
قابل نہیں ہے۔۔۔۔۔ لیکن یہ گلٹ مجھے جینے نہیں دیتا۔۔۔۔۔  
میں ہر دن ہر شام۔۔۔۔۔ گھٹ گھٹ کے مر رہا ہوں۔۔۔۔۔ یہ  
پچھتاوے کی مار مجھ سے مزید سہی نہیں جا رہی۔۔۔۔۔ میں اس  
ندامت کے بوجھ تلے دب گیا ہوں۔۔۔۔۔ بس تم ایک دفعہ کہہ دو  
تم نے مجھے معاف کیا۔۔۔۔۔ شاید میری تکلیف کچھ کم

ہو جائے۔۔۔۔۔" ارحام بے بس سا اسے پر امید نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

دائین کو ارحام واقعی بہت مجبور اور بے بس لگا۔ قسمت کے ہاتھوں بے بس۔ یہ وہ ارحام نہیں تھا جسے وہ جانتی تھی۔ جو کبھی انا اور غرور میں چور دنیا کو انگلیوں پر نچایا کرتا تھا۔

تمہیں پتا ہے۔۔۔۔۔ ان دو سالوں میں میں نے ایک بہت اہم بات سیکھی ہے۔۔۔۔۔" دائین با اعتماد انداز میں اسے دیکھتے گویا ہوئی۔

جو ہوتا ہے انسان کی بہتری کے لیے ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اللہ کی کوئی نا کوئی حکمت چھپی ہوتی ہے۔۔۔۔۔ مجھے اس سب میں عزت اور قدر

کی اہمیت معلوم ہوئی اور تمہیں رشتوں کی۔۔۔۔۔ "جو وہ سیکھ گئی  
تھی اب ارحام کو سیکھا رہی تھی۔

جس دن میری زبردستی شادی ہوئی مجھے لگائیں اب کسی پر اعتبار "  
نہیں کر پاؤں گی۔۔۔۔۔ لیکن عزت جتنی ملے محبت اتنی ہی گہری  
ہوتی ہے۔۔۔۔۔ عزت کے بغیر محبت کا کوئی وجود نہیں۔۔۔۔۔ رشتہ  
کوئی بھی ہو۔۔۔۔۔ عزت کے بنا بے کار ہے۔۔۔۔۔ میرے اور  
سلمان کے رشتے میں محبت سے بڑھ کر عزت ہے ایک دوسرے کی  
قدر ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے مجھے اس وقت سنبھالا جب سب مجھے  
چھوڑ گئے تھے۔۔۔۔۔ انہوں نے تب مجھے عزت دی جب تم بھری  
دنیا میں مجھے رسوا کر گئے تھے۔۔۔۔۔ اور اس عزت نے مجھے ان کا بنا  
دیا۔۔۔۔۔ تم بہتر ضرور تھے۔۔۔۔۔ لیکن میرے لیے

بہترین۔۔۔۔۔ صرف سلمان ہے۔۔۔۔۔ میں نے معاف کرنا بھی  
ان ہی سے سیکھا۔۔۔۔۔ "اپنے خان کی خوبیاں بیان کرتے اسے اس پر  
مزید پیار آ رہا تھا۔

ہر مرد ارحام مبشر نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ہر مرد از ان حیدر خان بھی "  
نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ کچھ مرد سلمان جلیل خان بھی ہوتے ہیں۔۔۔۔۔  
مجھے اب تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں نے تمہیں  
معاف کیا۔۔۔۔۔ "دائین نے اسی با اعتماد لہجے میں اپنی بات مکمل  
کی اور ارحام کے پہلو سے گزر کر دکان کے اندر داخل ہو گئی۔

ارحام نے آنکھیں بند کر کے سکون کا سانس لیا۔ وہ سمجھ نہ سکا کہ  
دائین نے واقعی اسے معاف کیا تھا یا نہیں لیکن اس بات سے مطمئن  
ضرور ہو گیا تھا کہ وہ اپنی شادی شدہ زندگی میں خوش ہے اور یہی



احساس اسے سکون بخش رہا تھا۔ لمبا سانس لیتا وہ پیچھے مڑا اور مسکرا کر سامنے کا منظر دیکھنے لگا جہاں دانیل اور سلمان بیٹے کو ایک کچھلوانے پر سوار کئے اس کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

اللہ اس فیملی پر کبھی کوئی تکلیف نہ آئیں۔۔۔۔۔ "اس نے آنکھوں میں امڑتے آنسو صاف کرتے دل میں دانیل کی خوشیوں کی دعا کی۔ اسے اپنے کندھوں کا بوجھ ہلکا ہوتا محسوس ہوا۔ وہ مسکرا کر سر جھٹکتا لفٹ کے جانب بڑھ گیا۔

ہیلو۔۔۔۔۔ اتنی دیر کہاں لگا دی۔۔۔۔۔ "پہلی منزل پر حدیل نے اپنے دھن میں چلتے ارحام کے آگے ہاتھ لہرایا۔

اس نے کھوئے ہوئے انداز میں حدیل کو دیکھا۔ اس لمحے اسے دانیل کی بات اور اچھے سے سمجھ آگئی تھی۔ اس کے لیے سلمان بہترین تھا تو

ارحام کے لیے حدیل جو اس کے دکھ سکھ کی ساتھی تھی۔ اس کی  
ہمراز اور ہمدرد۔ اس کی بقا کی وجہ۔

چلووو۔۔۔۔۔ باقی سب آگے چلے گئے ہیں۔۔۔۔۔ "حدیل اس"  
کا بازو پکڑ کر ساتھ لیں جانے لگی۔

ارحام نے جاتے جاتے مڑ کر اوپری منزل پر اس دکان کے جانب  
دیکھا ضرور تھا۔ دانیل اور سلمان باتیں کرتے ہاتھوں میں ہاتھ  
تھامے دوسرے شاپ کے جانب چل رہے تھے۔ وہ ان کی خوشیوں  
پر دل سے مسکرایا اور اپنی خوشیوں کے جانب متوجہ ہوا۔ اس نے  
ہاتھ بڑھا کر حدیل کا ہاتھ تھام لیا اور مال سے باہر نکل گیا۔

XX

اگلے دن صبح سویرے ارحام دانین کے میکے پہنچا۔ حیدر خان نے اسے  
مہمان خانے میں بیٹھایا۔ گھر کے بڑے بزرگ اور ازان خان بھی  
وہاں موجود تھے۔

دانین سے ملا تھا میں۔۔۔۔۔ اس نے معاف کر دیا ہے۔۔۔۔۔"  
لیکن میں آپ سب کا بھی گناگار ہوں۔۔۔۔۔ میں تہہ دل سے آپ  
سب سے معافی مانگتا ہوں۔۔۔۔۔" ارحام نے سر جھکائے بات کا  
آغاز کیا۔

چاہے تو آپ معاف کر دیں۔۔۔۔۔ چاہے تو مار دیں۔۔۔۔۔ آج"  
کوئی نہیں رو کے گا۔۔۔۔۔" اس نے کوٹ کے اندرونی جیب سے  
ایک چھوٹی پستول نکال کر ازان خان کے آگے رکھ دی۔

از ان پستول اٹھاتا کھڑا ہو گیا۔ ارحام بھی اس کے تقلید میں کھڑا ہو گیا تھا۔ مہمان جانے میں سکوت چھا گیا۔

از ان خان کی ایک سال پہلے شادی ہو گئی تھی اور چند ہفتے قبل پہلی اولاد کی پیدائش ہوئی تھی۔ خود باپ بن کر اسے رانا مبشر کے احساسات کا اور اپنے بابا کی بے بسی کا خوب اندازہ ہو گیا تھا۔

اس نے پستول واپس ارحام کو تھمائی اور اس کی معذرت قبول کر لی۔ ارحام مشکور ہوتا آگے آیا اور از ان خان کے گلے لگا۔ اس کی خاطر داری میں از ان کی اہلیہ نے پیشاوری چلی کباب اور چائے سے نوازا۔ جاتے جاتے ارحام نے ان سب کو عائرہ کی شادی پر مدعو کیا اور بڑے بزرگوں کی دعائیں لیتا اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

شہر کے عالی شان ہال میں عائرہ اور سفیان کی مہندی کے فنکشن کا آغاز ہو چکا تھا۔ ارحام بلیک کام دار شیر وانی میں تیار مہمانوں کی پذیرائی میں کھڑا سب سے مل رہا تھا۔ کچھ عزیز واقارب اور میڈیا رپورٹرز میں اسے دیکھ کر چی مگوئیاں بھی ہوئی تھی۔

وہ ڈیڈ کے ہمراہ ان کے کسی پرانے دوست سے مل رہا تھا جب اسے اپنے کندھے پر کسی کا لمس محسوس ہوا۔ وہ مسکراتا ہوا پیچھے مڑا کہ ٹھٹک گیا۔ چند لمحے ساکت کھڑے ماضی کی بہت سی یادیں اس کے ذہن پر آن ٹھہری تھی۔

ڈینی۔۔۔۔۔ "وہ دانیال کو اس کے لقب سے پکارتا اس کے گلے جا" لگا۔ دانیال نے خوشی خوشی ارحام کے گرد بازو مائل کر کے اسے خود سے لگا لیا تھا۔

انسان کے دوست ہر وقت ایک جیسے نہیں رہتے۔ کچھ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ کچھ آگے بڑھ جاتے ہیں۔ سچا وہی ہوتا ہے جو موجودہ حال میں ساتھ ہو۔

ارحام کے جذبات اجاگر ہونے لگے۔ اس نے مضبوطی سے اپنے اکلوتے مخلص دوست کو حصار میں لیا ہوا تھا۔ ایک دانیال ہی تو تھا جو ہمیشہ اسے گمراہی سے روکتا تھا لیکن اس نے کبھی اس کے نصیحت پر غور ہی نہیں کیا۔

بہت خوشی ہو رہی ہے تمہیں واپس دیکھ کر۔۔۔۔۔ "دانیال نے" ارحام کو بازوؤں سے تھام رکھا تھا اور سرتاپیر اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ ارحام اس سے اپنے کئے کی معذرت کرنے لگا۔

چھوڑ پرانی باتیں۔۔۔۔۔ جو ہوا سو ہوا۔۔۔۔۔ خوشی اس بات کی ہے "  
کہ جو درس ہم میں سے کوئی نہ سیکھا سکا۔۔۔۔۔ وہ قدرت نے  
تمہیں اپنے آپ سیکھا دیا۔۔۔۔۔" وہ ارحام کے اس بدلے روپ  
سے محظوظ ہو رہا تھا جب اس کی نظر سامنے سے آتی ایک خوبصورت  
دو شیزہ پر پڑی۔

واو۔۔۔۔۔ یہ کون ہے بھئی۔۔۔۔۔ "یک ٹک سامنے دیکھتے"  
دانیال نے تبصرہ کیا۔ وہ خود کو اس حسینہ کی تعریف کیے بغیر روک نہ  
سکا۔

ارحام نے تعجب سے آبرو سکھیڑے رخ موڑا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔  
حدیل بلیک اور گولڈن لہنگے میں ملبوس۔ نفیس میک اپ کئے۔

سنہرے لمبے بال رول کئے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے دامن پہلوؤں  
سے اٹھائے ہال کے اندر داخل ہو رہی تھی۔

میری ہے۔۔۔۔۔ "ارحام نے اسے دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر ڈینی"  
کے آنکھوں پر رکھ کر اسے پیچھے دھکیلا اور خود آگے بڑھ کر حدیل  
کے سامنے آگیا۔

کیسی لگ رہی ہوں۔۔۔۔۔ "اس کی سبز آنکھیں ہال کی روشنیوں"  
میں مزید چمک رہی تھی۔

بہت حسین۔۔۔۔۔ "ارحام نے سر تا پیر اسے دیکھتے ہوئے سراہا۔"

سب اتنا گھور کر سے دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ مجھے عجیب لگ رہا"  
ہے۔۔۔۔۔ "وہ آس پاس موجود نظروں سے بے چین ہونے لگی۔"



سب کو چھوڑوں۔۔۔۔۔ تم صرف میری نظروں کی فکر "  
"کرو۔۔۔۔۔ اور میری نظریں تو تم پر سے ہٹ ہی نہیں رہی۔۔۔۔۔  
ارحام نے خمار آلود نگاہوں سے اسے دیکھا۔

حدیل اس کی نظروں سے بلش کرنے لگی اور اسے پرے کرتے اسٹیج  
کے جانب بڑھ گئی جہاں عائرہ اور سفیان کی رسم ہو رہی تھی۔ ارحام  
ایڑیوں کے بل گھوما اور اسٹیج کے جانب دیکھنے لگا۔  
یار۔۔۔۔۔ اس کی کوئی اور بہن نہیں ہے کیا۔۔۔۔۔ "دانیال نے"  
اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ ارحام نے اس کا بازو جھٹک کر سر نفی  
میں ہلا دیا۔

بس اگلی دفعہ تم مجھے بھی فرانس لیں کر جانا۔۔۔۔۔ "اس نے"  
معصومیت سے خواہش ظاہر کی۔ ارحام نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا  
اور کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

XX

بارات کی رات شہر کے بڑے بڑے نامی گرامی شخصیات مدعو کئے  
تھے جن میں شاہ فیملی بھی شامل تھی۔  
زاویہ شاہ ریڈ بلڈ کلر کی بیک لیس نیٹ کی ساڑھی زیب تن کئے  
کندھوں تک آتے بال ایک سائیڈ پر سجائے تیمور شاہ کے بازو میں  
ہاتھ ڈالے شان سے چلتے ہوئے ہال میں داخل ہوئی۔ میڈیا رپورٹرز  
کے کیمرے اس کے او جھل ہونے تک اس کے تصاویر بنا رہے  
تھے۔

دھوم دھام سے بارات کی تقریب رواں دواں تھی۔ ارحام اور  
ذیشان پوری تیاری اپنی نگرانی میں کرواتے مصروف تھے۔

بیچ بیچ۔۔۔۔۔ سو سیڈ۔۔۔۔۔ تم سے پہلے چھوٹے بھائی کی شادی "  
ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ وہ بھی تمہاری پسند کی لڑکی سے۔۔۔۔۔" زاویہ  
شاہ اپنی اداؤں سے محفل میں موجود جوانوں کا قتل عام کرتی ذیشان  
کے پہلو میں آگئی۔ ذیشان اس کے تبصرے پر خاموشی اختیار کر گیا  
تھا۔

ویسے بات تو ایک ہوئی۔۔۔۔۔ اب وہ اپنے ہسبینڈ کو بھی خوش "  
کرے گی اور تمہیں بھی۔۔۔۔۔ اور تمہارے بھائی کے لیے تم اس  
قربانی پر معتبر بھی بنے رہو گے۔۔۔۔۔" اس نے شیر انداز میں آنکھ کا  
کوناد بایا۔

ذیشان کے عصاب تن گئے۔ ضبط کرتے اس کی گردن کی رگیں تن گئیں۔

تم سے ایسے ہی کسی بے ہودہ تبصرے کی امید کی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔۔  
تمہیں پاک اور جائز رشتوں کا فرق تو کسی نے سمجھایا نہیں  
ہوگا۔۔۔۔۔۔ اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

مسٹر رانا ذیشان۔۔۔۔۔۔ بہت پر آگئے ہیں آپ کو۔۔۔۔۔۔ مگر جتنا  
بھی اڑ لیں ہمارے سامنے بہت کچے ہیں ابھی۔۔۔۔۔۔ "تیمور شاہ  
تھیوری اٹھائے وہاں آئے اور زاویہ شاہ کے ساتھ کھڑے ہو گئے  
تھے۔ ذیشان نے سرد سانس خارج کر کے اسٹیج کے جانب دیکھا جہاں  
وہ پوری فیملی سفیان اور عائرہ کے ساتھ بیٹھی تصاویر بناوا رہی تھی۔

ہماری بیٹی ہمارے لیے بہت انمول ہے۔۔۔۔ اس کا دل آپ پہلے "ہی توڑ چکے ہو۔۔۔۔۔ پر اب کوئی بھی تکلیف پہنچائی تو انجام اچھا نہیں ہوگا۔۔۔۔" انہوں نے ڈٹی آواز میں ذیشان کو وارن کیا۔ زاویہ شاہ گردن اکھڑا فخریہ انداز مسکرائی اور پاپا کا کندھے پر سر ٹکا کر مغرور نظروں سے ذیشان کے بدلتے تاثرات دیکھنے لگی۔

ذیشان چاہتا تو ان دونوں کو منہ توڑ جواب دے سکتا تھا لیکن موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے وہ خاموش کھڑا رہا۔

ارحام جو اسٹیج پر عائرہ کے ساتھ بیٹھا فوٹو سیشن کروا رہا تھا ذیشان کو تیمور شاہ اور زاویہ میں گھیرا دیکھ کر تیزی سے اٹھا اور اس کے ساتھ آکھڑا ہو گیا۔

-----"اس نے everything ok ذیش بھائی-----"

ذیشان کو مخاطب کرتے تیز نظروں سے پہلے تیمور شاہ اور پھر زاویہ شاہ کو دیکھا۔

اوو جو نیئر انا صاحب-----نالس ٹوسی یو-----آپ تو گھر چھوڑ" کر فرار ہو گئے تھے-----کب آئے واپس-----"تیمور شاہ طنزیہ ہنستے مصافحہ کرنے ہاتھ آگے کیا جوار حام نے بروقت تھام لیا تھا۔ ہا ہا کس نے کہا میں فرار ہوا تھا-----میں تو ورلڈ ٹور پر گیا تھا-----" ار حام تعجب سے ہنسا۔ ذیشان کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ " پھیل گئی تھی۔

آپ نے شاید جنگل کے اس شیر کی مثال نہیں سنی مسٹر شاہ-----" جو شکار کو بھٹکانے پہلے چند قدم پیچھے جاتا ہے-----پھر ایک جھٹکے

سے وار کرتا ہے۔۔۔۔" ارحام باری باری تیمور شاہ اور زاویہ شاہ کو دیکھتے با اعتماد لہجے میں گویا تھا۔ زاویہ شاہ کے گلے میں گٹلی ابھر کر معدوم ہوئی۔

میری مثال بھی کچھ ایسی ہے۔۔۔۔ میں دو سال پیچھے ہو گیا " تھا۔۔۔۔ اب اپنے ڈیڈ کے دشمنوں پر ایک جھکٹے سے وار کرنے کے لیے۔۔۔۔ "آخری فقرہ کہتے ہوئے اس کی آواز میں سختی در آئی تھی۔

خود کو جتنا بھی شیر کہہ لوجو نئیر انا۔۔۔۔ ہمارے آگے چیونٹی " ہو۔۔۔۔ مسل کر رکھ دیں گے۔۔۔۔ " تیمور شاہ کو ارحام کی خود اعتمادی پر طیش آنے لگا۔

مسٹر شاہ۔۔۔۔۔ پلینز انجوائے دی ویڈنگ۔۔۔۔۔ ارحام مجھے تم سے "کام ہے۔۔۔۔۔ میرے ساتھ چلو۔۔۔۔۔" ذیشان نے ان کے مباحثے میں مداخلت کی اور ارحام کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لیں گیا۔ وہ بحث کو جھگڑے میں تبدیل ہونے سے روکنا چاہتا تھا۔

XX

ارحام از بیک۔۔۔۔۔ وہ واپس آ گیا ہے۔۔۔۔۔ "کال پر سرگوشی" کی گئی۔

ان کے وہاں سے جاتے زاویہ مضطرب سی ہو گئی۔ وہ میڈیا والوں کو بزنس وومین کی مسکان سے نوازتی ہال کے باہر آ گئی اور کسی کو کال ملائی۔



واٹ۔۔۔۔۔ "وہ جو کسی ہوٹل کے کمرے میں لڑکی کے ساتھ"  
برہنہ حالت میں لیٹا اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے کبھی ہاتھ  
تھامے بوسہ دیتے مدہوش تھا ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

وہ واپس کیسے آسکتا ہے۔۔۔۔۔ "وہ دانت پر دانت جمائے ہوئے"  
پھنکارہ۔ ارحام کا نام سنتے اس کا خون جوش مارنے لگا تھا۔

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اسے۔۔۔۔۔ اور پہلے سے"  
i can see in his زیادہ بہادر بن کر آیا ہے۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ "زاویہ نے چند منٹ پہلے اس سے ہوئی ملاقات یاد eyes  
کرتے ہوئے کہا۔ کال کے دوسرے جانب چند لمحے خاموشی مائل  
ہو گئی تھی۔

ہاوازدس پاسبل۔۔۔۔۔ وہ واپس کیسے آگیا۔۔۔۔۔ اور رانا فیملی نے "اتناسب ہونے کے باوجود اسے اپنا کیسے لیا۔۔۔۔۔" اسے کانوں سننے پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

یہ رانا فیملی ایک دوسرے پر جان دیتے ہیں۔۔۔۔۔ دو آنسو بہا کر "ان کے پیروں میں گر جاؤ تو قتل بھی معاف کر دیں۔۔۔۔۔" زاویہ نے حقارت بھری نظروں سے ہال کے اندر جھانکا۔  
او کے یوڈونٹ پینک۔۔۔۔۔ نارمل رہو۔۔۔۔۔ رانا فیملی کو خود پر "شک مت ہونے دو۔۔۔۔۔ اس میٹر کامل کر کچھ کرتے ہیں۔۔۔۔۔" اس نے تسلی دی اور غصے سے کال کاٹ کر موبائل سائیڈ ٹیبل پر پٹخ دیا۔

لڑکی نے نیم دراز بیٹھے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر اس کا غضب کم کرنا چاہا۔ اس نے خمار آلود انداز مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور اس کے اوپر جھک گیا۔ ارحام کا غصہ اب وہ اس نازک جان پر نکال رہا تھا۔

XX

کہاں غائب ہو گئے تھے آپ سب۔۔۔ یہ دیکھو۔۔۔ لڑکیاں "مجھے لوٹنے میں لگی ہے۔۔۔ کچھ کروڈیش۔۔۔" سفیان جو دودھ پلائی کی رسم کرتے لڑکیوں میں گھیرا ہوا تھا ذیشان ابہتاج اور ارحام کو اسٹیج پر آتے دیکھ کر معصومانہ التجا کرنے لگا۔

دو دن پہلے ابہتاج بھی واپس آ گیا تھا۔ ارحام نے اس سے ملتے ہوئے اپنی وجہ سے ہوئی پریشانیوں پر معذرت کی۔ ابہتاج نے اسے گلے سے

لگا کر اس کے معذرت قبول کر لی تھی۔ ارحام کو اپنے گلٹ کی آخری کڑی بھی کھلتی محسوس ہوئی تھی۔

ہاں دس ہزار ہی تو مانگ رہی ہیں۔۔۔۔۔ دے دو۔۔۔۔۔ "ابہتاج" نے لاپرواہی سے سفیان کے سرہانے صوفے کے بازو پر ٹک کر تجویز دی۔

دس ہزار نہیں۔۔۔۔۔ دس لاکھ۔۔۔۔۔ "زینب نے اونچی آواز میں اس کی تصحیح کی اور اس کی فرمائش پر ابہتاج کے آبرو پھیل گئے

ارحام نے سب کے ساتھ کھڑی خوش ہوتی رسم کے مزے لیتی حدیل کے جانب دیکھا۔ کتنی جلدی اس کی فیملی کے ساتھ گھل مل گئی تھی وہ زندگی سے بھرپور خوبصورت لڑکی۔ اسے بے اختیار حدیل پر پیار آنے لگا۔

دس لاکھ تو اس کے سال بھر کی کمائی بھی نہیں ہے۔۔۔۔ "ذیش"  
لڑکیوں کے آگے ہار مانتے ہوئے ہاتھ ہوا میں بلند کر کے اسٹیج سے اتر  
گیا۔

روحان نے رسم جلدی کر کے رخصتی کروانے کی تلقین کی تو سفیان  
مسرور ہوتا ہوا ہنسا اور سائن شدہ خالی چیک جیب سے نکال کر زینب  
کے ہاتھوں میں تھما دیا۔ زینب نے حدیل سمیت عائرہ کی اور اپنی  
ساری سہیلیوں کو چیک لہرا کر دکھایا اور پھر دودھ کا گلاس سفیان کو پلا  
کر رسم مکمل کی۔

خوشی خوشی رخصت ہو کر عائرہ واپسی رانا ہاوس آئی۔ رانا ہاوس پھر  
سے ایک ہو گیا تھا۔ بیچ کی دیوار خود ان تینوں نے اپنے ہاتھوں سے  
تڑوائی تھی اور دوبارہ ایسا موقع نہ لانے کا عزم کیا تھا۔

اٹھا کر لیں کر جاو۔۔۔ "ایک اور فرمائش تیار ملی۔"

عائزہ بلبش کرتے نیچے دیکھ رہی تھی۔

"یہ لڑکیاں لگتی نازک ہے۔۔۔۔۔ پر بہت ہیوی ہوتی ہے۔۔۔۔۔"

ارحام نے گفتگو میں مداخلت کی۔ اسے ہوٹل میں لگے آگ کے دوران حدیل کو اٹھا کر ایمبولینس لیں جانا یاد آیا تھا۔

اچھا۔۔۔۔ تمہیں بڑا پتہ ہے۔۔۔۔ "زینب کمر پر ہاتھ رکھے"  
ہوئے تعجب سے ارحام کے جانب مڑی۔

حدیل گھبرا گئی۔ اس سے پہلے ارحام کچھ کہتا اس نے ہنستے ہوئے اس  
کے آگے ہو کر اداکاری کرتے ارحام کے پیٹ میں کہنی مار کر گھوری  
سے نوازا۔ وہ پیٹ پکڑے ہڑ بڑا کر چپ ہو گیا۔

سفیان سر جھٹکتا ہوا جھکا اور عائرہ کو بازوؤں میں اٹھالیا۔ عائرہ نے اس  
کے گردن کے گرد ہاتھوں کا حلقہ بنا دیا۔ فضاء میں تالیاں اور سیٹیاں  
گونج اٹھی۔ اسی طرح اٹھائے ہوئے وہ کمرے کے جانب بڑھ گیا۔

کمرے کی ساری سجاوٹ عائرہ کے من پسند پھولوں اور خوشبودار  
کینڈل سے کی گئی تھی۔ سفیان نے اسے بیڈ پر بیٹھایا۔ عائرہ نے  
تسکین سے مسکراتے پورے کمرے کو دیکھا۔

سب سے پہلے انہوں نے چینیج کر کے وضو کیا اور نئی زندگی کی شروعات دونوں نے ایک ساتھ اللہ کے حضور شکرانے کے نوافل ادا کر کے کی۔

اجازت ہے۔۔۔ "نماز سے فارغ ہو کر سفیان عائرہ کو بیڈ پر لایا۔" آج اس نے آغاز عائرہ سے اجازت لیں کر کرنا چاہا۔

بلکل اجازت ہے۔۔۔۔۔ "عائرہ نے خوش دلی سے رضامندی دے دی۔ وہ مزید اپنے مجازی خدا کی حق تلافی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آج تک جب بھی سفیان نے اس کے قریب جانا چاہا وہ روک لیا کرتی تھی پر آج وہ اس سراپا عشق پر مر مٹنے کو تیار تھی۔

سفیان مشکور ہوتے ہوئے مسکرایا اور اس کے لبوں پر جھک گیا۔ اس کے گردن کے گرد بازو مائل کر کے عائرہ نے اس کے گرد حصار



مضبوط کر دیا۔ لبوں سے ہوتے اس نے گردن کا سفر طے کیا اور وہاں ہونٹ نسب کئے۔ عائرہ سانس روکے کسمپاسی گئی اس کی دھڑکن تیز ہو گئی تھی۔

سفیان ایک ایک کر کے اس کے وجود پر اپنا لمس چھوڑتا گیا اور عائرہ اس کے محبت سے سرشار ہوتی رہی۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS  
تھینکیو سوچ مجھے یہاں لانے کے لیے۔۔۔۔۔ یہ میری زندگی کا "سب سے یادگار ٹرپ ہے۔۔۔" حدیل نے مشکور ہوتے ہوئے کہا۔

مہندی اور بات کی طرح سفیان اور عائرہ کا ولیمہ بھی اسی دھوم دھام سے منایا گیا۔ شادی کے فنکشنز مکمل ہونے کے ایک ہفتے بعد

جب سفیان اور عائرہ سے ہنی مون کے متعلق پوچھا گیا تو دونوں نے باہمی رضامندی سے پوری فیملی کو لیئے مری کے فارم ہاوس جانے کی خواہش ظاہر کی۔ وہ پھر سے بچپن کے ان لمحات کو تازہ کرنا چاہتے تھے۔

ان کے اس خواہش پر سب راضی ہو گئے اور آج صبح ہی فارم ہاوس پہنچے تھے جب حدیل نے ارحام کا شکریہ ادا کیا۔ وہ اور ذیشان کھلے فضا میں کھڑے باربی کیوکا اہتمام کر رہے تھے۔ اور باقی فیملی لان کے لمبے ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھے باتوں میں مشغول تھے۔ شام کو مزید رونق بخشنے ابہتاج اور اس کے والدین بھی تشریف فرما تھے۔

سچ بتاؤ۔۔۔۔۔ تمہیں وہ پسند تھی نا۔۔۔۔۔ "زینب سامنے لان میں"  
عائرہ اور سفیان کو دیکھتے ذیشان سے مخاطب ہوئی۔ وہ دونوں سب  
سے قدرے فاصلے پر کھڑے تھے۔ ذیشان کباب کے سیخ پلٹا رہا تھا۔  
پسند اور محبت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔۔۔۔۔ اب پسند تو مجھے سچل علی"  
عالیہ بھٹ آئمہ واٹسن بھی ہے۔۔۔۔۔ تو کیا سب سے شادی کرتا  
پھروں۔۔۔۔۔ "اس نے آخری سیخ سے کباب نکال کر زینب کے  
پلیٹ میں رکھے۔

پسند بدلی جاسکتی ہے۔۔۔۔۔ پر محبت۔۔۔۔۔ وہ صرف ایک سے"  
ہوتی ہے۔۔۔۔۔ جو سفیان اس سے کرتا ہے۔۔۔۔۔ وہ بھی  
جنونی محبت۔۔۔۔۔ ایسی محبت میں نے صرف unlimited  
دو مردوں کی دیکھی ہے۔۔۔۔۔ پہلی بڑے پاپا کی کرن ماما کے

لیے۔۔۔۔۔ دوسری سفیان کی عائرہ کے لیے۔۔۔۔۔ "وہ دونوں  
بھی قدم قدم چلتے ڈائننگ ٹیبل کے جانب چلنے لگے۔

چلو اچھا ہے۔۔۔۔۔ میری تھوڑی بہت سمجھداری تم میں آگئی"  
ہے۔۔۔۔۔ "زی نے اپنے جڑواں بھائی کو چھیڑتے سارا اعزاز خود  
وصول کیا۔

لیکن میری دلیری اب تک تم میں نہیں آئی۔۔۔۔۔ "وہ ایک قدم"  
آگے ہو کر زینب کے روبہ روا گیا اور شریر انداز میں مسکرایا۔

بتایا ممی کو۔۔۔۔۔ "اس نے چہکتے ہوئے پوچھا۔"

ابھی نہیں صحیح موقع پر۔۔۔۔۔ "زی متذبذب سی ہو گئی۔"

اس سے اچھا موقع تمہیں نہیں ملے گا۔۔۔۔۔ میکا سسرال دونوں"  
ساتھ ہے۔۔۔۔۔ بتادو۔۔۔۔۔ "ذیشان کو حیرت ہوئی۔

ابھی اچھا نہیں لگے گا۔۔۔۔۔ "زی مسلسل اسے روک رہی تھی۔"

زی۔۔۔۔۔ یہ تو گڈ نیوز ہے۔۔۔۔۔ اچھا کیوں نہیں لگے گا۔۔۔۔۔"

سب کی خوشی ڈبل ہو جائے گی۔۔۔۔۔ اوکے تم خود نہیں بتا رہی تو میں بتاتا ہوں "ذیشان کی آنکھیں چمک اٹھی۔"

اللہ۔۔۔۔۔ میں نے تمہیں بھی کیوں بتایا۔۔۔۔۔ تم کسی کو نہیں"

بتاؤ گے۔۔۔۔۔ "وہ سر پر ہاتھ رکھ کر افسوس کرنے لگی۔"

ذیشان نے اس کی بات مان لی اور وہ دونوں ڈائمنگ ٹیبل پر اپنے اپنے نشست پر جا بیٹھے۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر سب کے اٹھ جانے سے پہلے ذیشان اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور گلاس پر چیچ ٹکرا کر سب کو اپنے جانب متوجہ کیا۔

اٹینشن ایوری ون۔۔۔۔ مجھے آپ سب کو کچھ بتانا ہے۔۔۔۔ "وہ"  
باری باری سب کو دیکھنے لگا۔ ماحول میں سکوت چھا گیا۔ زینب نے  
اسے تندی سے گھور اپر ذیش نے نظر انداز کر دیا۔

کیا بات ہے ذیش۔۔۔۔ سب خیریت۔۔۔۔ "روحان نے"  
مسلسل خاموشی پر اسے مخاطب کیا۔

پاپا۔۔۔۔۔ آپ نانا بننے والے ہو۔۔۔۔۔ "وہ تیزی سے آیا اور"  
پاپا کو کندھوں سے تھام کر زینب کی خوش خبری کی نوید سنائی۔

سب کے چہرے کھل اٹھے تھے۔ زینب اور ابہتاج بلش کرنے لگے۔  
حسین صاحب نے بیٹے اور بہو کو آغوش گھیر کرتے دعائیں دی۔  
حورین خانم سے دعائیں وصول کر کے وہ دونوں بڑے پاپا کے پاس  
آئے۔

اللہ نیک اور صالح اولاد سے نوازے۔۔۔ خوش رہو۔۔۔۔۔ "انہوں"  
نے دونوں کو سینے سے لگایا پھر کچھ رقم زینب کے سروار کر ملازم کو  
صدقہ کرنے تقسیم کر دی۔

پہلے ارحام کی واپسی پھر عائرہ سفیان کی شادی اور اب زینب ابہتاج کی  
خوشخبری۔ رانا ہاوس میں خوشیوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہو چلا تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ڈنر کے صبح عائرہ اور سفیان۔ حدیل اور ارحام کے علاوہ سب واپسی  
کے لیے نکل گئے تھے۔

ا۔ ا۔ ہ۔ ہ۔۔۔۔۔ جان۔۔۔۔۔ "اس نے پیچھے سے آکر عائرہ کو"  
بانہوں میں اٹھالیا تھا۔

"ارحام اور حدیل بھی رکے ہوئے ہیں۔۔۔ نیچے اتارو۔۔۔"

عائرہ خفہ ہونے لگی۔

وہ دونوں آگے کاغان کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔۔۔ اس وقت۔۔۔ میرے۔۔۔ اور تمہارے۔۔۔ علاوہ یہاں کوئی نہیں ہے۔۔۔ اور تمہیں مجھ سے کوئی نہیں بچا سکتا ہا ہا ہا۔۔۔

وہ دیسی فلموں کے بد معاش کی طرح قہقہہ لگاتے عائرہ کو کندھے پر اٹھائے کمرے کے جانب بڑھ گیا اور عائرہ اس کے شدوں کا سوچ کر گھبرانے لگی۔

XX



ارحام اور حدیل بائے روڈ شمالی علاقہ جات کی سیر کرنے رواں دواں تھے۔ وہ کبھی کسی سڑک کنارے اسٹالز کے پاس اسٹریٹ فوڈ کھانے رک جاتے تو کبھی کسی برفیلی پہاڑی کے پاس تصاویر بنوانے۔

پاکستان کی قدرتی خوبصورتی سراہتے حدیل تھک نہیں رہی تھی۔ وہ پورا سفر ویڈیو کال پر مام کو اپنے وطن کی خوبصورتی دکھانے میں مصروف تھی اور ارحام گائیڈ بننا سے وہاں کے مقامات کی تفصیلات بتاتا رہا۔

مجھے وہ کھانا ہے۔۔۔۔ "شام کے وقت وہ ناران میں ندی کنارے" چائے پینے کے جب ایک گول گپوں کی اسٹال کے جانب اشارہ کرتے ہوئے حدیل چہک اٹھی۔

وہ کیا۔۔۔۔۔ "ارحام اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا لیکن جان بوجھ کر اسے"  
تنگ کر رہا تھا۔

وہ جو سامنے اسٹال پر ہے۔۔۔۔۔ "وہ ارحام کے مذاق سے چڑ"  
گئی۔

یہی بیٹھو۔۔۔۔۔ لیں کر آتا ہوں۔۔۔۔۔ "ارحام اسے ٹیبل پر"

بیٹھاتے اسٹال کے جانب بڑھ گیا۔  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

حدیل چاروں سمت بر فیلے پہاڑ اور پیچ میں ندی کے بہتے پانی سے  
محظوظ ہوتی نظارے دیکھتے انتظار کرنے لگی۔

اس سے کچھ فاصلے پر لڑکوں کا ایک گروپ بیٹھا تھا جو غالباً اس سرخ و  
سفید فرانسیزی رنگت سبز آنکھوں والی لڑکی کو غیر ملکی سیاح سمجھ رہے

تھے، بار بار پیچھے مڑ کر اسے دیکھنے لگے۔ حدیل کو ان کی نظریں خود پر محسوس ہوئی تو متذبذب سی ہو گئی اور پہلو بدل کر بیٹھ گئی۔

ارحام دوپلیٹ گول گپے لیئے واپس ٹیبل تک آیا۔ حدیل کی خاموشی اور دوسرے ٹیبل پر موجود لڑکوں کی دبی دبی ہنسی سن کر وہ درپیش حالت سمجھ گیا تھا۔ اسے طیش میں آتے دیکھ حدیل سیٹ سے اٹھ گئی تھی لیکن اس کے توقعات کے برعکس ارحام نے خاموش نظروں سے ان لڑکوں کو گھورا اور اس کے سامنے سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اسے اپنے آپ پر قابو پاتے دیکھ کر حدیل مطمئن ہو گئی۔

مما اور ڈیڈ کے پاس لوٹ کر اس کا چڑچڑاپن کافی حد تک ختم ہو چکا تھا۔ جیسے جیسے اس کا گلٹ ختم ہوتا گیا اس کے جنون میں واضح کمی آتی

گئی۔ اپنوں سے دوری نے اسے حیوان بنایا تھا اور اپنوں کے نزدیکی پر وہ  
پھر سے انسان بن گیا تھا۔

رات تک سفیان اور عائرہ نے بھی ان دونوں کو جوائن کر لیا اور نار ان  
سے آگے بقیہ علاقہ جات کی سیر ان چاروں نے مل کر کی۔

XX

ارحام کے آنے سے رانا صاحب کی طبیعت میں بہتری آنے لگی تھی وہ  
باقاعدگی سے وقت پر دوائی لیتے تھے۔ کرن بھی ان کا پورا خیال  
رکھتی تھی۔ دونوں کی زندگیاں بحال ہو گئی تھی۔

ارحام گھر والوں کے پاس تو لوٹ آیا تھا اب اسے اپنے خالق حقیقی کے  
جانب رجوع کرنا تھا۔ اس دن منہ اندھیر رانا صاحب آستین نیچے  
کرتے تازہ وضو کئے ہوئے فجر ادا کرنے کی نیت سے مسجد جانے

کمرے سے باہر آئے تو سامنے ہی ارحام نہایا ہوا سفید کلر کے نئے قمیض شلوار پہنے تیار کھڑا ملا۔ ڈیڈ کو آتے دیکھ وہ ایک پل کو مبہوت سا ہو گیا پھر مسکرا کر اپنا ہاتھ ان کے آگے کیا۔

رانا صاحب نے ہاتھ تھامنے کے بجائے اس کے کندھے کے گرد بازو مائل کر دیا۔ اس کے آنے سے ان کی طبیعت پہلے سے کافی بہتر ہو گئی تھی اور آج اسے راہ راست پر آتے دیکھ انہیں دلی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں باپ بیٹے نے ایک ساتھ قریبی مسجد میں فجر کی نماز ادا کی اور اس کے بعد ان کا یہ معمول بنتا چلا گیا۔

ارحام نے اللہ کے حضور سجدہ زیر ہو کر اپنے گناہ کی بخشش مانگی اور دوبارہ نادہرانے کا عہد کیا۔ کچھ اس کی اپنی کوشش تھی کچھ رانا

صاحب کی روزا سے ساتھ مسجد لیں جانے کی محنت کہ ارحام پابندی  
سے نمازیں ادا کرنے لگا۔

جو ایک خلش دل میں باقی تھی وہ بھی آہستہ آہستہ ہدایت پا کر پوری  
ہوتی گئی۔

حدیل کارانا ہاوس میں وقت کیسے گزرا اسے پتہ ہی ناچلا۔ احساس تب  
ہو جب واپسی کا بلاوا آیا۔ اس کا ویزا ختم ہونے میں کچھ ہی دن باقی  
تھے اور ارحام اس کے لیے پیرس کی فلائٹ بک کروا چکا تھا۔

میں یہی رکوں گی۔۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔۔ میں تم سے دور "  
نہیں جاسکتی۔۔۔۔۔" وہ ٹکٹ لینے سے انکار کرنے لگی۔

پر تمہارا یہاں مزید رکنا مناسب نہیں ہے۔۔۔۔ تمہیں جانا  
چاہیے۔۔۔۔ "ارحام بے بسی سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا  
تھا۔

میں سفیان کے ذریعے اپنا ویزا بڑھالوں گی۔۔۔ "اس نے ارحام  
کو اپنی ہر طرح کی ذمہ داری سے آزاد کرتے ہوئے تجویز دی۔

حدیل۔۔۔۔ تم پیرس واپس جا رہی ہو۔۔۔۔۔ وہ بھی آج  
ہی۔۔۔۔۔ "اس نے تندی سے حکم صادر کیا۔ حدیل کا دل بھر آنے  
لگا تھا۔ وہ دوبارہ ارحام سے خود سے شادی کی فرمائش کرنے کی ہمت  
نہ کر سکی۔

تم پیار میں بھی اتنا روڈ ہو۔۔۔۔۔ "وہ ٹکٹ اپنے پرس میں رکھتی  
خفہ ہوئی۔

کس نے کہا میں تم سے پیار کرتا ہوں۔۔۔۔۔ "ارحام تعجب سے کہتا"  
اس کے جانب مڑا اور حدیل کے ہاتھ جم گئے۔ اس نے بے یقینی سے  
اسے دیکھا۔

میں تو محض دوست کی حیثیت سے تمہیں پاکستان گھمانے اور اپنی "  
بہن کی شادی میں شریک کرانے لایا تھا۔۔۔۔۔ "وہ محبت سے انکار کر  
گیا۔

تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔۔۔۔ تم بھی مجھ سے پیار کرتے ہو۔۔۔۔۔ "  
سال سے میرے ساتھ ہو۔۔۔۔۔ میرے تکلیف پر روتے 3

ہو۔۔۔۔۔ میری حفاظت کرنے سب کو مارتے ہو۔۔۔۔۔ یہ پیار ہی  
تھا جس نے تمہیں مجھے اپنے ساتھ لانے پر مجبور کیا۔۔۔۔۔ یہ محبت ہی  
ہے جس نے تمہیں مجھ سے جوڑے رکھا ہے۔۔۔۔۔ یہ سب محض



دوستی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔ "وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے گلہ کرنے لگی۔ سبز آنکھیں پر نم ہو گئی پر سیاہ آنکھیں بے تاثر تھیں۔

تم بہت اچھی ہو۔۔۔۔۔ مجھے تم سے ایچمنٹ ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔"

ہمدردی ہو سکتی ہے۔۔۔۔۔ پر محبت نہیں۔۔۔۔۔ تم میری خاص دوست ہو۔۔۔۔۔ پیار نہیں۔۔۔۔۔ "وہ سپاٹ تاثرات بنائے گویا تھا اور حدیل کے دل میں ٹیس اٹھنے لگی تھی۔

تو اب اپنا پیار بنا لو مجھے۔۔۔۔۔ اب تو سب ٹھیک ہو گیا"

ہے۔۔۔۔۔۔۔ "اس نے امید بھری آہ بھرتے ارحام کے چہرے کے گرد ہاتھوں کا پیالہ بناتے نرمی سے کہا۔

نہیں حدیل۔۔۔۔۔ ابھی تو سب بگڑنے والا ہے۔۔۔۔۔ میں تین"

سال پہلے کی اس میڈیا رپورٹ کو منظر عام پر لانے والا ہوں۔۔۔۔۔

اس جھوٹی خبر کو شائع کر کے میری فیملی کی عزت کو اچھالنے والے کو  
اس کے انجام تک پہنچانے والا ہوں۔۔۔۔۔" وہ پختہ ارادہ بناتے  
حدیل کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔  
کوئی شک نہیں تم میرے لیے بہت خاص ہو۔۔۔۔۔ بہت اہم "  
ہو۔۔۔۔۔ اور میں نہیں چاہتا۔۔۔۔۔ اس سب کے چلتے۔۔۔۔۔ کوئی  
تمہیں میری کمزوری بنا کر میرے خلاف استعمال کرے۔۔۔۔۔ کیونکہ  
اگر ایسا ہوا تو مجھے پھر سے اپنے حیوانی روپ میں آنے میں ایک سیکنڈ  
نہیں لگے گا۔۔۔۔۔" سیاہ آنکھیں اس کی سبز آنکھوں میں مرکوز  
تھی۔ وہ دھیمے لہجے میں اسے اپنے پلاننگ سے آگاہ کر رہا تھا۔

اس لیے تمہیں بحفاظت تمہارے گھر پہنچانا میری اولین ترجیح " ہے۔۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔۔۔۔۔ سب کچھ نیٹ جانے پر تمہارے پاس واپس ضرور آؤں گا۔۔۔۔۔ " وہ تسلی دیتے مسکرایا۔  
پرامس۔۔۔۔۔ " حدیل نے بمشکل ہمت کر کے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ " آئی پرامس۔۔۔۔۔ " اس نے حدیل کا ہاتھ تھاما۔  
شام کو سب سے رخصت لیتے وہ بے دلی سے پیرس کے لیے نکل گئی۔ ایئر پورٹ کے آخری راہداری تک وہ ارحام کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔ جب جدائی کی منزل آن پہنچی تو اس کا دل ڈمگانے لگا۔  
اس نے ڈبڈباتی نظروں سے آخری مرتبہ ارحام کو اپنے دل میں اتارا۔ ارحام نے اس کے ہاتھ پر عقیدت سے بوسہ دیتے الوداعی کلمات کہے اور اس کے کمزور پڑ جانے سے پہلے الٹے قدم روانہ ہو گیا۔

ہاں۔۔۔۔۔ وہ روانہ ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ کل صبح پیرس لینڈ کرے"  
گی۔۔۔۔۔ "اسلام آباد ایئر پورٹ پر اس انٹرنیشنل فلائٹ کو پرواز  
کرتے دیکھتے ہوئے ارحام نے کال پر پیٹر کو اطلاع دی۔  
"ڈونٹ وری۔۔۔۔۔ میں اور آنٹی اسے لینے چلے جائیں گے۔۔۔۔۔"  
پیٹر نے ارحام کو یقین دہانی کروائی۔

کال کاٹتے ہی اسے اپنا سر بھاری ہوتا محسوس ہوا۔ وہ حدیل کا دل توڑ  
کر خود بھی بکھر گیا تھا۔ اپنی کار میں سوار ہو کر اسے اپنا دم گھٹتا  
محسوس ہوا۔ رشتوں سے دوری تو اس نے سہن کر لی تھی پر کیا محبت  
سے دوری برداشت کر سکے گا۔ اس کے پاس اس سوال کا جواب نا  
تھا۔

آخری پل تک وہ معصوم اس سے خود کو اپنے زندگی میں شامل کرنے کی امید لگائے ہوئے تھی۔ اور وہ اس کی امیدیں، اس کے ارمان پیروں تلے روند کر منہ موڑ چکا تھا۔

ابھی وہ ڈرائیو کرتے آدھے راستے تک ہی آیا تھا کہ اسے شدید کھانسی ہونے لگی۔ جب سے وہ شمالی علاقہ جات کے سفر سے لوٹا تھا اس کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔ وقفے وقفے سے اسے سینے میں شدید درد اٹھتا محسوس ہوتا اور ساتھ ہی کھانسی ہونے لگتی۔

کم عمری سے ہی سیکریٹ نوشی کرنے سے تمہارے پھیپھڑوں میں "انفیکشن ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ اب زرا سائیز بولنے یا بھاگنے سے تمہاری سانس پھول جاتی ہے پھر سینے میں درد اور یہ کھانسی۔۔۔۔۔"

You have to quit smoking as soon as possible or else it can lead to lungs cancer....

ڈاکٹر صاحب نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد خطرے سے آگاہ کیا اور جلد از جلد سیگریٹ نوشی ترک کرنے کی ہدایت دی۔ حتہ کے وہ گھر لوٹ کر سموکنگ کافی کم کر چکا تھا مگر اب اگر اسے زندہ رہنا تھا تو پوری طرح ترک کرنا تھا۔

XX

جب سے زینب امید سے ہوئی تھی مئی اس کے لیے کچھ نا کچھ اچھے پکوان بنا کر بھیجا کرتی تھی جو اس دورانہ میں عورت کی قوت مدافعت کو پورا کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

اس روز ذیشان آفس جاتے ہوئے زینب کے گھر ممی کا دیا باکس پہنچانے گیا۔

لاونج میں داخل ہوتے اس کی ملاقات ایک نوجوان لڑکی سے ہوئی جو کتاب کھولے بیٹھی تھی لیکن پڑھنے کے بجائے سینسل کو پیشانی پر بیلنس کرتے کھیل رہی تھی۔

انجان مرد کو لاونج میں داخل ہوتے دیکھ وہ ہڑا کر کھڑی ہو گئی۔  
کیسے ہو ذیش۔۔۔۔۔ "اسی لمحے زینب کچن کے جانب جاتے ذیشان"  
کو دیکھ کر رک گئی۔ ذیشان نے اس سے حال احوال دریافت کر کے  
باکس پکڑا یا اور واپسی جانے لگا تھا لیکن زینب نے اسے چائے کی پیشکش  
کرتے روک لیا۔

تم عیشال کے ساتھ بیٹھو۔۔۔ میں بس دومنٹ میں چائے بنا کر"  
لائی۔۔۔۔ "زینب ہدایت دیتے کچن میں بڑھ گئی۔

اور عیشال اس کی بات سن کر متذبذب سی ہو گئی تھی۔

ذیشان ابہتاج کا پوچھتے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

بھنیاں یونیورسٹی گئے ہے۔۔۔۔۔ خالہ جان اور خالو جان صبح ہی"  
بہاولپور کے لیے نکل گئے تھے۔۔۔۔۔ خالو جان کے کسی دور کے  
کزن کی شادی ہے وہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "جواب عیشال کے جانب سے  
ملا۔

سالہ عیشال مبین، ابہتاج کی سب سے چھوٹی خالہ کی بڑی بیٹی 23  
تھی۔ بڑی بڑی گرے کلر آنکھیں۔ لمبی ناک میں چاندی کی لونگ



پہنے۔ گلابی ہونٹ اور سفید رنگت کی حامل وہ لمبی اسمارٹ پُر اعتماد  
دوشیزہ تھی۔

عشقال، پائلٹ کے سلیکشن کے لیے آئی ہے۔۔۔۔۔ بہت قابل "  
ہے۔۔۔۔۔" زینب نے چائے پیش کرتے ہوئے اس کے تعریف کر  
دی۔

بھابھی تو ایسے ہی بول رہی ہے۔۔۔۔۔ کوئی قابل نہیں ہوں میں "  
۔۔۔۔۔ یہ تو مجھے پتا ہو گا کہ میری اندر سے کیسی حالت ہوتی ہے فلائٹ  
اڑانے کا سوچ کر۔۔۔۔۔" عشقال نے لاپرواہی سے ہاتھ ہوا میں  
لہرایا۔

آپ کو پتا ہے۔۔۔۔۔ مجھے اونچائی سے بہت ڈر لگتا تھا۔۔۔۔۔ پر بابا کا "  
خواب تھا کہ ان کا بیٹا ہوتا تو وہ اسے پائلٹ بناتے۔۔۔۔۔ پر ہم تین

بہنیں ہیں۔۔۔۔۔ کوئی بھائی نہیں ہے۔۔۔۔۔ تو میں نے بابا سے  
کہا۔۔۔۔۔ میں ان کا یہ خواب پورا کروں گی۔۔۔۔۔ آج کل لڑکیاں  
کم تھوڑی ہیں لڑکوں سے۔۔۔۔۔ ہر فیلڈ میں آگے جا رہی  
ہیں۔۔۔۔۔ "بہت ہی اپنائیت سے وہ ایک ایک کر کے سامنے بیٹھے  
ذیشان کو تفصیلات فراہم کرنے لگی تھی۔

ذیش پورا وقت خاموشی سے اسے دیکھتا اور سنتا رہا اور وہ یوں ہی بولتی  
رہی۔ بات کرتے کرتے اس کا ہاتھ ہوا میں لہرانا۔ آنکھیں بڑی کر  
کے سر کو جنبش دینا اور خاص کر اس کی چمکتی لونگ سے ذیشان فریفتہ  
ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

ذیش تم آج کل فری ہونا۔۔۔۔۔ کمپیوٹر اسائنمنٹ میں عشتال کو"  
کچھ ہیلپ چاہیے تھی۔۔۔۔۔ ابہتاج اس کے لیے کوئی ٹیوشن

کلاس کا دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ لیکن تم کروادو تو اچھا رہے  
گا۔۔۔۔۔ "زینب کو آئیڈیا آیا۔ ذیش نے بے چینی سے زینب کے  
جانب دیکھا وہ اسے نظر انداز کرتے کمرے میں چلی گئی۔  
میں تو بھابھی سے پڑھنے کے ارادے سے یہاں آئی تھی۔۔۔۔۔ پر"  
اب ان گوڈ نیوز ہے تو ان کو ڈسٹرب کرنا مجھے اچھا نہیں لگ  
رہا۔۔۔۔۔ اس لیے میں نے بھنیاں کو مجھے ٹیوشن اور ہوٹل میں  
سیٹل کروانے کا کہا۔۔۔۔۔ پر خالہ جان میرے ہوٹل میں رہنے  
کے سخت خلاف ہے۔۔۔۔۔ میں چاہتی ہوں بس اب یہ ٹریننگ جلد  
مکمل ہو جائے۔۔۔۔۔ "اس کا مایوسی سے چہرہ اتر گیا۔

میں مدد کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔ میرا بھی 98 فیصد زلت ہوا کرتا تھا"  
پڑھائی میں۔۔۔۔۔ "ذیشان نے اس کی پریشانی حل کرنے کی تجویز  
دی۔

کمال ہے۔۔۔۔۔ میں تو بھابھی کے 99 پر اتنے دن شک میں رہی"  
تھی۔۔۔۔۔ میرا تو 70 فیصد بھی آجاتا تو بابا پورے کالونی میں میٹھائی  
بانٹ دیا کرتے تھے۔۔۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔۔۔ اتنا خوش ہوتے تھے۔۔۔۔۔  
اور۔۔۔۔۔ "بات کرتے کرتے عشقال کو ذیشان کی نظریں خود پر  
محسوس ہوئی تو خاموش ہو گئی۔

سوری میں بہت بولتی ہوں۔۔۔۔۔ ایک دفعہ سٹارٹ ہو جاؤں تو"  
رکنے کا نام نہیں لیتی۔۔۔۔۔ جب پہلے دن آئی تھی۔۔۔۔۔ بھابھی بہت  
حیران ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ باقیوں کو تو میرے مزاج کا پتہ ہے پر ان سے

ہسہ۔۔۔۔۔ "ذیشان کھلکھلا کر ہنس دیا وہ پہلی مرتبہ کسی لڑکی کی باتوں سے یوں محظوظ ہو رہا تھا۔

دو ماہ سے ارحام ڈاکٹر کے زیر علاج تھا۔ اور دن بہ دن اس کی سموکنگ کی لت ختم ہو رہی تھی۔ سینے میں اٹھتا درد قدرے کم ہو گیا تھا البتہ کھانسی برقرار تھی۔

اس شام وہ اپنا ماہانہ چیک اپ کروا کر دوائیاں لیئے گھر میں داخل ہوا تو سامنے ہی ڈیڈ کھڑے ملے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ میں چند پیکٹس دیکھ کر اپنا ہاتھ آگے کیا۔

ارحام نے زخمی مسکرا کر پیکٹس ان کے ہتھیلی پر رکھ دیے۔ ڈیڈ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگے۔ یہ اسی نوع اقسام کی ادویات تھی جو کبھی رانا صاحب نے خود بھی استعمال کی تھی۔ انہیں ارحام کی سموکنگ چھوڑنے کے ارادے پر بہت خوشی ہوئی۔۔۔ انہوں نے ارحام کی حوصلہ افزائی کرنے اس کا شانہ تھپتھپایا اور اس سے اپنا تجربہ شیئر کرنے لگے۔ ارحام نے بغور ان کی تجویز سنی اور اس عمل درآمد کرنے کی یقین دہانی کروائی۔

عائزہ اور سفیان کا رشتہ شادی کے بعد مزید مضبوط ہو گیا تھا۔ سنڈے کے دن وہ دونوں سفیان کے فارم ہاؤس میں موجود تھے۔ اس نے کچھ نئی انٹیکٹس جمع کئے تھے جو وہ اسے دکھانے لایا تھا۔

جاتے جاتے سفیان اسے بیک یارڈ میں رکھے ایک لکڑی کے بنے کے پاس لایا۔ وائٹ فیری اس ہٹ سے نکل کر pet house بھاگتے ہوئے عائزہ کے پیروں میں آگئی۔ اس کے پیچھے دو اور چھوٹے بچے بھی بھاگ رہے تھے۔

مجھے لگایہ تم نے کسی کو دے دی تھی۔۔۔۔۔ "وہ گھاس پر دوزانو بیٹھ" کروائٹ فیری اور اس کے دو بچوں کو سہلانے لگی۔ بچے قدرے سہم کر ماں سے لپٹ جاتے پر وائٹ فیری انہیں پھر سے عائزہ کے آگے کر دیتی۔

تم سے جڑی کوئی بھی چیز۔۔۔۔ میں کسی اور کو کیسے دے سکتا"  
ہوں۔۔۔۔۔ میں نے اس کے لیے یہاں رہنے کا انتظام کر وادیا  
تھا۔۔۔۔" وہ بھی دوزانو ہو کر بیٹھا اور عائرہ کے چمکتی آنکھوں میں  
دیکھا۔

ان آنکھوں سے میری دنیا آباد ہے۔۔۔۔۔" اس نے بار بار عائرہ"  
کی آنکھوں کو چوما۔  
اور ان سانسوں میں میری زندگی بستی ہے۔۔۔۔۔" عائرہ نے اس"  
کے مسکراتے لبوں پر اپنے لب رکھ لیئے۔ چند ثانیے پیار کے نذر  
کرتے وہ ایک دوسرے میں کھوئے رہے۔

XX



ذیشان آفس پہنچا تو عیشال پہلے سے اس کے کبین میں موجود تھی۔  
اسے دیکھتے ہی وہ کھڑی ہو گئی۔ وہ ڈینم کے جینز پر وائٹ کرتی پہنے  
بالوں کی لمبی پونی ٹیل بنائے آنکھوں میں کاجل لگائے نت ست سی  
تیار ہوئی تھی۔ لمبی ناک پر اس کی چمکتی لونگ چند لمحوں کے لیے  
ذیشان کو ساکت کر گئی تھی۔ وہ پلکیں جھپکاتے خود کو کمپوز کرتے  
ہوئے اندر آیا اور اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"آپ نے کہا تھا۔۔۔ مدد چاہیے ہو تو آپ سے پوچھ لوں۔۔۔"

عیشال نے سلام دعا کے بعد اس کے الفاظ یاد دلائے۔ وہ سر اثابت  
میں ہلاتے اپنے قول پر قائم رہا۔

عیشال لیپ ٹاپ کھولے اس سے اپنے اسائنمنٹ کے متعلق سوالات  
کرنے لگی اور ذیشان ترتیب سے اس کی ایک ایک کنفیوژن مٹاتا رہا۔

دو گھنٹے تک اسے سمجھا کر ذیشان نے خود اسے ٹریننگ اکیڈمی ڈراپ کرنے کی پیشکش کی۔

"تم رکویں بس دو منٹ میں یہ فائل دے کر آتا ہوں۔۔۔۔۔"

ایک ہوٹل کے سامنے کار روک کر ذیشان کسی کلائنٹ کو فائل دینے اندر چلا گیا۔ پانچ منٹ بعد جب وہ واپس آیا تو کار کا فرنٹ ڈور کھلا ہوا تھا اور کچھ فاصلے پر عیشال ایک لڑکے کی دھلائی کرنے میں مصروف تھی۔

بھاگ کہاں رہا ہے۔۔۔۔۔ اکیلی لڑکی کو دیکھ کر چھیڑتے "

ہو۔۔۔۔۔" اس نے ایک لڑکے کا کالرڈ بوچے اسے تھپڑ رسید کیا۔

ذیشان کی آنکھیں کھلی رہ گئی۔ آس پاس لوگوں کا جھمکٹا اکٹھا ہو گیا

تھا۔ سب اس لڑکے پر ہنس رہے تھے جو ایک لڑکی سے مار کھا رہا تھا۔

کمزور مت سمجھنا۔۔۔۔۔ اصلی گھی اور دیسی مرغی کے انڈے کھلا " کھلا کر بڑا کیا ہے مجھے بابا نے۔۔۔۔۔ تیری نانی نایاد دلا دی تو میرا نام بدل دینا۔۔۔۔۔ رک۔۔۔۔۔ " وہ لڑکا عشقال سے کالر چھڑا کر تیزی سے بھاگنے لگا تھا جب عشقال نے بلند آواز صدا لگائی۔

نہیں تم رو۔۔۔۔۔ میں دیکھتا ہوں اسے۔۔۔۔۔ " ذیشان نے اسے " چیل اتار کر لڑکے کے سر پر وار کرتے دیکھ کر پریشانی سے عشقال کو روکا۔

چلا گیا ہے۔۔۔۔۔ جانے دیں۔۔۔۔۔ میں نے سبق سکھا دیا " ہے۔۔۔۔۔ مجھے اپنی حفاظت کرنی آتی ہے۔۔۔۔۔ " اس نے ذیشان کا بازو تھام کر اسے لڑکے کے پیچھے جانے سے روک لیا۔

ہااٹک ٹاک سٹار۔۔۔۔۔ تم کیوں ہنس رہے ہو۔۔۔۔۔ تمہیں بھی "دو ہاتھ لگاؤں کیا۔۔۔۔۔" وہ پاس ہی کھڑے ایک اور لڑکے پر غرائی جو اس کی ٹک ٹاک پر ویڈیو بناتے بتی سی دکھا رہا تھا۔ اس کا رخ اپنے جانب دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹے قدم بھاگ گیا۔

وہ ایک پیر پر لمبے قدم اٹھاتی آگے گئی اور اپنی چپل واپس پہن کر ذیشان کے کار میں سوار ہو گئی اور وہ بے یقینی سے اس کی بہادری پر محظوظ ہوتا ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا اور کار چلا دی۔

XX

سورہے ہو۔۔۔۔۔ "عشقال کی فکر مند سی آواز گونجی۔"

پچھلے دو ماہ سے ان کی وقفے وقفے سے ملاقات ہوتی رہی جس میں باتیں زیادہ ہونے لگی تھی اور پڑھائی کم۔ دوران گفتگو بھی عشقِ حال زیادہ بولتی رہتی جبکہ ذیشان خاموشی سے سنتا رہتا۔

دو ماہ کی ٹریننگ لیں کر کل عشقِ حال کو پہلی دفعہ فلاسٹ اڑانے کی عملی پریکٹس کرنی تھی اور خوشی کے مارے اسے نیند نہیں آرہی تھی۔ رات دو بجے اس نے بے چین ہو کر ذیشان کو کال ملائی۔ وہ بہ مشکل کال اٹھا سکا تھا۔

نہیں۔۔۔۔۔ تارے چھت پر دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ "وہ آنکھیں بند" کئے ہوئے عنودگی میں بولا۔

وہ تارے چھت پر نہیں۔۔۔۔۔ تارے زمین پر ہے۔۔۔۔۔ بہت " اچھی مووی ہے۔۔۔۔۔ میں نے چار مرتبہ دیکھی ہے بابا کے ساتھ۔۔۔۔۔ "عشقال نے چکتے ہوئے جواب دیا۔

پھر شروع ہو گئی۔۔۔۔۔ "ذیش نے اللہ کو یاد کرتے دل ہی دل " میں سوچا۔ اسے کبھی کبھی عشقال کا اتنا بولنا اچھا لگتا تھا تو کبھی برا۔

بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ پتہ نہیں ٹھیک سے اڑا پاؤں گی " کہ نہیں۔۔۔۔۔ کچھ دیر پہلے بابا سے بات کی۔۔۔۔۔ انہوں نے تو

ڈانٹ دیا کہ چپ کر کے سو جا۔۔۔۔۔ "باتوں باتوں میں اس نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا۔

ایک تو میں ویسی بہت بولتی ہوں۔۔۔۔۔ اوپر سے آج ٹینشن سے " نیند ہی نہیں آرہی۔۔۔۔۔ تو چپ کر کے کیسے سو جاؤں۔۔۔۔۔ بابا

بھی نا۔۔۔۔۔ ان کے علاوہ آپ ہی سے کھل کر بات کر سکتی ہوں تو  
آپ کو کال ملائی۔۔۔۔۔ "اپنی دلی کیفیت ظاہر کرتے ہوئے وہ پہلی  
دفعہ بلش کرنے لگی۔

تو ٹھیک کہہ رہے ہیں۔۔۔۔۔ تمہیں صبح فریش ہونا"  
چاہیئے۔۔۔۔۔ جس کے لیے ابھی سونا لازمی ہے۔۔۔۔۔ ٹینشن  
چھوڑو۔۔۔۔۔ اور سو جاو۔۔۔۔۔ "ذیش نے نرمی سے سمجھاتے  
ہوئے کہا۔ وہ بار بار جمائی روکنے منہ پر ہاتھ رکھ رہا تھا۔ اس پر شدید  
نیند نے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔

کوشش کرتی ہوں۔۔۔۔۔ پر آپ کال مت کاٹنا۔۔۔۔۔ آپ سے "  
بات کرتے ہمت ملتی رہے گی۔۔۔۔۔ "معصومانہ خواہش ظاہر کرتے  
اسے جھجک محسوس ہوئی۔

ذیشان نے محض ہممم کر کے جواب دیا۔ عشقال نے مسکرا کر آنکھیں بند کی لیکن ایک گھنٹے تک کروٹ پر کروٹ بدلتے ہوئے اسے الجھن ہونے لگی۔ اس نے موبائل روشن کر کے دیکھا کال اب تک چل رہی تھی۔ اس نے ہلکی سی سرگوشی کرتے ذیش کو پکارا پر جواب ندارد رہا وہ یوں ہی اس کے کہنے پر کال آن رکھے واپس سوچکا تھا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!  
یہ منظر پیرس کا ہے جہاں حدیل کے کالج کا آج آخری امتحان ہوا تھا۔ وہ پیپر مکمل کر کے اپنی فرینڈز سے رخصت لیتی گیٹ سے باہر آئی پر ریمونے اس کا راستہ روک لیا۔



اب تو وہ چلا گیا ہے۔۔۔۔۔ تمہارے پاس ون اینڈ اونلی آپشن میں "ہی ہوں۔۔۔۔۔ میرے ساتھ چلو۔۔۔۔۔" اس نے اپنی نئی لینڈ کروزر کار کے جانب اشارہ کرتے ہوئے پیشکش کی۔

حدیل نے ایک تند نظر اسے دیکھا اور فٹ پاتھ پر پیدل چلنے لگی۔ ارحام سے دور ہونے پر وہ پوری طرح خاموش ہو گئی تھی۔ اس کی دنیا پہلے کے جسے بے رونق اور بے معنی ہو گئی تھی۔ اس نے خود کو گھر اور مام کے ہوٹل تک محدود کر دیا تھا۔

ارحام نے اپنی بیماری کے چلتے حدیل سے رابطہ بہت کم کر دیا تھا۔ بے رونی کا یہ عالم تھا کہ جب اس کی بہت زیادہ یاد ستاتی تو حدیل عائرہ یا سفیان کو کال کر کے اس کی خیریت پوچھ لیا کرتی تھی۔

چلو میں ڈراپ کر دوں گا۔۔۔۔۔ "وہ ریمو سے بچنے تیز تیز چل رہی تھی کہ پیٹر نے اس کے آگے کار روکی۔

وہ دوہری کیفیت کا شکار ہونے لگی لیکن ریمو سے پیچھا چھڑانے وہ پیٹر کی ساتھ سوار ہو گئی۔

اگلے بس سٹاپ پر روک دینا۔۔۔۔۔ میں بس سے چلی جاؤں " گی۔۔۔۔۔ "کالج کے احاطے سے نکل کر اس نے سختی سے کہا۔  
میں گھر تک پہنچا دوں گا۔۔۔۔۔ "پیٹر ونڈا سکرین کے باہر دیکھتے " ہوئے کنکارا۔

میں نے کہا میں چلی جاؤں گی۔۔۔۔۔ "اس کی آواز اونچی ہو گئی " تھی۔ اس نے چلتی کار میں سے اترنے کی کوشش کرتے اپنے سائیڈ کا دروازہ کھولنا چاہا تو پیٹر نے کار ایک سائیڈ پر روک دی۔

حدیل۔۔۔ میں نے اپنے دوست سے وعدہ کیا ہے۔۔۔۔۔ اس کی "غیر موجودگی میں اس کی امانت کا خیال رکھوں گا۔۔۔۔۔ پھر بھی تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے تو۔۔۔۔۔ جاو۔۔۔۔۔" پیٹر کی آواز میں افسردگی در آئی تھی اس نے خود سے حدیل کے سائیڈ کادر وازہ کھول دیا۔

حدیل کے دماغ میں دھماکہ سا ہوا۔ اسے پیٹر کے لفظوں میں چھپے ارحام کی محبت محسوس ہوئی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر کار کادر وازہ بند کیا اور مسکراتے ہوئے سیدھے ہو کر بیٹھ گئی۔ پیٹر مطمئن ہو گیا اور کار چلا دی۔

ارحام نے بھلے ہی حدیل سے اظہار نہیں کیا پر وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ وہ اپنے صحت کے بابت اس سے رابطہ منقطع کیے

ہوئے تھا پر پیٹر سے اس کی پل پل کی خبر لیتا رہتا۔ غرض حقیقت یہ تھی کہ وہ دور ہو کر بھی حدیل کے پاس تھا۔ وہ ساتھ نارہ کر بھی ہر وقت اس کے لیے فکر مند تھا۔ حدیل اس کی زندگی کا وہ اہم حصہ تھی جس سے وہ کبھی منہ نہیں موڑ سکتا تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ذیشان اس وقت کسی ضروری پراجیکٹ پر اپنے آفس کے اسٹاف ممبران سے بحث و مباحثہ کر رہا تھا جب اس کی سماعتوں میں عیشال کی پرکشش آواز گونجی۔

بہت اچھی فلائٹ رہی۔۔۔۔۔۔ "وہ چہکتے ہوئے ذیشان کے کین" میں داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے ذیشان کی سیکرٹری بھی پریشان حال

اسے روکتے اندر داخل ہوئی پریشان نے پلکیں جھپکا کر اس کے پریشان کن تاثرات کی وضاحت قبول کی۔

بہت مزا آیا۔۔۔۔۔ پہلے بہت ڈر لگا تھا۔۔۔۔۔ ہاتھ تھر تھر کانپنے " لگے تھے۔۔۔۔۔ " وہ پہلی عملی ٹریننگ کی روداد یاد کرتے گویا تھی۔

ذیشان نے لب بھینچے اپنے سٹاف کو سر کو خم دیں کر باہر جانے کا اشارہ کیا۔ 5 سے 8 افراد پر مشتمل اس گروہ میں معنی خیز نظروں کا تبادلہ ہوا اور ایک ایک کر کے وہ سب کا نفرنس روم سے باہر نکل گئے۔ اگر اس کے میٹنگ میں خلل ڈالنے کی یہ گستاخی کسی اور نے کی ہوتی تو ذیشان اس وقت اس پر برس پڑتا لیکن اس کے سامنے عشقال تھی۔ وہ چنچل لڑکی جو اس کے دل میں الگ ہی گھر کر گئی تھی۔

عشقال۔۔۔۔۔ آرام سے۔۔۔۔۔ سانس تو لیں لو۔۔۔۔۔ میں " کہی بھاگا نہیں جا رہا۔۔۔۔۔ پہلے بیٹھو۔۔۔۔۔ پھر تسلی سے ساری کہانی سنا دینا۔۔۔۔۔ " وہ سیٹ سے اٹھ کر عشقال کے پاس آیا اور اسے کندھوں سے تھامے اپنے چہرے پر بیٹھایا۔

عشقال شرماتے ہوئے لب کاٹنے لگی تھی۔ ذیشان نے اپنی مسکراہٹ دبائے پانی کا گلاس اس کے آگے کیا جو اس نے ایک سانس میں پی لیا۔

اب بتاؤ۔۔۔۔۔ " وہ دوسری چیئر اس کے روبہ رولا کر کہنی میز پر " ٹکائے بیٹھا اور پورا دھیان عشقال پر مرکوز کر دیا۔ وہ قدرے جھک سی گئی تھی پر خود کو زیادہ دیر بولنے سے روک نہیں پائی اور پھر سے اسے اپنے پہلے عملی ٹریننگ کے واقعات سے روشناس کرنے لگی۔

XX

کنیڈا میں ورلڈ ٹاپ بزنس کا نفرنس منعقد کی گئی تھی جس میں دنیا کے سب ہی بڑے ممالک میں سے نامی گرامی نوجوان بزنس شخصیات نے شرکت کرنی تھی۔

رانا ذیشان اور زاویہ شاہ بھی اس کا نفرنس کا حصہ بننے والے تھے۔ آج رات ان کی فلائٹ تھی اور زاویہ نے اپنے سورس استعمال کر کے خود کو ذیشان کے ساتھ پارٹنر بنالیا تھا۔

دوبئی کے ایئر پورٹ پر ان کا ایک گھنٹے کا اسٹے تھا اور مجبوراً ذیشان کو ایک ہی وٹینگ روم میں زاویہ شاہ کے ہمراہ رکنا پڑا تھا۔

زاویہ شاہ نے دل فریبی سے اسے دیکھتے ہوئے اپنا بلیک جیکٹ اتارا اور ریڈ کلر ٹاپ سے جھلکتی اس کی سفید گردن عیاں ہونے لگی۔ ذیشان

صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا اسے نظر انداز کر کے اپنے موبائل میں واٹس اپ کے مسیجز دیکھنے لگا جس میں عیشال کا بھی ایک لمبا سا میسج موجود تھا۔ ابھی وہ پڑھ ہی رہا تھا کہ اس کی کال آنے لگی۔ عیشال نے ذیشان کو آؤن لائن آتے دیکھ کر اسے کال ملائی تھی۔ ذیشان کال اٹھاتے کھڑا ہو گیا اور شیف پر رکھے شوپس دیکھتے ہوئے عیشال سے حال احوال دریافت کر رہا تھا جب زاویہ شاہ کے عصاب تن گئے وہ تیزی سے اٹھ کر آئی اور اس کے پاس کھڑی ہو کر اونچی آواز گویا ہوئی تاکہ کال پر موجود شخص کو بہ آسانی سنائی دے سکے۔

ذیشان ڈارلنگ۔۔۔۔۔ یہ زپ بند کر دو۔۔۔۔۔ مجھ سے نہیں " ہو رہا۔۔۔۔۔ " وہ جیکٹ واپس پہنے خمار آلود لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی۔



ذیش کے آبرو تن گئے وہ طیش میں آنے لگا۔ اور دوسری جانب کال پر موجود عشقال کے آبرو پھیل گئے تھے۔ رات کے اس پہر ذیش کے قریب ایک بہکاتی نسوانی آواز اور اوپر سے اس کی ایسی فرمائش۔ عشقال نے جھٹ سے کال کاٹ دی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

مسئلہ کیا ہے تمہارا۔۔۔۔۔ "ذیش موبائل فون کان سے ہٹا کر زاویہ" شاہ پر غرایا۔

مسئلہ یہ ہے ذیش ڈارلنگ۔۔۔۔۔ کہ میں تمہیں کسی اور عورت کا نہیں ہونے دوں گی۔۔۔۔۔ تم چاہو یا نا چاہو۔۔۔۔۔ تمہارے نصیب میں زاویہ شاہ ہی ہے۔۔۔۔۔ "وہ اس کے رخسار پر انگلی پھیرتی اس کے چہرے کے قریب ہوئی۔ ذیش بے تاثر اور سرد

نظروں سے اسے دیکھ کر استخز یہ مسکرایا اور وٹینگ روم سے باہر نکل گیا۔

عشقال کو کئی سارے اندیشوں نے گھیر لیا تھا۔ ذیشان جوان ہے ہینڈ سم ہے کامیاب بزنس مین ہے اس کے آس پاس ہزاروں کی تعداد میں لڑکیاں گھومتی ہے کئی تو اس پر فدا بھی ہے پھر اس نے ذیشان کو باقی مردوں سے مختلف کیونکر سمجھ لیا تھا۔ اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا لیکن وہ ہمیشہ سے مضبوط عصاب لڑکی رہی تھی اسے ابھی زندگی میں بہت کچھ کرنا تھا اور محبت نامی کوئی جراثیم اسے کمزور نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے دوبارہ ذیشان سے کوئی رابطہ نا کرنے کا فیصلہ کیا جو کہ بہت جلد ماند پڑنے والا تھا۔

ذیشان نے راہ داری میں چلتے عشقال کے واٹس اپ پر ٹرائی کیا پر وہ  
آفلائن تھی۔ اس نے سم پر کال ملائی تو موبائل بند ملا۔ اسے افسوس  
ہونے لگا تھا۔ اپنی قسمت کو ملامت کرتے اسے انڈائر کیٹلی عشقال کو  
دکھ پہنچانے پر احساس ندامت ہونے لگا تھا۔

XX

اب سے اصل تکالیف شروع ہوگی۔۔۔۔۔ تمہیں بہت محتاط رہنا  
ہوگا۔۔۔۔۔ ایک غلط قدم تمہیں اور تمہارے بے بی کو موت کے منہ  
میں لیں جاسکتا ہے۔۔۔۔۔ "ڈاکٹر صاحبہ نے پروفیشنل انداز میں  
زینب کو آگاہ کیا۔

پانچواں مہینہ شروع ہوتے ہی اس کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی۔  
اس کے اندر خون کی کمی کے باعث اس کا بے بی شاید نو ماہ پورے نہ

کر سکے اس لیے اسے اپنا بہت خیال رکھنا تھا۔ ابہتاج اس کا پورا خیال رکھتا اس کی ہر ضروریات کو پورا کرتا تھا پر آج سے وہ پورا بیڈریسٹ پر ہو گئی تھی۔

رانا ہاوس کے سارے مکینوں کو اس کی بہت فکر لگی رہتی۔ ہر وقت کوئی نا کوئی اسے پوچھنے جاتا۔ عائرہ اس کے کھانے پینے اور ادویات کا دھیان رکھا کرتی تھی۔

مما۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔۔ "زینب نے زبردستی مسکراتے" ہوئے کرن کا ہاتھ تھپتھپا کر تسلی دی۔

بہت تکلیف دہ لمحہ ہوتا ہے، جب کوئی تکلیف آپ کو اندر سے ختم کر رہا ہو اور آپ مسکرانے کی اور خوش رہنے کی اداکاری کر رہے ہو۔

زینب گھر والوں کے سامنے خوش رہنے کی کوشش کرتی لیکن اکیلے میں کتنی ہی دیر وہ آنکھیں بند کیئے جسم میں ہوتی الگ الگ تکالیف کو برداشت کرتی۔ کہتے ہیں جڑواں بچوں میں سے تکلیف ایک کو ہو تو محسوس دوسرے کو بھی ہوتی ہے۔ اس کے اس کیفیت کا اندازہ ذیشان اچھے سے لگا سکتا تھا۔

اس نے جلد از جلد اس کے پاس آنے کی یقین دہانی کروائی اور کینڈا کے دورے سے لوٹ کر سب سے پہلے وہ زی کے پاس پہنچا۔

زی۔۔۔۔۔ یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے نا۔۔۔۔۔ میں تیرا "جڑواں نا ہوتا۔۔۔ تو تم مکمل ہوتی یہ خامیاں نہ ہوتی تیرے اندر۔۔۔" وہ بیڈ کنارے بیٹھا زینب کے ہاتھ تھامے دل گرفتہ ہو گیا تھا۔

ایسا کیوں کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔ لگے۔۔۔۔۔ پر یگنسی میں عورت کے " اندر یہ سب اتار چڑھاؤ ہوتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔ تیری وجہ سے کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔۔ بس کچھ ہی دن میں ٹھیک ہو جاو گی۔۔۔۔۔ " وہ حسب معمول ہنس کر خوش ہو کر اسے دلا سہ دینے لگی۔

کمرے سے نکل کر لاونج میں اس کی ملاقات عشقال سے ہوئی۔ وہ ہمیشہ کی طرح خوش باش انت ست تیار تھی۔ اس کی چمکتی لونگ ذیش کے دل کی دنیا تہہ وبالا کر چکی تھی۔ اس کے چہرے پر خفگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔

عشقال وہ۔۔۔۔۔ اس رات۔۔۔۔۔ دراصل وہ۔۔۔۔۔ "ذیش نے" اسے زاویہ شاہ کے متعلق بتانا چاہا پر عشقال نے اسے ٹوک دیا۔

وہ بولتی بہت تھی لیکن سمجھدار تھی۔ بچپنہ ضرور تھا اس میں پر حدود  
میں رہنا آتا تھا۔

ارحام نے اپنے پلان کی تکمیل کا آغاز کرنا چاہا۔ سب سے پہلے اس نے سفیان سے مشورہ کیا اور اس نے ایک آواز پر پورا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ ارحام بہت خوش ہوا لیکن اس نے زینب کی ڈلیوری ہونے تک اپنا پلان معطل کرنا مناسب سمجھا۔

اور پھر وہ گھڑی آن پہنچی جب زی کی ساتویں ماہ پر طبیعت بگڑ گئی۔

بے بی مزید سرواؤ نہیں کر سکتا۔۔۔ ہمیں ابھی اسی وقت آپریشن  
کرنا پڑے گا۔۔۔ "ہسپتال پہنچنے پر ڈاکٹر نے تیزی سے ہدایات  
جاری کیں۔

بس میری وائف کو بچا لیجئے۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے ہمت کر کے  
اجازت دی۔

ذیشان نے اس کے کندھے کے گرد بازو مائل کر کے اس کی حوصلہ  
افزائی کی۔ ان دونوں کے علاوہ تین اور مرد تھے جو زینب اور اس کی  
بے بی کی زندگی کی دعائیں کرنے میں جٹے ہوئے تھے۔

بڑے پاپا۔ پاپا اور چھوٹا بھائی سفیان۔

زینب نے آپریشن کے ذریعے ایک پری میچور بیٹے کو جنم دیا جسے فوراً  
میں انکیوبیٹر پر کر دیا گیا تھا۔ صرف ایک انسان کو NICU سے



اس ننھی جان سے ملنے کی اجازت دی گئی۔ ابہتاج اسٹاف کے ہدایات کے مطابق وہاں کے احتیاطی تدابیر پر عمل درآمد کرتے اپنے نوزائیدہ بچے کے پاس آیا۔ شیشے کے اندر اپنے جھوٹے سے بیٹے کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بھگنے لگی تھیں وہ بے آواز اسے دیکھ رونے لگا۔

ابہتاج میرا بے بی۔۔۔۔۔ میرا بے بی کہاں ہے وہ ٹھیک تو ہے "نا۔۔۔۔۔ مجھے میرے بے بی کے پاس جانا ہے۔۔۔۔۔" زینب کو وارڈ میں منتقل کر کے جب ہوش آیا اور اس پاس کوئی بے بی کارٹ نہ ملا تو روہانسی ہو کر اپنے بچے کا پوچھنے لگی۔ اس کی ممتا اپنے لخت جگر کو خود سے لگانے بے تاب تھی۔

شش۔۔۔۔۔ ریلکس۔۔۔۔۔ ہی از فائن۔۔۔۔۔ بہت چھوٹا "ہے ابھی۔۔۔۔۔ پر انسان کے سلامت اعضاء بھی اللہ تعالیٰ کی اس پر

خاص رحمت ہوتی ہے جس کا اسے کثرت سے شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔۔۔۔۔ "وہ بیڈ سراہنے بیٹھازینب کو سمجھانے لگا۔

شکر کو ہمارا بے بی زندہ ہے۔۔۔۔۔ اس کا ہر اعضا سلامت "

ہے۔۔۔۔۔ بس ابھی بہت چھوٹا ہے اس لیے اسٹیبل ہونے تک انکیو بیٹر میں رہے گا۔۔۔۔۔ "اس نے زینب کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔ وہ قدرے پرسکون ہو گئی تھی۔

تھینکیو سو مچ جزی۔۔۔۔۔ میری دنیا مکمل کرنے لیے۔۔۔۔۔ " "مجھے اولاد جیسی نعمت سے نوازنے کت لیے۔۔۔۔۔ تھینکیو۔۔۔۔۔

اپنے آپ پر اتنے تکالیف برداشت کر کے ہمارے بے بی کو اس دنیا میں لانے کے لیے۔۔۔۔۔ "اس نے اشک بار آنکھوں سے زینب کے ہاتھ پر عقیدت سے بوسہ دیا اور اسے سینے سے لگا لیا۔

XX

دونوں گھروں میں اس ننھے جان کے آنے سے خوشیاں دو بالا ہو گئی تھی۔ زینب 2 ہفتے بعد اپنے بیٹے کو اٹھائے گھر آئی۔ رانا فیملی بھی وہاں موجود تھے۔ سب نے خوشی سے دعاؤں سے ان کا استقبال کیا۔

اس کا نام تم رکھو گے۔۔۔ تم نے میرے ساتھ ساتھ اس کی " زندگی کے لیے بہت جتن کئے ہیں۔۔۔۔۔ " زینب نے بے بی ذیشان کے آگے کیا۔

اس نے حیرت سے پہلے زینب کو دیکھا پھر اس کے ساتھ کھڑے ابہتاج کو۔ اس نے سر اثابت میں ہلا کر ہامی بھری۔

"یہ ہم سب کے خوابوں کا تعبیر ہے۔۔۔۔۔ تعبیر ابہتاج۔۔۔۔۔"

ذیشان نے بے بی کو گود میں اٹھا کر اس کا نام انتخاب کیا جو سب کو ہی پسند آیا۔

ذیشان کی فیملی کے لیے ہر وقت حاضر رہنے کی اس ادا سے ہر مرتبہ عیشال فریفتہ ہوئے بغیر نہ رہ پاتی۔ لیکن اپنے دل کو ڈپٹے اس وقت اس کی اول ترجیح پائلٹ سلیکشن تھی جس کا دو دن میں انعقاد کیا جانے والا تھا۔

زی۔۔۔۔۔ عیشال کہاں ہے۔۔۔۔۔ اب تک اکیڈمی نہیں"

پہنچی۔۔۔۔۔ موبائل بھی سوچ آف آرہا ہے۔۔۔۔۔" ذیشان نے

کلائی پر پہنی مہنگی گھڑی میں وقت دیکھا۔

وہ آفس جانے کے بجائے سوٹ بوٹ میں تیار اکیڈمی کے پلے ایریا میں آگیا تھا جہاں تقریب کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ جب سارے امیدوار میدان میں اترنے لگے تب ذیشان کو عیشال کی غیر حاضری کا علم ہوا۔

عیشال، ابہتاج، ابو جان اور امی جان۔۔۔۔۔ سب صبح سویرے "بہاولپور کے لیے نکل گئے ہیں۔۔۔۔۔ عیشال کے بابا کا انتقال ہو گیا ہے۔۔۔۔۔" زینب نے غمگین ہوتے اس پر انکشاف کیا۔ ذیشان چند ثانیے ساکت ہو گیا تھا۔

میں اور تعبیر گھر آئیں ہیں۔۔۔۔۔ میرے پاس عائرہ اور ارحام "ہے۔۔۔۔۔ سفیان یہاں سے سب کو لیں کرا بھی روانہ ہوا

ہے۔۔۔۔" اس نے مزید اضافہ کیا۔ ذیش نے اداس ہوتے کال کاٹی  
اور تیزی سے اپنے کار کے جانب بھاگا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

زینب کے زبانی عشقال کے بابا کی خبر سن کر ذیشان بھی بہا و لپور روانہ  
ہو گیا تھا۔ جس وقت وہ اس کے گھر پہنچا چاروں طرف آہ و بکا جاری  
تھا۔  
عشقال کی امی جی حورین خانم کے کندھے سے لگی بلند آواز رورہی  
تھی۔

وہ اپنی دونوں چھوٹی بہنوں کو خود سے لگائے اداس بیٹھی اپنے آنسو  
روکے رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ذیشان کے دل میں ٹیس سی  
اٹھی۔ اس سے عشقال کو اس حال میں دیکھا نہیں گیا۔ وہ صحن میں

مبین صاحب کی تدفین کے انتظامات کرنے میں مصروف ابہتاج کے پاس آیا اور اس کے ساتھ مدد کروانے لگا۔

اسلامی شریعت کے مطابق مبین صاحب کو سپرد خاک کیا گیا۔ اس دوران عشفال اسی ایک جگہ خاموش بیٹھی گزرے لمحات یاد کرتی رہی۔ اس کی امی جی اور چھوٹی بہنیں سرپیٹتی رہی لیکن عشفال خالی ذہن خشک آنکھ سامنے دیکھتی رہی جہاں سے اس کے بابا کو ہمیشہ کے لیں کر گئے تھے۔

آج ان کا سوئم ہوا تھا۔ اگلی صبح رانا فیملی کو واپسی روانہ ہونا تھا۔ عشفال گم صم سی چھت کی سیڑھیوں پر گھٹنوں کے گرد بازو مائل کئے ہوئے بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھی جب ذیشان وہاں آیا اور اسی سیڑھی پر قدرے فاصلے پر بیٹھا۔

عشقال۔۔۔۔ کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے۔۔۔۔ "سوالیہ"  
نظروں سے اس نے عشقال کے جھکے سر کو دیکھا۔ اس نے ویران  
آنکھیں اٹھا کر ذیشان کے جانب دیکھا اور سر کو اثابت میں خم دیا۔  
اس کا جواب پا کر ذیشان اس کمرے میں گیا جہاں اس کی فیملی ٹھہری  
ہوئی تھی۔

پاپا۔۔۔۔۔ میں عشقال سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔ "  
ابھی۔۔۔۔۔" اس نے سب کو باری باری دیکھتے اپنا فیصلہ سنایا۔  
کمرے میں سکوت چھا گیا۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ کروادیں گے۔۔۔۔۔ پر صحیح موقع پر۔۔۔۔۔ "  
تین دن نہیں ہوئے اس کے بابا کو دنیا فانی سے رخصت  
ہوئے۔۔۔۔۔ ایسے میں۔۔۔۔۔" روحان اس کی خواہش کا احترام



کرتے عشقال سے شادی پر راضی ہو گیا تھا پر موقع کی نزاکت کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا جب ذیشان نے پاپا کی بات کاٹی۔

اس وقت اس فیملی کو ایک سہارے کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔ یہ "لوگ ابھی خود کفیل نہیں ہوئے۔۔۔۔۔ عشقال ابھی تک اتنی انڈیپنڈنٹ نہیں ہوئی ہے کہ سب کچھ سنبھال سکے۔۔۔۔۔ اس حال میں ان کو سنبھالنے یہاں کسی کا ہونا ضروری ہے۔۔۔۔۔ اور یہ ذمہ داری میں اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔۔۔۔۔" ذیشان نے اپنا مدعہ بیان کرتے ہوئے نرمی سے کہا۔

رانا صاحب کو اس کی نیکی اور خوش دلی بہت بھاگئی وہ اٹھے اور ذیشان کا شانہ تھپتھپا کر روحان کو اپنی رضامندی ظاہر کی۔

پاپا اور بڑے پاپا نے حسین صاحب کے ذریعے امی جی کو ذیشان کی خواہش سے آگاہ کیا۔ ابھی یہ گفتگو چل رہی تھی کہ عیشال سر پر لیا چادر درست کرتی حویلی کی چھت کے جانب بھاگی جہاں ذیشان بڑوں کے فیصلے کا منتظر دائیں سے بائیں ٹہل رہا تھا۔

نیچھے سب ہمارے رشتے کی بات کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ ذیشان آپ " کو اتنی بڑی قربانی دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں اپنی فیملی سنبھال لوں گی۔۔۔۔۔ " اتنے دنوں میں وہ پہلی بار گویا ہوئی تھی۔ وہ ذیشان کے احسانات لینے سے گریزاں تھی۔

میں اپنی خوشی سے تمہیں اور اس گھر کو اپنا ناچا ہوتا ہوں۔۔۔۔۔ یہ " قربانی نہیں ہے۔۔۔۔۔ ناہی کوئی احسان ہے۔۔۔۔۔ یہ میرا پیار

ہے۔۔۔۔۔"اس نے عشفال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اظہار  
محبت کیا۔

میں جانتا ہوں۔۔۔۔۔تم بہادر ہو۔۔۔۔۔مضبوط ہو۔۔۔۔۔خود"  
کو اور فیملی کو سنبھال سکتی ہو۔۔۔۔۔لیکن میں دل سے تم سے نکاح  
کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔پراگر۔۔۔۔۔تمہیں میں پسند نہیں ہوں  
تو۔۔۔۔۔کوئی بات نہیں میں سب کو منع کر دیتا ہوں۔۔۔۔۔"وہ اس  
کے پاس سے گزر کر جانے والا تھا لیکن عشفال نے تیزی سے اس  
کے سامنے آکر اسے روک لیا۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔"اسے جھجک محسوس ہوئی۔"  
تو قاری صاحب کو بلوالوں۔۔۔۔۔"اس نے غور سے عشفال کا بلش"  
کرتے تاثرات دیکھے۔ اس نے سر اثابت میں ہلایا تو ذیشان مسکرا دیا۔

XX

بہت ہی سادگی سے صرف گھر کے افراد کی موجودگی میں ذیشان اور  
عشقال کا نکاح کیا گیا۔ دونوں کی رضامندی لیں کر قاری صاحب نے  
دعا کروائی۔ دورانِ دعا عشقال کا ضبط ٹوٹنے لگا۔ اسے بابا کی شدت  
سے یاد آنے لگی۔ منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ بابا کو یاد کرتی پھوٹ  
پھوٹ کر رونے لگی۔ تین دنوں کے آنسوؤں کا دریا اس وقت تھمنے کا  
نام نہیں لیں رہا تھا

لاؤنج میں موجود ہر آنکھ پر نم تھی۔ ذیشان نے اپنی نئی دلہن کا سر  
کندھے سے لگا کر اسے دلا سے دیا۔

ایک ہفتے تک ان کے گھر سوگ کا سماء چھایا رہا۔ ذیشان اس گھر کے  
کفیل ہونے کی ہر ذمہ داری بخوبی نبھا رہا تھا۔ عشقال کی دونوں چھوٹی

بہنوں کو اس کے روپ میں بڑا بھائی مل گیا تھا۔ ان کا ذیشان کے ساتھ دل بہل جاتا اور امی جی بھی چند لمحے غم سے نکل پاتی۔

اپنا اور سب کا خیال رکھنا۔۔۔ بہت جلد آؤں گا۔۔۔ "اس صبح" ذیشان واپس اسلام آباد کے لیے نکل رہا تھا جب اس نے اپنی منکوحہ سے رخصت لیتے اسے ضروری ہدایت دی۔ عشقال مشکور ہوتی مسکرا دی۔

ذیشان کے جاتے ہی اس نے اللہ کے حضور سجدہ زیر ہو کر شکریہ ادا کیا۔ اسے نیک مردوں میں سے ایک نیک مرد شریک حیات کے حیثیت سے دیا گیا تھا جس پر اس کی خوشی دیدنی تھی۔

XX

اوو و بھئی۔۔۔۔۔ آرام سے۔۔۔۔۔ میں اب شادی شدہ مرد "  
ہوں۔۔۔۔۔ ایسا ویسا لڑکا نہیں ہوں۔۔۔۔۔" ذیش نے ہاتھ ہوا میں  
بلند کر کے خود کو سفیان اور ارحام کے گرفت سے آزاد کروایا جو اس  
کے آتے ہی اسے پکڑ کر روم میں لیں آئے۔

ذیش۔۔۔۔۔ مذاق کے موڈ میں نہیں ہے ہم۔۔۔۔۔ سیریس "  
بات بتانی ہے۔۔۔۔۔" سفیان اس کے مذاق پر چڑ گیا۔ ذیشان سنجیدہ  
ہو گیا۔ ارحام نے اسے اپنے پلان سے آگاہ کیا۔ جس پر وہ اسے خطرہ  
مول لینے سے منع کرنے لگا۔

جب ایک جاسوس دماغ۔۔۔۔۔" ارحام نے سفیان کے جانب "  
دیکھا۔

ایک جنونی دماغ۔۔۔۔۔" اس کا اشارہ اپنے جانب تھا۔ "

اور ایک کمپیوٹر میں ماہر دماغ۔۔۔۔۔ "اس نے ذیشان کو چمکتی"  
آنکھوں سے دیکھا۔

ایک ہو جائے گے۔۔۔۔۔ تو اس گھر کے دشمن نیست و نابود"  
ہو جائے گے۔۔۔۔۔ "ارحام نے درمیان میں ہاتھ پھیلا یا۔ سفیان  
نے بلاشبہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ لیا تھا۔ ذیشان نے ان دونوں  
کے جذبے سے متاثر ہو کر سر اثابت میں ہلایا اور دونوں کے  
ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر تینوں بھائی ایک ٹیم کے مانند جڑ گئے۔

اس صبح فجر کی نماز ادا کرنے کے دوران ارحام کافی دیر سجدہ میں سر  
رکھے اللہ سے کامیابی اور سچائی کی جیت کی دعائیں کرتا رہا۔  
رانا صاحب نے ناشتے سے فارغ ہو کر کوئی نیچی نیوز چینل لگایا تو ہیڈ  
لائنز میں ارحام مبشر کے آج شام پریس کانفرنس سے مخاطب ہونے

کی خبریں چل رہی تھی۔ انہوں نے ارحام کو لاؤنج میں بلا کر اس خبر کی تصدیق چاہی تو اس نے انہیں درپیش حالات سے واقف کیا۔

بڑے پاپا۔۔۔۔۔ میں اور ذیش اس کے ساتھ ہیں۔۔۔۔۔"

کرنے دیں جو وہ کرنا چاہ رہا ہے۔۔۔۔۔" ڈیڈارحام کے اس فیصلے پر انکاری تھے تو سفیان نے معاملہ سنبھالنے کی کوشش کرتے انہیں سمجھایا۔ ذیشان نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی تو رانا صاحب مان گئے اور ارحام کو تین سال پہلے کا معاملہ اٹھانے کی اجازت دے دی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

گڈ لک وش نہیں کرو گی۔۔۔۔۔" سفیان تیار ہو کر عائرہ کے

جانب مڑا۔



اسے ارحام کے پریس کا نفرنس کے لیے نکلنا تھا جو شہر کے سرینا ہال میں منعقد کیا گیا تھا۔ جہاں پورے ملک کے چھوٹے بڑے نیوز چینل کے رپورٹرز کو مدعو تھے۔

مجھے یقین ہے۔۔۔۔۔ جیت سچائی کی ہوگی۔۔۔۔۔ اور میرا بھائی "سچ کی جنگ لڑ رہا ہے۔۔۔۔۔ ڈیڈ کو انصاف دلانے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔۔۔ وہ ہی سرفراز ہوگا۔۔۔۔۔" عائرہ با اعتماد لہجے میں کہتے سفیان کی بلیک ٹائی درست کرنے لگی۔

"اور اپنے محتسبی وکیل شوہر کے بارے میں کیا رائے ہے۔۔۔۔۔" اس نے دل فریبی سے عائرہ کے کمر کے گرد بازو مائل کئے۔

اس کی تو جتنی تعریف کروں کم ہے۔۔۔۔۔ آج کل کے دور میں "جہاں بھائی بھائی کا دشمن ہے۔۔۔۔۔ پیسوں کے لیے بیٹا باپ کو قتل

کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ میرے قابل شوہر نے فیملی کو اتفاق اور یکجہتی سے باندھے ہوئے رکھا ہے۔۔۔۔۔ اور اب اتنا بڑا کیس سلجھانے جا رہا ہے۔۔۔۔۔ میری دعا ہے۔۔۔۔۔ اللہ ہر قدم پر اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔۔۔۔۔ "عائزہ نے اس کے سینے پر سر رکھے محبت سے اس کے لیے دعا دی۔

سفیان نے آمین کہا اور اس کے رخسار پر لمس چھوڑتے مشکور ہوا۔

XX

تین سال بعد اس مدعے پر بات کرنے کی کیا ضرورت پڑے گی۔۔۔۔۔ تب کیوں سامنے نہیں آئے جب بقول آپ کے آپ کی کردار کشی کی گئی تھی۔۔۔۔۔ "ایک رپورٹ نے اسٹیج پر بیٹھے ارحام سے سوال کیا۔

وہ آج کی مناسبت سے وائٹ شرٹ اور جینز پہنے ہلکی داڑھی رکھے پر  
کشش شخصیت لیئے سیٹ پر بیٹھا باری باری سب کے کیمروں میں  
دیکھ رہا تھا۔ اس کے دائیں جانب اس کی ہمت بڑھانے ڈیڈ تشریف  
فرماتے اور بائیں جانب ذیشان۔

سفیان اور اس کے گارڈز بقیہ سکیورٹی اہلکاروں کی رہنمائی کرتے کسی  
بھی پیش نظر خطرے کی روک تھام میں لگے ہوئے تھے۔  
کسی بھی کام کا اپنا صحیح وقت ہوتا ہے اور وہ اسی وقت پر ہو کر رہتا"  
ہے۔۔۔۔۔ اس معاملے پر بات کرنے کا صحیح وقت اب ہے۔۔۔۔۔  
تین سال پہلے میں مینٹلی اتنا اسٹیبل نہیں تھا۔۔۔۔۔ پر اب میں  
اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے کا پورا جواز رکھتا ہوں۔۔۔۔۔" ارحام  
نے پر سکون انداز میں مائک میں جواب دیا۔

[illegible]

تھے۔ وہاں کوئی شکایت کوئی گلہ نہ تھا صرف ہر بار کی طرح ہر ہال میں بیٹے کا ساتھ دینے کا جذبہ تھا۔

افسوس کہ اس وقت میں چند دوستوں کے نام پر مطلبی انسانوں کے "دھوکے میں آگیا تھا۔۔۔۔۔ اور ایک گناہ کر بیٹھا جس کا ازالہ میری فیملی کو بھگتنا پڑا۔۔۔۔۔" اس کے ٹوٹے لہجے سے اس کی شرمندگی صاف ظاہر تھی۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی کوشش کر رہا تھا اس بات کی گہرائی میں نا جائے تاکہ غلطی سے بھی دامن کا ذکر نہ اٹھے۔

اس نے دامن سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی شادی شدہ زندگی میں کوئی خلل نہیں ڈالے گا اور اب وہ اپنے وعدے پر قائم رہنا چاہتا تھا۔

اس پریس کانفرنس کو بلانے کا میرا مقصد آپ سب کو آگاہ کرنا تھا " کہ میں۔۔۔۔۔ رانا راحم مبشر۔۔۔۔۔ اپنے فیملی کی کھوئی ساکھ واپس دلاؤں گا۔۔۔۔۔ میں ثابت کر دوں گا کہ مجھ پر لگے الزامات جھوٹے ہیں۔۔۔۔۔ میرے اپنوں کو تکلیف پہنچانے والے کی اصلیت میں جلد آپ سب کو دکھانے والا ہوں۔۔۔۔۔ " اس کے چہرے پر سختی در آئی تھی۔ اس نے اونچی آواز اعلان کیا۔  
اب تو آپ نے اپنے دشمنوں کو محتاط کر دیا ہے مسٹر راحم۔۔۔۔۔ " اس پریس کانفرنس کے بعد تو آپ کے لیے کچھ بھی ثابت کرنا بہت کٹھن ہو جائے گا۔۔۔۔۔ " رپورٹر کے اس سوال پر رانا صاحب بھی سوچ میں پڑھ گئے۔

میں نے ڈیڈ سے زندگی کا ایک اہم اصول سیکھا ہے۔۔۔۔۔ "ارحام"  
نے ڈیڈ کے گرد بازو مائل کیا۔

اللہ پر پختہ یقین۔۔۔۔۔ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔۔۔۔۔ "اس"  
کے لہجے کے ٹھہراؤ نے رانا صاحب کو بے یقینی سے ارحام کے جانب  
دیکھنے پر مجبور کیا۔

صبر اور برداشت۔۔۔۔۔ کیونکہ اللہ کو صابر بندہ بہت پسند ہے اور "  
وہ اس کی راہ میں آسانیاں پیدا فرماتے ہیں۔۔۔۔۔" ان کی نظریں  
خود پر محسوس کرتے ارحام نے رخ ان کے جانب کیا اور مستحکم  
بھرے انداز میں مسکرایا۔

اور سچائی کا ساتھ۔۔۔۔۔ کیونکہ برائی جتنی بھی بڑی ہو جائے۔۔۔۔۔  
فرعون زندہ ہو جائے یا زید۔۔۔۔۔ ہر میدان میں جیت سچائی کی

ہوتی ہے۔۔۔۔۔ فتح حق کے لیے لڑنے والے کی ہوتی ہے۔۔۔۔۔  
یہ میں بھی جانتا ہوں اور میرا دشمن بھی۔۔۔۔۔ کہ میں سچ اور حق کی  
بات کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ اور جیت بھی میری ہوگی۔۔۔۔۔ "اس  
جوان کے دلیل پر سب دنگ رہ گئے۔ نیوز رپورٹرز کی انگلیاں تیز تیز  
اس کے کلمات کتابچہ پر اتارنے لگیں۔

کرنٹی وی اسکرین پر نظر آتے ایک دوسرے کے آغوش گھیر شوہر  
اور بیٹے کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

شاہ پبلش میں زوردار آواز فضاء میں محلول ہوئی۔ زاویہ غضب سے  
آگ بگولا ہوتی مہنگے اور بڑے ایل ای ڈی اسکرین کو اپنے عتاب کا



نشانہ بنا چکی تھی۔ اس نے پوری قوت مجتمع کر کے سینٹرل ٹیبل پر پڑا  
شوکیس دیوار پر لگے پلازمہ ٹی وی پردے مارا تھا۔

حوصلہ رکھیں زاویہ۔۔۔۔۔ "تیمور شاہ نے سامنے آنے والے ہر"  
چیز کو اپنے عتاب کا نشانہ بناتی زاویہ شاہ کو خود سے لگایا تھا۔

نہیں چھوڑوں گی۔۔۔۔۔ غلطی ہو گئی۔۔۔۔۔ اسے پچھلی دفعہ ہی "  
"مار دینا چاہیے تھا۔۔۔۔۔ پر اب یہ مجھ سے نہیں بچ پائے گا۔۔۔۔۔"  
اس پر ارحام کا خون سوار ہو گیا تھا۔

ایسا کوئی قدم مت اٹھانا۔۔۔۔۔ جس سے ان کو حقیقت تک رسائی "  
مل جائے۔۔۔۔۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ ہم اس پریس کانفرنس کے  
خوف سے کوئی غلطی کریں اور وہ ہمیں پکڑ لیں۔۔۔۔۔ "پاپا اس کا  
غضب کم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

زاویہ نے آنکھیں بند کر کے لمبی سانس لیتے ہوئے خود کو نارمل کیا اور  
پاپا کی بات مانتے سر اثابت میں ہلایا۔

مجھے تم سے ملنا ہے۔۔۔۔۔ آج رات۔۔۔۔۔ "پاپا کے سمجھانے پر"  
وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی اور اسے کال ملائی۔

تم بلاو۔۔۔۔۔ اور ہم نا آئے۔۔۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔

آتا ہوں۔۔۔۔۔ "اس کی خمار آلود آواز زاویہ کے سماعتوں میں پڑی۔

نیوز دیکھی۔۔۔۔۔ یہ سن بجالا ہے تم نے اس کو۔۔۔۔۔ کر کیا رہے"

تھے تم اب تک۔۔۔۔۔ لگتا ہے تمہاری عیاشیوں کو لگام لگانی پڑے

گی۔۔۔۔۔ "اس جوان کے کمرے میں داخل ہوتے ہی زاویہ شاہ

اس پر جھڑپ پڑی اور کھری کھری سنانے لگی۔

اس نے آنکھوں پر سے گلاس ہٹا کر انگلیوں میں دبائے سیگریٹ کا  
آخر کش بھرا اور زاویہ کے کمر کے گرد بازو مائل کر کے اسے خود سے  
لگاتے اس کے چہرے پر دھواں پھونکا۔

ریلکس سویٹ ہارٹ۔۔۔۔۔ تم سے پہلے کا جانتا ہوں اس کوے "  
کو۔۔۔۔۔ کرنے دو کائے کائے۔۔۔۔۔ سستے ٹرس کر کے

مشہور ہونے کی اس کی پرانی عادت ہے۔۔۔۔۔ "سرتا پیر زاویہ کا  
جائزہ لیتے اس نے ارحام کے متعلق جملہ کسا۔

زاویہ اس وقت اپنی ڈیپ نیک ریڈ کلر کی نائٹی میں ملبوس اس کے  
سوئے جذبات اجاگر کرنے کا پورا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔  
یونہی بانہوں میں لیئے وہ اس کے بیڈ تک آیا اور اس پر جھک کر اس

کے لبوں کے جام سے سیراب ہونے لگا۔ زاویہ شاہ نے اسے اپنے  
حصار میں لے لیا اور اس کا پورا ساتھ دینے لگی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

صبح سستانے ہوئے وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے اٹھی اور ساتھ سوئے  
ہوئے اس مغرور جوان کو دیکھا۔

تمہارے پاس بھلے حسن ہو۔۔۔۔۔ نشیلی آنکھیں ہو۔۔۔۔۔ گردن "گردن"  
پر تل ہو۔۔۔۔۔ لیکن مجھ جیسا چاہنے والا نہ ہو۔۔۔۔۔ تو یہ سب بے  
کار ہے سویٹ ہارٹ۔۔۔۔۔ "اس نے اٹھ کر زاویہ کے کندھے پر  
اپنا لمس چھوڑا۔

تالم۔۔۔۔۔ آخری موقع دے رہی ہوں۔۔۔۔۔ اب کی بار اگر تم "  
نے ارحام کا کام تمام نہیں کیا۔۔۔۔۔ تو میرا بہت برا روپ دیکھو

گے۔۔۔۔۔"وہ نخریلے ادائیں دکھاتی تالم کے چہرے پر انگلیوں کے  
پھوروں کو گردش دیتی حکم صادر کرنے لگی۔ تالم شاہ نے قہقہہ لگا کر  
اسے بانہوں میں بھر لیا تھا۔

یہ لمس۔۔۔۔۔ یہ احساس۔۔۔۔۔ مجھے ذیش کی بانہوں میں چاہیے"  
۔۔۔۔۔"وہ آنکھیں i want zesh's love تالم۔۔۔۔۔

موندھے مدہوشی میں گویا ہوئی۔ دوسرے مرد کی بانہوں میں  
ہوتے ہوئے بھی اس کا ذیشان کے لیے دیوانہ پن سرچڑھا رہا۔

مل جائے گا وہ بھی۔۔۔۔۔ بس تھوڑا اور صبر کر لو۔۔۔۔۔"اس"  
نے نرمی سے کہتے زاویہ کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ دیئے۔

XX

یہ ایسے نہیں مان رہا۔۔۔۔۔ اسے مجھے اپنے طریقے سے یہاں لانا"  
پڑے گا۔۔۔۔۔" اس نے اشتعال میں میز کو لات ماری۔

وہ تینوں سفیان کے کیمین میں بیٹھے آگے کالائخ عمل طے کر رہے تھے۔

اس چینل کی سپانسر شپ مسٹر تیمور شاہ کی ہے۔۔۔۔ اتنی آسانی سے وہ رپورٹر ان کے خلاف تھوڑی جائے گا۔۔۔۔ "ذیشان نے ان دونوں پر اہم انکشاف کیا۔

تو کیا۔۔۔۔ یہ سب تیمور شاہ نے کروایا تھا۔۔۔۔ "ارحام شاہ" ہو گیا۔

ہو بھی سکتا ہے۔۔۔۔ لیکن بنا ثبوت کے کہنا مشکل ہے۔۔۔۔ "کیوں وکیل صاحب۔۔۔۔" ذیشان نے کھوئے ہوئے سفیان کو مخاطب کیا۔

پھر تو اس رپورٹر سے ملنا لازمی ہے۔۔۔۔۔ "وہ فیصلہ کرتے" ہوئے اٹھا۔

XX

میڈم۔۔۔۔۔ میں ان سے نہیں ملا۔۔۔۔۔ میں نے کچھ نہیں " بتایا۔۔۔۔۔ میں اپنا منہ بند رکھوں گا۔۔۔۔۔ " وہ رپورٹر ہیبت زدہ ہو کر زاویہ شاہ سے دور جانے لگا۔

زاویہ فخریہ نظروں سے اسے دیکھتی اس کے جانب بڑھی اور جھک کر لمبے بوٹ میں چھپائی چھوٹی گن نکال کر اس کا نشانہ بنایا۔ اس رپورٹر کی آنکھیں پھیل گئی تھیں وہ مزاحمت کرنا چاہتا تھا پر اس سے پہلے ہی زاویہ نے ٹریگنر دبا کر گولی اس کے سینے کے آر پار گزار دی۔ وہ مفلوج ہوتا اس کے پیروں میں گر گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

اس خون سے لت پت لاش کو وہی سڑک کنارے چھوڑ کر زاویہ شاہ متکبر چال چلتی اپنے کار میں سوار ہو گئی۔



وہی دوسری جانب تالم شاہ نے اپنے غنڈوں کے ذریعے اس نیوز چینل کے بلڈنگ کو آگ لگوا دی تاکہ سفیان کے ہاتھوں کوئی ثبوت نہ لگے۔

ارحام کا رخ اس نیوز چینل کے آفس کے جانب تھا پر راستے میں سفیان کی کال آگئی۔

وہاں مت جاو۔۔۔ بلڈنگ میں آگ لگ گئی ہیں اور اس رپورٹر کو "بھی کسی نے شوٹ کر کے مار دیا ہے۔۔۔" اس کے آواز سے تشویش کے عناصر صاف ظاہر تھے۔

ارحام نے اشتعال میں آتے زور سے اسٹیرنگ پر ضرب دے مارا۔ اس کی پہلی کوشش رائیگاں چلی گئی تھی۔ وہ مایوس ہوتا واپس لوٹ گیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

سرپر انرڈ۔۔۔۔۔ کیسی ہو زاویہ۔۔۔۔۔ "ارحام مغرور انداز چلتے"  
اس کے کین میں آیا۔

اس حادثے کے چند روز بعد وہ سفیان کے پلان کے مطابق زاویہ شاہ  
کے آفس پہنچا۔ زاویہ اسے اپنے آفس میں دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئی۔  
بہت افسوس ہوا۔۔۔۔۔ تمہارے خاص نیوز چینل کو آگ لگنے کا سن "  
کر۔۔۔۔۔" وہ جان بوجھ کر ادھر ادھر ٹھہلتا گویا تھا۔ زاویہ شاہ کی بے  
زاری سے سینے پر ہاتھ باندھے سن رہی تھی۔

ارحام کنکھیوں سے اسے دیکھتا اس کے ہینڈ بیگ کے قریب گیا اور اس  
پر ایک عدد چھوٹا ٹرانسمیٹر چسپاں کر دیا جس سے سفیان ہر وقت اس  
کی گفتگو سن سکے۔

اگر تم خود سرینڈر کر دو۔۔۔۔۔ تو خون خرابہ کم ہو سکتا"  
ہے۔۔۔۔۔ یہ جنگ بغیر کسی جانی نقصان کے نیٹ سکتی ہے  
زاویہ۔۔۔۔۔"اٹرانسمیٹر لگا کر وہ واپس زاویہ کے سامنے آگیا۔  
وہ اپنا کام کر چکا تھا۔

وہی دوسری جانب سفیان کے آفس میں ذیشان لیپ ٹاپ پر تیز تیز  
انگلیاں چلا کر سیٹنگ کرنے میں مصروف تھا اور سفیان ایئر پوڈ کان  
میں ڈالے جلد از جلد ان کی گفتگو سننے کو بے تاب۔

شیور۔۔۔۔۔ میں تمہاری مدد کر دوں گی تمہیں پروف بھی دے"  
دوں گی۔۔۔۔۔ لیکن اس کے بدلے۔۔۔۔۔ تم مجھے ذیش دے  
دو۔۔۔۔۔"زاویہ نے ارحام کے جذبات پر وار کیا۔ وہ طیش میں  
آگیا تھا۔

سیکیورٹی-----سیکیورٹی---- "زاویہ اونچا چلاتی"  
گارڈز کو پکارنے لگی۔

اٹھا کر باہر پھینکوا سے۔۔۔۔۔ آئندہ میرے آس پاس کوئی بھی رانا"  
نظر آیا تو تم لوگوں کی دھجیاں اڑادوں گی۔۔۔۔۔" اپنے گارڈز پر  
چلاتی وہ حقارت سے ارحام کو دیکھنے لگی جو کہ سیکورٹی گارڈز سے  
مزاحمت کر رہا تھا۔

سفیان وہاں کی ہاتھ پائی سنتے فوراً سے اپنے آفس سے باہر بھاگا۔ ذیشان  
کو کھٹک محسوس ہوئی تو وہ بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ سپیڈ سے کارڈ رائیو  
کرتے وہ دیوانہ وار ارحام کو کال ملانے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس  
کے نمبر سے جواب موصول نہیں ہو رہا تھا۔

تم کسی کام کے نہیں ہو۔۔۔۔۔ ایک کام دیا ہے اور وہ بھی تم ٹھیک"  
سے نہیں کر پار ہے۔۔۔۔۔ زندہ کیوں ہے یہ اب تک۔۔۔۔۔  
میرے آفس آکر مجھے ہار ماننے کو کہہ رہا تھا۔۔۔۔۔ وہ نہیں جانتا

زاویہ شاہ کبھی ہارنے والوں میں سے نہیں ہے۔۔۔۔۔" ارحام کے  
اس کے آفس سے نکالے جانے کے بعد تالم شاہ وہاں آیا تو وہ اس کا  
کالرد بوج کر اس پر غرائی۔

آیا اپنے پیروں پر تھا۔۔۔۔۔ پر واپسی جا نہیں سکے گا۔۔۔۔۔ میں "  
نے اس کی کار میں بم لگا دیا ہے۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر میں وہ ہمیشہ کے  
لیے بووووم۔۔۔۔۔" تالم شاہ کی پیش گوئی زاویہ کا غضب کم  
کرنے میں مددگار رہی وہ پر سکون ہو گئی تھی۔

ٹرانسمیٹر کے ذریعے ان کی گفتگو سنتا سفیان گھبرا گیا۔ ایک جھٹکے سے  
اس نے بریک پر دبا دیا۔ ذیشان ڈیش بورڈ سے جا لگا۔

کیا ہوا سفیان۔۔۔۔۔" وہ اس کا رنگ زرد پڑتے دیکھ خود بھی "  
حواس باختہ ہو گیا تھا۔



ارحام کو اس کی بات سمجھنے میں چند ثانیے لگے۔ وہ آنکھوں کی پتلیاں  
سکیھڑے موبائل اسکرین کو گھورتا کار سے نکلا اور تیز تیز چلتا تھوڑا  
آگے گیا تھا کہ اس کی کار ایک زوردار دھماکے سے پھٹ پڑی۔ دھماکہ  
اتنا زوردار تھا کہ ارحام ہوا میں اڑتا ہوا فاصلے پر سڑک کے کنارے جا  
گرا۔

میں نے کہا تھا تم سے۔۔۔۔۔ مت بھیجوا سے وہاں۔۔۔۔۔ وہ ایسے " نہیں پھنسنے والی۔۔۔۔۔" ذلیش کو سفیان کی اس حرکت پر شدید غصہ آنے لگا۔ وہ اسے پکڑے کار میں سوار ہو گیا۔ ان کا رخ ہائی وے کے جانب تھا۔

سنسان روڈ پر خون سے لت پت پڑے ارحام نے بہ مشکل آنکھیں کھولی۔ اسے سانس رک رک کر آرہی تھی۔ اس نے حرکت کرنے



کی کوشش کی لیکن جسم کے انگ انگ سے اٹھتی ٹیسوں نے اس کی حالت غیر کر دی تھی۔ وہ اوندھے منہ گرے اپنی جلتی کار کو دیکھ رہا تھا۔ ایک مرتبہ پھر اس کی آنکھوں پر اندھیرا چھانے لگا۔ تیز تیز سانس لیتا وہ پلکیں جھپکا کر ہوش میں رہنے کے جتن کرتا رہا مگر ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کا دماغ ماوف ہوتا گیا۔

ایک ایک کر کے ڈیڈ ماما اور عائرہ کا چہرے اس کے ذہن پر گردش کرنے لگا۔

میں تمہارے پاس واپس ضرور آؤں گا۔۔۔۔۔ "اس کے سماعتوں" میں ایک وعدہ گردش کیا۔

حدیل۔۔۔۔۔ "اس نے زیر لب اپنی محبت کو پکارا اور کراہ اٹھا۔" اسی کے ساتھ اس کا دماغ مفلوج ہو چکا تھا جسم بے حرکت پڑ گیا۔

XX

رانا صاحب اور کرن عائرہ کے ہمراہ تیز تیز ہسپتال کے راہداری میں پہنچے۔ سفیان کو اپنا آپ قصور وار لگنے لگا تھا وہ بڑے پاپا ICU چلتے سے نظریں ملانے سے کتراتا سائیڈ پر کھڑا رہا جبکہ ذیش نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے انہیں درپیش صورتحال سے واقف کیا۔

عائرہ لب بھینچے سفیان کے پاس آئی اور اس کے گرد بازو مائل کر کے تسلی دینے لگی۔

وارڈ کے اندر ارحام الگ الگ مشینوں سے جڑا آکسیجن ماسک لگائے زندگی اور موت سے جونج رہا تھا۔ اس کے باڈی پر گہری چوٹیں لگیں تھیں۔

ڈاکٹر زکی ایک گھنٹے متواتر کوششوں کے بعد اس کی حالت سنبھل گئی۔ وہ بچ گیا۔ ماں باپ کی دعاؤں نے ایک مرتبہ پھر اسے بڑے حادثے سے بچا لیا تھا۔

ایک ہفتے تک ادویات اور ڈاکٹر کے زیر علاج رہ کر آرام بہتر ہو گیا۔ اس دن وہ نیم دراز ہو کر بیٹھا تھا جب ڈیڈ اس کے پاس آئے اور اسے اپنی دلی کیفیت سے روشناس کرایا۔

اس عمر میں اور کیا کچھ دکھاو گے۔۔۔ نہیں چاہیے کوئی۔

صفائی۔۔۔۔۔ چھوڑ دو یہ سب۔۔۔۔۔" رانا صاحب نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے پیچھے ہٹنے کی نصیحت کی۔

نہیں ڈیڈ۔۔۔۔۔ ابھی تو اصل جنگ شروع ہوئی ہے۔۔۔۔۔ اب تک "مجھے شاہ فیملی پر شک تھا۔۔۔۔۔ پر اس حرکت کے بعد ثابت ہو گیا

ہے کہ یہ سب زاویہ شاہ کا کیا دھرا ہے۔۔۔۔۔" وہ بیٹیوں میں  
جکڑے بہ مشکل بول پایا۔

XX

پیرس کی اس شام حدیل آئفل ٹاور کے سامنے بیٹھی ویران نظروں  
سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں پیار کرنے والے مل جایا  
کرتے ہیں پر اس کا پیار تو بچھڑ گیا تھا۔  
ارحام کا تو اس سے رابطہ کم ہی تھا پر ایک ہفتے سے عائرہ اور سفیان بھی  
اس کے کالز اور میسجز کا جواب دینے سے گریزاں تھے۔

ہنی۔۔۔۔۔ یہ کیا حال بنا دیا ہے۔۔۔۔۔ ابھی تو پوری لائف پڑی"  
ہے تمہارے پاس۔۔۔۔۔ بھول جاوا سے۔۔۔۔۔ موو آن۔۔۔۔۔  
آگے بڑھو۔۔۔۔۔" مام اس کے لیے بہت پریشان رہتی تھی۔ رات

کو وہ بے دم قدموں سے چلتے گھر میں داخل ہوئی تو میمونہ بیگم اس سے خفہ ہونے لگی۔

میں بہت بری ہوں نام۔۔۔۔۔ مجھے کبھی کسی کا دل جیتنا نہیں " آیا۔۔۔۔۔ میں کبھی کسی کو امپریس نہیں کر سکی۔۔۔۔۔ لوگ میری لائف میں آتے ہیں اور جب دل بھر جائے تو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ "وہ دل گرفتہ ہو گئی۔

میں نائب پاپا کو روک سکی تھی۔۔۔۔۔ نابا ارحام کو۔۔۔۔۔ کیوں " مام۔۔۔۔۔ کیا میں پیار کے قابل نہیں ہوں۔۔۔۔۔ کیا کسی رشتے کے قابل نہیں ہوں۔۔۔۔۔ پاپا بھی چھوڑ گئے تھے۔۔۔۔۔ اب ارحام بھی۔۔۔۔۔ "وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو گئی۔

مام نے اسے خود سے لگا کر دلا سہ دینا چاہا پر وہ کچھ سمجھنے کو تیار نہ تھی۔

اس نے کمرے میں آکر ارحام کے موبائل پر کال ملائی پر چونکہ اس حادثے میں اس کا موبائل ٹوٹ چکا تھا اس لیے ایک ہفتے سے اس کا نمبر بند موصول ہو رہا تھا اور سوشل میڈیا کا ونٹس بھی آف تھے جس سے حدیل کی پریشانی شدت اختیار کر رہی تھی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

آجائے گا۔۔۔۔۔ کیوں سراندر باہر کر رہی ہو۔۔۔۔۔ "امی جی" نے چھوٹی بیٹی کو ڈانٹ دیا جو بار بار گیٹ سے باہر جھانک رہی تھی۔

آج عیشال اور ذیشان کے نکاح کو ایک ماہ ہو گیا تھا اور اس نے دن بھر اس کی فیملی کے ساتھ گزارنے کا وعدہ کیا تھا۔

صبح سے ہی امی جی داماد کی خاطر داری کی مناسبت سے اہتمام کرنے میں لگی تھی۔ عیشال اور دوسری بیٹی زنیہ بھی ان کی مدد کر رہی تھی

جبکہ تیسری بیٹی بے صبری سے ذیشان کی منتظر گیٹ کے باہر جھانک رہی تھی۔

ارحام کی طبیعت بہتر ہونے لگی تھی وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر آچکا تھا لیکن فلحال پاؤں پر ہوئے فریکچر کے باعث اسے چلنے پھرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ابھی اسے کچھ وقت مزید ریسٹ کرنا تھا اس لیے انہوں نے اپنی کاروائی روک دی تھی۔

زاویہ شاہ کی خوشی دیدنی تھی اسے لگا کہ رانا فیملی ڈر کر پیچھے ہو گئے ہیں جبکہ سفیان اب خفیہ طریقوں سے اس کی معلومات اکٹھی کرنے میں مشغول تھا۔

آگئے۔۔۔۔۔ بھائی آگئے۔۔۔۔۔ "ذیشان کی کار کو اسٹریٹ کے" موڑ پر آتے دیکھ کر وہ اچھلتی پورے گھر کو خبر کر گئی۔

عشقال کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ جن حالات میں ان کا نکاح ہوا تھا اس وقت وہ بابا کے غم میں تھی اس لیے اپنے اور ذیشان کے اس نئے رشتے کو اپنانے میں اسے وقت لگا۔

آج وہ پنک کلر کے قمیض شلوار میں ملبوس لمبے بال کھلے رکھے نفیس میک اپ کئے ہوئے ذیشان سے ملنے تیار ہوئی۔

ذیشان پورچ میں کار پارک کر کے اتر ا۔ باقی دنوں کے برعکس آج وہ بلیک کلر کے قمیض شلوار پہنے ہوئے بال ایک طرف جمائے ہشاش

بشاش تیار ہوا تھا۔ امی جی اور دونوں سالیوں سے مل کر اس نے عشقال سے ملتے ستائشی انداز میں سرتاپیرا سے دیکھا۔

یہ تمہارے لئے۔۔۔۔۔ "اس نے ایک چھوٹا سا باکس عشقال کے آگے کیا۔



ذیشان ان سب کے لیے بہت سے چھوٹے بڑے تحائف لایا تھا جس میں کپڑے شال پر فیوم اور بہت ساری چاکلیٹس شامل تھیں۔ امی جی اور بہنوں کو ان کے تحائف پیش کر کے وہ عیشال کے جانب مڑا۔

بابا کے انتقال کے بعد عیشال بہت سنجیدہ مزاج ہو گئی تھی اس کا رہا سہا بچپن ختم ہو چکا تھا۔ اس نے گھر کی پوری ذمہ داری اچھے سے سنبھال لی تھی۔

شکریہ ادا کرتے ہوئے عیشال نے باکس کیں کر کھولا تو اس کی آنکھیں چمک اٹھی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ باکس کے اندر مائل کے کپڑے پر رکھی ڈائمنڈ کی خوبصورت سی نتھنی جگمگا رہی تھی۔

بہت خوبصورت ہے۔۔۔۔۔ "اب کی بار وہ دل سے مشکور ہوئی۔"

تو پہن کر دکھاو۔۔۔۔۔ "وہ ٹکٹ کی باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔"  
عشقال نے بلش کرتے نظریں جھکادی اور اپنی لونگ کھولنے لگی۔  
ذیشان کے تحفے کی نتھنی پہن کر وہ اپنے آپ کو بہت معزز اور معتبر  
محسوس کرنے لگی۔

تم پر یہ اور بھی خوبصورت لگ رہی ہے۔۔۔۔۔ "ذیش اس کی"  
تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ عشقال اس کی محبت محسوس کرتے کتنی ہی  
دیر اسے دیکھتی رہی۔

کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں کچھ رشتے جن کے ملنے سے اللہ سے  
محبت اور زیادہ ہو جاتی ہے ایمان مکمل ہو جاتا ہے اور ایسا ہی ایک رشتہ  
نکاح کا ہے۔

ٹیبل نہیں ملا۔۔۔۔ کسی اور ہوٹل جاتے ہیں۔۔۔۔ "ذیشان اس"

تھی۔۔۔" عشقِ آستین اوپر چڑھاتے کار سے باہر آئی اور ہوٹل کے جانب بڑھ گئی۔

نہیں کیا اب یہاں بھی منسٹر کی سفارش لیں کر آئیں یا رشوت " دیں۔۔۔۔ بکنگ کروانے کے باوجود کیسے ٹیبل نہیں دے رہے۔۔۔۔ " وہ کمر پر ہاتھ رکھے ہوٹل مینجر کو جھڑک رہی تھی۔ کسی اور جگہ چلتے ہیں۔۔۔۔ " ذیش نے معاملہ سنبھالنے کی کوشش کی۔

بکنگ یہی کرائی ہے۔۔۔۔ تو یہی ڈنر کریں گے۔۔۔۔ دیکھتی " ہوں کیسے نہیں مانتے۔۔۔۔ " وہ قطعی طور پر وہاں سے جانے کو راضی نہ ہوئی اور ذیشان اس کا یہ پرانا روپ دیکھ کر ایک مرتبہ پھر فدا ہو گیا تھا۔

XX

گھر آکر سب تھکے ہارے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ ذیشان گیسٹ روم میں ٹہلتا کال پر اپنے کسی اسٹاف ممبر کو ڈانٹ رہا تھا۔ عشتال کے کمرے میں بڑھتے قدم رک گئے۔ وہ دروازے سے واپس نکل گئی۔

کیا ہوا۔۔۔۔۔ "ذیش کال پر بات کر کے اس کے پاس حویلی کی"

سیڑھیوں پر آ بیٹھا۔

مجھے غصہ کرنے والے اچھے نہیں لگتے۔۔۔۔۔ "وہ بھی عشتال تھی"

ہمیشہ سیدھی بات کرتی تھی۔

غلط کام کرنے والوں پر غصہ تو آ جاتا ہے۔۔۔۔۔ پر میرا غصہ"

تمہارے لیے نہیں ہے۔۔۔۔۔ "وہ نرمی سے اسے سمجھانے لگا۔

تو میرے لیے کیا ہے۔۔۔۔۔ "اس نے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔"

اس کے اظہار پر عشقال چہک اٹھی اور ذیش کے گرد بازو مائل کر دیے۔ وہ قدرے شاک ہو گیا اور آس پاس دیکھتے ہوئے اسے خود سے الگ کیا۔ عشقال لب کاٹتی متذبذب سی ہو گئی تھی۔

مزید تھوڑی دیر اس کی باتیں سن کر ذیشان جانے کے لیے اٹھا۔ امی جی اور عشقال کی بہنوں سے رخصت لیں کر عشقال اسے رخصت کرنے ساتھ گیٹ تک آئی جب کار میں بیٹھتے ہوئے ذیشان نے جھک کر اس کے رخسار پر بوسہ دیا۔

عشقال نے اس کے عقیدت تسلیم کرتے اسے مسکراہٹ سے نوازا اور اس کے کار کے آنکھوں سے او جھل ہونے تک وہی کھڑی رہی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

آج زاویہ اپنے اس پار ٹر سے ملنے جا رہی ہے۔۔۔۔۔ جس نے "ارحام کی کار میں بم لگایا تھا۔۔۔۔۔ میں اسے رنگے ہاتھوں پکڑنے جا رہا ہوں۔۔۔۔۔" سفیان نے ان دونوں کو اپنے پلان سے آگاہ کیا۔ میں ساتھ چلوں گا۔۔۔۔۔" ارحام بضد تھا۔ سفیان اور ذیشان "دونوں ہی اسے روکنے لگے لیکن اس نے کسی کی ناسنی۔ آخر کار فیصلہ ہوا کہ سفیان اور ارحام زاویہ کے پیچھے جائے گے اور احتیاطی طور پر ذیشان اور پولیس کسی درپیش خطرے کے وقت ٹھوس اقدامات اٹھائیں گے۔

شام کے وقت زاویہ شاہ جینز اور اسٹائلش ٹاپ پہنے بالوں کو لہراتی  
ادائیں دکھاتی ایک ہوٹل کے اندر داخل ہوئی۔ سفیان اور ارحام اس  
سے قدرے فاصلے پر چلتے اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ لفٹ کے کھلنے  
پر سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کر ارحام ٹھٹک گیا۔ وہ اپنی جگہ جامد  
ہو گیا تھا۔ سفیان اس کے تاثرات بدلتے دیکھ اس سر اپے غور سے  
دیکھنے لگا سے بھی وہ چہرہ کچھ شناسا لگا۔  
تالم شاہ۔۔۔۔۔ "ارحام کے لبوں سے بے اختیار یہ نام نکلا۔"

سفیان کو ایک دھماکے سے تین سال پہلے ہوئے واقعات یاد آئے وہ  
بے یقینی سے سامنے کا منظر دیکھنے لگا۔ تالم شاہ مغرور انداز مسکراتے  
ہوئے زاویہ کو دیکھتا سائیڈ پر ہوا اور وہ لفٹ کے اندر داخل ہو گئی۔



ارحام کا ان کے پیچھے جانے سے دل اچاٹ ہو گیا تھا وہی سے مڑ کر  
واپس سفیان کے آفس چلا گیا۔

زاویہ شاہ۔۔۔۔۔ تالم شاہ۔۔۔۔۔ دونوں شاہ ہے۔۔۔۔۔ ان کا"  
آپس میں کیا تعلق ہے۔۔۔۔۔" سفیان سوچتے ہوئے اپنے کین میں  
ٹہل رہا تھا۔

ارحام صوفے پر بیٹھا کمنیاں گھٹنوں پر ٹکا کر انگلیاں باہم ملائے مٹھی  
پر سر رکھے ہوئے تھا۔ اسے اپنی زندگی کی ایک اور تلخ حقیقت  
برداشت کرنے میں مشکل پیش ہو رہی تھی۔ تالم شاہ بدلہ لینے اسے  
مارنے کی حد تک جائے گا یہ اس نے کبھی سوچا نہ تھا۔

محبت دھوکہ دے تو برداشت ہو جاتا ہے لیکن دوستی وہ اہم رشتہ ہوتا ہے جو انسان کے دماغ پر سیدھا اثر انداز ہوتا ہے اور دوست کا دھوکہ دینا انسان کو ذہنی مفلوج بنا دیتا ہے۔

کزن ہے وہ زاویہ کا۔۔۔۔۔ سوتیلہ کزن۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ بھی " بہت ڈیپ تعلقات ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان کی ڈٹی آواز کمرے میں گونجی۔ وہ لیپ ٹاپ پر چند تصاویر نکالے ان دونوں کو دکھانے لگا جس میں تالم شاہ اور زاویہ شاہ بانہوں میں بانہیں ڈالے کسی ہل اسٹیشن پر کھڑے پوز بنا رہے تھے۔

اسے تو میں نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔ "ارحام طیش میں آکر اٹھ " کھڑا ہوا۔

نہیں ارحام۔۔۔۔۔ اگر قتل کرنا ہی ہوتا۔۔۔۔۔ تو ہم کب کا کر " چکے ہوتے۔۔۔۔۔ ہمیں ان دونوں کے کر توت دنیا کے سامنے لانے ہے۔۔۔۔۔ تمہاری بے گناہی ثابت کرنی ہے۔۔۔۔۔ تب ہی یہ جنگ اپنے اختتام کو پہنچے گی۔۔۔۔۔ "سفیان اس کا ہاتھ پکڑے اسے سمجھانے لگا۔

ارحام لب بھینچے اپنے اشتعال کو قابو کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔ ہی از رائٹ۔۔۔۔۔ میں 5 سال سے زاویہ کاٹار چر برداشت کر رہا " ہوں۔۔۔۔۔ چاہتا تو اسے کب کا مار چکا ہوتا۔۔۔۔۔ لیکن مارنا حل نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہمیں انہیں قتل نہیں کرنا۔۔۔۔۔ ان کی اصلیت سب کے سامنے لانی ہے۔۔۔۔۔ اگر ہم بھی مارنے مروانے پر آجائے تو ہم میں اور شاہ میں فرق کیا رہ جائے گا۔۔۔۔۔ "ذیش نے اپنے

جذبات کا اضافہ کیا۔ ارحام نے لمبا سانس خارج کر کے سر کو جنبش دیتے ہوئے ان کی بات مان لی تھی۔

XX

ہائے تعبیر۔۔۔۔۔ کیسا ہے میرا مُنّا۔۔۔۔۔ "ذیشان نے 6 ماہ"  
چھوٹے بھانجے کو پکارا تو وہ اچھلتا ہوا اپنے دل عزیز ماموں کے گود میں آگیا۔  
آج اسے ویکسین لگوانے جانا تھا چونکہ یونیورسٹی میں امتحانات چل رہے تھے اور ابہتاج کی ڈیوٹی لگی تھی اس لیے وہ صبح کے وقت نکلنے سے قاصر تھا جس پر ذیشان نے زینب اور تعبیر کو ڈاکٹر کے پاس ڈراپ کرنے کی پیشکش کی۔

زینب اور ابہتاج کی پوری توجہ دہی سے پری میچور تعبیر ہٹا کٹا اور  
صحتمند بچہ بنتا جا رہا تھا۔ اس کی ذیشان کے ساتھ بہت بنتی تھی یا شاید  
جڑواں ہونے کے نسبت سے زینب کے ساتھ مشابہت رکھنے پر اسے  
ذیشان میں بھی اپنی ممی کا احساس ہوتا۔

ڈرائیونگ کرتے ہوئے وہ ایک ہاتھ سے گود میں بیٹھے تعبیر کو خود  
سے لگائے ہوئے تھا اور ایک ہاتھ سے محتاط انداز ڈرائیونگ کرتا رہا۔  
ایک آدھ دفعہ زینب نے تعبیر کو لینا چاہا لیکن وہ بچہ چنگارتی آواز  
رونے لگ جاتا۔

ہسپتال میں زینب اور تعبیر ڈاکٹر کے کمرے میں تھے اور ذیشان  
کوریڈور میں ٹہلتا منتظر تھا جب اسے دوسرے کوریڈور میں تیمور شاہ  
ایک گائنی وارڈ سے نکلتے نظر آئے۔ ذیشان انہیں ایسے چوری چھپے

وہاں سے جاتے دیکھ کر شاک ہو گیا۔ ماجرہ معلوم کرنے وہ اس وارڈ کے اندر داخل ہوا۔ ریسپشن پر بیٹھی نرس سے پوچھ گچھ کر کے اسے تیمور شاہ کی آمد کی جو وجہ معلوم پڑی اس سے ذیشان کی آنکھیں پھیل گئی تھی۔ وہ منہ کھولے بے یقینی سے دروازے کے پار دیکھنے لگا جہاں سے کچھ دیر پہلے تیمور شاہ باہر گئے تھے۔

XX

میڈیا رپورٹرز کوئی بھی ڈیل کرنے سے پہلے اس کا ایک پروف اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں۔۔۔ ایک نیوز چینل کے ہیڈ آفس میں جمع کرواتے ہیں۔۔۔ اور ایک اس کلائنٹ کے پاس جاتا ہے۔۔۔ میرے انویسٹیشن کے مطابق۔۔۔ ہیڈ آفس کا پروف تو بلڈنگ میں آگ لگنے سے ضائع ہو گیا اور اس رپورٹر کا لپ

ٹاپ بھی اسی دن سے غائب ہے۔۔۔۔۔ بچا تیسرا پروف۔۔۔۔۔ وہ  
اب تک کلائنٹ کے پاس ہے۔۔۔۔۔ یعنی ہماری اپنی زاویہ شاہ کے  
پاس۔۔۔۔۔ "سفیان کافی کا گھونٹ پینے رکا۔

گھر کے ٹیرس پر عائرہ ارحام ذیشان اور زینب ایک جگہ جمع تھے جب  
سفیان نے اگلے مرحلے سے آگاہ کیا۔ زینب اس رات وہی رکنے آگئی  
تھی۔ وہ سب آگے کی پلاننگ کر رہے تھے۔ زینب اور عائرہ بھی اپنے  
تجاویز دیتی جبکہ ذیشان ہسپتال کے اس معلومات کے متعلق سوچتا گم  
صم بیٹھا تھا۔ اس کی کافی تک ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

ہمیں زاویہ کے علم میں لائے بغیر اس پروف کو حاصل کرنا"  
ہے۔۔۔۔۔ اس کے نظروں سے چھپتے اس کے کین کے سیف تک

رسائی حاصل کرنی ہے۔۔۔۔۔ اور ذیش۔۔۔۔۔ "سفیان اس کے پاس آیا اور اسے اپنے جانب متوجہ کیا۔

آپ کو کچھ دیر کے لیے شاہ آفس کے سی سی ٹی وی کیمروں کو ہینگ " کرانا ہے۔۔۔۔۔" اس نے گویا تائید چاہی۔ ذیشان نے سر کو اثابت میں خم دیا۔

اگلی صبح وہ فجر کے ساتھ زاویہ شاہ کے آفس کے پیچھے کار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ارحام بلیک پینٹ اور بلیک شرٹ پہنے خفیہ انداز میں کے ٹنل کے ذریعے AC سفیان کے بتائے نقشے کا استعمال کرتے زاویہ کے کیبن کے عین اوپر آن پہنچا۔



ذیشان اپنی مہارت کا استعمال کرتے ہوئے تیز تیز شاہ آفس کے  
کیمرے کو ہینگ کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ سفیان کبھی ارحام کو  
مزید انتظار کرنے کا کہتا کبھی ذیشان کے جانب دیکھتا۔

ٹنل کے اس تنگ جگہ میں ارحام کو سانس لینے میں دشواری ہونے لگی  
جس کی وجہ سے اس کے سینے کا درد اور کھانسی زور پکڑنے لگے۔ وہ  
آنکھیں سختی سے میچے سانس رو کے سفیان کے اشارے کا منتظر تھا۔  
جمپ ناو۔۔۔۔۔ "سفیان کی ہدایت ملتے ہی وہ زاویہ کے کیبن کا"  
وال کھول کر اندر داخل ہوا۔ AC

جیجو یہ سیف نہیں کھل رہا۔۔۔۔۔ "اس نے ہلکی آواز میں کان میں"  
لگے آلے میں سرگوشی کی۔

سفیان جلدی کرو۔۔۔۔ میں تین منٹ سے زیادہ سرورہینگ "

نہیں رک سکتا۔۔۔۔" ذیشان نے اس کی پریشانی میں مزید اضافہ کیا۔

اس نے دو سے تین کو ڈبتائے جو ممکنہ طور پر زاویہ سیف لاک کو لگا سکتی تھی پر سب بے سود رہا۔ ناخن چباتے سفیان نے ذیش کے جانب دیکھا اور زاویہ کے اسے لیں کر جذبات کو ہندسوں کا اشکال دیتا نیا کوڈ بتایا جو لاک میں درست داخل ہوا اور ایک کلک کر کے سیف کھل گیا۔

کھل گیا۔۔۔۔" سفیان نے چہکتے ہوئے اعلان کیا اور ذیش کے گال "

پر بوسہ دیا۔ وہ حیران ہو کر سفیان کے جانب مڑا۔

ارحام۔۔۔۔۔ رائل بلیو کمر کے کور میں ہے وہ ریکارڈنگ " "چپ۔۔۔۔۔" ایک اور ہدایت ملتے ہی ارحام نے وہ چپ نکالی اور اس کے جگہ جعلی چپ رکھ سیف واپس بند کرتے ٹنل کو لپکا۔ سیکنڈ۔۔۔۔۔ ہری اپ۔۔۔۔۔" ذیشان پھنکارا۔ ارحام 60 "رینگتا ہوا وقت تمام ہونے سے دو سیکنڈ پہلے ٹنل کے پچھلے حصے سے باہر آگیا جہاں ان کی کار کھڑی تھی۔ زاویہ شاہ۔۔۔۔۔ اب تمہارا کام تمام۔۔۔۔۔" وہ چپ کوالٹ "پلٹ کر دیکھنے لگا۔

XX

آپ۔۔۔۔۔ "اس شام عشتال نے گیٹ کھولا تو سامنے ذیشان کو"  
کھڑا پایا۔ وہ خوش دلی سے اس کا استقبال کرتے اس کے کندھے سے  
لگ گئی۔

کیسا لگا سر پرانز۔۔۔۔۔ "ذیشان نے اپنائیت سے اس کے گرد بازو"  
مانل کیا۔

عشتال کی فیملی سے مل کر وہ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے جب  
ذیشان نے ایک فائل عشتال کے آگے کیا۔

کیا اپنی جائیداد میرے نام کر دی ہے۔۔۔۔۔ "اس نے چمکتے ہوئے"  
فائل کو دیکھا۔

اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔۔۔۔ میں تمہارا ہوں تو میرا"  
سب کچھ تمہارا ہی ہوا۔۔۔۔" اس نے دل فریبی سے عشقال کے  
چہرے پر آتے بال پیچھے کئے۔

"میرے ساتھ رہ کر آپ بھی رومانٹک ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔۔"

اس نے ذیشان کو چھیڑا۔

اب سنگت کا اثر تو پڑتا ہے۔۔۔۔" وہ اس کی چھیڑ خانی سے محظوظ"  
ہوا۔

فائل کے کاغذات دیکھ کر عشقال کی مسکراہٹ سمٹ گئی اور آنکھوں  
نمی تیرنے لگی

بابا نہیں رہے تو کیا۔۔۔۔ ان کا خواب پورا کرنا تمہاری ذمہ داری"  
ہے۔۔۔۔" ذیشان نے مدھم آواز میں کہا۔

وہ فائل پائلٹ اکیڈمی کے کاغذات تھے۔ ذیشان نے دوسرے دورے میں عیشال کا داخلہ کروا دیا تھا۔

سیکنڈ اپیرینس ٹیسٹ میں تمہارا سلیکشن ہو جانا چاہیے۔۔۔۔۔ میں "اپنی بیوی کو ہواؤں میں اڑتا دیکھنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔" اس نے قدرے سختی سے تنبیہ کیا۔ عیشال نے مشکور ہوتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

اور یہ اسلام آباد میں فلیٹ کی چابی ہے۔۔۔۔۔ میں دو دنوں تک "آپ سب کی شفٹنگ کراؤں گا اوکے۔۔۔۔۔" ایک اور تلقین کی گئی۔

میں چاہتا ہوں تم اب ہر وقت میرے نظروں کے سامنے "رہو۔۔۔۔۔ میرے قریب۔۔۔۔۔" ذیشان کے جذبات کے آگے

آج عشفال کی بھی نہیں چل رہی تھی۔ وہ محض اس کی ہر ہدایت پر سر  
کو جنبش دیتی رہی۔

XX

عشفال کی فیملی کو اس نئے اپارٹمنٹ میں شفٹ ہوئے دو دن ہو گئے  
تھے۔

رانا فیملی ان سے ملنے آئی۔ نکاح کے بعد پہلی دفعہ وہ ان سب سے مل  
رہی تھی۔

کیا جادو کر دیا میرے بھائی پر۔۔۔۔۔ بھابھی۔۔۔۔۔ "زینب عشفال"  
سے اس نئے رشتے کی نسبت سے پہلی مرتبہ مل رہی تھی۔

میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔۔۔ یہ ہی اپنے دل پر قابو نہیں رکھ " پائے۔۔۔۔۔ "اس نے نخریلے انداز میں ذیشان کے جانب دیکھا۔ جو تعبیر کو اٹھائے اس کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

میرا بھائی بہت انمول ہے۔۔۔۔۔ اس کا دل موم جیسا نرم " ہے۔۔۔۔۔ اسے بہت پیار دینا۔۔۔۔۔ بہت خیال رکھنا اس کا۔۔۔۔۔ "زینب نے سنجیدگی سے عشقال کے ہاتھوں کو تھام کر اپنی خواہش ظاہر کی۔

"میں بہت پیار دوں گی۔۔۔۔۔ بہت خیال رکھوں گی ان کا۔۔۔۔۔" عشقال نے مضبوطی سے زینب کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے وعدہ کیا۔



اسی ہفتے عیشال کی دوسرے ٹیسٹ کی ٹریننگ شروع ہو گئی تھی اور  
ذیشان ہفتے یا مہینے میں ایک مرتبہ ملنے کے بجائے اب جب دل چاہا  
فلیٹ چلا جایا کرتا تھا۔ اسی دوران عیشال کی دوسری بہن زبیرہ کی  
ابتہاج کے چھوٹے بھائی ابتسام سے بات پکی ہو گئی۔ وقتی ہی سہی  
خوشیوں نے پھر سے رانا ہاوس کے رخ کر لیا تھا۔

زندگی میں کوئی ملاقات فضول نہیں ہوتی۔ ہر انسان جس سے ہم ملتے  
ہیں۔ وہ یا تو ہماری آزمائش ہوتا ہے یا سزا ہوتا ہے یا پھر آسمانی تحفہ۔

اور عیشال کے لیے ذیشان آسمانی تحفہ ثابت ہوا تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ذیش ڈارلنگ۔۔۔ تم مجھے بہت اگنور کر رہے ہو۔۔۔ "زاویہ"  
شاہ اس کے پیچھے اس کے کین تک آگئی۔

پہلے کب اہمیت دی ہے جواب اگنور کرنے پر شکایت ہو رہی " ہے۔۔۔۔۔ "وہ بے زاری سے کہتا اپنا کوٹ اتارنے لگا۔ زاویہ نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پیچھے سے اس کا کوٹ تھاما اور چسیر کی پشت پر ڈالتے اس کے گردن کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنایا۔

تم وقت نکالو۔۔۔۔۔ اہمیت ہم خود بنالیں گے۔۔۔۔۔ "وہ اس " کے تھکے نین نقش کو دیکھتی مسکرائی۔

ذیش اسے ہٹانے لگا تھا کہ اسی اثناء کابین کا دروازہ کھلا اور عیشال اندر داخل ہوتی نظر آئی۔ سامنے کا منظر دیکھ کر وہ کچھ پل کے لیے حیرت زدہ ہو گئی تھی۔ ذیش کے تاثرات بدل گئے پر اس سے پہلے زاویہ اشتعال میں آتی آگے ہوئی۔

تمہیں کسی نے سیکھایا نہیں ہے دستک دے کر کسی کے کین میں " جاتے ہیں۔۔۔۔۔ "وہ تند آواز میں بولی۔

زاویہ۔۔۔۔۔ "ذیش کو اس کا عشقال پر ایسے چلانا برداشت نہ ہوا" اس نے تیزی سے اسے پکارا۔

بلکل سیکھایا ہے۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ شوہر کے کین میں بھی " دستک دے کر جانا ہے۔۔۔۔۔ یہ تو کھی بھی نہیں لکھا۔۔۔۔۔ "عشقال با اعتماد لہجے میں جواب دیتی ذیشان کے ساتھ آکر کھڑی ہو گئی۔ بلاشبہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت بچ رہے تھے۔

اس کا جواب سن کر زاویہ شاہ شاک ہو گئی وہ آنکھیں پھیلانے کبھی ذیش کو دیکھتی کبھی اس کے شانہ بشانہ کھڑی عشقال کو۔ اس کا اشتعال حیرانگی میں تبدیل ہو گیا۔

واٹ۔۔۔۔۔ شوہر۔۔۔۔۔ ذیش کی ابھی شادی نہیں ہوئی "  
ہے۔۔۔۔۔" زاویہ کے طیش میں اضافہ ہونے لگا۔

شادی نہیں بھی ہوئی پر۔۔۔۔۔ دین اسلام میں جب لڑکا اور لڑکی کا "  
نکاح ہو جاتا ہے تو وہ شوہر اور بیوی کہلاتے ہیں۔۔۔۔۔ تو اس لحاظ سے  
یہ میرے شوہر ہوئے۔۔۔۔۔ رائٹ۔۔۔۔۔" عشقال نے ذیشان کے  
جانب رخ کر کے گویا تصدیق چاہی۔  
بلکل۔۔۔۔۔" ذیش نے حمایت کرتے ہوئے عشقال کا ہاتھ تھام "  
لیا۔

زاویہ دنگ رہ گئی تھی۔ اس سے ذیشان کا عشقال کو اس پر فوقیت دینا  
گوارا نہ ہوا وہ عشقال پر وار کرنے آگے بڑھی پر ذیشان تنے تاثرات  
بنائے عشقال کے سامنے ڈھال بن کر کھڑا ہو گیا۔

سوچنا بھی مت زاویہ شاہ۔۔۔۔۔ میں خود پر تمہارا اٹار چر برداشت "  
کر لیتا ہوں۔۔۔۔۔ لیکن عشقال کے لیے کبھی نہیں کروں  
گا۔۔۔۔۔" اس نے انگلی اٹھا کر اسے جھڑکا۔

ذیشان بھلے ہی خاموش مزاج تھا پر بات جب خود سے جڑی عورت پر  
آتی تو وہ بھی جنون میں سفیان یا ارحام سے کم نہیں تھا۔

تم چاہے جتنے بھی منگنیاں یا نکاح کر لو۔۔۔۔۔ پر بنو گے میرے "  
ہی۔۔۔۔۔" زاویہ چیلنج کرنے کی طرح اس کے آنکھوں میں دیکھ کر  
غرائی اور عشقال کو گھوری سے نوازتے لمبے ڈگ بھرتے آفس سے  
باہر نکل گئی۔

کون تھی یہ۔۔۔۔۔ "عشقال نے سینے پر ہاتھ باندھے ذیشان سے "  
سوال کیا۔

بز نس کو لیگ ہے۔۔۔۔۔ زاویہ شاہ۔۔۔۔۔ "اس نے ٹائی کی ناٹ"  
ڈھیلی کرتے ہوئے بے زاری سے تعارف کروایا۔

اتنا چپک کیوں رہی تھی۔۔۔۔۔ "محبت میں پہلا اصول ہی اپنے پیار"  
کو کسی اور کے دسترست میں دیکھ کر جیلس ہونا ہوتا ہے۔

وہ ہمیشہ مجھ سے اتنا ہی چپکتی ہے۔۔۔۔۔ "وہ بحث ختم کرنا چاہتا تھا"  
پر عیشال بار بار سوال کیے جا رہی تھی۔

اور آپ چپکنے دیتے ہو۔۔۔۔۔ "اب کی بار اس کی آواز شکستہ ہو گئی۔"  
لہجے میں شکوہ در آیا۔

تم میرے جانب سے بے فکر رہو۔۔۔۔۔ "ذیش نے اپنی منکوحہ"  
کا ممکنہ اندیشہ محسوس کر کے اسے سمجھایا۔

ذیشان۔۔۔۔۔ میں یہ نہیں کہتی مجھے دل میں رکھو یا سر کا تاج بنا۔  
لو۔۔۔۔۔ آپ چاہے مجھے اپنے قدموں میں رکھو، لیکن جہاں مجھے  
رکھو۔۔۔۔۔ وہاں کم سے کم میرے جیتے جی کسی اور نہ رکھو۔۔۔۔۔  
میں نہیں دیکھ پاؤں گی۔۔۔۔۔ "عشقال کی آنکھیں بھگنے لگی تھی۔ وہ  
ذیشان کی زندگی میں کسی اور کو سوچ کر بھی سہم گئی۔ کبھی کسی کے  
سامنے کمزور نہ پڑنے والی وہ مضبوط لڑکی آج محبت کے آگے مجبور ہو  
گئی۔

ذیشان نے اسے اپنے حصار میں لے لیا اور اس کا سر سینے سے لگالیا  
تھا۔ عشقال نے اس کے گرد بازو مائل کر کے اسے مضبوطی سے  
تھامے رکھا۔

XX

عائزہ ہسپتال سے سہیلیوں کے ہمراہ باہر آئی کہ گیٹ پر ٹھٹک کر رک گئی۔ اس کی ہاوس جاب میٹس دبی دبی ہنستی ہوئی گزر کر آگے بڑھ گئی اور عائزہ سامنے کھڑے اس سر اپے کو دیکھتی رہی۔

تیری صورت کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے۔۔۔۔۔ تو جو مل جائے تو"  
تقدیر نگوں ہو جائے۔۔۔۔۔"سفیان شاعری کرتے ہوئے اس کے

وہ بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس ایک ہاتھ میں بڑا سا گلابوں کا  
گلدستہ لیئے اور دوسرے میں گفٹ تھا مے عائرہ کے سامنے کھڑا  
ہو گیا۔

مسز عائزہ سفیان۔۔۔۔۔ تم زندگی کا وہ حسین لمحہ ہو جس سے ہمیشہ "  
مجھے صرف محبت ہی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ اور ہر سال سو سال تک ہوتی



رہے گی۔۔۔۔۔ "وہ بانہیں پھیلائے ایک گٹھنے پر بیٹھ گیا۔ عائرہ بلش کرتی ہسپتال کے رش کو دیکھنے لگی جو اس محبت کے جوڑے کو دیکھنے رک گئے تھے۔

سفیان کیا کر رہے ہو۔۔۔۔۔ اٹھ جاو۔۔۔۔۔ "اس نے سرگوشی کرتے ہوئے اسے اٹھایا۔

آئی لویووائف۔۔۔۔۔ پیپی برتھ ڈے۔۔۔۔۔ "اس نے اظہار محبت کرتے عائرہ کو بانہوں میں لے لیا اور سا لگرہ کی مبارکباد پیش کی۔

آئی لویوٹوہسبینڈ۔۔۔۔۔ مجھے لگا ہر دیسی شوہر کی طرح تم بھی " بھول گئے ہو۔۔۔۔۔ اور میں گھر آ کر تمہاری کلاس لینے والی تھی۔۔۔۔۔ "وہ اس کے گرد بازو مائل کر کے خفہ ہوئی۔

یہ دن میں کیسے بھول سکتا ہوں۔۔۔۔۔ اس دن تو میرا نصیب اس "دنیا میں آیا تھا۔۔۔۔۔" سفیان نے گلدستہ عائرہ کو پیش کیا اور اسے ساتھ لیے کار کے جانب بڑھ گیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

دو گھنٹے کی مسافت کر کے وہ ایک خاص جگہ پر پہنچے جہاں سفیان نے اس کی سالگرہ منانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ وہ کھلا باغیچہ نما ریزارٹ تھا جہاں چاروں سو رنگ برنگی پھول کھلے تھے۔ ٹھنڈی ہوا اور مہکتی خوشبو فضاء کو مزید پرکشش بنا رہی تھی۔

سفید پردوں کے اسٹیج کے بیچ بنے ٹیبل اور چئیر پر مشتمل ڈائننگ ایریا میں وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ تھامے ٹیبل تک آئے اور اس پر رکھا کیک کٹ کر کے ایک دوسرے کو کھلایا۔

اسی ریزارٹ کے اندر سفیان نے شام کو اسپیشل بنانے کرا بھی تیار  
کروایا تھا۔ خوبصورت پھولوں سے سجے اور خوشبودار کینڈل لگائے وہ  
کمرے ہارٹ شپ بیلون سے بھرا ہوا تھا۔

دس از فار یو پرس۔۔۔۔۔ "اس نے کمرے میں آکر گفٹ"  
باکس میں موجود سفید فیری گاؤن عائرہ کو دیا اور اسے پہن کر آنے کی  
خواہش ظاہر کی۔

چند منٹ بعد عائرہ وہ گاؤن پہنے ڈریسنگ روم سے باہر آئی تو سفیان  
اس پری کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس نے آگے آکر ستائشی انداز میں سرتاپیر  
اسے دیکھتے تازہ پھولوں سے بنا کر اون عائرہ کے لمبے بالوں پر سجا دیا۔

موبائل میں اونچی آواز میوزک لگا کر اس نے عائرہ کے کمر کے گرد  
بازو مائل کیا اور اس کا ہاتھ تھامے ہلکائیہاں وہاں ہوتے کیل ڈانس  
کرنے لگا۔

Kuch aur nahi baki mujh mai.....

Tu jan meri tu dil hai.....

Sanso k bina to jee lengy.....

Par tere bina mushkil hai.....

Kismatein teri meri jurri hai.....

Mere hathon mai rab ne likhi hai.....

گانے کے دھن میں مگن وہ عائرہ کو کبھی گھما دیتا کبھی کمر کے گرد ہاتھ  
پھنسائے اٹھالیتا۔

Teri galiyan galiyan teri galiyan....

Mujh ko bhave galiyan teri galiyan  
galiyan....

Yu hi tarpave galiyan teri galiyan....

جھومتے ہوئے وہ عائرہ کے پیچھے آیا اور اس کے کندھے پر سے گاؤں  
کی اسٹرپ سرکھا کر وہاں ہونٹ نصب کرتے لمس چھوڑا۔ عائرہ نے  
بلش کرتے ہوئے کسمپاسی گئی۔

یوں ہی بانہوں میں لیئے سفیان اس کے روبہ رو آیا اور اس کا چہرہ اوپر  
کو اٹھا کر اس کے لبوں پر جھک گیا۔

XX

زاویہ شاہ کوچپ کی چوری کا علم تب ہوا جب سفیان نے وہ ریکارڈنگ عدالت میں دکھائی اور اس کے خلاف گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا۔  
میں پکڑی گئی تو تم بھی نہیں بچو گے۔۔۔۔۔" زاویہ نے تالم شاہ کو "  
کال پر دھمکی دی۔

مجھے تمہاری رہائی کا ٹکٹ مل گیا ہے۔۔۔۔۔ ایڈوکیٹ سفیان دو "  
منٹ میں گرفتاری منسوخ کرادے گا۔۔۔۔۔" وہ موبائل کان سے  
لگائے سرکاری ہسپتال سے نکلتی ڈاکٹری کاوائٹ کوٹ پہنے عائرہ کے  
جانب دیکھ رہا تھا۔

عائرہ اپنے ہاوس جاب میں شامل سہیلیوں کو بائے کرتی کار میں سوار  
ہو گئی۔

تھوڑے فاصلے پر جا کر فائرنگ کی آوازیں فضاء میں گونجی۔ اس نے سر نیچے کر کے آنکھیں بند کر دی۔ کانوں پر ہاتھ رکھے وہ خوف سے کانپتی سیدھی ہوئی تو بیچ سڑک پر اس کی کارر کی ہوئی تھی اور ڈرائیور خون سے لت پت اسٹیرنگ پر گر پڑا تھا۔ اس کا دل دہل گیا۔ اس نے بھیگی آنکھوں سے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے سفیان کے گارڈ کے جانب دیکھا وہ بھی اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا۔

عائزہ کو سمجھ نہیں آیا ایک لمحے میں کیا ہو گیا۔ اس کا ڈرائیور اور گارڈ موقع پر ہی جان بحق ہو گئے۔ اس نے لڑتے ہاتھوں سے سفیان کو کال ملانے موبائل بیگ سے نکالا کہ اس کے سائیڈ کامرر چھن کر کے ٹوٹا۔ عائزہ بے اختیار حواس باختہ ہو کر چیخ اٹھی۔

تالم شاہ اور اس کے غنڈوں نے اس کے کار پر حملہ کر دیا تھا اور اب وہ  
عائرہ کا بازو دبوچ کر اسے کار سے باہر نکال رہا تھا۔

چھوڑو مجھے۔۔۔۔۔ ہیلپ۔۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔۔ "وہ مدد کے"  
لیے پکارنے لگی پر ہتھیار کے خوف سے کوئی شہری اس کی مدد کو آگے  
نہ آیا۔

تالم شاہ نے زبردستی عائرہ کو گھسیٹتے اپنے وین میں ڈال دیا اور زن کر  
کے کار بھگادی۔

XX

ہیلو۔۔۔۔۔ "ارحام نے تعجب سے آبرو سکیھڑے انجان نمبر کی"  
کال اٹھائی۔



کیسے ہو جو نیئر۔۔۔۔۔ "تالم شاہ سیگریٹ ہونٹوں میں دبائے زہر"  
خند لہجے میں گویا ہوا۔

ارحام کے آبرو پھیل گئے تھے۔ ارحام سفیان اور ذیشان پولیس ہیڈ  
کو ارٹری میں بیٹھے زاویہ شاہ کی گرفتاری کے متعلق بحث کر رہے تھے  
جب اسے تالم شاہ کی کال موصول ہوئی۔ وہ تین سال بعد اس آواز کو  
سن رہا تھا لیکن لہجے سے ٹپکتی بے ہودگی آج بھی برقرار تھی۔ اس کے  
چہرے پر سختی درآتے دیکھ کر موجود سب الرٹ ہو گئے۔

بہت بڑی بازی ماردی تونے تو۔۔۔۔۔ لیکن آخری پتہ میرے پاس  
ہے۔۔۔۔۔ "وہ استخزیہ کہتے ہوئے کرسی سے بندھی ڈری سہمی  
عائزہ کے پاس آیا اور اس کے منہ پر باندھا کپڑا کھولا۔

ارحام۔۔۔۔۔ارحام منہم۔۔۔۔۔"عائزہ یزیدی ہو کر اسے پکارنے"  
لگی اور ہاتھ پیر چلاتے خود کو آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگی۔  
عائزہ۔۔۔۔۔"ارحام سانس روکے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔"  
تُو نے تو اس دن دانیل کو چھوڑ دیا تھا۔۔۔۔۔لیکن میں۔۔۔۔۔"  
میں تیری بہن کو نہیں بخشو گا۔۔۔۔۔"اس نے حیوانیت سے عائزہ کو  
دیکھا۔  
اگر اسے ہاتھ بھی لگایا۔۔۔۔۔تو یاد رکھنا تالم شاہ۔۔۔۔۔تیری لاش"  
بھی کسی کو نہیں ملے گی۔۔۔۔۔"جواب میں سفیان اسپیکر پر غرایا۔  
اووووکیل صاحب۔۔۔۔۔آپ سے تو کافی حسابات باقی"  
ہیں۔۔۔۔۔ابھی کہ ابھی زاویہ کی گرفتاری منسوخ کروا دو اور وہ چپ  
لیں کر میرے پاس آو۔۔۔۔۔ورنہ تمہاری یہ جان میرا وار سہن

نہیں کر پائے گی۔۔۔۔۔" زہر خند لہجے میں دھمکاتے اس نے کال کاٹی اور کرسی کے بازو پر ہاتھ رکھ کر عائرہ کے جانب جھکا۔  
عائرہ نے آنکھیں بند کر کے چیخ مارتے رخ پیچھے موڑ لیا۔ تالم شاہ نے سیکریٹ کا کش بھر کر اس کے چہرے پر دھواں اڑایا اور اپنے آدمیوں کو اس پر نظر رکھنے کی ہدایت دیتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

میں اسے جان سے مار دوں گا۔۔۔۔۔" سفیان نے طیش میں ارحام " کامو بائل دیوار پر دے مارا۔ اس کی کرچیاں فرش پر بکھر گئی۔  
مسٹر سفیان۔۔۔۔۔ پلیز ریلکس۔۔۔۔۔ اسے زندہ پکڑنا " ہے۔۔۔۔۔ اس کی گواہی ضروری ہے۔۔۔۔۔" کمشنر صاحب نے

اسے سمجھانے کی کوشش کی پر اس پر دہشت سوار تھی۔ وہ تالم شاہ کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کو بے تاب تھا۔

کچھ ایسی ہی آگ ارحام کے اندر بھی جل رہی تھی۔ اسے بھی تالم سے کئی سارے جوابات درکار تھے۔ وہ پولیس نفری کے ہمراہ تالم شاہ کے اڈے کے لیے گامزن ہوا۔

سفیان اس کے پیچھے جانے لگا تھا پر ذیشان کو کسی سوچ میں ڈوبے دیکھ کر رک گیا۔

تم لوگ تالم شاہ کو پکڑو۔۔۔ میں زاویہ کو روکتا ہوں۔۔۔۔۔ وہ "ملک چھوڑ کر بھاگنے کی کوشش ضرور کرے گی۔۔۔" ذیشان نے اسے اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔

نہیں ذیش آپ زاویہ کے پاس نہیں جاوگے۔۔۔۔۔"سفیان"  
تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ اسے زاویہ کی شرط یاد آئی۔  
بحث کرنے کا وقت نہیں ہے۔۔۔۔۔ عائرہ کو بچاؤ۔۔۔۔۔"  
جاو۔۔۔۔۔"ذیشان نے تردید کرتے ہوئے اسے ڈپٹا اور خود مخالف  
سمت میں بھاگا۔

عشقال۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔۔"پارکنگ میں آکر اس نے"  
دل گرفتگی سے عشقال کو کال ملائی۔

کس لیے۔۔۔۔۔"وہ قدرے حیران ہو گئی۔ ذیشان چند ثانیے"  
خاموش ہو گیا۔

وقت آنے پر تمہیں پتا چل جائے گا۔۔۔۔۔"اس نے زخمی آہ بھری"  
اور کال کاٹ دی۔

عشقال کا دل ڈوبنے لگا۔ اسے محسوس ہوا ذیشان کچھ غلط کرنے جا رہا ہے۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھی پر روک نہ سکی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

تالم شاہ کے بنگلے پر پہنچ کر عائرہ کے دونوں محافظ، بھائی اور شوہر اسے دیوانہ وار پکارتے ڈھونڈنے لگے۔ ایک کمرے میں در آتے سفیان کے بوٹ کے نیچھے کچھ چھبا۔ اس نے جھک کر وہ چمکتی چیز اٹھائی تو وہ عائرہ کا وہی دنیا کی شکل کا پینڈینٹ تھا جو اس نے محبت کے پہلے اظہار کے وقت اسے پہنایا تھا اور پچھلے سات سالوں سے عائرہ پہنے ہوئے تھی۔

سفیان کی آنکھیں ڈبڈب گئی اسے ڈر لگنے لگا مانو آج سچ میں اس کی دنیا جڑ جانے کو تھی۔ کافی دیر وہ اس جگہ ساکت کھڑا شک بار آنکھوں سے اس پینڈینٹ کو دیکھتا رہا۔

جیجو۔۔۔۔۔ چلو یہاں نہیں ہے وہ۔۔۔۔۔ "ارحام نے اس کے بازو" کو جھنجھوڑ کر متوجہ کیا تو اس کے سوچو کا تسلسل ٹوٹا۔

سفیان نے پلکیں جھپکا کر اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتے سر جھٹکا اور ارحام کے ہمراہ باہر کو لپکا۔ ابھی وہ گیٹ تک پہنچے تھے کہ انہیں دبی دبی آواز میں پکار سنائی دی۔ سفیان اور ارحام دونوں نے بہ یک وقت اوپر کے جانب دیکھا تو تالم شاہ عائرہ کے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ کر و اتادو سری منزل کے بالکونی میں کھڑا ملا۔

سفیان بھاگتا ہوا سیڑھیوں کے جانب گیا۔ راستے میں تالم شاہ کے غنڈوں کو لاتوں اور گھونسوں کا نشانہ بناتے وہ دونوں بالکونی میں پہنچے تو سفیان نے اپنی گن نکال کر تالم کا نشانہ بنایا اور ٹریگر دبانے لگا تھا کہ ارحام نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روک لیا۔

نشانہ زرا سا چوکا تو گولی عائرہ کو لگ جائے گی۔۔۔۔۔ "اس نے اندیشہ" ظاہر کیا۔ سفیان شعلہ برساتی نظروں سے اسے دیکھے گیا۔  
ہی از رائٹ۔۔۔۔۔ "کمشنر کی آواز سفیان کے سماعتوں میں پڑی۔"

وہ اور پولیس اہلکاران کے پیچھے کھڑے تالم شاہ کا راستہ روکے ہوئے تھے۔ تالم نے تیز نگاہوں سے بنگلے کا جائزہ لیا اس کا کوئی غنڈہ کوئی گارڈ موجود نہ تھا سب کو پولیس گرفتار کر چکی تھی۔



تالم۔۔۔ عائرہ کو چھوڑ دو۔۔۔۔۔ یہ لو میں تمہارا چپ لیں آیا۔  
ہوں۔۔۔۔۔ "ارحام نے جیب سے وہ چپ نکال کر ہاتھ آگے بڑھایا۔  
سفیان نے شاکی انداز میں رخ موڑ کر اسے دیکھا کیونکہ چپ تو  
عدالت میں جمع کی گئی تھی پر اس کے پاس چپ کیسے آگئی۔  
ارحام دبے پاؤں چلتا قریب جانے لگا۔ اس نے عائرہ کے جانب دیکھ  
کر دو انگلیاں باہم ملائے اپنا مخصوص دوستی کا اشارہ دیا۔ عائرہ کے  
آنسو جاری ہو چکے تھے اس نے بھی سر کو خم دیتے ہاتھ بڑھایا۔ ابھی  
اس کا ہاتھ ارحام کی انگلیوں سے چھوا ہی تھا کہ تالم شاہ نے اسے دھکے  
دے کر بالکونی سے نیچے سوئمنگ پول میں گرادیا۔

عائرہ۔۔۔۔۔ "سفیان بے اختیار چلا اٹھا اور ارحام نے اسی انداز عائرہ"  
کے پیچھے پانی میں چھلانگ لگادی۔ اسے اپنے عقب میں فائرنگ کی

آواز سنائی دی۔ سفیان نے ایک ساتھ دو دفعہ فائر کر کے گولیاں تالم شاہ کے سینے کے آر پار گزار دی۔ اس کی جائے وقوع پر ہی موت واقع ہو گئی۔

عائزہ۔۔۔۔۔س۔۔۔۔۔اٹھو۔۔۔۔۔"وہ عائزہ کو سونمگ"  
پول سے باہر لا کر اس کے ہاتھ مسلنے لگا۔ عائزہ آنکھیں موندھے بے جان پڑی رہی۔ سفیان تیزی سے ان کے پاس آیا اور عائزہ کو جھنجھوڑنے لگا۔ اس کے ہاتھ مسلتا اس کے پیٹ پر دباو دے کر پانی باہر نکالنے کی کوشش کرتا وہ ابتدائی طبی امداد فراہم کر رہا تھا پر سب بے سود۔

اس نے حواس باختہ ہو کر اسے ہسپتال لیں جانے اٹھانا چاہا کہ یک دم عائزہ کھانسنے لگی۔ ارحام نے اس کا سر ایک سائیڈ کر کے اضافی پانی

باہر آنے دیا۔ جب اس کی سانس بحال ہونے لگی تو سفیان نے اسے  
سینے میں بھینچ لیا۔

وہ سفیان کے ہانہوں سے لگی تیز تیز سانس لیتی خود کو کمپوز کر رہی تھی  
جب اس نے پولیس اہلکاروں کو تالم شاہ کی لاش اٹھائے باہر لیں جاتے  
دیکھا۔ عائرہ نے سہم کر آنکھیں بند کر کے رخ موڑ لیا تھا۔

اب زاویہ کی باری۔۔۔۔۔ "ارحام نے آگے کالائے عمل سوچا پر"  
ٹھٹک گیا۔

ویٹ اے سیکنڈ۔۔۔۔۔ ذیش بھائی کہاں ہے۔۔۔۔۔ "وہ بے یقینی"  
سے سفیان کے بدلتے تاثرات دیکھنے لگا۔

وہ زاویہ کے پاس گئے ہے۔۔۔۔۔ "درد کی ایک لہر سفیان کے دل"  
میں دوڑی۔

واٹ۔۔۔۔۔ آپ نے جانے کیوں دیا۔۔۔۔۔ جانتے تو تھے کہ "زاویہ یہی تو چاہتی تھی۔۔۔۔۔ افسف۔۔۔۔۔" ارحام کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر ذیشان کے پاس چلا جائے۔ وہ کسی صورت اپنے بے گناہی کے خاطر ذیشان کو قربان کرنے راضی نہ تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

اوو وہائے ذیش۔۔۔۔۔ مجھے پتا تھا تم ضرور آو گے۔۔۔۔۔ ایک "دن تمہیں میرا ہونا ہی تھا۔۔۔۔۔" زاویہ اسے دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سماء رہی تھی۔

آخر میرا پیار۔۔۔۔۔ اپنی منزل کو پہنچ گیا۔۔۔۔۔ "وہ اس کے" سینے سے آگئی۔ ذیش کنکھیوں سے اس کا تیار سفری بیگ دیکھ کر شکر بجالایا۔ وقت پر پہنچ کر اس نے زاویہ کی فرار کی راہ مسدود کر دی۔

بہت بڑے بول بولے تھے اس ارحام نے۔۔۔۔۔ پر آخر اس نے "تمہیں میرے پاس بھیج ہی دیا۔۔۔۔۔" وہ مغرور انداز میں خود ہی اپنا زار افشاں کر گئی۔

ذیش کے آبرو پھیل گئے۔ اسے تب جا کر زاویہ کی شرط کا اندازہ ہوا۔ اسے یاد آیا کہ اس پورے سلسلے میں سفیان اور ارحام اسے کمپیوٹر پکڑا کر خود زاویہ کے پیچھے جاتے تھے کبھی اسے نہیں بھیجا۔

چلو۔۔۔۔۔ جلدی سے ان پیپر زپر سائن کرو۔۔۔۔۔ "زاویہ نے"

سائیڈ ٹیبل سے ایک فائل نکال کر بیڈ پر ذیشان کے آگے کئے۔

کس چیز کے پیپر زہیں۔۔۔۔۔ "وہ سپاٹ انداز میں فائل دیکھنے لگا۔"

میرا اور تمہارا میرج کانٹریکٹ ہے۔۔۔۔۔ "وہ ہاتھ سینے پر باندھے"

فخریہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

زندگی بھر غلط اور ناجائز طریقوں پر چلنے والی زاویہ شاہ۔۔۔۔۔ آج"  
مجھے پانے جائز طریقہ اختیار کر رہی ہے۔۔۔۔۔ واو۔۔۔۔۔" وہ استخزیہ  
ہنسا۔

تمہیں مجھ سے کبھی پیار نہیں ہو زاویہ۔۔۔۔۔ تم مجھے صرف اپنے"  
انا کے لیے جھکانا چاہتی تھی کیونکہ میں نے تمہارا پروپوزل ریجیکٹ کیا  
تھا اور یہ بات تم سے برداشت نہیں ہوئی۔۔۔۔۔" وہ افسوس کرتے  
زاویہ کو آئینہ دکھانے لگا۔

تم کبھی انا اور غرور میں کسی کو مجبور کر کے یاد دھوکہ دے کر زبردستی"  
خود سے مخلص نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ محبت۔۔۔۔۔ چہرے۔۔۔۔۔  
اسٹیٹس۔۔۔۔۔ رتبہ نہیں دیکھتی۔۔۔۔۔ یہ تو احترام۔۔۔۔۔ چاہت

اور پاکیزہ جذبات دیکھتی ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان کے الفاظ زاویہ کو چھنے لگے۔

ویسے میرے پاس بھی تمہارے لیے کچھ ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان نے" اس کے تند تاثرات دیکھ کر موضوع گفتگو بدل دیا اور جیب سے ایک طے شدہ کاغذ نکال کر زاویہ کو تھمایا۔

کیا ہے یہ۔۔۔۔۔ "زاویہ وہ رپورٹ دیکھ کر کچھ سمجھنا سکی لیکن تیمور" شاہ کے سائن دیکھ کر مضطرب ضرور ہو گئی۔

اس عورت کے ابارشن رپورٹس ہیں۔۔۔۔۔ جس کے تمہارے پاپا" کے ساتھ تعلقات ہے۔۔۔۔۔ اور انہوں نے چند روز قبل اس کا ابارشن کروایا ہے۔۔۔۔۔ کیوں۔۔۔۔۔ کہ۔۔۔۔۔ وہ ایک اور

زاویہ شاہ نہیں چاہتے تھے۔۔۔۔۔" ذیشان نے اس پر ایک اہم  
انکشاف کیا۔

زاویہ کے آنکھیں پھیل گئی تھیں وہ یک ٹک ذیشان کو دیکھنے لگی۔ اس  
کے بلواسطہ تشہیر کو سمجھنے میں اسے کچھ وقت لگا۔

بہت سال پہلے بھی ان کے ایسے ہی ایک خاتون کے ساتھ تعلقات "تھے۔۔۔۔۔ جس میں وہ خاتون امید سے ہو گئی۔۔۔۔۔ مسٹر شاہ نے اسے ابارشن کرانے کا کہا پر وہ خود دار خاتون اپنی اولاد کو مارنے کی ہمت نہ کر سکی اور انہوں نے مسٹر شاہ کے علم میں لائے بغیر ایک بیٹی کو جنم دیا۔۔۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے زاویہ کے گرد گھومنے لگا۔ جب مسٹر شاہ کو معلوم پڑا تو انہوں نے غصے سے آگ بگولا ہوتے "اپنے ہاتھوں سے اس خاتون کو قتل کر دیا اور اس بچی کو اٹھا



لائے۔۔۔۔۔ آج وہ بچی۔۔۔۔۔ ایک معمر بزنس وومین بن کر میرے  
سامنے کھڑی ہے۔۔۔۔۔ "اس نے زاویہ کے آنکھوں میں دیکھ کر  
آخری فقرہ ادا کیا۔ زاویہ شاہ ساکن کھڑی ذیشان کے زبانی اپنے وجود  
کی داستان سن رہی تھی۔

دوسری جانب ارحام تیز ڈرائیو کرتا شاہ پبلکس کا رخ کئے ہوئے تھا۔  
دل میں متواتر وہ ذیشان کو کسی بھی قسم کی غلطی کرنے سے روکنے کی  
دعائیں کرتا اللہ سے پناہ مانگتا رہا۔

تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔۔۔۔ "ناچاہتے ہوئے بھی زاویہ کی آواز"  
کانپ اٹھی۔

میں یہ راز پانچ سالوں سے جانتا ہوں زاویہ۔۔۔۔۔ پر میں مسٹر شاہ"  
کی حقیقت بتا کر تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ جیسے

بھی ہے تمہارے پاپا ہے اور تم ان سے بہت پیار کرتی ہو۔۔۔۔۔ مگر  
اس دن ہسپتال میں جب میں نے انہیں ماضی دہراتے دیکھا تو میرے  
لیے یہ راز تمہیں سمجھانا لازمی ہو گیا۔۔۔۔۔ "وہ نرمی سے گویا ہوا۔  
تم اچھی ہو پر تمہاری پرورش غلط کی گئی ہے۔۔۔۔۔ اگر مسٹر شاہ"  
تمہیں اخلاق کے دائرے میں رہ کر بڑا کرتے۔۔۔۔۔ تو کوئی بھی  
تمہارے ماضی کو بھلا کر تمہیں اپنا لیتا۔۔۔۔۔ جس طرح ماں باپ کی  
زندگی پر بچوں کا کیا اثر انداز ہوتا ہے۔۔۔۔۔ ویسے ہی والدین کی کرنی  
بچوں کو بھگتنی پڑتی ہے۔۔۔۔۔ اور تم مسٹر شاہ کی غلطی بھگت رہی  
ہو۔۔۔۔۔ "ذیشان کو زاویہ پر افسوس ہونے لگا تھا۔  
بس بہت ہوا۔۔۔۔۔ اپنا یہ ڈرامہ بند کر و اور سائن کرو۔۔۔۔۔"  
میں اس میلو ڈرامہ میں نہیں آنے والی۔۔۔۔۔ "وہ پھر سے اپنے

پرانے روپ میں آگئی۔ اس کا دل گھبرانے لگا وہ پاپا کے متعلق مزید راز سننے سے گریزاں تھی۔

ارحام شاہ پبلس کے اندر داخل ہوا اور سامنے آنے والے گارڈز اور ملازمین کو ضرب لگاتا ان سے مزاحمت کرنے لگا۔ اس کے پیچھے سفیان نے پولیس کی نفری بھی بھیج دی تھی جو اس وقت شاہ پبلس کے لاونج میں ارحام پر جھڑپ کرنے والوں کو اٹھا پٹخ رہی تھی۔ ذیشان نے سر جھٹک کر قلم اٹھایا۔ اچانک اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اس کے ذہن کے پردوں پر چاندی کی لونگ پہنے باتوں کی غبار لیئے اس نٹ کٹ لڑکی کا عکس لہرایا۔ کچھ روز پہلے ہی تو وہ اس سے درخواست کر رہی تھی کہ وہ اس کی جگہ کسی کو نہ دیں پر اس پل وہ اپنے فیملی کا وقار بچانے خود کو زاویہ شاہ کو سونپنے جا رہا تھا۔

اپنی لرزش قابو کرنے اس نے سختی سے آنکھیں مینچھ لی اور قلم پیپر پر رکھا ہی تھا کہ ایک دھماکے سے دروازہ کھلا۔ زاویہ شاہ اور ذیشان دونوں نے بہ یک وقت مڑ کر دیکھا۔ ارحام غضب سے سرخ ہوتا اندر داخل ہوا اور زاویہ کو زناٹے دار تھپڑ رسید کیا۔

مجھے ذیش بھائی مت سمجھنا جو چپ چاپ تمہیں برداشت " کروں۔۔۔۔ میں تمہارا وہ حال کر دوں گا کہ خود کو آئینہ میں دیکھنے سے پہلے سو مرتبہ سوچو گی۔۔۔" ارحام نے انگلی اٹھا کر اسے جھڑکا۔

پولیس اہلکار نے آگے آ کر زاویہ شاہ کو ارحام کے غضب سے دور کیا اور ساتھ لیں جانے لگے۔

کیا کرنے جا رہے تھے آپ۔۔۔۔ عقل ہے کہ نہیں۔۔۔۔ بہت " بڑے ہیر و بن رہے تھے۔۔۔۔۔ ایسی قربانی دیں کر مہمان بننا چاہتے تھے۔۔۔۔ " اس کی غضب کا رخ ذیشان کے جانب ہوا۔ مجھے پتا تھا میرا بھائی ضرور آئے گا۔۔۔۔ " ذیشان نے اس کی ڈانٹ " میں چھپی محبت کو محسوس کرتے گلے لگا لیا۔

انفنف میری جان پر بن آئی تھی۔۔۔۔ ایسا لگ رہا تھا میں پھر سے " پیرس کی اس کی گلی میں لٹیروں کے بیچ پھنس گیا ہوا اور وہ مجھے۔۔۔۔۔ " وہ ذیشان کو مضبوطی سے حصار میں لیے اہم راز بیان کرتے کرتے رک گیا۔ ذیشان اس کی ادھوری بات بھی سمجھ گیا تھا اس نے ارحام کو خود سے الگ کرتے سرتاپیر دیکھا۔

ارحام تم۔۔۔۔۔" اس واقعے کا سوچ کر بھی ذیش کی آواز کانپ " اٹھی۔

میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔ کچھ نہیں ہوا مجھے۔۔۔۔۔ آپ سب کے " پیار اور دعاؤں نے مجھے بچا لیا۔۔۔۔۔" ارحام نے فوراً سے بیشتر اس کے وہم کو جھٹلادیا۔ ذیشان کو ارحام پر افسوس ہونے لگا۔ ناجانے کم عمری میں گھر سے اور اپنوں سے دور اس نے کتنی تکالیف کاٹے تھے۔ اس نے پھر سے اسے خود سے لگا لیا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگے تھے کہ ذیشان نے زاویہ کو اپنی کمر میں پھنسائی گن نکالتے اور نفرت بھری نگاہوں سے ان کے جانب دیکھتے ارحام کی پشت کا نشانہ بناتے دیکھا۔

ارحام۔۔۔۔آہ۔۔۔۔ہ۔۔۔۔"ذیشان اس کے آگے آیا اور کراہ"  
اٹھا گولی اس کے سینے پر جا لگی تھی۔

زاویہ شاہ کانپ اٹھی اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ کر فرش پر گر گئی۔  
وہ پھٹی نظروں سے اس انسان کو خون سے لت پت فرش پر گرتے  
دیکھ کر ساکت ہو گئی جسے پانے کے لیے وہ پانچ سالوں سے جتن کر  
رہی تھی۔

رانا ذیشان اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے کمرے کے چمکتے فرش  
پر گر پڑا۔ اس کے جسم سے نکلتا تازہ خون فرش کو بھگور ہاتھا اور وہ بے  
دم سی اسے دیکھے گئی۔

یہ منظر دیکھ کر ارحام کا رنگ زرد پڑنے لگا۔ اس کے ہاتھوں میں اتنی  
سکت نہ رہی کہ وہ ذیشان کو تھام سکے۔ اس نے ذیشان کو پکارا پر

حلق سے آواز نہ نکل سکی۔ وہ چیخ چیخ کر رونا چاہتا تھا پر اسے اپنا دماغ  
ماوف ہوتا محسوس ہوا۔ وہ بے دم سا گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

XX

جب سے ذیشان نے عیشال سے کال پر معذرت کی تھی وہ مضطرب  
ہو گئی تھی۔ الگ الگ و سو سے اس کے دل میں امرڑ رہے تھے۔ اس کا  
دھیان ہر وقت ذیشان پر لگا رہتا۔ اسی کے چلتے کبھی اس کے ہاتھ سے  
گلاس ٹوٹ رہا ہوتا تو کبھی کھانا بناتے ہوئے ہاتھ جل جاتا۔

وہی دوسری جانب ذیشان کو ایمر جنسی میں ہسپتال لایا گیا۔ رانا ہاوس  
کے سارے مکین آپریشن تھیٹر کے سامنے اکٹھا ہو گئے۔ کسی کی آنکھ  
نم تھی تو کسی کی زبان دعاؤں اور وظائف سے تر۔



سالہ جوان ذیشان آپریش تھیٹر کے بستر پر الگ الگ مشینوں اور 27  
ڈرپ سے جڑے زندگی اور موت کے بیچ جو نج رہا تھا۔ ممی اور پاپا نے  
رورو کر برا حال بنا لیا۔ کرن اور رانا صاحب انہیں سنبھالنے لگے  
تھے۔ سفیان بے بس سا کبھی ماں باپ کو دیکھتا کبھی زینب کو جو عائرہ  
سے لگی آنسو بہا رہی تھی۔

ارحام پورے گھر کو ایک اور طوفان کی نذر کر چکا تھا اور یہ طوفان  
پچھلے طوفان سے بھی زیادہ طویل اور خطرناک ثابت ہوا تھا۔ اس کی  
آنکھیں آبدیدہ ہو جاتی پر وہ آنسو پونچھ کر خود کو مضبوط رکھنے کی  
کوشش کرتا رہا۔

شام تک عیشال سے مزید صبر نہ ہو سکا اور اس نے باری باری ذیشان سے لیکر ارحام تک سب کے نمبر ٹرائی کئے پر کسی نے اس کی کال موصول نہیں کی۔ اسے اپنے وسوسے سچ ہوتے محسوس ہوئے۔

اور بالآخر اس نے بڑے پاپا کو کال ملائی۔ اسے یہ یقین ضرور تھا کہ وہ مخلص اور سچے انسان ہے اور اسے سچ ہی بتائے گے پھر بڑے پاپا نے جو انکشاف کیا اسے سن عیشال کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ اس کے ہاتھ بے جان ہونے لگے تو موبائل فرش پر گر پڑا۔

عیشال کیا ہوا۔۔۔۔۔ "امی جی اور زنیہ کچن میں رات کے کھانے کا" اہتمام کرنے لگی تھی جب اس کے موبائل گرنے کی آواز پر اسے مخاطب کیا۔ پر اس کے سماعتوں میں بڑے پاپا کی آواز گونج رہی تھی۔ اسے اپنا سر بھاری ہوتا محسوس ہوا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

یا اللہ آپ۔۔۔۔۔ "زیرہ بھاگتی ہوئی اس کے پاس آئی اسے"  
جھنجھوڑنے لگی۔ امی جی بھی حواس باختہ سر پکڑے اس کے پاس آئی۔  
چھوٹی بہن نے پانی کا گلاس لا کر اس کے چہرے پر چھینٹے ڈالے پروہ  
یوں ہی بے حس پڑی رہی۔

ذیشان اپنے ساتھ ساتھ سب کی زندگیوں میں بوال مچا گیا تھا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX  
پانچ گھنٹوں کی کڑی محنت کے بعد ڈاکٹر صاحب تھکا ماندہ ماسک اتارتا  
ہوا آپریشن تھیٹر سے باہر آیا تو سب ہی اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔  
سب امید بھری نگاہ سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

زندہ ہے۔۔۔۔۔" ڈاکٹر کے یہ دو الفاظ سب میں نئی زندگی بھر"  
گئے۔ وہ اللہ کا شکر بجالاتے پھر سے ڈاکٹر کے جانب متوجہ ہوئے اور  
مزید معلوم کرنے لگے۔

he is in پر۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری۔۔۔۔۔"  
۔۔۔۔۔" سر جھکائے ایک آہ بھرتے ڈاکٹر نے وضاحت coma  
دی۔

فضاء میں سکوت چھا گیا۔ یہ خبر رانا فیملی پر پہاڑ ٹوٹنے کے مانند تھی۔  
زندگی میں کبھی کبھار ایسا وقت بھی آتا ہے جہاں انسان سمجھ بوجھ اور  
شعور کھودیتا ہے۔ وہاں موجود ہر بشر ذیشان کے ساتھ ساتھ اپنے  
آپ کو بھی مفلوج محسوس کرنے لگا۔

انسان کتنا بھی امیر کیونکر نہ ہو جائے پر تکلیف بھیج نہیں سکتا اور سکون خرید نہیں سکتا۔ اس وقت رانا صاحب اپنی پوری دولت لگا کر حتہ کہ خود کو بھیج کر بھی ذیشان کو کوما سے واپس نکال پاتے تو وہ نظر ثانی نہ کرتے۔

بولیٹ ان کے دل کے بہت قریب لگی ہے۔۔۔۔۔ جس سے ان " کے دل سے دماغ کو خون مہیا کرنے والے کئی سارے شریان متاثر ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔ "ڈاکٹر مدھم آواز میں انہیں آگاہ کرنے لگا۔

دماغ کو خون نہ پہنچنے کے باعث وہ کوما میں چلے گئے " ہے۔۔۔۔۔ ہم نے بہت کوشش کی۔۔۔۔۔ پر ان شریانوں کو پھر سے بحال ہونے میں وقت درکار ہے۔۔۔۔۔ کتنا وقت لگے گا۔۔۔۔۔ چند دن ماہ یا سال۔۔۔۔۔ ہم کچھ کہہ نہیں

سکتے۔۔۔۔۔ "ڈاکٹر صاحب نے معذرت خواہاں انداز میں ہاتھ اٹھا لیے۔

اس سے اچھا مر ہی جاتا۔۔۔۔۔ "روحان جوان بیٹے کو زندہ لاش" بنتا دیکھ کر بلند آواز رونے لگا۔

ہمت رکھو۔۔۔۔۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔۔۔۔۔ جوان بیٹے کے

لیے ایسا نہیں کہتے۔۔۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔ "رانا صاحب نے اسے گلے لگا لیا۔ دلاسہ دیتے ہوئے ان کے خود کا اعتماد بھی ڈگمگا گیا۔

وہ کبھی ٹھیک نہیں ہو گا کیا۔۔۔۔۔ "زینب نے پہلی مرتبہ سوال کیا۔

کو ما ایک ایسی بے ہوشی کا نام ہے جس میں انسان کے سارے حواس "ختم ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔ یہ دماغ کو لگے گھرے چوٹ سے پیش آتا ہے۔۔۔۔۔ یہ اس چوٹ پر منحصر ہے کہ انسان کے حواس کب تک بحال ہو سکتے ہیں۔۔۔۔۔" عائزہ نے نرمی سے سمجھایا۔

پر وہ ہمیں سن تو سکے گانا۔۔۔۔۔ میں نے ڈراموں اور فلموں میں "دیکھا ہے۔۔۔۔۔ کو ما کے مریض بات سنتے ہیں اس پر کچھ حرکت کر کے اشارہ بھی دیتے ہیں۔۔۔۔۔" زینب ذیش کے اس حالت کی روا دار نہیں تھی۔

حقیقی زندگی میں فلموں اور ڈراموں جیسا کچھ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ یہ "مکمل طور پر دماغ کو پہنچے زیاں پر منحصر ہے کہ دماغ کا کون سا حصہ بے حس ہو چکا ہے۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ ذیش بھائی کے دماغ کا مرکزی

حصہ متاثر نہ ہوا ہو۔۔۔۔۔ وہ ہماری بات سن بھی لیں لیکن سننے اور سمجھنے میں فرق ہوتا ہے۔۔۔۔۔ "عائزہ ہر حد خود کو سنبھالے ہوئے ان سب کو کوما کے اقسام کی تعریف بیان کرتی رہی۔

پتا کیسے چلے گا۔۔۔۔۔ وہ سن سکتا ہے محسوس کر سکتا ہے یا"

نہیں۔۔۔۔۔ "ایک امید زینب کے دل میں اٹھی تھی۔ اسے لگا ذیشان کسی اور کی سنے ناسنے پر جڑواں بہن کی ضرور سنے گا۔

ختم ہو چکے تھے تب تو وہ ایکسپریس senses اگر ان کے سارے"

بحال تھے تو وہ senses نہیں کر سکے گے۔۔۔۔۔ پر اگر کچھ آنسوؤں کے ذریعے یا کوئی آواز دیں کر اشارہ دیں سکتے ہیں۔۔۔۔۔ اور ان سب کا ان کے ایم آر آئی اور سی ٹی سکین کے بعد ہی اندازہ ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔ "عائزہ نے زینب کا ہاتھ تھام لیا۔



دعا کریں ان کے ایم آر آئی اور سی ٹی سکین اطمینان بخش " رہے۔۔۔۔۔ "اس نے دل میں بھی یہی دعا کی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

صبح تک ذیشان کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا اور فیملی کو اسے دیکھنے کی اجازت دے دی گئی۔ پاپا سے تو اسے دیکھا ہی نہیں گیا اور ممی ایک مرتبہ پھر زار و قطار رونے لگی۔ رانا صاحب اور کرن نور اور روحان کو تسلیاں دیتے گھر لیں گئے۔ ارحام سفیان اور عائرہ وہی ٹھہرے رہے۔

ذیشان۔۔۔۔۔ "عشقال کو ہوش آیا تو سب سے پہلے ذیشان کو" پکارا۔ اس کی طبیعت ابھی بھی ناساز تھی پر خود سے زیادہ اسے ذیشان کی فکر تھی۔ اس نے امی اور بہنوں ایک نہ سنی اور ہسپتال کا رخ کیا۔

آئی سی یو میں داخل ہوتے اس کا دل بھرا گیا۔ یوں لگتا ذیشان مشینوں سے جڑے ہوئے گہری نیند سو رہا ہو۔ وہ قدم قدم چلتی اس کے سرہانے آن بیٹھی۔

کمال کر دیا آپ نے تو۔۔۔ پہلے بھی خاموش تھے۔۔۔ اور "اب تو بلکل چپ ہی ہو گئے۔۔۔۔۔" وہ زخمی مسکراتے گویا ہوئی۔ اس نے ذیشان کا بے حس ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھما۔ عشق کے آنسو ٹوٹ کر اس کے تھوڑی پر سے گرتے ذیشان کے ہاتھ کی پشت کو بھگو گئے۔

ایم آر آئی اور سی ٹی سکین کے رپورٹس کے مطابق ذیشان کے دماغ کا آخری حصہ زیادہ متاثر ہوا تھا جس سے اس کا بقیہ جسم ملفوج ہو چکا تھا۔

آئی سی یو میں شفٹ کرنے کے بعد اس کی دیگر ٹریمنٹ شروع کر دی گئی۔ فیزیو تھراپسٹ ہر ایک گھنٹے بعد بے حس و حرکت پڑے ذیشان کی اسٹاف کی مدد سے کروٹ بدلواتا۔ اس کے دانت برش کروانا۔ ناخن کترنا۔ شیو تراشنا۔ یہ سب اسٹاف کی ذمہ داری تھی۔ ارحام اور سفیان باقاعدگی سے اپنی نگرانی میں اسٹاف کو ان کی ذمہ داری یاد کرواتے تھے۔

فیملی کو اس کے پاس بیٹھنے اور باتیں کرنے کی تائید کی گئی۔ ان سب سمیت یہ فریضہ عیشال اچھے سے سرانجام دیتی۔

نور اور روحان جو چار دن بعد ہسپتال آئیں تھے۔ اس وقت آئی سی یو میں بو جھل بیٹھے یک ٹک ذیشان کے ساکن وجود کو دیکھ رہیں تھے۔

روحان اسے اٹھاو۔۔۔۔۔ یہ میرا بیٹا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔ وہ تو زیادہ دیر"  
بستر پر لیٹنے کا عادی ہی نہیں تھا۔۔۔۔۔ وہ تو کہتا تھا مئی زیادہ دیر سونے  
سے میری کمر اکڑ جاتی ہے۔۔۔۔۔ پھر یہ چار دنوں سے ایسے کیسے سو  
سکتا ہے۔۔۔۔۔ "نور کے آنسو جاری ہو چکے تھے۔ روحان لب بھینچے  
اس سنبھالنے کی کوشش کرنے لگا۔

کہو اس سے اس کی ممی بلار ہی ہے۔۔۔۔۔ آنکھیں کھولے۔۔۔۔۔"  
یہ تو میری ایک آواز پر اٹھ جایا کرتا تھا۔۔۔۔۔ پھر اب کیوں نہیں  
اٹھ رہا۔۔۔۔۔ ذیشان۔۔۔۔۔ میرے ذیش۔۔۔۔۔ میرا پیارا  
بیٹا۔۔۔۔۔ اٹھو۔۔۔۔۔ "نور اس کے سینے پر سر رکھے بلک بلک کر  
رونے لگی۔

یہ میری آواز سن رہا ہے نا۔۔۔۔۔ بولونا روحان۔۔۔۔۔ یہ مجھے "سن رہا ہے نا۔۔۔۔۔" وہ روحان کا گریبان پکڑے سوال کرنے لگی۔ معلوم نہیں۔۔۔۔۔ "روحان نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔" اس کی کمر جھکی ہوئی تھی اور چہرے پر تھکن عیاں تھی۔ کسی بھی باپ کے لیے جو ان بیٹے کو اس حال میں دیکھنا اذیت ناک ہوتا ہے۔ روحان کا ناامید جواب سن کر نور کے ہاتھ چھوٹ کر پہلو میں جا گرے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

سفیان نے خود کو پہلے سے بھی زیادہ کام میں مصروف کر لیا تھا۔ اس کا کہنا تھا رانا ہاوس کی خاموشی اسے کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے۔ ایسی

خاموشی تو ارحام کے گھر سے چلیں جانے پر بھی برپا نہ ہوئی تھی جیسے  
ذیشان کی غیر موجودگی سے چھائی ہے۔

ارحام کو بزنس کا الف ب بھی نہیں آتا تھا پر آفس کو سنبھالنے کی ذمہ  
داری اس کے کندھوں پر آگئی تھی۔ روحان ہر وقت نور کے پاس رہتا  
جو ہر وقت غمگین رہنے اور روتے رہنے سے بیمار پڑ گئی تھی اور ڈیڈ کو  
وہ مزید الجھن میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے از خود اسٹاف  
ممبران کے تعاون سے جتنا کر پاتا بزنس کو چلانے کی کوشش کرنے  
لگا۔

غلط راستوں کی منزلیں بھی غلط ہوا کرتی ہیں۔ غلط راہ پر چلتے تالم شاہ  
اور زاویہ کو منہ کی کھانی پڑی۔ تالم شاہ کو سپرد خاک کر دیا گیا تھا اور  
زاویہ شاہ سلاخوں کے پیچھے آگئی تھی۔

کیا خبر ہے۔۔۔۔۔ "قیدیوں کی یونیفارم پہنے وہ سپاٹ انداز میں"  
گویا ہوئی۔

زندہ بچ گیا ہے۔۔۔۔۔ "اس کے مخبری نے خوف و ہراس سے کانپتے"  
ہوئے اطلاع دی۔ زاویہ نے شکر بجالاتے لمبا سانس لیا۔

لیکن۔۔۔۔۔ "اس پر لرزش طاری ہو گئی تھی۔ زاویہ ماتھے پر شکن"  
ڈالے اس کے جانب مڑی۔

کو ما میں چلا گیا ہے۔۔۔۔۔ کب ٹھیک ہو گا۔۔۔۔۔ ٹھیک ہو گا بھی"  
کہ نہیں۔۔۔۔۔ ڈاکٹر ز نہیں کہہ سکتے۔۔۔۔۔ "اپنی بات مکمل کر  
کے وہ زاویہ کے وار سے بچنے قدرے پیچھے ہو گیا۔

آہہہہہ۔۔۔۔۔ "زاویہ نے چلاتے ہوئے دیوار پر ضرب لگائی۔ بہ"  
مشکل وہ اپنے ہاتھوں سے ذیشان کو شوٹ کرنے کا صدمہ برداشت

کرپائی تھی اور اب اس کی نیم مردہ ہونے کے انکشاف پر پھر سے پاگل  
پن پر اتر آئی۔

میم۔۔۔۔ "اس کے بار بار دیوانہ واردیوار کو ضرب مارتے جب اس"  
کا ہاتھ زخمی ہو گیا اور خون رسنے لگا تو مخبری نے اسے روکنے اس کا ہاتھ  
پکڑ لیا۔

دفع ہو جاو میری نظروں سے۔۔۔۔ "وہ اسے دھکیل کر غرائی۔"  
آنکھیں ضبط سے سرخ پڑنے لگی۔ وہ ڈراسہا سیل سے باہر نکل گیا۔

اسے اب تک نکالا کیوں نہیں۔۔۔۔ کر کیا رہے ہو تم"  
لوگ۔۔۔۔ "زاویہ کے سماعتوں میں پاپا کی آواز گونجی۔

تیمور شاہ ابھی ابھی نیوزی لینڈ کے دورے سے لوٹے تھے اور سیدھے  
جیل آکر اپنے وکلا کی ٹیم پر چلاتے واویلا کرنے لگے۔



سرہم نے کوشش کی تھی۔۔۔۔۔ پروہ خود ہی باہر نہیں آنا۔  
چاہتی۔۔۔۔۔ ہر مرتبہ بیل کے کاغذات پھاڑ کر ہمارے منہ پر مار دیتی  
ہے۔۔۔۔۔ "ایک وکیل نے زاویہ کے برتاو سے انہیں آگاہ کیا۔  
تیمور شاہ تعجب سے بھنویں اچکاتے رک گئے۔

زاوی۔۔۔۔۔ہمارا بچہ۔۔۔۔۔"زاویہ کے سیل میں در آتے ہی"

انہوں نے اسے سینے سے لگا لیا۔

ہم آگئے ہے نا۔۔۔۔۔ ہمیں بس ایک گھنٹہ دیجیئے۔۔۔۔۔ ہم"

آپ کو زیادہ دیر یہاں نہیں رہنے دیں گے۔۔۔۔۔" پاپا سے کندھے سے

تھامے گویا ہوئے۔

پاپا کیا آپ نے میری ماما سے شادی کی تھی۔۔۔۔۔ "زاویہ نے سرد"  
مہری سے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔ تیمور شاہ کے ہاتھ پہلو میں جا  
گرے۔

کیا میں آپ کی جائز اولاد ہوں۔۔۔۔۔ "اس کا لہجہ تیمور شاہ کے"  
تاثرات بدلنے کافی تھا۔

"مجھے جہنم دینے پر آپ نے میری ماما کو قتل کر دیا تھا۔۔۔۔۔"  
لفظوں کا ایک اور وار ہوا جو مسٹر شاہ کے دل پر جا لگا۔

زاوی۔۔۔۔۔ آئی کین ایکسپلین۔۔۔۔۔ "پاپا کی آواز کانپ گئی۔"

ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ہم نے کبھی آپ کے"  
متعلق جائز ناجائز کا تفریق نہیں سوچا۔۔۔۔۔ "وہ آگے ہوئے پر زاویہ  
پیچھے ہو گئی۔

اگر آپ پیار کرتے ہوتے۔۔۔۔۔ تو میری ماما سے شادی کر لیتے۔۔۔۔۔ مجھے جائز نام دیں دیتے۔۔۔۔۔ انہیں یوں بے رحمی سے قتل نہ کرتے۔۔۔۔۔ میرے وجود کو سماج میں داغ نہ بننے دیتے۔۔۔۔۔ عزت سے فیملی بناتے۔۔۔۔۔ پر آپ کو اپنی عیاشیوں سے فرصت کہاں تھی۔۔۔۔۔ "وہ پہلی مرتبہ پاپا سے شکایت کرنے لگی۔

آئی نو۔۔۔۔۔ ہم آپ کے ماما کے گنہگار ہے۔۔۔۔۔ لیکن آپ میری بیٹی ہے اور یہ بات ہم نے دل سے تسلیم کی ہے۔۔۔۔۔ غلطی ہو گئی تھی ہم سے آپ کی ماما کو مار کر۔۔۔۔۔ "تیمور شاہ افسردہ ہو گئے۔

چلیں مان لیا۔۔۔۔۔ تب غلطی ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ پر آپ نے اب بھی وہی غلطی دوہرائی ہے۔۔۔۔۔ خود اپنی نگرانی میں اس لیڈی کا ابارشن کرا کر جس کا آپ سے افیئر ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ آپ نہیں

چاہتے پھر سے کوئی ناجائز بچہ پیدا ہو۔۔۔۔۔ اس عمر میں یہ  
سکینڈل آپ کے لیے بہت مہنگا پڑتا۔۔۔۔۔ "اس نے افسوس کن  
نظروں سے شان سے تیار پاپا کے سراپے کو دیکھا۔

تیمور شاہ بیٹی کی زبانی اپنا اہم راز سن کر منجمد ہو گئے۔ ان کے پاس  
وضاحت کرنے کوئی لفظ نہیں بجا۔

زاوی۔۔۔۔۔ وہ۔۔۔۔۔ ہم۔۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔۔۔ "تیمور"  
صاحب اسے گلے لگاتے کوئی جواب ڈھونڈ رہے تھے پر زاویہ نے  
ٹوک دیا اور ان کے ہاتھ جھڑک کر پیچھے ہو گئی۔

پلیز پاپا۔۔۔۔۔ چلیں جائے۔۔۔۔۔ مجھے اپنے آپ سے بھی گھن "  
آرہی ہے۔۔۔۔۔ جس باپ پر مجھے اتنا مان تھا۔۔۔۔۔ جس کے لیے  
میں نے اپنی زندگی برباد کر دی۔۔۔۔۔ جس کے لیے رانا فیملی کو

دشمن بنا لیا تھا۔۔۔۔۔ آج وہ مان ہی ٹوٹ گیا۔۔۔۔۔ اس سے تو  
اچھا تھا آپ میری ماما کے ساتھ مجھے بھی ختم کر دیتے۔۔۔۔۔ نفرت  
ہو رہی ہے مجھے اپنے آپ سے۔۔۔۔۔ "اس کے گلے میں آنسوؤں کا  
پھندا لگنے لگا۔

اب یہ قید ہی میرا مقدر ہے۔۔۔۔۔ اور آپ کی سزا یہ ہے کہ آپ "  
میری شکل دیکھنے کو بھی ترس جائیں گے۔۔۔۔۔ دوبارہ کبھی یہاں  
مت آئیے گا۔۔۔۔۔ زاویہ شاہ مرچکی ہے۔۔۔۔۔ "اس نے سینے پر  
ہاتھ باندھتے اپنا حتمی فیصلہ سنایا اور رخ موڑ لیا۔

ذیشان کو خود شوٹ کرنے کے صدمے نے اس کا ضمیر ہلا دیا تھا تو اب  
پاپا کے اپنی حقیقت پر جھکتی نظروں نے اسے مزید کمزور کر دیا۔

زاوی ایسا نہیں کرتے۔۔۔۔ ہماری بات سنے۔۔۔۔ "تیمور شاہ"  
ہیت زدہ ہو گئے۔

شکل کیا دیکھ رہے ہو۔۔۔۔ لیں کر جاوا نہیں۔۔۔۔ ورنہ تم "  
سب کو جان سے مار دوں گی۔۔۔۔ "وہ وکلا کے ٹیم پر غرائی اور  
سیل میں موجود واٹر کو لراٹھا کر ان کے جانب پھینکا۔ وہ گھبرا گئے اور  
پاپا کو تھامے وہاں سے لیں جانے لگے۔  
سر چلیے۔۔۔۔ شتی از ناٹ ان ہر کنٹرول۔۔۔۔۔۔ وہ کچھ بھی کر "  
سکتی ہے۔۔۔۔ کسی کو بھی مار سکتی ہے۔۔۔۔ "وکیل مسٹر شاہ کو  
بازوؤں سے پکڑے باہر لیں جانے لگے۔

پاپا نے زاویہ کو بہت پکارا پر وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں سختی سے  
میچھے ان کی پکار نظر انداز کرتی رہی۔

زندگی میں اکثر زیادہ پانے کی چاہ میں ہم وہ بھی کھودیتے ہیں جو ہمارے پاس ہوتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جتنا بھی ملے پر وہ اس پر قناعت کرنے کے بجائے اور زیادہ چاہتا ہے اور یہ چاہت اسے ڈوبادیتی ہے۔ اللہ کی ہر عطا پر صرف اور صرف شکر ادا کرنا چاہیئے۔

تیمور شاہ نے زیادہ کی چاہ میں آج زاویہ کو بھی کھودیا۔

XX

دو ہفتے بعد اس دن ذیشان کی ای سی جی پر سیدھی لائن آنے لگی۔ اس کی دھڑکن بند ہونے لگی تھی۔

فور اسے بیشتر ایمر جنسی نافذ کی گئی اور ڈاکٹر نے اسے بجلی کے جھٹکے دینا شروع کئے۔ ہر جھٹکے کے ساتھ اس کا بے حس جسم ایک اینچ اوپر

کو اچھلتا پرچہ سے تکلیف کے عناصر نمایاں نہ ہونے کا مطلب تھا کہ وہ کچھ بھی محسوس نہیں کر سکتا۔

تین سے چار جھکٹے دیں کر اس کی دھڑکن بحال ہو گئی۔ ڈاکٹر نے اس جوان ہینڈ سم مرد کو جن ملال بھری نظروں سے دیکھا اگر وہ دیکھ پاتا تو مر جاتا۔

ڈاکٹر کے جانے کے دس منٹ بعد ذیشان کا دماغ بیدار ہونا شروع ہوا۔ وہ نہیں جانتا تھا وہ کون ہے کہاں ہے کیوں ہے بس ایک شے تھا جس کا احساس تھا کہ اس کے ہر طرف تاریکی ہے گہری تاریکی۔

اس نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی پر مانو اس کی آنکھیں تھی ہی نہیں۔ اس نے حرکت کرنا چاہی پر اسے اپنا جسم محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا۔ گردن کے نیچے یوں تھا جیسے کسی نے دھڑکاٹ دیا ہو۔ ہاتھ پیر



بازوانگلیاں اس نے باری باری باڈی کے عضو کو ہلانا چاہا مگر کچھ نہ  
ہو سکا۔

اس کا جسم مفلوج تھا پر دماغ بیدار تھا۔ اس نے زہن پر زور دیا سے  
سب سے پہلے اپنا آپ یاد آیا۔ پھر بڑے پایا ممایا پامی زینب سفیان  
عائزہ ارحام ابہتاج اور عشقال، فیملی کے سارے ممبر زیاد تھے۔  
مفلوج ہونے سے پہلے آخری واقعہ یاد کیا تو زاویہ شاہ کے ہاتھوں  
شوٹ ہونا بھی یاد آیا۔ جس کا مطلب دماغ پوری طرح درست تھا  
بس جسم کا سپورٹ سسٹم متاثر ہوا تھا۔

وہ آس پاس ہوتے حرکات محسوس کر سکتا تھا۔ اسے کمرے میں پھیلی  
ادویات کی بو بھی محسوس ہو رہی تھی اور کام کرنے والے اسٹاف  
ممبران کے دبی دبی آوازیں بھی۔ یعنی قوت شامہ اور قوت اشنوئی

بحال تھے۔ فقط فل وقت قوت گویائی اور قوت دید سے محروم تھا۔  
اس قدر بے بس ہونے پر وہ بہت ادا اس ہو گیا۔

تم چاہ بھی سکتے اگر اللہ ناچاہے تو۔۔۔۔۔ "اس کے زہن پر بچپن کی"  
ایک یاد لہرائی جب قرآن سیکھتے ہوئے اس نے یہ آیت سیکھی تھی۔  
اس کا دل بھرا گیا وہ واحد سہارا جو سب کچھ سن اور دیکھ سکتا ہے، اس  
اللہ کی ذات سے ذیشان اس آزمائش پر صبر اور برداشت مانگنے لگا۔  
اس نے اپنے کردہ اور نا کردہ ہر گناہ پر معافی مانگی۔ وہ اللہ سے جلد از  
جلد اسے ٹھیک کرنے کی دعا کرنے لگا۔ بستر پر پڑے وہ صرف اس  
رحیم و کریم کے کن کا منتظر تھا۔

ایک وہ پاک اور یکتا رب کائنات ہی تو ہے جو تاریکی میں بھی بندے  
کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس خالق نے دل کے اتنے قریب گولی لگنے کے

باوجود اسے زندہ رکھا تھا۔ جو بے حس و حرکت پڑے ہونے کے  
باوجود اسے رزق پہنچا رہا تھا۔

کیا اتنا احسان کم ہے۔ بھلا انسان اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو  
جھٹلائے گا۔

انسان جتنا بھی آزاد اور خود مختار ہو جائے پھر بھی اسی کا محتاج رہے گا۔  
انسان کی کوئی بھی طاقت اللہ کے طاقت کے آگے معنی نہیں رکھتی۔  
ہمارے سانس لینے سے پیٹ کے اندر کھانے کے ہضم ہونے تک۔  
ہمارے بات سننے سے سمجھتے تک۔ دیکھنے سے محسوس کرنے تک۔  
سو ننگھنے سے ذائقے تک۔ ہر کام پر صرف اللہ کا اختیار ہے۔ وہ ناکرے  
تو انسان بے بس ہے معذور ہے ملفوج ہے۔

اس دنیا میں کوئی انسان خود نہیں آیا اور نہ ہی وہ خود مرتا ہے۔ وہ ہی ہے جو انسان کو پیدا کرتا ہے۔ اور پھر وہ ہی اللہ ہے جو اسے موت دیتا ہے۔ اور پھر وہ ہی اللہ ہے جو روز قیامت اسے دوبارہ زندہ کرتا ہے۔ پس وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ ہر پل ہر لمحہ انسان کے ساتھ جڑا ہے۔

ایک ماہ بعد ذیشان کو ہسپتال سے گھر لایا گیا۔ اس کے کمرے میں ہر اس مشین اور آلات کی دستیابی یقینی بنائی گئی جس کے ذریعے وہ سانس اور خوراک لیتا تھا۔ اس کا خیال رکھنے 24 گھنٹے دو میل نرس اس کے کمرے میں موجود رہتے۔ اس کے علاوہ گھر کا بھی کوئی ناکوئی

فرد اس کے پاس موجود رہتا۔ ٹھوس غذا کھانے کے باعث وہ ایک ماہ میں ہی بہت کمزور ہو گیا تھا۔

عشقال ایک مرتبہ پھر ٹریننگ سے دستبردار ہو گئی۔ اس دن وہ ذیشان کے کمرے میں ہی موجود تھی جب سفیان اس بابت اس سے بات کرنے آیا۔

میرے نصیب میں ہواؤں میں اڑنا نہیں ہے۔۔۔۔۔ میرے تقدیر میں زمین پر ہی رہ کر اپنے مجازی خدا کی خدمت کرنا ہے اور میں اسی میں خوش ہوں۔۔۔۔۔ میرے بابا زندہ ہوتے تو وہ بھی اسی پر راضی ہوتے۔۔۔۔۔ میرے لیے کچھ بھی ذیشان کی زندگی سے زیادہ اہم نہیں ہے۔۔۔۔۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ سفیان زخمی سانس لیتا اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ایسا لگتا ہے مجھے اس دن کے لیے اتنا باتونی بنایا گیا تھا۔۔۔ تاکہ میں " ہر وقت بولتی رہوں۔۔۔ اور آپ چپ کر کے سنتے

رہے۔۔۔۔۔ "اس نے سر جھٹکا۔ ذیشان کا بے جان ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ عشقال نے گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو نارمل کرتے جب ذیشان کے جانب دیکھا تو اس کی آنکھیں بند تھی لیکن آنکھ کے گوشے سے آنسو نکل رہے تھے۔

میں آپ کی سوری سمجھ گئی ذیشان۔۔۔۔۔ اور مجھے آپ پر ناز "

ہے۔۔۔۔۔ آپ نے وہ کر دکھایا۔۔۔۔۔ جو کوئی بھی کرنے سے پہلے دس دفعہ سوچے گا۔۔۔۔۔ آپ کے لیے میرے پیار میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔ آپ بہت اچھے بیٹے ہیں۔۔۔۔۔ بہت اچھے بھائی ہیں۔۔۔۔۔ اور بہت اچھے شوہر بھی۔۔۔۔۔ مجھے خوشی ہے

"آپ کی منکوحہ ہونے کا یہ ظرف اللہ نے مجھے عطا کیا ہے۔۔۔۔۔۔  
عشقال نے اس کے چہرے کے قریب ہو کر اس کے آنسو صاف  
کئے۔

اس کے علاوہ باری باری رانا فیملی کا ہر فرد اس کے پاس آ کر گھنٹوں  
بیٹھتے اور بنا سر پیر گویا رہتے۔ نور اس سے اس کے زینب کے اور  
سفیان کے بچپن کے قصے سنایا کرتی۔ ذیشان سب کی باتیں سن پاتا ان  
کے جذبات محسوس کر پاتا لیکن رد عمل نہیں دے پاتا تھا۔ اس  
کیفیت پر اسے خود سے نفرت ہونے لگی۔ وہ اپنے لئے موت مانگنے  
لگا۔ اس سے مزید اس طرح نیم جان پڑا رہنا برداشت نہیں ہو رہا تھا پر  
اس وقت جو چیز اسے سب سے زیادہ حوصلہ اور سکون دیا کرتی

تھیں وہ بڑے پاپا کا اس کے سرہانے بیٹھ کر سورہ رحمن اور سورہ یاسین کی تلاوت کرنا ہوتا تھا۔

وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر پرکشش لہجے میں تلاوت کرتے اور ذیشان بہت آنسوؤں کے ساتھ پر سکون ہوتے ان کا مشکور ہوا کرتا۔

عشقال نے بالکل بیٹے جیسے رانا ہاوس کو سنبھالا۔ اکثر اوقات وہ ارحام کے ساتھ آفس چلی جایا کرتی تھی اور ارحام کو بھی کاروبار سنبھالنے جب دقت کا سامنا کرنا پڑتا وہ عشقال کی مدد لیا کرتا۔ ذیشان کا سیکھا مینجمنٹ عشقال کے اب کام آ رہا تھا۔ اس کی مدد سے ارحام کو بہت تسلی ہو جایا کرتی تھی۔

رانا ہاوس آکر چونکہ سفیان اپنے کام پر گیا ہوتا تھا اور عائرہ ہاوس جاب پر تو عشقال ماما کے ساتھ گھر کا نظام چلاتی۔ نور اور روحان کو بھی



خوش رکھنے کی کوشش کرتی۔ پس وہ رانا ایمپائر اور رانا ہاوس کی ذمہ داریاں بخوبی نبھا رہی تھی۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

(پانچ ماہ بعد)

آج ذیشان کو کوما میں گئے چھ ماہ ہو گئے تھے۔ سفیان بلیک سوٹ میں ملبوس مہنگی پرفیوم لگائے کمرے سے باہر آیا تو ارحام کو بھی اسی انداز سوٹ میں تیار اپنا منتظر پایا۔ آج ان کی کورٹ میں پیشی تھی۔ آج ارحام کے قسمت کا فیصلہ کیا جانے والا تھا۔

زاویہ اور تالم شاہ کی حقیقت دنیا کے سامنے آچکی تھی۔ برائی رسوا ہو چکی تھی اور سچ جیت چکا تھا۔

عدالت کے احاطے میں پولیس وین سے اتر کر زاویہ شاہ سر جھکائے  
میڈیا کو نظر انداز کر کے تیز تیز پولیس اہلکاروں کے حلقے میں چلتی کمر  
عدالت میں اندر داخل ہوئی اور اپنی مخصوص جگہ کھڑی ہو گئی۔  
سفیان نے تند و تیز نظروں سے اسے گھورا۔ اس کے بھائی کو اس حال  
تک پہنچانے پر اس کا دل کیا وہ تالم شاہ کے جیسے اسے بھی موت کی  
گھاٹ اتار دے پر عدالتی کیس کے چلتے وہ پابند تھا۔  
ابھی کارروائی کی شروعات ہونے والی تھی کہ ایک شناسا لمس  
ارحام کے کندھے پر محسوس ہوا۔

ازان بھائی۔۔۔۔۔ "ارحام حیرت زدہ ہو گیا۔"

پٹھان دشمنی میں سرکاٹ دیتا ہے۔۔۔۔۔ اور دوستی میں جان دیتا"  
ہے۔۔۔۔۔ معافی مانگنے والا تو خدا کا بھی دوست بن جاتا ہے۔۔۔۔۔

پھر میرا دوست کیسے نہیں بن سکتا۔۔۔۔۔ "ازان نے اس کا شانہ  
تھپتھپایا۔

وکیل صاحب دانیں کے گواہ کے طور پر۔۔۔۔۔ میرے لائق کوئی "  
بھی خدمت ہو۔۔۔۔۔ تو حکم کرو۔۔۔۔۔ "اسی بااعتماد لہجے میں اس نے  
سفیان سے پوچھا۔ اس نے مشکور ہوتے ہوئے سر کو خم دیا۔

اللہ نیک بندوں کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ جہاں سفیان اور ارحام کو  
شدت سے ذیشان کی غیر موجودگی محسوس ہو رہی تھی وہی اللہ نے  
ان کی مدد کو ازان حیدر خان بھیج دیا تھا۔

مدد کرنا بہت مہنگا تحفہ ہے اس لیے سب سے اس کی توقع نہیں رکھنی  
چاہیے کیونکہ بہت کم لوگ دل کے اتنے امیر ہوتے ہیں۔ ان  
امیروں میں سے ایک ازان حیدر خان ثابت ہوا۔

تیمور شاہ کے ہائیر کیے ہوئے وکیل اور سفیان نے جج صاحب کے تشریف فرما ہونے کے بعد اپنے اپنے موکل کے حق میں کارروائی شروع کی۔ وہ ریکارڈنگ جس میں زاویہ شاہ اور اس نیوز رپورٹر کی ارحام کے خلاف جھوٹی خبریں پھیلانے کی گفتگو تھی وہ جج صاحب پہلے ہی دیکھ چکے تھے اور اس وقت ازان حیدر خان کی زبانی گواہی نے ارحام کا پلڑا بھاری کر دیا۔

پورے دورانہ زاویہ شاہ نظریں جھکائے خاموش کھڑی رہی۔ جج صاحب نے فیصلہ سنانے سے پہلے اس سے بولنے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے کچھ بھی کہنے سے انکار کر دیا۔ تیمور شاہ ہمدردانہ انداز سے دیکھے گئے پر وہ مضطرب کھڑی پاپاسمیت سب کی نظریں نظر انداز کرتی رہی۔

سارے گواہوں اور ثبوتوں کے بنا پر یہ عدالت اس نتیجہ پر پہنچی ہے " کرار حام مبشر نے کسی کاریپ نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔ ان کا کردار پاک ہے۔۔۔۔۔ زاویہ شاہ کے جانب سے ان پر جھوٹے بھتان لگائے گئے تھے۔۔۔۔۔ "جج صاحب ڈٹی آواز میں فیصلہ سنانے لگے۔

رانا نمپائر اور رانا فیملی مخلص اور ایماندار لوگ ہیں۔۔۔۔۔ ان پر " لگے سارے الزامات جھوٹے قرار دیئے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ اور زاویہ شاہ کو جھوٹے الزامات لگانے۔۔۔۔۔ ایک نیوز رپورٹر کو قتل کرنے۔۔۔۔۔ جان بوجھ کر نیوز چینل کے آفس میں آگ لگوانے۔۔۔۔۔ اور رانا ذیشان پر جان لیوا حملہ کرنے کے جرم میں کڑی سے کڑی سزا سنائی جاتی ہے۔۔۔۔۔ "جج صاحب نے فیصلہ

سنایا۔ زاویہ شاہ نے کرب سے آنکھیں میچھ لی اور ارحام نے سکون کا سانس لیا۔

دونوں وکلا کے کھٹن بحث و مباحثہ کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ زاویہ شاہ کو سال قید بہ مشقت کی سزا سنائی گئی اور ارحام کو باعزت بری کیا 22 گیا۔

پیشاور میں دانیل جو بیٹے کو سلاتے ہوئے سلمان کے موبائل سے نیوز کی لائیو کوریج دیکھ رہی تھی، اس نے سب کچھ اچھے سے نیٹ جانے پر اللہ کے حضور شکر ادا کیا۔ اپنے بھائی کے لیے جو اس کے دل میں ایک خلش تھی وہ بھی ان کے سچائی کا ساتھ دینے پر ختم ہو گئی۔ سرفرازی لیے ارحام اور سفیان کمر اعدالت سے باہر آئے تو میڈیا والوں نے انہیں گھیر لیا۔

آپ نے واقعی خود بے گناہ ثابت کر دیا۔۔۔۔۔ اس جیت پر کیسا "محسوس ہو رہا ہے۔۔۔۔۔" ایک رپورٹر نے مائک آگے کر کے سوال کیا۔

بہت خوشی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔ جو بگاڑ کر گیا تھا۔۔۔۔۔ آج سب "درست کر دیا میں نے۔۔۔۔۔ اس سب میں میری پوری فیملی نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔۔۔۔۔ سب سے زیادہ میرے ذیش بھائی نے۔۔۔۔۔ ان کی قربانی ناقابل بیان ہے۔۔۔۔۔ آپ سب بھی ان کی جلد از جلد صحتیابی کی دعا کریں۔۔۔۔۔" ارحام نے اپنے جذبات کا اضافہ کیا۔

سفیان نے اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اسے گلے لگالیا تھا۔ سچ اور حق کی راہ پر چلتے اس نوجوان کو اللہ کے حکم سے کامیابی مل گئی تھی۔ رانا صاحب کا کھویا و قار لوٹ آیا تھا۔

برائی پر چلتے تالم شاہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ زاویہ زندگی بھر کی رسوائی لیے قید ہو گئی اور تیمور شاہ ہر سمت سے بے عزتی لیے خالی ہاتھ رہ گئے۔

بیشک اللہ جل شانہ نیکی اور صبر کو پسند فرماتے ہیں۔ مخلص دلوں کے ساتھ اللہ کبھی نا انصافی نہیں کرتا۔

XX

وہ دونوں گھر آئے تو ڈیڈ سمیت سب کو سراہتی نظروں سے اپنا منتظر پایا۔



ایک ایک کر کے وہ سب سے گلے ملتا اور مبارکباد وصول کرتا ذیش  
بھائی کے کمرے میں گیا۔ ان کے پہلو میں بیٹھ کر ان کا ہاتھ تھامے  
اس نے بوسہ دیتے خراج عقیدت پیش کیا۔

ہم جیت گئے۔۔۔۔۔ سچائی جیت گئی۔۔۔۔۔ آپ کی قربانی رائیگاں "  
نہیں گئی۔۔۔۔۔ زاویہ کو سزا ہو گئی ذیش بھائی۔۔۔۔۔ شاہ فیملی اپنے  
انجام کو پہنچ گئی۔۔۔۔۔ "وہ زخمی مسکرایا۔  
بس اب آپ ٹھیک ہو جاو۔۔۔۔۔ آپ کے بغیر یہ خوشی ادھوری "  
ہے۔۔۔۔۔ "وہ نم آنکھوں سے ذیشان کے بے تاثر چہرے کو دیکھنے  
لگا۔

چند منٹ تک ارحام اسی انداز ذیشان کے جانب سے کسی رد عمل کی  
توقع کئے بیٹھا رہا پر سامنے صرف بے جان وجود تھا اور ہر سوں

خاموشی تھی۔ اس کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔ وہ لب بھینچے کمرے سے باہر چلا گیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

مام وٹس دس۔۔۔۔۔ ہاو کین یو ڈو دس۔۔۔۔۔ "حدیل"  
ہاتھوں میں کوئی کاغذ لیے ڈائننگ ایریا میں آئی اور مام سے شکوہ کرتے  
وہ کاغذ ٹیبل پر پھینکا۔  
تو غلط کیا ہے۔۔۔۔۔ کب تک ایک طرفہ نا ملنے والے پیار کے "  
انتظار میں بیٹھی رہو گی۔۔۔۔۔" مام نے سنجیدہ انداز میں ڈنر بناتے  
ہوئے جواب دیا۔

ایک طرفہ ہی سہی۔۔۔۔۔ بٹ آئی لو ار حام۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ "  
میری لائف میں کوئی دوسرا مرد نہیں آسکتا۔۔۔۔۔ پلیز میرے لیے

پروپوزل لانا بند کر دیں۔۔۔۔۔" پچھلے دو ماہ سے وہ مام کے الگ الگ لڑکوں کے دستاویزات لا کر اسے دکھانے کی حرکت سے اب چڑ گئی۔

شادی تو کرنی ہے۔۔۔۔۔ اور صحیح عمر میں ہو جائے تو بہت بہتر رہتا"

ہے۔۔۔۔۔ پچھلے چھ سات ماہ سے ارحام تو کیا اس کی فیملی بھی تمہارے کالز نہیں اٹھا رہیں۔۔۔۔۔ اور تم اب بھی اس کے آنے کی امید میں ہو۔۔۔۔۔" مام کا رویہ روکھاپن اختیار کر گیا۔

ضرور وہ سب کسی سیریس پرابلمس میں ہے۔۔۔۔۔ ورنہ ایسا نہ کرتے۔۔۔۔۔" حدیل کی آواز میں افسردگی در آئی تھی۔

تم یہ سب گمان رکھ سکتی ہو۔۔۔۔۔ میں نہیں۔۔۔۔۔ میں نے تم سے زیادہ زندگی دیکھی ہے۔۔۔۔۔ ایک مرتبہ جو چلا جائے۔۔۔۔۔

واپس لوٹ کر نہیں آتا۔۔۔۔۔"مام نے رخ اس کے جانب کر کے  
سمجھایا۔ مام کے جواب نے حدیل کو لا جواب کر دیا تھا۔  
شام کو وہ لوگ تمہیں دیکھنے آرہے ہیں۔۔۔۔۔ دیسی کپڑے پہن"  
کر سامنے آنا۔۔۔۔۔"مام نے مصروف انداز میں اسے آگاہ کیا۔  
مام ایسا مت کرو۔۔۔۔۔ میں ارحام کے علاوہ کسی اور کو اپنی لائف"  
میں جگہ نہیں دیں سکتی۔۔۔۔۔"وہ گویا التجا کرنے لگی۔  
شروع میں سب ایسا کہتے ہیں۔۔۔۔۔ پر وقت کے ساتھ ساتھ اس"  
انسان کے بغیر رہنے کی عادت ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔"مام نے ایک اور  
تجربہ شئیر کیا۔ وہ منہ بھسورتے ہوئے گھر سے باہر نکل گئی۔  
اس نے مین روڈ پر آکر ایک آخری امید لیئے عائرہ کا نمبر ملا یا۔

ہیلو۔۔۔۔۔ "وہ آواز سن کر اس کا دل بھرا گیا۔ ایک سال بعد وہ اس"  
آواز کو ٹھیک سے سن رہی تھی۔

ارحام۔۔۔۔۔ کہاں چلے گئے ہو۔۔۔۔۔ اتنا دور ہو گئے ہو کہ بات"  
بھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ "وہ آبدیدہ ہوتے شکوہ کرنے لگی۔

میں تمہارا گنہگار ہوں حدیل۔۔۔۔۔ میں نے بہت دل دکھایا ہے"  
تمہارا۔۔۔۔۔ پر آئی سویر۔۔۔۔۔ میں نے جان بوجھ کر نہیں  
کیا۔۔۔۔۔ حالات نے ایسا گھیر لیا تھا کہ بس۔۔۔۔۔ "وہ ادا سی سے  
وضاحت دینے لگا۔ جواب میں حدیل نے اسے اپنے پروپوزل کے  
متعلق آگاہ کیا۔

کسی بھی مشکل سے مت گھبراؤ۔۔۔۔۔ یہ کھٹن اور دشوار گزار موڑ " جو زندگی میں آتے ہیں دراصل ہمیں ہماری منزلوں تک پہنچانے والے زینے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ " اس نے حدیل کو ہمت دلائی۔

تمہاری منزل میں ہوں۔۔۔۔۔ آنٹی جتنا بھی کر لیں۔۔۔۔۔ تمہیں " مجھ تک آنے سے محدود نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔ مجھے

تھوڑا وقت اور دیں دو۔۔۔۔۔ تمہاری منزل خود تمہارے پاس آئے گی۔۔۔۔۔ " ارحام نے اسے اپنے محبت کی یقین دہانی کرواتے ہوئے التجا کی۔

میں آخری سانس تک تمہارا انتظار کروں گی۔۔۔۔۔ " حدیل نے ہاتھ کی پشت سے رخسار پر بہے آنسو صاف کرتے ہوئے اس سے وعدہ کیا۔

XX

وہ چہکتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوئی تو بڑے صوفے پر مہمانوں کو تشریف فرما پایا۔ میمونہ آنٹی انہیں کھانے پینے کا کہہ کر حدیل کے پاس آئی اور اسے کمرے میں لیں گئی۔

کہاں چلی گئی تھی۔۔۔۔۔ کتنے کالز کیئے۔۔۔۔۔ نمبر بھی بڑی آرہا۔

تھا۔۔۔۔۔ کب سے آئے ہوئے ہیں وہ لوگ۔۔۔۔۔ چلو اب جلدی سے چینیج کرو۔۔۔۔۔ "سرگوشی کرتے ہوئے اسے ڈیٹا۔

مام میرا نمبر اس لیے بڑی تھا کیونکہ میں ارحام سے بات کر رہی تھی۔۔۔۔۔ "اس نے مام کو کندھوں سے تھام کر گول گول گھمایا۔ جدائی کی وجہ سے مرجھائی حدیل آج ارحام سے بات کر کے ہی اتنی کھل اٹھی۔ مام اس کے خوشی سے سرشار چہرے کو دیکھنے لگی۔

اس نے بس تھوڑا سا وقت اور مانگا ہے۔۔۔۔۔ میری منزل خود"  
میرے پاس آئے گی۔۔۔۔۔ پلیز مام۔۔۔۔۔" اس نے امید بھری  
نگاہ سے مام کو دیکھا۔

مام نے بیٹی کی خوشی کی خاطر ہامی بھری اور کمرے سے باہر چلی گئی۔  
انہوں نے تہذیب و ثقافت کو مد نظر رکھتے ہوئے مہمانوں کی پوری  
مہمان نوازی کی لیکن ان کے جاتے وقت رشتے سے انکار کر دیا۔  
یہ قدرت نے بھی دکھا دیا تھا کہ قسمت میں لکھا ہمسفر اگر سات  
سمندر پار بھی ہو مل کر ضرور رہتا ہے۔

XX

اس دن زینب اور ابہتاج رانا ہاوس ارحام اور سفیان کی کامیابی پر  
مبارکباد دینے آئے۔



ایک سالہ تعبیر گرتا اٹھتا ننھے قدم لیتا ذیشان کے کمرے میں آیا اور اس کے بیڈ کنارے اسے پکارتا بیڈ پر چھڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ دیکھو ذیش۔۔۔۔۔ ہمارے تعبیر نے بولنا سیکھا ہے۔۔۔۔۔ اور"

سب سے پہلا لفظ ہی ماموں سیکھا ہے۔۔۔۔۔ اس کی پکار تو سن لو۔۔۔۔۔ "زینب تعبیر کے پیچھے ذیشان کے کمرے میں آئی اور تعبیر کو ذیشان کے پہلو میں بیٹھا دیا۔ وہ کبھی ذیشان کے بازو کو جھنجھوڑتا تو کبھی اس کی بند آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتا پر ذیش نے جب کوئی حرکت نہ کی تو تعبیر نے مایوس ہو کر اس کے سینے پر سر رکھ لیا۔

زی تم اس سے ایسی باتیں کرو گی تو اسے اور تکلیف ہو گی۔۔۔۔۔"

چلو۔۔۔۔۔ "ابہتاج نے زینب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سمجھایا۔ وہ

زخمی آہ بھرتی اٹھی اور تعبیر کو گود میں اٹھانے لگی پر وہ ذیش کی شرٹ  
مٹھی میں جکڑ کر بلک بلک کر رونے لگا۔ اسے اپنے ماموں جان سے  
الگ نہیں ہونا تھا۔ زینب آبدیدہ ہونے لگی تو ابہتاج نے تعبیر کو اٹھالیا  
اور زینب کے گرد بازو مائل کر کے کمرے سے باہر جانے لگا۔  
تعبیر کے رونے کی آواز پورے گھر میں گونجنے لگی۔ سفیان نے اسے  
لینا چاہا پر اسے ذیشان ماموں چاہیے تھا۔ اس نے سفیان ماموں کے  
ہاتھ جھڑک دیئے۔ اس کی روتی آواز سن کر ذیشان کے بھی یکسر آنسو  
جاری ہو چکے تھے۔

سب سے رخصت لیں کر زینب اور ابہتاج کچھ آگے ہی گئے تھے کہ  
ابہتاج کو سفیان کی کال آگئی۔ ذیشان کی ای سی جی پر پھر سے سیدھی

لائن آنے لگی تھی اور اسے ایمر جنسی میں ہسپتال لیں جارہے تھے۔  
ابہتاج نے زینب اور تعبیر کو گھر ڈراپ کیا اور خود ہسپتال کا رخ کیا۔

XX

آئی سی یو کے بستر پر پڑے ذیشان کے بے جان وجود کو الگ الگ  
انجیکشن لگائے جارہے تھے تو کبھی مشین کے ذریعے دھڑکن کی رفتار  
بحال کرنے کی کوشش کی گئی۔ جب کچھ اثر نہ کیا تو ڈاکٹر صاحب نے  
نرس کو بجلی کا آلہ لانے کو کہا اور اس کے دل کو جھٹکے دینے کی تیاری  
کی۔

ایک دو اور پھر تیسرے جھکٹے پر ذیشان کی باڈی کانپ اٹھی۔ ایک  
سیکنڈ کے لیے اس کی آنکھیں کھل کر پھر سے بند ہو گئیں۔ اس کے  
چاروں طرف موجود ڈاکٹر زسا کن ہو گئے۔ ہیڈ ڈاکٹر نے دل تھامے

اس کے دل پر ہاتھ رکھ کر دھڑکن محسوس کی تو دل دھڑک رہا تھا۔  
اس سرفرازی پر سب ہی ڈاکٹر ز اور اسٹاف کے چہرے کھل اٹھے۔  
جب ڈاکٹر کے ہدایت پر نرس نے ذیشان کو انجیکشن لگایا تو اس کے  
تاثرات بدلنے لگے جس کا مطلب تھا وہ کوما سے باہر آ رہا تھا۔ وہ بدن پر  
ہوتا کوئی درد تکلیف محسوس کر سکتا تھا۔

"مسٹر ذیشان۔۔۔۔۔ اوپن یور آئز۔۔۔۔۔ کین یو ہیئر می۔۔۔۔۔"  
ایک ڈاکٹر نے اس کے گالوں پر ہلکے ہاتھوں سے تھپکی دی تو کسی نے  
اس کے ہاتھوں اور پیروں پر ہلکے ہاتھوں سے سوئی چھبوائی تاکہ اس  
بیدار ہو سکے۔ ہر چھبسن پر ذیشان کے چہرے پر senses کے بقیہ  
تکلیف کے عناصر نمایاں ہوتے پر فلحال وہ مزید حرکت کرنے سے  
قاصر تھا۔

ہی از کمنگ بیک۔۔۔۔۔ "ڈاکٹر صاحب نے آئی سی یو سے باہر آکر"  
پریشان کھڑے رانا صاحب اور روحان کو خوشی کی نوید سنائی۔ وہ  
دونوں وہی ہسپتال کے فرش پر اللہ کے حضور سجدہ شکر ادا کرنے  
لگے۔ سب کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

ایک ہفتہ تک وہ آئی سی یو میں داخل رہا اور سب اس کے ہوش میں  
آنے کے لیے ایک ایک لمحہ گن کر گزارتے رہیں۔ اس دوران ہر  
ایک گھنٹے میں ڈاکٹر اس کے منہ پر ٹھنڈا پانی کا چھڑکاؤ کرتے۔ اس  
کے ہاتھوں پیروں کو جنبش دیتے فیزیو تھراپسٹ الگ الگ نوع اقسام  
کا مساج دیتا۔

اور بلا آخر وہ گھڑی آن پہنچی جب ذیش نے آنکھیں کھول لی۔ اتنے ماہ بند رہ کر وہ روشنی کی عادی نہ رہی تھی اس لیے کمرے کی تیز روشنی میں اس کی آنکھیں چند یا گئی۔

اس نے حرکت کرنا چاہی لیکن فلحال وہ کمزوری کے باعث زیادہ ہل جل نہ پایا۔

نور تو کمرے میں داخل ہوتے ہی اس سے لپٹ گئی اور زار و قطار رونے لگی۔ یوں ہی گھر کے ہر فرد کی آنکھیں نم تھی۔

عشقال بھاگی بھاگی ہسپتال پہنچی اور ذیشان کو بیدار دیکھ کر خوشی سے اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

ذیشان نے نظریں اٹھا کر دروازے کے جانب دیکھا۔ 8 ماہ کو ما میں وہ رہا تھا لیکن اثر عشتال کے صحت پر بھی پڑا تھا۔ وہ پہلے سے کمزور لگ رہی تھی۔

سب سے زیادہ خوش تعبیر تھا۔ اس کے ماموں جان بیدار ہو گئے۔ وہ تو تلی زبان میں ماموں ماموں کرتا ذیشان کے سینے سے جا لگا۔

ذیشان نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اسے تھاما۔ کمرے میں موجود ہر نفس کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔ ذیشان کے ہاتھ کو حرکت میں آتے دیکھ کر ایک اور خوشی کی لہر سب کے چہروں پر دوڑ گئی۔ ڈاکٹروں کی محنت اور ان سب کی دعائیں رنگ لیں آئی۔

(تین ماہ بعد)

ذیشان کو کوما سے لوٹے تین ماہ ہو گئے۔ وہ زندگی کے جانب لوٹ آیا تھا۔ باقاعدگی سے روزانہ فیزیو تھراپسٹ کے مساج اور ورزش کے ذریعے وہ اپنی مدد آپ چلنے پھرنے بھی لگا۔ نور اور کرن اسے ہر وقت ہیلتھی پکوان کھلاتی رہی تاکہ صحت بحال ہو سکے۔ یوں اپنی محنت اور سب کی لگن سے وہ پھر سے تندرست ہونے لگا۔

XX

آج روحان اور نور عشقال کے گھر سے رخصتی کی تاریخ طے کر آئیں۔ جس لڑکی نے اپنے کیریئر سے دستبردار ہو کر ذیشان کی خدمت کی۔ اس کے لیے دن رات ایک کر کے دعائیں کرتی رہی۔ اس کی فیملی اور بزنس کی ذمہ داری اٹھائی، ذیشان جلد از جلد اسے دلہن بنا کر اپنے ساتھ لانا چاہتا تھا اور اسی کی خواہش پر اگلے ماہ کی تاریخ رکھی گئی۔



رانا ہاوس میں خوشیوں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی۔ شاپنگ اور ڈیکوریشن کا ذمہ زینب اور عائشہ نے اپنے سر لیا تو عشقال کے جانب سے اس کے بھائی کا کردار نبھانے کا ذمہ ارحام نے۔

سفیان کو تیمور شاہ اور زاویہ شاہ کے کیس میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ایک اور اہم کیس مل گیا تھا۔ اب اس کا ملک کے ٹاپ ٹین ہونہار نوجوان وکلا میں شمار کیا جانے لگا اور ہر کسی میں اسے ہائیر کرنے کی خواہش جاگ اٹھی۔ اپنے انہی مصروفیات کے باعث وہ شادی کی تیاریوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ نہ لیں پایا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

عشقال ریڈ کلر کے لہنگے میں ملبوس پیارا سامیک اپ کئے ہوئے  
خوبصورت اور نٹ کٹ دلہن بنی ذیشان کے تازہ پھولوں سے سجائے  
کمرے میں بیٹھی تھی۔

کلک کر کے دروازہ کھلا اور گولڈن شیر وانی پہنے بال نفاست سے  
بنائے ہشاش بشاش تیار دولہا کمرے میں داخل ہوا۔

چند گھنٹوں پہلے ہی شہر کے سب سے بڑے عالی شان ہال میں دھوم  
دھام سے رانا فیملی کے بڑے بیٹے کی شادی ہوئی تھی۔

ذیشان کمرے کے سجاوٹ سے مسرور ہوتا بیڈ تک آیا اور عشقال کے  
سامنے بیٹھا۔

ایسے کیا دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ "کافی دیر اسے خاموشی سے خود کو"  
دیکھتا پا کر عشقال نے بے چینی سے پوچھا۔

دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔ تم میری عشقال ہی ہو یا۔۔۔۔۔ کسی اور کے " ساتھ ایکسچینج ہو گئی ہو۔۔۔۔۔ کیونکہ میری عشقال تو اتنی دیر خاموش نہیں رہ سکتی۔۔۔۔۔ " وہ اپنی مسکراہٹ دبائے ہوئے سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

وہی عشقال ہوں۔۔۔۔۔ بس آج دلہن بنی ہوں نا۔۔۔۔۔ تو تھوڑی " نزاکت آگئی ہے۔۔۔۔۔ " اس نے بلش کرتے ہوئے نظریں نیچی کر لی۔

ہمممم پھر تو تمہیں روز دلہن بنانا چاہیے۔۔۔۔۔ میرے کان محفوظ " رہیں گے۔۔۔۔۔ ویسے بھی بہرا ہوتے ہوتے بچ گیا ہوں۔۔۔۔۔ کوما سے تو پھر بھی نکل آتا پر کانوں کی سرجری ضرور کروانی پڑ

جاتی۔۔۔۔۔"ذیشان نے حاضر جوابی سے اسے تنگ کرتے ہوئے  
کہا۔

جائے۔۔۔۔۔اب میں نہیں بولتی آپ سے۔۔۔۔۔"وہ منہ بناتے"  
ناراض ہو گئی۔ذیشان کھلکھلا کر ہنس دیا اور اسے بانہوں کے حصار  
میں لے لیا۔

میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔۔۔۔۔جس طرح تم نے"  
مجھے۔۔۔۔۔میری فیملی کو۔۔۔۔۔بزنس کو سنبھالا ہے۔۔۔۔۔میرے  
پاس الفاظ نہیں ہے۔۔۔۔۔تھینکیو سوچ۔۔۔۔۔میں بہت خوش  
نصیب ہوں جو مجھے تم ملی۔۔۔۔۔"اس نے دلی جذبات کا اظہار کیا۔  
شکریہ کیوں کرنا۔۔۔۔۔میاں بیوی کا تورشہ ہی ایسا ہوتا"  
ہے۔۔۔۔۔ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دینا۔۔۔۔۔خیال

رکھنا۔۔۔۔۔"ذیشان کے گلے لگے اس کی دھڑکن محسوس کرتے وہ  
دھمی آواز میں بولی۔

ذیشان کی گرفت مضبوط ہوئی تو عیشال کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس  
نے آنکھیں بند کر کے ذیشان کے گرد بازو مائل کر دیئے۔ وہ اسے  
مضبوطی سے تھامے اس کی گردن پر اور رخسار پر اپنا لمس چھوڑتا لبوں  
تک آکر رک گیا۔ چند ثانیے اس کے پیار کا انتظار کر کے عیشال نے  
تعجب سے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا  
تھا جیسے کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔

تمہاری نتھنی کہاں ہے۔۔۔۔۔"اور آخر کار اسے وہ کمی مل گئی۔"  
زندگی میں ایک ایسا سا تھکی ضرور ہونا چاہیئے جو حال پوچھے تو اسے سچ  
بتایا جاسکے۔

نتھنی پہننا کتنا دل فریب لگتا ہے۔

لااؤ۔۔۔۔۔ پہنادوں۔۔۔۔۔ "ذیشان نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ عشفال"

اپنے شوہر کے ہاتھوں ان کا پہلا تحفہ پہنتے عشقِ مال مزید معتبر محسوس کرنے لگی۔ ذیشان نے مشکور ہوتے ہوئے اس کے پیشانی پر بوسہ دیا۔

اس کا ہاتھ تھامے ذیشان نے اسے اٹھایا اور وضو کر کے آنے کی ہدایت دی۔ جب وہ چنچ کر کے گیلے ہاتھ منہ وضو کیے واشروم سے باہر آئی ذیشان بھی چنچ کر چکا تھا۔ ان دونوں نے ساتھ مل کر پہلے عشاء کی نماز ادا کی اور پھر شکرانے کے نوافل ادا کئے۔

مر کر بھی جو زندہ کر دیں اس اللہ سے کوئی منہ کیسے پھیر لیں۔ اور یہ کیفیت تو ذیشان بہت قریب سے دیکھ آیا تھا۔ کوما میں اسے یوں لگتا جیسے وہ زندہ درگور کر دیا گیا ہو اور اس وقت جس ذات نے اسے

تھامے رکھا سے صبر دیا اب وہ ایک پل بھی اس کی رسی نہیں چھوڑنا  
چاہتا تھا جس کا بہترین طریقہ نماز ہے۔

عشقال نماز مکمل کر کے اٹھی اور چادر ہٹاتے ہوئے مڑی تھی کہ  
ذیشان سے ٹکرا گئی۔ وہ اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ عشقال کو اس  
کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہوئی۔ اس نے اسے بانہوں میں  
بھر لیا اور اس کے ایک ایک نقش پر لمس چھوڑتے اس پر پیار لٹانے  
لگا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

شادی کی صبح ذیشان سفید قمیض شلوار پہنے فریش ہو کر کمرے سے  
باہر آیا تو لاونج میں پاپا نے اسے روک لیا۔



ذیش۔۔۔ ابھی کیٹرنگ والے کی کال آئی تھی۔۔۔۔۔ تم نے"  
ولیمے کا فنکشن کینسل کروادیا ہے کیا۔۔۔۔۔ "وہ حیران ہوئے اور ان  
کی گفتگو سن کر دائنگ ٹیبل پر بیٹھے سب ہکا بکارہ گئے۔

عشقال جو ہلالی گرین کلر کا کام دار فراک اور مہندی لگے ہاتھوں میں  
چوڑیاں پہنے ہلکی جیولری اور نفیس میک اپ کئے بال رول کر کے  
کھلے چھوڑے نئی نویلی دلہن کے روپ میں تیار کمرے سے باہر آرہی  
تھی، وہی رک گئی۔

جی پا پا۔۔۔۔۔ میں نے کینسل کروادیا ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان کے تائید"  
نے ان سب کو مزید شاک کر دیا۔

میرا اور ارحام کا ولیمہ ایک ساتھ ہو گا۔۔۔۔۔ "اس نے ڈائمنگ ٹیبل"  
پر بیٹھے ارحام کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کے کندھے جھنجوڑے۔  
ارحام شک کے عالم میں کھڑا ہو گیا۔

بہت انتظار کر لیا اس نے۔۔۔۔۔ اور بہت صبر کر لیا تم "  
نے۔۔۔۔۔ اب جاو۔۔۔۔۔ اور اپنی دلہن کو لیں کر آو۔۔۔۔۔

ذیشان کا اشارہ حدیل کے جانب ہے یہ سب جانتے تھے۔ وہ بڑوں  
کے مابین ذیشان بھائی کے اس مطالبے پر قدرے چھنپ سا گیا۔

بلکل درست کہا ذیشان نے۔۔۔۔۔ اب حدیل کو اور انتظار کروانا "  
مناسب نہیں ہے۔۔۔۔۔ "کرن بہو کو لانے بے تاب تھی۔

"تو بھئی۔۔۔۔۔ فلائٹ کے ٹکٹ کرواویا سفاری کار کی۔۔۔۔۔"  
سفیان نے بلش کرتے ارحام کو مزید چھیڑا۔

ایک کام کرتے ہیں۔۔۔۔۔ راکٹ بک کرواتے ہیں۔۔۔۔۔ جلدی "پہنچ جائے گا۔۔۔۔۔" عائرہ نے ہنستے ہوئے تجویز دی۔

میں وہی کروں گا جو ڈیڈ کے کہیں گے۔۔۔۔۔ "وہ ان کے چھیڑ" چھاڑ سے بچنا ڈیڈ کے پاس آیا۔

میرے لیے اس سے بڑی خوشی کیا ہوگی کہ اللہ زندگی رہتے بیٹے کی "شادی بھی دکھا دیں۔۔۔۔۔ نیک کام میں کبھی دیر نہیں کرتے۔۔۔۔۔" اور نکاح کرنا تو اللہ کے پسندیدہ فعل میں سے ایک ہے۔۔۔۔۔

انہوں نے اپنے کندھے پر جھکے ارحام کو لاڈ کیا۔ اس نے ڈیڈ کی رضامندی پر سر کو خم دیا۔ من ہی من اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کی حدیل سے شادی ہونے جا رہی تھی۔

عشقال۔۔۔۔۔ تمہیں اس فیصلے سے کوئی اعتراض تو نہیں"  
ہے۔۔۔۔۔"ذیشان اس کے پیچھے کمرے میں آیا۔

بلکل نہیں۔۔۔۔۔ آپ نے سب کی بہتری سوچ کر ہی ایسا فیصلہ لیا"  
ہے۔۔۔۔۔ارحام کی شادی کی تو مجھے اور بھی زیادہ خوشی ہے۔۔۔۔۔  
اب مجھے پھر سے شاپنگ کرنے کو ملے گا۔۔۔۔۔"عشقال نے آنکھیں  
بڑی کر کے خوشی ظاہر کی۔

"ابھی تو خود کی شادی کے لیے اتنے کپڑے بنوائے ہیں۔۔۔۔۔"  
ذیشان بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

وہ تو اپنی شادی کے لیے تھے۔۔۔۔۔اب ارحام کی شادی کے لیے"  
لوں گی۔۔۔۔۔"اس نے ذیشان کے گردن کے گرد بازو کا حلقہ  
بنایا۔

تم لڑکیوں کا کبھی شاپنگ سے من نہیں بھرتا۔۔۔۔۔ "ذیشان کو"  
حیرت ہوئی۔

کبھی نہیں۔۔۔۔۔ ہسہ۔۔۔۔۔ "عشقال اس کے معصومانہ"  
تاثرات دیکھ کر ہنس دی۔ ذیشان نے آبرو اچکا کر ہاتھ ہوا میں بلند  
کئے۔ وہ جانتا تھا اس معاملے میں وہ عشقال سے نہیں جیت سکتا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!  
(ایک ماہ بعد)

پیرس میں بر فباری کا آغاز ہو چلا تھا۔ دسمبر کی اس کڑکڑاتی سردی  
میں بھی حدیل روز آئفل ٹاور کے قریب ندی کنارے بیچ پر بیٹھتی  
اور ارحام کے ساتھ گزارے لمحات یاد کیا کرتی تھی۔

اس شام بر فباری کے چلتے وہاں لوگوں کا ہجوم نہ ہونے کے برابر تھا۔  
حدیل بے مقصد اپنے اوپر گرتے سفید برف کو دیکھ رہی تھی جب  
اسے ایک انجان نمبر سے کال موصول ہوئی۔

ہالو۔۔۔۔۔ "اس نے سنجیدہ انداز فرانسسیسی زبان میں جواب دیا۔"

مس حدیل فرانسیسکو۔۔۔۔۔ "اس کی چہکتی آواز حدیل کے"

سماعتوں میں پڑی۔ سردی سے سرخ پڑتا اس کا چہرہ اور بھی کھل اٹھا۔  
پیچھے تو دیکھو۔۔۔۔۔ "ایک اور خوشگوار انکشاف ہوا۔ حدیل حیرت"

زدہ ہو کر بیچ پر سے اٹھی اور تیزی سے پیچھے مڑی۔ اس کی منزل اس  
کے جانب گامزن تھا۔

ارحام ریڈ ہائی نیک اور جینز پر لمبا گرم کوٹ پہنے گلے میں مفلر ڈالے  
مسکراتا ہوا اسی جانب آ رہا تھا۔

آف کورس یس۔۔۔۔۔ نا کر سکتی ہوں کیا۔۔۔۔۔ "وہ کہتے ساتھ"

گھٹنوں کے بل بیٹھی اور ارحام کے چہرے کے گرد ہاتھوں کا پیالہ

بناتے ہوئے اسے محبت سے دیکھا۔

ارحام کھلکھلا کر مسکرایا اور اس کے ہاتھ تھامے اٹھا۔ اس کے رخسار صاف کئے اور اس کے گرد بازو مائل کئے۔

چلو ماما اور ڈیڈ ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ "وہ پارکنگ کے جانب" جانے لگا۔

وہ بھی آئیں ہیں۔۔۔۔۔ "حدیل کی خوشی دوبالا ہو گئی۔"

ویل۔۔۔۔۔ ہمارے ہاں تو پروپوزل کے لیے لڑکا اپنے پیرنٹس کو بھی لیں کر جاتا ہے۔۔۔۔۔ "اس نے شانے اچکاتے ہوئے وضاحت دی۔ حدیل نے اپنی رفتار تیز کر دی۔

کرن نے انہیں آتے دیکھا تو کار سے باہر نکل آئی۔ حدیل بھاگتے ہوئے آئی اور ماما کے گلے لگی پھر اسی جذبے سے ڈیڈ سے بھی ملی۔

XX



مام۔۔۔۔۔ دیکھو۔۔۔۔۔ ارحام اور اس کے پیرنٹس آئیں۔  
ہیں۔۔۔۔۔ "گھر کا گیٹ کھولتے ہوئے حدیل نے بلند آواز صدا  
لگائی۔

میمونہ آنٹی نے خوش دلی سے مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوتے  
ارحام کو دیکھا پر اس کے پیچھے رانا صاحب کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔ آنٹی  
کی مسکراہٹ سمٹ گئی اور آنکھوں میں حیرت در آئی۔ وہ ارحام کو  
نظر انداز کر کے رانا صاحب کے پاس گئی اور بغور انہیں دیکھنے لگی۔

مام۔۔۔۔۔ "اپنی مام کا رانا صاحب کی طرف یہ رویہ دیکھ کر چند  
ثانیے کے لیے حدیل کا دل دہل گیا۔ اس نے مام کو پکارا پر وہ اپنے  
حواس میں نہ لگی۔

ارحام حیرانگی سے حدیل کے جانب مڑا پر وہ بھی اتنی ہی شاک تھی۔

میمونہ بیگم بھیگی آنکھوں سے سر تا پیر رانا صاحب کو دیکھتی ان کے بازو کو چھوتی تو کبھی ان کے رخسار اور سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرتی ان کے وجود کی تصدیق کر رہی تھی۔

کرن ان کے رانا صاحب کو ایسے چھونے پر مضطرب ہونے لگی۔ اس نے بے چینی سے رانا صاحب کو دیکھا وہ مستحکم انداز میں مسکراتے ہوئے میمونہ بیگم کو دیکھ رہے تھے۔

مام۔۔۔۔ یہ ارحام کے ڈیڑھے۔۔۔۔ "حدیل نے قریب آکر مام" کا بازو جھنجھوڑا۔

میرے رانا بھائی۔۔۔۔ یہ میرے رانا بھائی ہے۔۔۔۔ "مام" روتے ہوئے رانا صاحب کے کندھے سے لگ گئی۔ رانا صاحب نے ان کے گرد بازو مائل کر دیا۔

میمونہ عزیز؛ رانا مبشر کی وہ سوتیلی بہن تھی جو ان کے پاکستان آنے سے پہلے ان کے بابا کی اپنی دوسری بیوی سے ہوئی تھی۔ وہ جو رانا عزیز کے انتقال کے وقت ٹین ایج بچی تھی۔ اُس وقت وہ رانا مبشر اور روحان سے انجان تھی پر قسمت نے اس عمر میں انہیں ملا دیا تھا۔

حدیل ابھی تک شاک تھی جبکہ کرن اور ارحام کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے تھے۔ رانا صاحب سے مل کر میمونہ بھابھی کے جانب مڑی اور کرن سے ملی۔

اب سمجھ آیا۔۔۔۔۔ ارحام ہمیشہ میرے دل کے اتنے قریب کیوں " تھا۔۔۔۔۔ مجھے ہمیشہ بہت اپنا کیوں لگتا تھا۔۔۔۔۔ کیونکہ وہ میرے رانا بھائی کا بیٹا تھا۔۔۔۔۔ میرا اپنا خون تھا۔۔۔۔۔ " وہ محبت اور اپنائیت سے ارحام سے لپٹ گئی۔

مجھے نور مئی کے روپ میں خالہ اور چچی کا پیار تو مل گیا تھا۔۔۔۔ اور "آج پھوپھو بھی مل گئی۔۔۔۔" ارحام نے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے ان کی حوصلہ افزائی کی۔

آپ کھڑے کیوں ہیں۔۔۔۔ آئیں بیٹھے۔۔۔۔ حدیل۔۔۔۔" جلدی چائے پانی کا انتظام کرو۔۔۔۔ "میمونہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ بڑے بھائی کو پلکوں پر بیٹھائے۔ حدیل مام کی بات پر سر اثابت میں ہلاتی کچن کے جانب بڑھ گئی۔ رانا صاحب اور کرن صوفے پر تشریف فرما ہو گئے۔ وہ میمونہ سے حال احوال دریافت کر رہے تھے۔ ارحام موقع کو دیکھتا حدیل کا ساتھ دینے کچن میں در آیا۔

باقی بھائی کیسے ہیں۔۔۔۔ کہاں ہیں۔۔۔۔ "رانا صاحب نے تجسس"  
سے پوچھا۔

ماما کے وفات کے بعد۔۔۔۔ ہم بہن بھائی الگ ہو گئے۔۔۔۔ میرا"  
ان سے کوئی رابطہ نہ رہا۔۔۔۔ وہ دونوں کہاں ہے۔۔۔۔ مجھے کچھ  
نہیں پتا۔۔۔۔ "میمونہ دھیمی آواز میں اپنی زندگی کی داستان سنانے  
لگی۔

ارحام حدیل کے ساتھ چائے کے لوازمات تیار کرنے میں مدد کرنے  
لگا۔ اس کی حدیل پر سے نظریں نہیں ہٹ پارہی تھی۔ وہ بلیک پینٹ  
اور ریڈ کلر شرٹ پہنے سہنرے بالوں کی لمبی پونی ٹیل بنائے اسے  
ہمیشہ کی طرح حسین لگ رہی تھی فرق یہ تھا اب ارحام دل کھول کر  
اس کی خوبصورتی سے محظوظ ہو سکتا تھا۔

تو ووو۔۔۔۔۔ ہر پاکستانی لڑکے کی طرح۔۔۔۔۔ میری بھی قسمت "

میں پھوپھو کی بیٹی ہے۔۔۔۔۔" اس نے حدیل کو چھیڑتے ہوئے لمبی

سانس لیتے قدرے بے بسی سے جملہ کسا۔ حدیل کے آبرو تن گئے وہ

کپ میں کافی ڈالتے رک گئی اور ارحام کو گھوری سے نوازا۔

نہیں مطلب۔۔۔۔۔ پھوپھو کی بیٹی اتنی خوبصورت ہو۔۔۔۔۔"

ہو۔۔۔۔۔ تو کوئی بے وقوف ہی ہو گا جو caring ہو loving

انکار کرے گا۔۔۔۔۔ اور میں۔۔۔۔۔" وہ 'میں' پر زور دیتا حدیل

کے قریب ہوا اور اس کے حسین سراپے کو دیکھا۔

میں ایسی بیوقوفی نہیں کروں گا۔۔۔۔۔" اس نے حدیل کی سبز "

آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ونک کیا۔

کیا کر رہے ہو۔۔۔" حدیل بلش کرنے لگی۔ اس نے ارحام کو پرے "ہٹایا اور ٹرے لیں کر ڈائننگ ایریا کے جانب بڑھ گئی۔

میرا کیسے پتا لگا۔۔۔" رانا صاحب اب بھی اپنی بہن سے مہو گفتگو "تھے۔

ہم بہن بھائیوں میں کبھی محبت اور اتفاق نہیں رہا تھا۔۔۔۔۔ ماما نے "بہت کوشش کی پر ہم میں وہ اپنائیت نہیں جگا سکی۔۔۔۔۔ اپنے حالت نزع میں انہوں نے مجھے دو اور بھائیوں کے بارے میں بتایا۔۔۔۔۔

آپ کے اور روحان کے متعلق ساری حقیقت بتائی اور کہا کبھی کسی اپنے کی ضرورت ہو تو آپ کے پاس آجاؤ۔۔۔۔۔ آپ کبھی اپنانے سے انکار نہیں کریں گے۔۔۔۔۔" میمونہ کی آنکھیں بھینگنے لگی تھی۔

**Email:** [info@novelsmafia.com](mailto:info@novelsmafia.com)



کرن انہیں دلا سہ دینے قریب ہوئی اور ان کا ہاتھ تھام لیا۔ حدیل بھی مام کے گرد بازو مائل کر گئی۔

جب ارحام گھر چھوڑ کر گیا۔۔۔۔۔ میں بہت فکر مند رہتا تھا۔۔۔۔۔ ڈر لگا رہتا تھا کہی مزید نا بگڑ جائے۔۔۔۔۔ اس سے بڑی گمراہی میں نہ پڑ جائے۔۔۔۔۔ پر اللہ نے اسے میری بہن کے گھر پناہ دی۔۔۔۔۔ حدیل جیسی پیاری بچی کے ذریعے راہ راست پر لائے۔۔۔۔۔ اللہ کا جتنا شکر کروں کم ہے۔۔۔۔۔ "ڈیڈ ماضی یاد کرتے افسردہ ہونے لگے تھے پر جلد ہی اپنے آپ کو کمپوز کیا اور بہن کو حوصلہ دیتے مستقبل کی باتیں کرنے لگے۔

اب وہ باقاعدہ حدیل کا رشتہ مانگ رہے تھے۔ ارحام اور حدیل خاموشی سے ان کی گفتگو سنتے رہے۔

XX

(دس دن بعد)

ارحام ڈیڑھ سال بعد پیرس آیا تھا۔ وہ پیٹر کے ہمراہ وقت گزارتا ہوا ہر اس جگہ جا رہا تھا جہاں سے اس کی اچھی بری کئی ساری یادیں وابستہ تھیں۔ شام کے وقت جب وہ اس کلب سے جہاں وہ ویٹر رہا تھا؛ باہر آیا تو اس کا موبائل ٹیون بجا۔  
حدیل کے گورے ہاتھوں کی تصویر کے ساتھ ساتھ غصے والا اسٹیکر بھیجا گیا تھا۔

جب تک نہیں آو گے مہندی نہیں لگواؤں گی۔۔۔ سوچ "لو۔۔۔" محبت بھری دھمکی آمیز میسج پڑھ کر ارحام مسکرا دیا۔  
حالانکہ ابھی اس کی مہندی کا فنکشن شروع ہونے میں کچھ وقت باقی

تھا لیکن حدیل نے بروقت اسے اپنے ممنکہ عمل سے آگاہ کیا تاکہ وہ لیٹ ہونے کی غلطی نہ کرے۔

جس وقت وہ حدیل کے گھر پہنچا ہر سوں ہلہ گلہ ہو رہا تھا۔ یہ حدیل کی خواہش تھی کہ وہ پورے ریتی رواج کے مطابق پاکستانی دلہن بنے اس لیے ہر فنکش پاکستانی طرز پر کیا جا رہا تھا۔ تازہ پھولوں اور چھوٹی لائٹس سے عائرہ اور عشقال نے اندر اور باہر سے پورے گھر کو سجادیا تھا۔

کچھ دن پہلے ہی پاپا اور ممی سمیت ذیشان عشقال اور سفیان عائرہ پیرس پہنچے تھے۔ زینب کی دوسری پریگننسی کے بابت اسے ڈاکٹر نے سفر کرنے سے اجتناب کرنے کی ہدایت کی تھی اس لیے وہ اور ابہتاج شرکت نہ کر سکے۔

میمونہ بیگم دوسرے بھائی کو بھی دیکھ کر اتنی ہی جذباتی ہوئی جتنا کہ رانا بھائی سے ملتے وقت ہوئی تھی۔ روحان نے اسی خوش دلی سے میمونہ کو اپنایا جس سے رانا صاحب نے اپنایا تھا۔ وہ دونوں بھائی محبت اور انفاق کے عملی مثال تھے۔

حدیل کے خواہش کو مد نظر رکھتے ہوئے کرن نے باقاعدہ طور پر اپنے ڈیزائنر سے اس کے مہندی اور شادی کا جوڑا، اور جیولری تیار کروائی۔

فیملی کے سب ہی افراد کے ہمراہ اس کی فرانسیسی سہیلیاں بھی اس وقت دستور کے مطابق دیسی کپڑوں کو زینت بنائے ہوئے تھیں۔ مہندی کا فنکشن گھر کے گارڈن ایریا میں رکھا گیا۔ عائرہ اور عشقال سمیت وہ مسلم اور نان مسلم لڑکیاں گھیرا بنائے بیٹھی ڈھولکی کے ساز

سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ارحام بلش کرتے اسٹیج پر بیٹھا۔ ایک ایک کر کے سب نے رسم کا آغاز کیا۔

خود کی رسم ہونے کے بعد وہ فنکشن سے محظوظ ہوتا اس پاس دیکھ رہا تھا جب اس کی نظر سامنے سے آتی حدیل پر پڑی۔

ایسا نہیں تھا کہ ارحام نے پہلے اسے شرارہ میں ملبوس دیکھا نہیں تھا لیکن عائرہ کے شادی کے تقاریب کے بہ نسبت اس وقت اسے حدیل اپنی دلہن کے روپ میں مزید فریفتہ کئے جا رہی تھی۔

وہ نظریں نیچی رکھیں مام اور کرن ماما کے ساتھ چلتی آئی اور اسٹیج پر بیٹھی۔ اس کا دل برق رفتاری سے دھڑک رہا تھا۔ اپنی محبت پانے کی اس کی خوشی چہرے سے صاف چھلک رہی تھی۔

ارحام بنا پلک جھپکائے یک ٹک اس سرخ و سفید فرانسیسی نین نقش کی  
دیسی دلہن کو دیکھے جا رہا تھا۔ ایک آدھ مرتبہ اس کی نظریں خود پر  
محسوس کرتی حدیل شرماتی۔

سفیان وہ میں کہہ رہا ہوں کہ۔۔۔۔۔ "ذیشان ارحام کے کندھے"  
پر بازو رکھ کر کنارہ۔

ہاں ذیشان۔۔۔۔۔ میں سن رہا ہوں۔۔۔۔۔ "دوسرے کندھے پر"  
سفیان نے اپنا ہاتھ رکھا۔ ارحام ان دونوں کی آمد سے ہڑبڑا گیا اور خود  
کو کمپوز کر کے دوسرے سمت دیکھنے لگا۔

پیٹر۔۔۔۔۔ "ابھی سفیان نے کچھ کہنے لب کھولے تھے کہ ارحام"  
اپنے دوست کو مخاطب کرتا ان کے مابین سے نکل گیا۔ ذیشان اور  
سفیان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

وڈیڈ نے اسے دعائیں دیتے سینے سے لگایا تو حدیل نے آنکھیں بند کر کے اس احساس کو دل میں محفوظ کیا۔ اسے ان کے سینے سے لگے اپنی زندگی میں باپ کی کمی پوری ہوتی محسوس ہوئی۔

[illegible]

سیم جلدی کرو۔۔۔۔۔ سیریمنی کے لیے نکلنا ہے۔۔۔۔۔ حدیل"

سے پوچھو تیار ہوئی کہ نہیں۔۔۔۔۔ "اگلی رات میمونہ بیگم

خوبصورت وائٹ کلر ڈریس میں تیار حسین میک اپ کیے ہوئے سیم کو مخاطب کرتی کمرے میں داخل ہوئی کہ جامد ہو گئی۔

حدیل ڈارک ریڈ کلر کا لہنگا زیب تن کئے۔ برائیڈل میک اپ اور خوبصورت جواہرات کی بنی جیولری پہنے ان کے سامنے کھڑی تھی۔ ایک پل کو اپنی ننھی گڑیا کو دلہن بنے دیکھ کر مام کی آنکھیں ڈبڈبائی۔ وہ سرتاپہ اسے دیکھتے قریب آئی اور اس کی نظر اتار کر اسے خود سے لگایا۔

وہ حدیل کو دعائیں دیتی اس پر چڑھے نور کو سراہ رہی تھی جب دروازے پر دستک سنی۔ سفیان موقع کی مناسبت سے پینٹ کوٹ میں ہشاش بشاش تیار ان کا منتظر تھا۔



چلو۔۔۔۔۔ "میمونہ بیگم نے آنکھ کا گوشہ صاف کیا اور حدیل کے " گرد بازو مائل کر کے اسے ساتھ لیں جانے لگی۔

مسلم کمیونٹی سینٹر کے بڑے سے ہال میں بارات کی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ حسب معمول سجاوٹ اور مہمانوں کی دیکھ ریکھ ذیشان کر رہا تھا۔ کمیونٹی سینٹر کے سب ہی طالب علم اور اساتذہ گرامی مدعو تھے۔

وہ سیم ہے۔۔۔۔۔ حدیل کی بیسٹ فرینڈ۔۔۔۔۔ کہو تو بات کروا " دلو۔۔۔۔۔ "ارحام نے ساتھ بیٹھے ڈینی کے کان میں سرگوشی کی۔

اس خوشی کے موقع پر وہ اپنے بیسٹ فرینڈ کو کیسے بھول سکتا تھا۔ اس کے ایک فون کال پر ڈینی بھی اپنے سارے کام کاج چھوڑ کر ارحام کی شادی میں شریک ہونے پہنچا۔

اس وقت وہ دونوں ساتھ بیٹھے تھے جب سیم لہنگا پہلوؤں سے اٹھائے  
اندرد داخل ہوئی۔ ارحام کے متوجہ کرنے پر ڈینی نے اس جانب  
دیکھا۔ سیم پوری فرانسسیسی تھی سرخ و سفید رنگت چھوٹی نیلی  
آنکھیں۔ خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھی۔

ڈینی مسکرایا اور سر جھٹک کر ارحام کو دیکھتے ونک کیا۔ ارحام کھلکھلا کر  
ہنس دیا۔ اس کی نظریں مسلسل گیٹ کے باہر جھانکتے اپنی دلہن کی راہ  
دیکھ رہی تھی۔ اور پھر حدیل پر کشش سی مسکان سجائے روحان  
ماموں کا ہاتھ تھامے اندرد داخل ہوئی۔

آل دی بیسٹ بڈی۔۔۔۔۔ "ڈینی نے اس کے کان کے پاس جھک"  
کر کہا اور اسٹیج سے اتر گیا۔

یوٹو۔۔۔۔۔ "اس نے جاتے ہوئے ارحام کی آواز سنی۔ قدرے"  
جھجکتے ہوئے ڈینی سیم کے سائیڈ آکھڑا ہوا اور اس سے متعارف  
ہونے لگا۔

ارحام بلیک کمر برانڈڈ شیروانی پہنے اپنی تمام وجہ شخصیت کے ساتھ  
حدیل کے استقبال میں کھڑا ہو گیا۔

امام داود صاحب نے بذات خود اپنی چہیتی سٹوڈنٹ کا نکاح پڑھوایا۔  
حدیل نے دل فراخی سے ارحام کو قبول کیا اور ارحام نے حدیل کو۔

نکاح کی رسم تکمیل ہونے پر ارحام امام صاحب کے گلے لگا اور کتنی ہی  
دیر ان کے حصار سے لگا مشکور ہوتا رہا۔ اس کے مثبت تبدیلیوں میں  
ان کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔

امام صاحب اور رانا صاحب کی اچھی دوستی ہو گئی اور انہوں نے رانا صاحب کو دائمی رابطہ رکھنے کی یقین دہانی کروائی۔

جیسے ڈھولکی اور مہندی کا فنکشن ساتھ کیا گیا۔ ویسے ہی نکاح اور رخصتی کی بھی تقریب ساتھ ہی ہوئی۔ خوشی خوشی سب کی دعائیں لیتی حدیل ارحام کے نام ہوتے اس کے ساتھ رخصت ہوئی۔

XX

پتا ہے۔۔۔۔۔ میں جب موویز یا ڈراموں میں ایسی دلہن دیکھتی "تھی۔۔۔۔۔ میرا بہت دل کرتا تھا کہ میں بھی ایسا ریڈریس پہنے دلہن بنوں۔۔۔۔۔" حدیل ہوٹل کے کمرے میں ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی جب ارحام کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اس سے اپنے جذبات بیان کرنے لگی اور ارحام اس کے پیچھے آکھڑا ہو گیا۔

اس کے کمر کے گرد بانہیں ڈالیں اس نے حدیل کے کندھے پر  
تھیوڑی ٹکائی اور آئینہ میں اس کا عکس دیکھنے لگا۔

بچپن میں مام کا کوئی ریڈ کلرڈ وپٹہ اوڑھ کر کتنی ہی دفعہ دلہن بننے کی "  
اداکاری کی ہے۔۔۔۔۔ ہسہ۔۔۔۔۔ چپ چپ ان کا لپسٹک لگاتی اور  
ہیلز پہنتی۔۔۔۔۔ کتنا حسین دور ہوتا ہے وہ۔۔۔۔۔" حدیل اس  
کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے یوں ہی گویا تھی۔ بات کرتے کرتے  
اس نے مر میں ارحام کو دیکھا تو مانو وہ اسے سن ہی نہیں رہا تھا ٹکٹکی  
باندھے محض اسے دیکھ رہا تھا۔ حدیل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس سے  
مزید کچھ بولا نہیں گیا۔

ارحام نے اسے کمر سے تھامے اس کا رخ اپنے جانب کیا اور اس کی  
آنکھوں میں دیکھا۔ سبز آنکھیں اس کی سیاہ آنکھوں میں قید ہو گئی۔

آج حدیل کو اس کی آنکھوں میں اطمینان اور سکون صاف دکھائی  
دیئے۔

مسز حدیل ارحام۔۔۔۔۔ آج اس پل۔۔۔۔۔ میں ارحام مبشر "  
پورے ہوش و حواس میں پورے حق سے یہ کہتا ہوں۔۔۔۔۔

That i love you so much.....

میں نے تمہیں دل و جان سے زیادہ چاہا ہے۔۔۔۔۔ تمہاری یہ سحر "  
انگیز آنکھیں مجھے ہر بار اور بار بار مقناطیس کے مانند کھینچتی

تھیں۔۔۔۔۔ اور جب جب مجھے لگتا میرا دل میرے اختیار سے  
نکلنے لگا ہے۔۔۔۔۔ میں تمہیں جھڑک دیا کرتا تھا۔۔۔۔۔ "اس نے  
حدیل کو بانہوں میں بھینچ لیا۔ وہ بے جھجک اپنی محبت کا ظہار کرنے لگا  
اور حدیل اس کے لفظوں میں چھلکتے جذبات کو دل میں اتارنے لگی۔

کیونکہ میں ڈرتا تھا۔۔۔۔۔ کہی میرا نفس مجھ پر حاوی نہ " ہو جائے۔۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔۔۔۔۔ میں اپنی محبت کا پیمانہ لفظوں میں نہیں تول سکتا۔۔۔۔۔ پر تم وہ واحد لڑکی ہو جسے میں چاہ کر بھی نقصان پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔۔۔ "وہ سانس لینے رکا۔ اس کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ حدیل کو جیولری اور لہنگے کا کام چھبنے لگا پر وہ ارحام کو ٹوکنا نہیں چاہتی تھی اس لیے اس کے گرد بازو مائل کئے ہوئے وہ ہر تکلیف برداشت کرتی رہی۔

میں تو کبھی نیک نہیں تھا۔۔۔۔۔ پر شاید یہ میرے ڈیڈ اور ماما کے " نیکیوں کا صلہ ہے جو مجھے تم ملی۔۔۔۔۔ " اس نے عقیدت سے حدیل کے پیشانی کو چوما۔ اس کے لمس سے حدیل معتبر ہو گئی۔ اس کی

انسان ہر کسی کے ساتھ ہنس سکتا ہے۔۔۔۔۔ پر روتا صرف اسی " کے ساتھ ہے جو اس کے لیے سب کچھ ہو۔۔۔۔۔ میرے لیے سب کچھ تم ہو حدیل۔۔۔ مجھے کبھی مت چھوڑنا۔۔۔ میں ٹوٹ جاؤں گا۔۔۔ " اس نے حدیل کو خود سے الگ کرتے ہوئے التجائی انداز میں کہا۔

کبھی نہیں چھوڑوں گی۔۔۔۔۔ چھوڑ ہی نہیں سکتی۔۔۔۔۔ تم سے " زیادہ میں تم سے پیار کرتی ہوں۔۔۔۔۔ تم میری زندگی ہو۔۔۔۔۔"

حدیل نے تسکین سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ارحام اس کی



مسکراہٹ پر دل ہار بیٹھا اور اسے اپنے حصار میں لیتے اس کے لبوں پر  
اپنے لب پیوست کر گیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

صبح اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنی متاع حیات کو ساتھ سویا پایا۔  
کچھ عرصہ پہلے یوں ہی ایک صبح جب اس نے حدیل کو ساتھ سوئے  
پایا تو وہ وحشت کی انتہا پر تھا۔ اس کا ڈوب کر مر جانے کو دل کیا۔ پر  
آج اس کے چہرے پر سکون تھا وہ اس کی بیوی تھی۔ اس کی ہمسفر۔  
اس کی سراپا محبت اور عشق۔

زندگی کے ہر اتار چڑھاؤ کو پار کر کے وہ اسے ملی تھی اور اب وہ کسی  
صورت اسے خود سے دور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ارحام نے محبت اور جذبات کے شدت میں آتے حدیل کے قریب  
کھسک کر اسے بانہوں میں بھر لیا۔

حدیل نے عنودگی کی حالت میں آنکھیں کھولی اور خود کو ارحام کے  
بانہوں میں پا کر اس کے گرد بازو مائل کرتے ہوئے اس کے کندھے  
پر بوسہ دیا۔ اب یہی اس کی آرام گاہ تھی۔ ان بانہوں سے اسے کبھی  
الگ نہیں ہونا تھا۔

یہی زندگی کی خوبصورتی ہوتی ہے کہ یہاں کوئی بھی منظر ایک سا  
نہیں رہتا۔ صورتحال جیسے بھی ہو۔ اچھے یا برے بالآخر بدل ہی  
جاتے ہیں۔

ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ ہر رات کے بعد صبح ضرور ہوتی ہے  
اور اُس صبح کی چمک پچھلی ساری تاریکیوں کو مٹا دیتی ہے۔

ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے نصیب کا لکھا ضرور ملتا ہے۔ کب کہاں  
اور کیسے یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ یہی اللہ کا کرشمہ ہے بس شرط  
صرف ایک ہے اس پر کامل یقین۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ایئرپورٹ کے احاطے میں کھڑے وہ ماں بیٹی اشک بھاتی ایک  
دوسرے سے گلے لگیں تھیں۔  
حدیل آج باقاعدہ رخصت ہو کر رانا فیملی کے ہمراہ پاکستان جا رہی  
تھی۔ ایک طرف جہاں میمونہ بیگم کو اس کی اپنے بھائی کے گھر شادی  
پر خوشی تھی۔ ارحام جیسے داماد کی مشکور تھی تو دوسری طرف بیٹی کی  
جدائی نے رُلا دیا تھا۔

رانا صاحب بہن کو بھی ساتھ لیں جانے کے فیور میں تھے پر فلحال  
میمونہ بیگم کے ایمیگریشن میں کچھ مسائل درپیش تھے جن کے باعث  
وہ فوری طور پر ان کے ساتھ جانے سے قاصر تھی۔ سفیان ان کے  
ساتھ رکنے اور ان کے ڈاکیومنٹس کے پرابلم کو حل کرنے راضی ہوا  
تو عائرہ بھی اس کے ساتھ رک گئی۔

اس وقت میمونہ پھوپھو عائرہ اور سفیان بقیہ فیملی کو الوداع کہنے ائیر  
پورٹ پر موجود تھے۔ اسپیکر پر فلائٹ کی اناؤنسمینٹ ہوئی تو حدیل  
گیلی سانس اندر کھینچ کر خود کو نارمل کرتے مام سے الگ ہوئی۔

اپنا بہت خیال رکھنا۔۔۔ بلکل اسٹریس نہیں لینا۔۔۔ بی پی کی  
میڈیسن وقت پر لینا۔۔۔ اور جلدی آنا۔۔۔ "حدیل نے انگلی  
اٹھا کر قدرے سختی سے ضروری ہدایات تنبیہ کئے۔

مام نے اس کے پیشانی اور رخسار کو چوما اور اس کے ہدایات پر عمل کرنے کی یقین دہانی کروائی۔

وہ ارحام کا ہاتھ تھامے بورڈنگ کے جانب بڑھ گئی اور مام عائرہ اور سفیان کے ساتھ واپسی باہر آنے لگی۔

XX

"آپ لوگ چلیں۔۔۔۔۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔۔۔۔۔"

سفیان ان دونوں کو گھر تک ڈراپ کر کے واپس جانے لگا۔

کہاں جا رہے ہو۔۔۔۔۔ "عائرہ کو اس کے اچانک ایسے عجلت میں" کہی جانے پر تعجب ہوا۔

ضروری کام ہے۔۔۔۔۔ آتا ہوں تھوڑی دیر تک۔۔۔۔۔ لنچ باہر" سے لیں آؤں گا۔۔۔۔۔ آپ دونوں تب تک ریست

کریں۔۔۔۔۔" وہ عائرہ کے رخسار پر پیار کرتا واپس اسی کیب میں  
سوار ہو گیا جس میں وہ لوگ ایئر پورٹ سے گھر آئے تھے۔  
پندرہ منٹ کی مسافت کر کے وہ ایک ایرانی کیفے کے باہر کیب سے  
اترا اور کسی کو کال ملائی۔

ہاں میں تمہارے بتائے ایڈریس پر پہنچ گیا ہوں۔۔۔۔۔" اس نے "  
انگلش میں بولتے تیز نظروں سے سڑک پر آس پاس دیکھا۔  
I am right on my way.....

اسپیکر کے دوسری جانب سے ایک پیاری نسوانی آواز گویا ہوئی۔  
سفیان اس کا انتظار کرتے کیفے کے باہر ٹیبل پر بیٹھا اور خود کو کاہگ  
دکھانے اس نے ایرانی قہوہ آرڈر کیا۔

جیسے ہی اس کا آرڈر تیار ہو کر آیا سامنے سے اس کی بلیک لمبر گینی کار  
اس کے جانب آتی نظر آئی۔

تھینکیو۔۔۔۔۔ میری طرف سے تم پی لو۔۔۔۔۔ "اس نے ویٹر کو"  
پیمٹ پکڑاتے ہوئے کہا۔ وہ ٹین اتج لڑکا اس مہربانی پر سفیان کی  
پشت تکتارہ گیا۔

تیز تیز چلتے ہوئے اس کا کوٹ ہوا میں اڑنے لگا تھا۔ وہ روڈ کر اس کر  
کے بلیک لمبر گینی کے پاس آیا اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تو اس حسینہ نے  
زن کر کے کار دوڑادی۔

Am I late.....

ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے ایک آبرو اٹھائے رخ موڑ کر ساتھ بیٹھے  
مغرور اور وجہ مرد کے جانب دیکھا۔

نویو آر رائٹ آن ٹائم۔۔۔۔۔ "اس نے ترچا مسکراتے اس"  
خوبصورت حسینہ پر ایک نظر ڈالی۔

شہر کے آبادی سے نکل کر وہ سنسان میدانی میں ایک چھوٹے ٹوٹے  
جھونپڑی نما گھر کے سامنے رکے۔

"Are you coming inside....."

سفیان نے آنکھوں کی پتلیاں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔  
DISCOVER STORIES, FIND YOURS!

Of course.....

اس نے مسکراتے ہوئے ادائیں دکھاتے بال لہرائے۔ وہ بلا کی  
خوبصورت حسینہ کسی کے بھی دل کی دنیا تہہ و بالا کرنے کا ہنر جانتی  
تھی۔



سفیان اپنے سائیڈ کادر وازہ کھولے باہر نکل گیا۔ وہ لمبی ہیل پر چلتی اس کے ساتھ آکھڑی ہوئی۔ دھوپ میں اس کی سفید گردن مزید چمک رہی تھی۔

ویٹ۔۔۔۔۔ "سفیان نے اس کے آگے ہاتھ پھیلائے پہلے خود گھر" کے اندر جھانک کر خطرے سے خالی ہونے کی تصدیق کی۔

چلو۔۔۔۔۔ "اب کی بار وہ اردو میں بولا۔ اس حسینہ نے حیرت سے" اسے دیکھا اور اس کے قدموں کی پیروی کرتے ہوئے اس کے پیچھے چلنے لگی۔

گھر کا اندرونی حصہ باہری حصے سے بھی زیادہ خستہ حال تھا گند سے بھرے اور کچ کچ کی آواز کرتے اس فلور پر اسے لمبی ہیل کے ساتھ چلنے میں دقت پیش آرہی تھی۔ اس نے احتیاطی طور پر سفیان کا ہاتھ

پکڑ لیا۔ وہ نازک لمس چھوتے کوئی بھی پگھل سکتا تھا پر سفیان صرف کام کے جانب متوجہ تھا۔

لاؤنج میں سے گزرتے وہ کوریڈور کے آخری کمرے میں داخل ہوئے۔ ایک سنگل کرسی پر وہ بندھا ہوا تھا۔ سفیان نے قریب جا کر اس کے چہرے پر سے کالا کپڑا ہٹایا۔ اچانک روشنی پڑنے کے باعث اس کی آنکھیں چندیا گئی۔

سوری دوست۔۔۔۔۔ میری تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔۔۔۔۔ پر "میں نہیں چاہتا تھا۔۔۔۔۔ تم حدیل اور ارحام کی شادی میں کوئی بھکیڑا "کھڑا کرو۔۔۔۔۔ اس لیے تمہیں یہاں باندھ کر رکھنا پڑا۔۔۔۔۔ سفیان نے اس کے ہاتھ پیر کھولنے شروع کئے۔

وہ ظالم حسینہ کچھ فاصلے پر کھڑی ریمو کو ہمدردی سے دیکھ رہی تھی۔  
ریمو نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سفیان کو۔

پر اب تم فری ہو۔۔۔۔ اللہ کے فضل سے ان کی شادی ہو گئی اور وہ "   
واپسی کے لیے روانہ بھی ہو گئے ہیں۔۔۔۔ اب کوئی ڈر نہیں۔۔۔۔   
چلو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں۔۔۔۔ "سفیان نے ریمو کی   
حقارت بھری نظریں نظر انداز کرتے اسے کھڑا کیا اور ساتھ لیں   
جانے لگا۔

تمہارے ملک میں تمہارے مافیا باپ کے علاقے میں آکر جب میں "   
تمہارا یہ حال کر سکتا ہوں۔۔۔۔ تو سوچو اگر تم حدیل اور ارحام کو   
پریشان کرنے میرے ملک میرے علاقے میں آئے تو میں تمہارا کیا   
حشر کروں گا۔۔۔۔ اس لیے ایسی بے وقوفی کرنے کا سوچنا بھی

مت۔۔۔" اس کے روبہ رو کھڑے ہو کر سفیان نے اس کے کالر اور کپڑوں پر سے دھول مٹھی جھاڑی پھر اس کے بالوں کو سیٹ کیا۔

ریمو خاموشی اختیار کئے ہوئے تھا۔ اس نے تندی سے اس کے جانب دیکھا پر سفیان اس کے نظروں کے بیچ دیوار بن گیا۔

اسے پریشان کرنے میں تمہارا ہی نقصان ہے۔۔۔۔۔ تمہارا باپ"

اگر مافیا ہے تو اس کا آر می چیف۔۔۔۔۔ وہ تمہارے باپ کو ہی غائب کر وادینگے۔۔۔۔۔ اور تم یہ خطرہ کبھی مول نہیں لینا چاہو

گے۔۔۔۔۔" اس نے سنجیدگی سے اس کا شانہ تھپتھپایا۔

ریمو ان دونوں کے ساتھ اس کی کار میں آیا۔ چار دن سے شہر سے دور

ایک بنجر علاقے میں قید رہ کر آج اسے شہر کی چکا چوند مضطرب کر

رہی تھی۔ وہ بس جلد از جلد گھر پہنچ کر اپنے بیڈ پر سونا چاہتا تھا۔

سفیان نے اسے پیار سمجھاتے اس کے گھر ڈراپ کیا اور وہ دونوں اس مقام پر آنپہنچے جہاں سے سفیان اس کے ساتھ گیا تھا۔

مجھے تمہارے ڈگری پر شک ہے۔۔۔۔۔ تم واقعی وکیل ہو۔۔۔۔۔"

اس روپ میں بلکل گنگسٹر لگ رہے ہو۔۔۔۔۔ اینڈ آئی لو

گنگسٹر۔۔۔۔۔" وہ سفیان سے محظوظ ہوتی اس کے قریب ہوئی۔

تو اپنے آرمی چیف آفسر باپ سے کہو کوئی ڈھونڈ دے۔۔۔۔۔ ان کا"

تو روز ایسے گنگسٹرز سے پالا پڑتا ہو گا۔۔۔۔۔" وہ اسی کے انداز قریب

ہو کر بولا۔

ان میں تمہارے جیسے چارم کہاں۔۔۔۔۔ تم اپنی اداوں سے کسی"

کو بھی قتل کر سکتے ہو۔۔۔۔۔" وہ اس کی تعریف کرتے تھک نہیں

رہی تھی۔

اور میں۔۔۔۔۔ کسی اور کے محبت کا مارا ہوں۔۔۔۔۔ اس وقت وہ "میرا انتظار کر رہی ہے۔۔۔۔۔ چلتا ہوں۔۔۔۔۔" سفیان پلکیں جھپکاتا کار سے باہر نکل گیا۔

تھینکیو سوچ سیم۔۔۔۔۔ تمہاری ہیلپ کے بغیر میں ریمو کو کبھی "پکڑ نہیں پاتا۔۔۔۔۔" وہ سیم کا ہاتھ تھامے مشکور ہوا۔

حدیل میری بیسٹ فرینڈ ہے۔۔۔۔۔ اس کے لیے اتنا تو کر سکتی "تھی۔۔۔۔۔ ویسے بھی ریمو کو سبق سکھانا ضروری تھا۔۔۔۔۔ وہ

حدیل کو بہت پریشان کرتا تھا۔۔۔۔۔ ارحام کو بتاتی تو وہ اسے جان سے مار دینے پر اتر آتا اس لیے تمہیں بتایا۔۔۔۔۔ "سیم دوستی کی نئی مثال ثابت ہوئی۔ سفیان اس سے رخصت لیتا روانہ ہو گیا۔ وہ اپنی کار میں سوار ہوئی اور کار مخالف سمت میں چلا دی۔

وہ گھر پہنچا تو دوپہر باسی پڑ گئی تھی اور شام کا آغاز ہو چلا تھا۔ اس نے گیٹ کا بیل بجایا تو عائرہ گیٹ کھولتے دست بہ کمر سپاٹ انداز میں کھڑی ہو گئی۔ سفیان نے الگ الگ نواع اقسام کے کھانوں کے پیکٹ اٹھائے اپنے ہاتھ بلند کئے۔

سوری تھوڑی دیر ہو گئی آنے میں۔۔۔۔۔ پر دیکھو۔۔۔۔۔ میں "تمہارے فیورٹ چائینز اور اٹالین کھانے لایا ہوں۔۔۔۔۔ چلو بہت بھوک لگ رہی ہے۔۔۔۔۔" وہ اس کے گرد بازو مائل کر کے کچن ایریا میں آگیا۔

ہم نے پیزا منگو الیا تھا۔۔۔۔۔ اب یہ تم اکیلے کھاو۔۔۔۔۔ "عائزہ"  
منہ بنائے اس کے حصار سے الگ ہوئی اور حدیل کے کمرے کے  
جانب بڑھ گئی جہاں وہ اور سفیان ٹھہرے ہوئے تھے۔

ارے جان۔۔۔۔۔ سنو تو۔۔۔۔۔ "وہ اسے پکارتا رہ گیا۔"

وہ بنا آواز دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تو عائزہ بیڈ پر نیم دراز بیٹھے کوئی  
مووی دیکھ رہی تھی۔ وہ کمر کے پیچھے ہاتھوں میں چھوٹا سا گفٹ باکس  
چھپائے آیا اور اس کے ساتھ بیٹھا۔ جعلی کھانستے اس کے عائزہ کو اپنے  
جانب متوجہ کرنا چاہا پر وہ یوں ہی نظریں اسکرین پر رکھے اسے نظر  
انداز کئے ہوئے تھی۔



سفیان نے ہاتھ بڑھا کر ریموٹ کنٹرول اٹھایا اور مووی بند کر دی۔  
عائرہ تپ کر اس کے جانب موڑی پر سفیان نے گفٹ باکس اس کے  
سامنے کر دیا۔

فارمائی لیڈی ہائنس۔۔۔۔۔ "اس نے خمار آلود نگاہوں سے اسے"  
دیکھا۔

عائرہ نے سپاٹ انداز میں گفٹ لیا اور کھول کر دیکھنے لگی۔ اس شیشے  
کے کیس کے اندر آنفل ٹاور کا خوبصورت مجسمہ تھا۔ جس پر ہلکی  
برف باری برس رہی تھی۔

اٹس بیوٹی فل۔۔۔۔۔ تھینکیو۔۔۔۔۔ "عائرہ ناراضگی بھول کر"  
اس شو کیس کو سر اٹھنے لگی۔

اب میرا ریٹرن گفٹ۔۔۔۔۔ "سفیان نے اس کے قریب ہوتے"  
شرارتی انداز مطالبہ کیا۔ عائرہ نے اپنی مسکراہٹ دبائے ہوئے وہ شو  
کیس سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اٹھنے لگی تھی کہ سفیان نے اسے بازوؤں  
میں جکڑ لیا اور اس کے اوپر جھک کر اس کی قربت پانے بے تاب  
ہونے لگا۔

NOVELS MAFIA  
DISCOVER STORIES, FIND YOURSELF  
کون زیادہ ہینڈ سم لگ رہا ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان نے خود کا اور ارحام کا"  
موازنہ کیا۔

آج ان کا ولیمہ ہونا تھا۔ وہ دونوں بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس  
بال سائیڈ پر جمائے مہنگے بوٹ اور گھڑی پہنے تیار ہو کر کمرے سے باہر  
آئے تو سامنے سفیان کو کھڑے پا کر ذیشان نے سوال کیا۔

سفیان اور عائرہ دو دن پہلے پھوپھو کو لیئے واپس لوٹے تھے۔ حدیل مام کو دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سماء رہی تھی۔ رانا صاحب اور روحان نے دل کھولے ان کا ویلکم کیا۔ زینب اور ابہتاج بھی پھوپھو سے مل کر خوش تھے۔

ویل۔۔۔۔۔ "سفیان نے ایک نظر سرتار حام کو دیکھا پھر ذیشان کو۔

سب سے ہینڈ سم تو۔۔۔۔۔ ہمیشہ سے۔۔۔۔۔ دی ون اینڈ " او نلی۔۔۔۔۔ چار منگ۔۔۔۔۔ سب سے پیارا۔۔۔۔۔ فیملی کا دلار۔۔۔۔۔ رانا سفیان ہی لگتا ہے۔۔۔۔۔ "اس نے اپنے کوٹ کا کالرا چکایا۔ وہ دونوں میں سے کسی کا دل نہیں دُکھانا چاہتا تھا اس لیے خود کی تعریف کر دی۔

ارحام قہقہہ لگا کر ہنسا اور سفیان کی اس چلاتی پر ذیشان نے اسے گھورا۔ اسی اثناء ممی نے سفیان کو بلایا وہ جان بچی سولا کھوں پائے سوچ کر وہاں سے بھاگ نکلا۔

XX

شہر کے سب سے بڑے عالی شان ہال میں ولیمے کی تقریب زور و شور سے جاری تھی۔ رانا صاحب اور روحان کے سب ہی حلقہ احباب سمیت میڈیا رپورٹرز بھی شام سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

پرکشش ڈیکوریشن۔ لیز کھانے اور پس منظر میں میوزک ماحول کو رونق بخش رہا تھا۔

حدیل اور عشقال سلور کلر فیری گاؤن میں ملبوس ڈائمنڈ سیٹ زیب تن کئے اپنے اپنے شوہر کے ہاتھ تھامے ہال کے اندر داخل ہوئی۔

□ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □

حدیل پیرس میں پلی بڑی تھی۔ بھلے ہی راناہاوس میں ہر طرح کے وسائل موجود تھے لیکن پاکستان اور پیرس کا زمین آسمان فرق تھا۔

شروع شروع میں ارحام کو اس کی ایڈ جسمنٹ کی بہت فکر لگی رہتی  
لیکن وہ بہت اچھے سے اس کی فیملی میں گھل مل گئی تھی۔

میری خوشی تو تم ہو۔۔۔۔۔ تم جہاں خوش ہو وہی میں بھی۔۔۔۔۔"

"اور پھر یہ تو میرا اپنا گھر ہے۔۔۔۔۔ خوش کیسے نہیں ہونگی۔۔۔۔۔"

اس نے ارحام کے خدشات کو دور کرتے ہوئے حوصلہ دیا۔ ارحام

نے سکون کا سانس لیتے اسے بانہوں میں لے لیا۔

دوسری جانب عشفال بیڈ پر لیٹی فنکشن سے متعلق باتیں کر رہی تھی

اور ذیشان سیدھا لیٹے آنکھیں موندھے ہوئے تھا۔

ذیشان۔۔۔۔۔ سو گئے کیا۔۔۔۔۔" اس کے جانب سے خاموشی پر

عشفال نے تھیوڑی ذیشان کے سینے پر ٹکائی۔

نہیں محبت کیوں ہو گئی سوچ رہا ہو۔۔۔۔۔ "وہ نیند کی سی کیفیت میں"  
بولا۔

یہ کونسی مووی ہے۔۔۔۔۔ "عشقال نے نادان بنتے پوچھا۔"  
میں بنانے کا سوچ رہا ہو۔۔۔۔۔ "اس نے جمائی روکنے منہ پر ہاتھ"  
رکھ کر جواب دیا۔

ہیر و بلال عباس کو لینا۔۔۔۔۔ مجھے وہ بہت پسند ہے۔۔۔۔۔ اس"  
کے سارے ڈرامے میں نے دیکھیں ہیں۔۔۔۔۔ اور مووی بھی آئی  
تھی اس کی۔۔۔۔۔ کمال کی ایکٹنگ تھی۔۔۔۔۔ اور وہ۔۔۔۔۔ اس"  
نے بات جاری رکھتے ذیشان کے جانب دیکھا تو وہ نیند کی دنیا میں جا چکا  
تھا۔

سو گئے۔۔۔۔۔ "عشقال نے بے دلی سے کہتے اس کے کندھے پر"  
سر رکھ دیا۔

ایک مووی ہم بھی بنائے گے۔۔۔۔۔ آپ ہیرو۔۔۔۔۔ اور"  
ہیروئن تو میں ہی رہوں گی۔۔۔۔۔ خبردار کسی اور کو کاسٹ کرنے کا  
سوچا بھی۔۔۔۔۔ "وہ اونچی آواز میں اپنی دلی کیفیت بیان کرنے  
لگی۔

کیسے ہم ملے۔۔۔۔۔ پھر نکاح ہوا۔۔۔۔۔ پھر کچھ دوریاں مائل"  
ہوئی۔۔۔۔۔ پھر خوشی خوشی شادی ہو گئی۔۔۔۔۔ کسی پہاڑی علاقے  
میں جا کر گانا بھی ریکارڈ کریں گے۔۔۔۔۔ اور پھر ہمارے دودو  
بچے۔۔۔۔۔ "وہ اپنی دھن میں کھوئی مستقبل کے خواب دیکھ رہی  
تھی۔



---- "ذیشان نے مداخلت کی۔ twins دو دو بچے مطلب"

عشقال کی آنکھیں پوری کھل گئی۔

مجھے لگا آپ سو گئے ہیں۔۔۔۔۔ "وہ ذیشان کے زبانی بچوں کے"

متعلق سن کر بلش کرنے لگی۔

تم سونے دے کب رہی ہو۔۔۔۔۔ بس بولے جارہی ہو۔۔۔۔۔"

ابھی تمہاری بولتی بند کرتا ہوں۔۔۔۔۔ "ذیشان تپے ہوئے انداز

میں کہتا عشقال کے جانب مڑا اور اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ

دیئے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

(دوماہ بعد)

کرن نے دعا مکمل کر کے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور آنکھیں کھولی تو سامنے سے رانا صاحب اور ارحام کو احرام باندھے اپنی جانب آتے دیکھا۔

وہ خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھی تھی اس نے ابھی عصر کی نماز ادا کی تھی۔ اسی طرح رانا صاحب اور ارحام باجماعت نماز ادا کر کے اس پاک زمین پر چلتے کرن کے پاس آئے۔ وہ دونوں کرن کے دائیں اور بائیں جانب بیٹھ گئے۔ ان کا رخ خانہ کعبہ کے دروازے کے جانب تھا۔ ان کے اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان بہت لوگ تھے بہت فاصلہ تھا پر جس جگہ وہ بیٹھے تھے وہاں سے وہ تینوں اس مقدس دروازے کو بہ آسانی دیکھ سکتے تھے۔

رمضان کے بابرکت مہینے میں ان کی وہاں آخری رات تھی۔ وہ پچھلے  
پندرہ دنوں سے وہاں تھے۔ حرم پاک کے فرش پر بیٹھے جو سکون  
قلب مل رہا تھا وہ ناقابلِ بیاں تھا۔

کرن نے دائیں جانب بیٹھے رانا صاحب کو دیکھا پھر بائیں جانب بیٹھے  
ارحام کو اور باری باری ان کے ہاتھ تھام لیئے۔ کیا اس کے لیے اللہ  
کے نعمتوں کی کوئی حدود تھی۔ پھر چاہے وہ رانا مبشر کا ہدایت پانا تھا یا  
ارحام کے جنون کو موم کرنا سب اسی رب العالمین کا ہی تو دیا تھا۔  
آنسوؤں کی لہر اس کی آنکھوں سے جاری ہو چکی تھی۔ اس نے روتے  
ہوئے رانا صاحب کے کندھے پر سر رکھ دیا۔ اس کی تھوڑی سے ٹپکتے  
آنسو احرام سے چھلکتے رانا صاحب کے برہنہ کندھے پر گرنے لگے۔

ارحام یوں ہی ماما کا ہاتھ تھا مے خانہ کعبہ کو دیکھنے لگا۔ وہ جانتا تھا اس کی ماں کے یہ آنسو تشکر کے ہیں۔ اس لیے اس نے انہیں رونے دیا۔ وہی رانا صاحب اس کے رخسار پر بایاں ہاتھ رکھ کر آبدیدہ ہوتے مسکرا دیئے۔ ناجانے کتنے طوفانوں سے نکل کر وہ اس در پر پہنچے تھے۔

جہاد صرف وہ تو نہیں ہوتا جو انسان آنکھ سے نظر آئے۔ جنگ تو وہ ہوتی ہے جو انسان اکیلے صرف اللہ کے بھروسے اپنے آپ سے لڑ رہا ہوتا ہے۔ اس دنیا میں جہاں ہر قدم پر ہر قسم کا گناہ سرعام ملتا ہے ایسے میں خود کو قابو رکھنا اپنے آنکھوں کی زبان کی کانوں کی حتہ کہ سوچ کی حفاظت کرنا اپنے نفس کو پاک کرنا سب سے بڑا جہاد ہے۔

کرن نے لمبا سانس خارج کر کے خود کو سنبھالا۔ ارحام اور رانا صاحب کا ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھوں میں تھا۔ اس نے محبت بھری نظروں سے بیٹے کے جانب دیکھا۔

وہ انسان جو باپ کی قدر کرے کبھی قریب نہیں ہوتا اور جو ماں کی قدر کرے وہ کبھی بد نصیب نہیں ہوتا یوں ہی تو نہیں کہہ دیتے کہ ماں کی دعا جنت کی ہوا ہے۔

یہ کرن کی بے حساب دعائیں ہی تو تھیں جو ارحام کو اس کے پاس لیں آئی تھی اور رانا صاحب کا صبر ہی تھا جس سے اسے راہ راست پر آنے کی توفیق ملی۔

شام ہونے تک وہ خاموشی سے وہی حرم شریف کے فرش پر اسی جگہ بیٹھے رہے۔ مغرب کا وقت داخل ہونے لگا تو وہ افطاری کا اور مغرب کی نماز کا اہتمام کرنے اٹھ گئے۔

ارحام نے ماں اور باپ کے پر سکون چہرے کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس پاک رب نے اسے اس قابل بنایا کہ وہ والدین کو اس کے بارگاہ پر لاسکے۔ اس نے جاتے ہوئے خانہ کعبہ کو دیکھ کر اللہ سے ہر قدم پر ماں باپ کی خدمت کرنے کی ان کی ہر خواہش پوری کرنے کی ان کا فرمانبردار رہنے کی توفیق مانگی۔

XX

(ایک سال بعد)

سر۔۔۔۔۔ مسٹر تیمور شاہ از ہمیر۔۔۔۔۔ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔  
ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان کی سیکرٹری نے وائرلیس پر کنکارتے ہوئے آگاہ  
کیا۔ ذیشان کے لیپ ٹاپ پر چلتی انگلیاں رک گئی۔ اس کے عصاب  
تن گئے۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ اندر بھیجیو۔۔۔۔۔ "اس نے سرد مہری سے"

جواب دیا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔  
سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ تھوڑی پراگٹھا اور شہادت کی انگلی  
رکھے مسٹر شاہ کو کینبن کے اندر داخل ہوتے دیکھنے لگا۔

وہ ہمیشہ کی طرح سوٹ بوٹ میں تیار ٹھاٹ دکھاتے اندر داخل  
ہوئے پر ان کی ٹوٹی چال سے ذیشان کے تنے تاثرات بدلنے لگے۔ وہ  
کھڑا ہوا اور مصافحہ کرنے ہاتھ آگے کیا۔

ہم آج آپ کے مخالف بزنس مین بن کر نہیں بلکہ ایک مجبور باپ " کے حیثیت سے ملنے آئے ہے۔۔۔۔ ہم آپ کا زیادہ وقت نہیں لینگے۔۔۔۔۔ "ذیشان سے مصافحہ کرتے ہوئے تیمور شاہ نے گفتگو کا آغاز کیا۔ ذیشان نے پھیکا مسکرا کر انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اپنے سیٹ پر تشریف فرما ہو گیا۔

ہم نے پچھلے تین سالوں سے ایری چوٹی کا زور لگا دیا اور یہ کورہا " کرانے کے لیے۔۔۔۔۔ لیکن وہ ہم سے نفرت کرتی ہے۔۔۔۔۔ ہماری شکل تک نہیں دیکھنا چاہتی۔۔۔۔۔ ہمارے ذریعے وہ باہر آنا نہیں چاہتی۔۔۔۔۔ "وہ سر جھکائے اپنی کیفیت بیان کرنے لگے۔ ذیشان بغور ان کے تاثرات مشاہدہ کر رہا تھا۔ وہ ان کا سچ اور جھوٹ معلوم کرنا چاہتا تھا۔



ہم نے ساری کارروائی مکمل کر لی ہے۔۔۔۔۔ بس آپ سے " در خواست ہے ذیشان۔۔۔۔۔ زاویہ کو آزاد کرادو۔۔۔۔۔ اسے معاف کردو۔۔۔۔۔ اپنے انا کی خاطر برباد تو ہم اسے کر چکے

ہے۔۔۔۔۔ پر پاگل ہوتا نہیں دیکھ پائے گے۔۔۔۔۔ ہے تو وہ ہماری  
بیٹی ہی۔۔۔۔۔ "تیمور شاہ نے ذیشان کے آگے ہاتھ جوڑ لیئے۔

بدلے کے لیے ہی سہی پر وہ آپ کو بہت چاہتی تھی۔۔۔۔۔ آپ کو"  
شوٹ کر کے وہ خود بھی مر گئی تھی۔۔۔۔۔ اب آپ کو صحیح سلامت  
دیکھ کر وہ آپ کی بات ضرور مانے گی۔۔۔۔۔ اور شاید ہمیں بھی

معاف کر دیں۔۔۔۔۔ "وہ التجا کرنے لگے۔ ذیشان سیٹ پر سے اٹھ  
کر ان کے پاس آیا اور ان کو دلاسہ دیتے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ہم یہ سب کچھ چھوڑ کر زاویہ کو لیں کر یہاں سے چلیں جائے"  
گے۔۔۔۔۔ بس آپ اسے نکالنے میں ہماری مدد کر دیں پلیز۔۔۔۔۔  
تیمور شاہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ذیشان نے ان کے

ہاتھ کی پشت پر تھپتھپا کر حوصلہ افزائی کی اور تعاون کرنے کا وعدہ کیا۔

XX

واٹ۔۔۔۔۔ آر یوسیر یس۔۔۔۔۔ ذیش ہو کیا گیا ہے آپ " کو۔۔۔۔۔ "سفیان کو اپنے کانوں سننے پر یقین نہیں آیا۔

اس شام ذیشان زاویہ کے کیس کے متعلق ضروری دستاویزات لینے سفیان کے سٹڈی میں گیا اور اسے تیمور شاہ کے ریکویسٹ سے آگاہ کیا تو وہ ذیشان پر برس پڑا۔

آپ تیمور شاہ کے بہکاوے میں آکر ایسا قدم نہیں لیں " سکتے۔۔۔۔۔ بھول گئے زاویہ نے کیا کچھ نہیں کیا ہمارے ساتھ۔۔۔۔۔ "وہ بے یقینی سے ذیش کو دیکھنے لگا۔

میں کچھ نہیں بھولا۔۔۔۔۔ سب یاد ہے مجھے۔۔۔۔۔ ایک ایک "   
 درد۔۔۔۔۔ ایک ایک تکلیف یاد ہے۔۔۔۔۔ "ذیشان طیش میں   
 آگیا۔

پھر بھی آپ اسے بیل کروانے جارہے ہو۔۔۔۔۔ "سفیان کا لہجہ "   
 سرد اور افسوس کن تھا۔

جب ارحام کو معافی مل سکتی ہے۔۔۔۔۔ تو زاویہ کو کیوں "   
 نہیں۔۔۔۔۔ "ذیشان کی سرد آواز نے سفیان کو چونک کر اس کے   
 جانب مڑنے پر مجبور کر دیا۔

ارحام نے بہ ظاہر کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔۔۔۔۔ لیکن ایک معصوم "   
 لڑکی کے ارمانوں کا جنازہ ضرور نکالا تھا۔۔۔۔۔ ایک باپ کے سر   
 رسوائی کا کفن ضرور پہنایا تھا۔۔۔۔۔ ایک بھائی کے مان کو مٹھی تلے

ضرور دفنایا تھا۔۔۔۔۔ جب وہ کلیئر چٹ ہو سکتا ہے تو زاویہ شاہ کیوں نہیں۔۔۔۔۔ "ذیشان کے مطالبے کا سفیان کے پاس کوئی جواب نہ تھا وہ یک ٹک ذیشان کے ٹھوس تاثرات دیکھے گیا۔

ایسا کیوں ہوتا ہے۔۔۔۔۔ انسان خود سے جڑے رشتوں کی " غلطیوں پر پردہ ڈال دیتا ہے۔۔۔۔۔ اسے معاف کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ پر کسی اور کو نہیں۔۔۔۔۔ ہم انسان صرف دوسروں کو ہی کیوں سزا کا حقدار تصور کرتے ہے اور کسی اپنے کو نہیں۔۔۔۔۔ "ذیشان نے سفیان کے ہاتھوں سے فائل جھڑپ لی۔

جب ارحام کو خود کو سدھارنے کا موقع ملا ہے۔۔۔۔۔ تو زاویہ کو بھی " ملنا چاہیئے۔۔۔۔۔ "وہ آخری فقرہ مکمل کر کے سٹی روم سے باہر نکل گیا اور سفیان لب بھینچے اس کے نقاط پر سوچتا رہ گیا۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX

ذیشان وارڈن کے ہمراہ کوریڈور کے سب سے آخری اور تاریک سیل میں داخل ہوا تو زاویہ کو خستہ حال دیوار کے جانب رخ کئے بیٹھے پایا۔ وہ ناخن سے دیوار کا کچا حصہ کُرید رہی تھی۔ اس کی انگلیاں زخمی اور ہاتھوں پر جگہ جگہ خراشیں لگیں تھیں مانو دیوار کُریدنا اس کا اکلوتا مشغلہ ہو۔

ذیشان کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ حسن کی مغرور ملکہ کبھی اس حال میں ملے گی یہ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا۔ اسے تیمور شاہ کی زبانی سنے ساری داستان حقیقت ہوتے نظر آئی۔ زاویہ شاہ کی دماغی حالت اسے درست نہ لگی۔

زاویہ۔۔۔۔۔ "اس نے آہستہ سے اسے پکارا۔"

وہ جو فرش پر بیٹھے نچھلا لب دانتوں میں دبائے اپنے مشغلے میں  
مصروف تھی اس شناسا آواز پر ٹھٹک گئی۔ سانسیں تیز ہو گئی اور دل  
دہل گیا۔ اس نے امید بھری نگاہوں سے رخ موڑ کر اس سراپے کو  
دیکھا۔

ذیشان پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے پہلے جیسے تو انا اور دل کش مرد  
بنا کھڑا تھا۔ زاویہ بہت دیر اسے سرتا پیر دیکھتی رہی۔ ماضی کے  
بوسیدہ یادیں تازہ ہونے لگی۔

ذیشان۔۔۔۔۔ آہ۔۔۔۔۔ "وہ اٹھ کر ذیشان کے طرف"  
آتے کراہ اٹھی۔ اس کے پیر میں بندھے زنجیر نے اس کے قدم جامد  
کر دیئے۔ ذیشان کے آبروتن گئے وہ فاصلے پر کھڑی وارڈن کے  
جانب مڑا۔

یہ کیا ہے۔۔۔۔۔ ایسے باندھا ہوا کیوں اسے۔۔۔۔۔ "ہاتھ اٹھائے"  
وہ زاویہ کے جانب اشارہ کرتے ہوئے وارڈن پر غرایا۔

سرشتی از ڈینجرس (خطرناک)۔۔۔۔۔ وہ کبھی بھی آپ سے باہر"  
ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ اسٹاف کو مارنے لگ جاتی ہے۔۔۔۔۔ اسٹاف  
سیفٹی۔۔۔۔۔ یہ آپ کو بھی مار سکتی ہے۔۔۔۔۔ "وارڈن نے ہڑ بڑا کر

اپنا خدشہ ظاہر کیا۔  
یہ ایک دفعہ مجھے مارنے کی غلطی کر چکی ہے۔۔۔۔۔ دوبارہ نہیں"

کرے گی۔۔۔۔۔ کھولو اسے۔۔۔۔۔ "ذیشان نے زاویہ کے آنکھوں  
میں دیکھتے ہوئے ہدایت جاری کی۔ وارڈن مضطرب ہو گئی۔



میں نے کہا کھولو اسے۔۔۔۔۔ ابھی۔۔۔۔۔ "دوسری مرتبہ وہ سختی"  
سے اونچی آواز وارڈن پر غرایا تو وہ سہم کر آگے گئی اور تیز تیز زاویہ  
کے پیر کے زنجیر کو آزاد کیا۔

زاویہ زخمی مسکرا کر دوڑی آئی اور ذیشان کے گلے لگ گئی۔

"ذیش تم ٹھیک ہو گئے۔۔۔۔۔ تھینک گاڈ تم ٹھیک ہو گئے۔۔۔۔۔"

وہ دیوانہ وار اسے دیکھتی اس کے بازوؤں پر چہرے پر سینے پر ہاتھ  
پھیرتی اس حقیقت کی گویا تائید کر رہی تھی۔ ذیشان نے آج پہلی بار  
اسے ناجھڑکانا خود سے دور کیا۔ یوں ہی خاموشی سے اس نے زاویہ کو  
خود کو ٹچ کرنے دیا۔ اس نے وارڈن کو اپنے جانب متوجہ پایا تو آبرو  
اچکا کر اسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ سر جھکائے ان کے پہلو سے گزر  
کر باہر نکل گئی۔

زاوی۔۔۔۔۔ کیسی ہو۔۔۔۔۔ یہ کیا حالت بنالی ہے۔۔۔۔۔ "وارڈن" کے جاتے ہی ذیشان نے اس کے گرد بازو مائل کئے اور حال احوال دریافت کرنے لگا۔ زاویہ ڈری سہمی بچی کے جیسے اس کے مضبوط حصار میں چپ گئی۔

چلو۔۔۔۔۔ میں تمہیں لینے آیا ہوں۔۔۔۔۔ "ذیشان نے اس کے بکھرے بال سنوارتے ہوئے کہا۔  
نہیں میں نہیں جاؤں گی۔۔۔۔۔ میرے گناہ معافی کے قابل" نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں نہیں جاؤں گی۔۔۔۔۔ "زاویہ مضطرب ہو گئی۔ وہ ذیشان کے حصار سے الگ ہو کر دیوار کے جانب رخ کر کے کھڑی ہو گئی۔ اس کا بار بار نچھلا لب کاٹا اور اضطراب میں انگلیاں

مڑوڑنا ذیشان کو فکر مند کرنے لگا۔ وہ زاویہ کو بے قابو ہو مے سے پہلے سمجھانے مناسب الفاظ کا انتخاب کرتا آگے آیا۔

اگر کسی گناہ پر پچھتاوا ہو تو وہ معاف کیا جاسکتا ہے۔۔۔۔ اللہ معاف " کر دیتا ہے۔۔۔۔ ہم انسان معاف نہیں کرتے۔۔۔۔ یہ سارے گڑھے جس میں ہم گرتے ہیں یہ ہم نے خود بنائے ہوتے ہیں۔۔۔۔

اللہ تو عیب پر پردہ ڈالنے والا اور بخشنے والا ہے۔۔۔۔ اس کی سب سے بڑی صفت ہی رحیم و غفور کی ہے۔۔۔۔ "ذیشان نے اس کا رخ اپنے جانب کیا۔ زاویہ کی آنکھیں بھینگنے لگی تھی۔

تم اللہ سے معافی مانگو۔۔۔۔ اپنے گناہوں پر توبہ کرو۔۔۔۔ وہ " معاف کر دیں گے۔۔۔۔ سب کچھ بھول کر نئی سرے سے زندگی شروع کرو۔۔۔۔ مسٹر شاہ کو بھی معاف کر دو۔۔۔۔ "ذیشان نے

راہ راست دکھانے کی کوشش کی۔ پاپا کے متعلق سن کر زاویہ کے  
آبرو تن گئے۔

تمہیں پتا ہے زاویہ۔۔۔۔۔ مسٹر شاہ تم سے بہت پیار کرتے "   
ہے۔۔۔۔۔ اسی لیے انہوں نے کبھی شادی نہیں کی۔۔۔ تاکہ کوئی   
اور عورت ان کی زندگی میں آکر تمہارے اس زار سے آشنا   
ہو جائے۔۔۔۔۔ وہ تمہیں ان سے دور نا کر دیں۔۔۔۔۔ اب عمر کے   
اس مقام پر وہ رُوبہ جوانی نہیں ہے۔۔۔۔۔ بڑھاپے کے جانب   
جار ہے ہے۔۔۔۔۔ انہیں تمہاری ضرورت ہے۔۔۔۔۔ تمہیں ان کا   
سہارا بننا ہے۔۔۔۔۔ " اس نے باپ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے   
زاویہ کا ہاتھ تھاما اور سیل سے باہر لیں جانے لگا۔

زاویہ جھجھنلاتی اور ہیبت زدہ سی ذیشان کے پشت سے لگی چھوٹے  
چھوٹے قدم لیتی باہر آئی۔

گیٹ کے پاس عیشال اور مسٹر شاہ منتظر دائیں سے بائیں چکر کاٹ  
رہے تھے جب انہوں نے ذیشان کو اسے باہر لاتے دیکھا۔ زاویہ نے  
پاپا کو دیکھ کر نظریں پھیر لی اور ذیشان کے گرفت سے اپنا ہاتھ  
چھڑانے کی کوشش کرنے لگی تھی جب مسٹر شاہ کنکارے۔  
گھبراہٹ اور متزاوی۔۔۔۔۔ ہم بس آپ کو دیکھنے آئے تھے۔۔۔۔۔"

آپ کو ہمارے ساتھ نہیں آنا۔۔۔۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔ ہم  
جارے ہے۔۔۔۔۔ "مسٹر شاہ نے ذیشان کے جانب دیکھا۔ اس نے  
پلکیں جھپکا کر تسلی دی۔ ان کے بیچ یہی طے ہوا تھا کہ اگر زاویہ پاپا کے  
ساتھ ناجانا چاہے تو ذیشان فلحال اسے اپنے ساتھ لیں جائے گا۔

پاپا۔۔۔۔۔ "وہ چھپے مڑے اور کار کے جانب جانے لگے تو زاویہ" نے انہیں مخاطب کیا۔ وہ رک گئے۔ تین سال بعد وہ اس لفظ کو سن رہے تھے۔

زاویہ لب کاٹتی تو کبھی ناخن چباتی مضطرب سی ان کے قریب آئی اور ان کے شرٹ کا آستین دو انگلیوں میں تھام لیا۔ تیمور شاہ کی آنکھیں بھر آگئی۔ بچپن میں بھی انہیں زاویہ کو جب نین کے پاس چھوڑ کر بزنس ٹور پر جانا ہوتا تھا وہ اسی انداز ان کا آستین کھینچ کر روکنے کی کوشش کیا کرتی تھی۔

پاپا نے اس کے گرد بازو مائل کر کے اسے خود سے لگایا۔ ان کے سینے سے لگے زاویہ نے فاصلے پر کھڑے ذیش کو دیکھا اور ہاتھ ہوا میں بلند کر کے بائے کیا۔

ذیشان نے بھی تسکین سے مسکراتے ہوئے اسے بائے کیا۔ عشفال  
بے یقینی سے اپنے شوہر کو دیکھتی رہی۔ وہ اکثر سوچ میں پڑ جایا کرتی  
تھی کہ کوئی اتنانیک دل کیسے ہو سکتا ہے۔ کس نے بھری ہے اس میں  
اتنی خوبیاں۔ اور جواب صرف ایک ملتا تھا۔ انسان کو بنانے والی وہ  
رحیم و کریم ذات۔

میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔۔۔۔۔ "تیمور شاہ نے"  
ذیشان کو گلے لگا کر اس کا شانہ تھپتھپایا۔

میں اسے باہر تو لیں آیا ہوں مسٹر شاہ۔۔۔۔۔ پر میں اس پر پوری  
نظر رکھوں گا۔۔۔۔۔ اپنے وعدے کے مطابق اس کا اچھے سے ڈاکٹر  
سے علاج کروانا آپ کی پہلی ترجیح ہے۔۔۔۔۔ اور اگر مجھے معلوم ہوا  
کہ آپ اسے پھر سے اپنے کسی ناپاک ارادے کے لیے استعمال کر

رہے ہیں۔۔۔۔۔ تو اس مرتبہ اسے کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔۔۔ آپ کو ضرور جان سے مار دوں گا۔۔۔۔۔ "چونکہ مسٹر شاہ کی کار میں بیٹھی زاویہ اسی جانب دیکھ رہی تھی اس لیے ذیشان نے مسکراتے ہوئے مسٹر شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اس کے ہاتھ کی سختی سے مسٹر شاہ سمجھ گئے ذیشان کیا سمجھنا چاہ رہا ہے۔ انہوں نے نظریں جھکائے سر اثابت میں ہلایا اور کار میں سوار ہو گئے۔

چلیں مسز ذیشان۔۔۔۔۔ "ان کے وہاں سے روانہ ہونے پر ذیشان "عشقال کے جانب مڑا وہ کھلکھلا کر اس کے کندھے سے آگئی اور وہ دونوں اپنی کار کے جانب بڑھ گئے۔

XXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXXX



عائزہ بے بی کارٹ اٹھائے باہر آئی اور صوفے پر ڈھکے گئی۔ اس نے سر صوفے کی پشت سے لگا کر لمبا سانس لیا۔ بس اس کے سانس لینے کی دیر تھی کہ سات ماہ کی آتش سفیان رونے لگی۔

بس کر دو آتش۔۔۔۔۔ رحم کرو اپنی ممی پہ۔۔۔۔۔ "وہ جھجھلا کر" اپنی سات ماہ چھوٹی بیٹی کے آگے بے بسی سے بولی۔ آتش نین نقش میں عائزہ پر گئی تھی پر عادتیں ابھی سے اس کی سفیان جیسی تھی۔ عائزہ کو اب احساس ہو رہا تھا کہ نور ہمیشہ سفیان کو اتنا ڈانٹتی ڈپٹی کیوں تھی۔ سب سے زیادہ سفیان نے ہی اپنی ممی سے مار کیوں کھائی ہے۔ اس کا شرارتی مزاج اب اس کی بیٹی میں بھی نمایاں واضح تھا۔

سفیان اس کی ممی پر مرتا تو تھا ہی پر آتش سے اس کی جان جڑ گئی تھی۔ وہ چاہے جتنا بھی تھکا ہارا کام سے آتا لیکن آتش سو بھی رہی ہوتی تو وہ

اسے اٹھا کر اس کے ساتھ کھیلنے لگ جاتا اور عائرہ محض سر ہلاتی رہ جاتی  
اسے ایک نہیں دو بچوں کو سنبھالنا پڑ رہا تھا۔

آج ارحام اور حدیل کی شادی کی پہلی سالگرہ کے موقع پر وہ پوری  
فیملی فارم ہاوس پر اکٹھا ہوئے تھے۔ گارڈن ایریا میں بڑے ڈائننگ  
ٹیبیل پر بیٹھے وہ شام سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ نئے افراد کی  
شمولیت سے اس سال فیملی کی خوشیاں دوبالا ہو گئی تھیں۔  
"شکریہ ارحام۔۔۔۔۔ مجھے اتنی اچھی فیملی دینے کے لیے۔۔۔۔۔"

حدیل نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیئے۔ وہ ٹیرس پر  
کھڑی نیچے گارڈن ایریا میں سب کو ہنسی خوشی باتوں میں مصروف دیکھ  
رہی تھی جب ارحام اس کے پاس آیا۔

تمہارے علاوہ کون تھا۔۔۔۔۔ جو مجھے اتنی خوش دیتا۔۔۔۔۔ میں "

ہمیشہ پاپا کے لیے ترستی رہی۔۔۔۔۔ اور یہاں مجھے ڈیڈ اور روحان پاپا  
دونوں مل گئے۔۔۔۔۔ " حدیل کی سبز آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔  
ارحام بے حس و حرکت اس کے ہاتھ تھا مے اسے دیکھنے لگا۔  
مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔ آنے والا وقت کونسے امتحان لائے "

گا۔۔۔۔۔ پر میں زندگی کے آخری لمحے تک تمہاری وفادار رہوں  
گی۔۔۔۔۔ ہر مشکل میں ہر آزمائش میں تمہارے ساتھ رہوں  
گی۔۔۔۔۔ کبھی تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔۔۔۔۔ اس گھر کی اچھی  
بہو۔۔۔۔۔ تمہاری اچھی بیوی۔۔۔۔۔ اور ہمارے بچوں کی اچھی مام بن  
کر رہوں گی۔۔۔۔۔ " اس نے مشکور ہوتے ارحام کے سینے پر سر  
رکھ کر دیا۔

انشاء اللہ۔۔۔۔ "ارحام نے اس کے گرد بازو مائل کر کے اسے"  
مضبوطی سے اپنے حصار میں لے لیا۔

زندگی بہت خوبصورت ہے۔ انسان ہی انسان کی دوا ہے۔ اگر کوئی  
دکھ دیتا ہے تو کوئی سکون بن جاتا ہے۔ کوئی نفرت کرتا ہے تو کوئی  
محبت دے کر حساب برابر کر دیتا ہے۔ کوئی رلاتا ہے تو کوئی مسکرا نے  
کی وجہ بن جاتا ہے۔ کوئی ٹھوکر دے کر گراتا ہے تو کوئی سہارا بن جاتا  
ہے۔ یہی تو زندگی ہے۔

XX

..\_\_\_\_\_..

**The End** ♡

The End ♡

**If you want Publish your Novel Contact  
Us.....**

**WhatsApp: 0314-9652219**

**Website: [Novelsmafia.com](http://Novelsmafia.com)**

**Email: [info@novelsmafia.com](mailto:info@novelsmafia.com)**

**YouTube: [youtube.com/@NovelsMafia](https://youtube.com/@NovelsMafia)**

**WHATSAPP GROUP FOR GIRLS:**

**<https://chat.whatsapp.com/E3t8xQ54HlOHrRnEn93mzw>**